اِلہامِ منظوم

ترجمہ اردو

مثنوی مولانا روم رح

دفترِ اوّل

مرتبہ

مولوی فیروز الدین

مصنّف و مؤلّف یادگارِ دربارِ اسلام یادگارِ سعدی کشف المحجوب تجرید البخاری حقوق و فرائضِ اسلام سلسلۂ اسلامیہ فیروز اللغات اردو و عربی و متعدد کتب نصابِ تعلیم

ناشران

دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور

نذرِ عقیدت

سلطنتِ آصفیہ دامت برکاتہا بالعموم علومِ قدیم و جدید کی سرپرستی اور بالخصوص تصوف و الفقہ اسلامی کی پشت پناہی میں جو بے نظیر کام کر رہی ہے ہندوستان اور ایشیا تو کیا تمام دُنیائے اسلام میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس بنا پر ہر علمی خادم اور ہر ادبی نیاز مند اپنی ناچیز خدمات کو مصر کی بڑھیا کی طرح اسی یوسف علم و عمل کے حضور لے جانے پر فطرۃً مجبور ہے اور اسی مناسبت سے اس علمی خدمت کو بھی جس میں تین سال کی متواتر جانکاہ محنت کے ساتھ ہزارہا روپیہ نقد صرف ہو چکا ہے۔

اعلیحضرت لفٹنٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائینس میر عثمان علی خاں بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی سی۔ بی۔ ای۔ سلطان العلوم محی الملت والدین فتح جنگ۔ نظام الدولہ نظام الملک۔ مظفر الممالک آصف جاہ سابع رستمِ دوراں افلاطونِ زماں خسروِ دکن خلد اللہ ملکہ

کے نامِ نامی اور اسمِ گرامی پر معنون کرنے کی جرأت کی جاتی ہے۔

امید کہ حضور ممدوح اُس قدرتی لگاؤ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو ذرہ بیمقدار کو آفتاب عالمتاب کے ساتھ مربوط کئے ہوئے ہے۔ اس جسارت کو شرفِ قبول بخشیں گے ۔

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

نیاز آگین

فیروز الدین عفرلہ

التماسِ ناشر

زمانے کی کایا پلٹ اور مغربی تجارت کی ہمہ گیری دیکھنے کے لائق ہے۔ کہ گراں بہا کتابوں اور بہترین تصانیف و تراجم کا کام جو کبھی سلطنتیں کیا کرتی تھیں۔ اب پبلشر (ناشر) کر رہے ہیں۔ ولایت میں اگر کسی پبلشر نے لاکھوں روپے دے کر لارڈ لٹن کے ناول اور لارڈ سٹینلے کے مشاہداتِ افریقہ خریدے تو ہندوستان میں بھی قرآن شریف کا ترجمہ (شیخ الہند مرحوم) اور کئی دوسری کتابیں ہزار ہا روپے دے کر خریدی اور طبع کی گئیں +

مثنوی مولینا روم کے اردو منظوم و منثور ترجمے گو پہلے سے موجود تھے۔ مگر اوّل تو اکثر ناتمام اور پھر منظوم ترجمہ تو باعتبار زبان تمام تر شمار کے بھی قابل نہ تھا۔ لہٰذا میری دیرینہ آرزو تھی کہ کوئی باکمال صاحبِ حال اس کام کو انجام دے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے جناب امیر مینائیؒ مرحوم کی خدمت میں یہ تحریک کی۔ ضرورت اور خیال کو تو انہوں نے پسند کیا۔ مگر اپنی ضعیفی کو کام

کی گرانباری کا متحمّل نہ پایا۔ آخر رفتہ رفتہ میری نگاہِ انتخاب جناب شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی پر پڑی جو شعرائے عصر میں ایک استادانہ درجہ و رتبہ رکھتے ہیں چنانچہ معقول معاوضہ پر انہوں نے ترجمہ شروع کیا۔ مگر کام ہمت شکن اور صبر آزما ہونے کے علاوہ تنہا حضرت سیماب کے بس کا نہ تھا۔ اگر خدا مجھے استقلال و استطاعت عطا نہ فرماتا تو یہ لُٹیا مدّت کی ڈوب چکی ہوتی۔ آخر کار یہ ترکیب کی گئی۔ کہ وہ ترجمہ کرتے اور میں انہیں لفظاً لفظاً قال سے حال میں لانے کی زہرہ گداز کوشش کرتا جب کہیں تین سال کی متواتر و مسلسل دیدہ ریزی اور دماغ سوزی کے بعد یہ چیز تیار ہوئی۔ جو اب آپ کے سامنے ہے۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ کہ اگر اتنا وقت اور اتنا روپیہ ضروریاتِ زمانہ کی دوسری کتابوں پر لگایا جاتا تو کافی نفع کی امید تھی۔ چنانچہ دوسرے مصنّف و ناشر اسی لئے ان دھندوں میں نہیں پڑتے۔ مگر اپنا اپنا مذاق ہے۔ اگر حق تعالیٰ قبول فرمالے۔ تو میرے لئے یہی بڑا نفع ہے ؎

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تصویرِ جاناں در بغل

فیروز الدین غفرلہٗ

فہرست مضامین الہام منظوم دفترِ اوّل

مُقدّمہ

اللہ اللہ ہے عجب یہ مثنوی — حال و قال مولوئ معنوی
مثنوی یہ اہلِ دل کی جان ہے — سر بسر عرفان ہی عرفان ہے
اس کے ہر نقطے میں سو اسرار ہیں — ایک مرکز میں ہزار انوار ہیں
اس کا ہر ہر لفظ معنی خیز ہے — ہر جھلک آئینۂ تبریز ہے
ہے شریعت اور طریقت کا وصال — قال کم ہے اور زیادہ تر ہے حال
اس کے نغموں میں عجب ہیں لذتیں — سُنکے آجاتی ہیں روحیں وجد میں
ہے سکونِ قلب اس سے آشکار — اس میں لہراتی ہے جنّت کی بہار
عرش کا اِک نغمۂ بے نام ہے — مثنوی کیا ہے نرا الہام ہے
مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبانِ پہلوی
سب کو اس کی منزلت معلوم ہے — آج دُنیا بھر میں اس کی دھوم ہے
اس میں ہیں موجود جتنے ہیں علوم — مشرقِ اسرارِ مولانائے رومؒ
حبذا اے آئینہ بردارِ شمسؒ — مرحبا اے پرتوِ اسرارِ شمسؒ
اے حسام الدینؒ کے خاطر نواز — نغمۂ وحدت کے اے صد رنگ ساز
من چہ گویم وصفِ آں عالی جناب — نیست پیغمبر ولے دارد کتاب
ہے رواں خامۂ خیال آزاد ہے — ہر تڑپ میں دوست ہی کی یاد ہے
دوست ہی ہے بہر عنوان خطاب — دوست ہی ہے حاصلِ نظمِ کتاب
دوست میں نورِ حقیقت ہے نہاں — دوست میں عرفان کی ہیں بجلیاں
دوست کی کُنہ حقیقت دوست ہے — دوست کیا یہ استخوان و پوست ہے

دیکھتے ہیں دوست میں اہلِ نظر
ایک خورشیدِ حقیقت جلوہ گر

دوست ساقی میں مے وساغر میں ہے
دوست ہر صورت میں ہر پیکر میں ہے

پھول پتہ دوست کا میخانہ ہے
غنچہ غنچہ دوست کا کاشانہ ہے

وجد میں آتا ہے سروِ آبِ جُو
کہتی ہے جب فاختہ کو دوست کو،،

سکے ہے پیشِ نظر اے دوست تُو
دیکھتے ہیں سب تجھی کو رُو بُرُو

رنگ و بوئے گل کو تیری جستجو!
نغمۂ بلبل کو تیری جستجو!

محو دنیا ایک ہی مطلب میں ہے
ڈھونڈتے ہیں سب تجھے تو سب میں ہے

عمر گذری جستجو کرتے ہوئے!
مثلِ قمری کُو دکُو کرتے ہوئے

کچھ تو دے اے دوست گُو گُو کا جواب
جستجو میں ہو جہاں کب تک خراب

بہرِ مولانائے رومیؒ با صفا
تو حسام الدین میں گویا ہُوا

شمسؒ تبریزی میں ہو کر پھر عیاں
تو نے چمکائیں نظر کی بجلیاں

اب وہی پھر بادۂ عرفاں پلا
پیکرِ ساغر میں ساقی بن کے آ

ان لبوں سے بھی لگا دے اپنے لب
ہے زبانِ گنگ گویائی طلب

توفیقِ ترجمہ کی مناجات

نطق حاصل تجھ سے کرتی ہے زباں
ہے ترا ارشاد علمہ البیاں

نطق کا یارب بڑھا دے حوصلہ
تا کہ ہو اس مثنوی کا ترجمہ

ہے ارادہ کو وہ بھی ہو جائے کاہ
تا پھنچے الفاظ میں سطرِ گیاہ

راز تیرے سب پہ ہو کر آشکار
کھول دیں معنی نغمات ہزار

بیتاں طوطی شکر شکن
سب سمجھ لیں انجمن در انجمن

جو ہے پوشیدہ صدائے ساز میں — لے وہ انگڑائی اسی آواز میں

دے سمندر کی روانی جو صدا — اُس کو لفظوں میں قلم کر دے ادا

لائے جو پیغام رفتارِ نسیم — گل سے سرگوشی کرے جو کچھ شمیم

چشموں کی وادی سے جو ہو گفتگو — جو بھی غمّازی کرے پھولوں کی بُو

جو اشارے رات کو تارے کریں — جوش میں جو بات فوارے کریں

بے زبانی میں جو ہو درسِ شفق — جو کہیں رنگین پھولوں کے ورق

ہو جو کچھ راتوں کے سنّاٹے میں راز — شمع و پروانہ میں ہو جو سوز و ساز

الغرض فطرت کے سب اسرار جو — ہوتے ہوں محسوس دن یا رات کو

فاش ہو جائیں وہ گوشِ عام پر — شمسِ معنی چمکے دل کے بام پر

کام گو مشکل ہے اور دشوار ہے — تو کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

فی الحقیقت مثنوی کا ترجمہ — ترجمہ ہے وحی اور الہام کا

گر تیری توفیق ہو جائے رفیق — طے ہو اک پل میں یہ وادیٔ عمیق

اِک جہاں سیماب کہتا ہے جسے — کر دے اس آتش پہ تو قائم اسے

غافلوں کو عقل پر فیروز کر — علمِ حقانی سے فیض اندوز کر

بس قلم کو وہ روانی ہو عطا — ایک دریائے حقائق دے بہا

مثلِ ابراہیمؑ کھیلے آگ سے — جل نہ جائے نفس ہی کی لاگ سے

کر دے اس زحمت سے رحمت کا ظہور — نار کے شعلے ہیں ہوں انوارِ طور

بیکلی کو موجبِ راحت بنا — بے قراری باعثِ عشرت بنا

کیمیا گر ہو نہ غم میں مبتلا — جب نظر آئے اسے یہ کیمیا

ہو ذریعہ صیقلِ آئینہ کا — آئینہ بن جائے اس سے آشنا

کر تجلّی کا اسے تو صدرِ بدر — گو نہ ہو آئینہ بیں کو اس کی قدر

حسن کی نظّارہ بازی اس سے ہو — آئینے کی جلوہ تابی اس سے ہو

حسن کی شانیں نمایاں اسمیں ہوں — عشق کے آثار عریاں اس میں ہوں
جو بھی جوہر آنے کے ہوں عیاں — انکی طلعت کا ہے یہ ترجماں
مقصد اور مضمون پورا کھول کر — ترجمہ ہو خوش بیانی سے مگر
ہر جگہ مقبول ہو اردو میں بھی — مثنویِ مولوی معنوی
کام تھا یہ اک گروہِ خاص کا — اور یہاں ہے آسرا اخلاص کا

کیجئے آغاز اب بے ردّ و کد
بشنو از نے چوں حکایت میکند

ترجمہ اشعار حضرت وقارؒ فرزندوم مولانا رومؒ

اللہ اللہ ہے یہ پاکیزہ کتاب — مخزنِ اسرار، قانونِ صواب
ہے مبارک یہ کتابِ بہتریں — جس سے اہلِ حال کی آنکھیں کھلیں
اس کو کہئے مخزنِ اسرارِ عشق — اس سے ہو گئی گرمیٔ بازارِ عشق
سالکوں کے واسطے یہ ہے سراج — اس سے ہے فقر و تصوف کا رواج
شرح ہے قرآن کی اور حلِ اشکال — اس میں ہے نبیوں کا اور ولیوں کا حال
سب سے بہتر ہے یہ قانونِ سلوک — دفترِ فقر اور آدابِ سلوک
درجِ نادر اسمیں ہے ہر ایک شے — صفحہ صفحہ صفحۂ فردوس ہے
جب ہو تو غواصِ بحرِ مثنوی — جان کچھ تھوڑا سا حالِ مولوی
ہے یہ لازم سن چکا جب قال تو — سن وقارؒ خوش بیاں سے حال تو
تھے جلال الدینؒ محمدِ معنوی — جنسے ہے نازل ہوئی یہ مثنوی
باپ تھے انکے بہاؤالدینؒ ولی — ماہرِ علم و نکاتِ باطنی
دیکھکر خوارزم شہ کو بے حواس — بلخ سے کعبہ گئے وہ بے ہراس
اس سفر میں ساتھ تھے حضرت جلالؒ — عالمِ علمِ لدنی خردؒ سال

سچ ہے جو ہو عاشقوں کی راہ پر — اسکو پہلے چھوڑنا پڑتا ہے گھر

جا کے نیشاپور پہنچے آپ جب — محفلِ عطارؒ میں باصد طرب

شیخ تھے بینا جو دیکھا آپ کو — کم سنی ہی میں نوازا آپ کو

دیکھکر بچپن ہی میں فضلِ انتساب — اپنی تصنیفات سے دی اک کتاب

اور فرمایا کہ یہ شہرت فروز — دل جلوں کو یکدن بخشے کا سوز

ان سے رخصت ہوکے کرکے حج ادا — قافلہ یہ شام کی جانب گیا

پہنچے پھر بیت المقدّس شوق سے — کو بکو گھر گھر خدا کو ڈھونڈتے

پھر مزارِ انبیاؑ سے بھی یوں ہی — صدقِ باطن سے توجہ جذب کی

سیدؒ ترمذ تھے اک برہان نام — جو تھے اک اپنے زمانے کے امام

آدھے رستے پر کہیں ان سے ملے — بعد اک دو صحبتوں کے چل بسے

مرتے مرتے شیخ نے باصد خوشی — رہنمائی ان کی سوئے روم کی

اور کہا جاؤ گے گر اس ملک میں — فتح و نصرت ہاتھ آئے گی تمہیں

تھا بہاؤ الدین کو ان پر اعتماد — قونیہ کو چل دیئے وہ خوش نہاد

تھے علاؤ الدین سلجوقی وہاں — سرزمین روم پر صدرِ جہاں

ان کے آنے کو غنیمت جان کر — وہ بنے اِن کے مرید خوش سیر

بعد چندے جب ہوئے رخصت بہاؒ — خرقہ مولانا کا ان کو مل گیا

ہو گے ان کے علم سے پھر فیض یاب — مدح خواں ہونے لگے سب شیخ و شاب

تھی مگر تدریس ان کو ناپسند — کیونکہ تھی طبعِ معلّیٰ بس بلند

تھی فضول ان کی نظر میں عز و جاہ — جذبۂ غیبی نے کی تھی دل میں راہ

صحبت اہلِ دل سے القصّہ رہی — گہ صلاح الدینؒ گہ ابن اخیؒ

چونکہ اہلِ دل کے وہ جوئندہ تھے — اِن کو بالآخر حسام الدینؒ ملے

پھر کہ وقتِ شورش انگیزی ہوا — وعدۂ شاہ شمسؒ تبریزی ہوا

پیر نے دی شمس کے دل میں ندا
ایک ہے اس ملک میں شوریدہ دل
ظلمتِ حیرت میں سوزاں قلب تک
پھونکدے اس کو کہ وہ ہے سوختہ
دل جو ہوتا ہے کوئی آفت نصیب
جب فروغِ شمس چمکا روم میں
ایک دن رستے میں مولانا ملے
استفادہ کر رہے تھے خاص و عام
اور کہا دانش ہے مولانا! یہ کیا؟
بولے مولانا کہ "شرحِ شرع و دیں"
علم گر سوئے خدا رہبر نہ ہو
یہ کہا اور چل دیئے وہ دل نواز
دوسرے دن وقتِ بحث و قال کے
کچھ کتابیں پاس اُن کے دیکھ کر
بولے مولانا کہ "چھوڑو یہ سوال"
شمسؒ یہ سُن کر ہوئے کچھ خشمگیں
اس سے مولاناؒ کا دل غمگیں ہوا
شمسؒ نے ڈالا کتابوں پہ جو ہاتھ
اس سے مولانا کی آنکھیں کھل گیئں
شمس بولے بس یہی ہے علمِ حال
پائی مولاناؒ نے جب کچھ آگہی
دامن اُن کا آپ نے تھاما شتاب

روم کی جانب یہاں سے جلد جا
آنکھ والا اور طلب میں مشتغل
شمس اُٹھے اور بام پر اس کے چمک
تا ہو سر سے پاؤں تک افروختہ
اس کے پیچھے دوڑتے ہیں خوش نصیب
خوش نصیبوں کو ملیں سوراختیں
خود سوار اور ساتھ سب چھوٹے بڑے
آگے آکر شمس نے تھامی لگام
طالبوں کو اس سے کیا ہے فائدہ
شمس بولے اس سے کچھ حاصل نہیں
کیوں نہ بہتر اس سے سمجھیں جہل کو
کر کے مولانا کو کچھ آگاہ راز
بزمِ مولاناؒ میں شمس الدینؒ گئے
پوچھا کیا کچھ ان میں ہے علم و ہنر
کس طرح بے علم جانے ان کا حال
حوض میں ساری کتابیں پھینکیں
اور کہا میں تم نے یہ کیا کر دیا!!
سبکو پانی سے نکالا ایک ساتھ
اور پوچھا خشک یہ کیونکر رہیں
اُن کو کیا معلوم جو ہوں صرفِ قال
سمجھے ابدالوں سے ہے یہ بھی کوئی
ہو گئے یک جان ماہ و آفتاب

ترکِ عزت ترکِ لذت ترکِ کار | کر کے تھاما دامنِ یار استوار

نور جب شمسِ حقیقت سے ملا | صدر کیا وہ ہو گئے بدرِ صفا

شمسؒ میں محو و فنا جب ہو گئے | فقر پایا فخر سارا کھو چلے

مدتوں تک شمسؒ سے خلوت رہی | تھی نہ گنجائش جہاں اغیار کی

پی شرابِ وصلِ خوش آثار دوست | ہو گئے پھر محرمِ اسرارِ دوست

طالبِ علم اس سے تھے غم میں اسیر | آگیا ہے کس جگہ سے یہ فقیر!

یہ ہے کیا فقر اور کیسی ہے فنا | جس نے مولانا کو گمراہ کر دیا

اے خدا اسلام ہے خوار و تباہ | قبۃ الاسلام ہے گم کردہ راہ

یہ کوئی رہزن بڑا گمراہ ہے | قتل اسے کرنا روا واللہ ہے

اک پسر نا اہل مولاناؒ کا تھا | جیسے تھا کنعان بیٹا نوحؑ کا

شمسؒ کو دیکھا جو دمسازِ پدر | بولا اس سے میں نکالوں گا کسر

ہیں اسی نے کام کر ڈالے خراب | رونق بازار ہے اس سے خراب

ہے پریشان خاندان کا اس سے حال | اٹھ گئی سب رونق عز و کمال

سوچکر کچھ دل میں ظاہر آشکار | کر کے تعریفیں بڑھایا اعتبار

ایک دن ان کو بلایا مکر سے | شمسؒ واقف تھے مگر آئے چلے

نکلے خلوت سے جو شمسؒ خوش یقیں | کر گئی کام اپنا دم میں تیغ کیں

خون پھیلا خاک پر اور آفتاب | ہو گیا پوشیدہ صدہا حجاب

زار مولاناؒ کی حالت ہو گئی | بے فروغِ شمسؒ تاریکی بڑھی

کچھ برس کے بعد رحلت ہو گئی | جانِ پاک انکی بھی جاناں سے ملی

ان کو روحِ شمسؒ سے تھا اتصال | ہو گئے محوِ حجاباتِ وصال

عاشقوں کی زندگانی ہے حجاب | زندگی پر موت ہے گویا نقاب

صرف ہستی تک ہی باقی ہے دوئی | پھر دوئی کیسی ہوئے جب ایک ہی

نہر میں ہے بند بدبو دار آب — جتنا روکو گے اُسے ہوگا خراب

جب ہو خالی آبِ بدبو دار ہے — پاک پانی آکے دریا سے ملے

مختلف انداز سے یہ واقعا — کہنے والوں نے کہا ہے اے فتا

جس طرح راوی ہوئے اصحابِ حال
کہدیا واللہ اعلم بالمقال[1]

سببِ تصنیفِ مثنوی مرقومہ حضرتِ وقارؔ

مثنوی لکھوانے کے اصلی سبب — تھے حسام الدین اک عالی نسب

کی یہ مولاناؒ سے اکدن قال وقیل — ہوچکا دیوان غزلوں کا طویل

ترک اس عنوان کو کر دیجیئے — اک نیا دفتر مرتب کیجئے

اب کوئی شیوا بیانی ہو جدید — ہے نئی ہر بات میں لذت مزید

بولے مولانا مجھے خود تھا خیال — شعر کچھ میں نے لکھے ہیں حسبِ حال

گوشۂ دستار اپنا کھول کر — اک نیا نسخہ کیا پیشِ نظر

مثنوی کے ابتدائی شعر تھے — جن کو سُنکر خوش حسام الدین ہوئے

پھر ہزار آہستگی و شوق سے — شعر مولاناؒ سے کہلاتے رہے

بس یہی کچھ رات دن تھا ان کو کام — کہتے مولاناؒ تھے لکھتے تھے حسامؒ

یوں ہوئی یہ مثنوی آخر تمام
مہربانی سے خدا کی والسلام

[1] یعنی اُن کے کہنے کا حال خدا بہتر جانتا ہے۔

ترجمۂ اُردو

مثنوی مولانائے رومؒ

دفتر اوّل

بشنو از نے چوں حکایت میکند	وز جدائی ہا شکایت میکند
سُن تو کیا کرتی ہے باتیں بانسری	بس شکایت کر رہی ہے ہجر کی
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
جب سے کاٹا ہے نیستاں[1] سے مجھے	مرد و زن روتے ہیں میرے شور سے
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرح درد اشتیاق
پارہ پارہ کر دے سینہ جب فراق	تب کہیں ہو شرح درد اشتیاق
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش
جا رہا ہو اصل سے جو بھی دور	اپنا عہد وصل ڈھونڈے گا ضرور

[1] سرکنڈے اور بانس پیدا ہونے کی جگہ۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم — جفتِ خوشحالان و بدحالاں شدم

میں ہر اک مجلس میں فریادی ہوئی — غمزدوں اور خوش دلوں کے منہ لگی

ہر کسے از ظن خود شد یارِ من — وز درونِ من نجست اسرارِ من

سب نے یاری مجھ سے کی حسبِ گماں — پر نہ ڈھونڈے مجھ میں اسرارِ نہاں

سرِ من از نالۂ من دور نیست — لیک چشم و گوش را آں نور نیست

دور نالے سے نہیں رازِ نہاں — نور چشم و گوش میں لیکن کہاں

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست — لیک کس را دیدِ جاں دستور نیست

جاں سے تن اور تن سے جاں کب ہے نہاں — پر نہیں کرتا کوئی دیدارِ جاں!

آتش ست ایں بانگِ نای و نیست باد — ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد

آگ ہے آوازِ نے کب ہے ہوا — آگ یہ جس میں نہ ہو، وہ ہو فنا

آتشِ عشق ست کاندر نے فتاد — جوششِ عشق ست کاندر مے فتاد

عشق ہی کی آگ ہے جو نے میں ہے — عشق ہی کا جوش ہے جو مے میں ہے

نے حریفِ ہر کہ از یارے برید — پردہائش پردہائے ما درید

نے حریف اس کی جو دلبر سے چھٹا — اس کے پردوں نے دیئے پردے اٹھا

ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید — ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید

کس میں ہے زہر اور امرت مثلِ نے — نے عجب دمساز اور مشتاق ہے

نے حدیثِ راہِ پُر خوں میکند — قصہائے عشقِ مجنوں میکند

نے سے ہے اظہارِ راہِ خونچکاں — عشقِ مجنوں کا یہ کرتی ہے بیاں

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے — یک دہاں پنہاں ست در لبہائے وے

ہیں ہمارے پاس دو منہ مثلِ نے — ایک منہ اس کے لبوں میں جذب ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما — ہائے و ہوئے در فگندہ در سما

ایک منہ نالاں ہے سب کے روبرو — آسمانوں پر ہے شورِ ہاؤ ہو

یک وا اندر کہ اورا منظرست ۔۔۔ کایں فغان ایں سرے ہمزاں سرست

جانتے ہیں وہ جو ہیں اہل نظر ! ۔۔۔ اس فغاں میں بھی وہی ہے اک اثر

دمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست ۔۔۔ ہائے وہوئے روح از ہیہائے اوست

ہے اُسی کا شور نے میں بھی نہاں ۔۔۔ روح کی فریاد ہے جس کی فغاں

محرم ایں ہوش جز بیہوش نیست ۔۔۔ مرزباں را مشتری چوں گوش نیست

بے خبر اس ہوش کی بیہوش کو ۔۔۔ مشتری کانوں سے بہتر کون ہو!

گر نبودے نالۂ نے را اثر ۔۔۔ نے جہاں را پُر شکر دے از شکر

گر نہ ہوتا نالۂ نَے میں اثر ۔۔۔ نے سے کب دنیا کو مل سکتی شکر

در غم ما روزہا بیگاہ شد ۔۔۔ روزہا با سوزہا ہمراہ شد

ہو گئے تم میں ہمارے دن تباہ ۔۔۔ سوز سے جل جل گئے روزِ سیاہ

روزہا گر رفت گو رو باک نیست ۔۔۔ تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

دن گئے، جانے دے، اس کا غم نہیں ۔۔۔ تو ٹھہر ہے پاک تجھ سا بھی نہیں!

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد ۔۔۔ ہر کہ بے روزیست روزش دیر شد

جو نہ تھا ماہی، ہوا وہ سیر آب ۔۔۔ جو رہا بے بہرہ، عمر اس کی خراب

در نیابد حال پختہ ہیچ خام ۔۔۔ پس سخن کوتاہ باید والسّلام

حال پختہ کا کیا سمجھے گا خام ۔۔۔ مختصر یہ داستاں کر والسّلام

بادہ در جوشش گدائے جوش ماست ۔۔۔ چرخ در گردش اسیر ہوش ماست

جوش بادہ میں ہمارا جوش ہے ۔۔۔ چرخ کی گردش اسیر ہوش ہے

لہ یعنی بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ تھوڑے سے آبِ فیض میں سیر ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ اُن کے ظرف میں زیادہ گنجائش نہیں وہ طبیعت ماہی کے خلاف ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جس طرح مچھلی پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی۔ وہ بھی فیوض الٰہیہ سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور بعض لوگ اس سے کلیتہً بے بہرہ بھی ہوتے ہیں +

بادہ از ما مست شد نے ما ازو	قالب از ما ہست شد نے ما ازو
مست ہے مے ہم سے اُس سے ہم نہیں	جسم ہے ہم سے اس سے ہم نہیں
بر سماع راست ہر تن چیر نیست	طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
ہر کوئی قادر سماعت پہ ہے کب	کھاتے ہیں انجیر ہی کیا مرغ سب
بند بگسل باش آزاد اے پسر	چند باشی بند سیم و بندِ زر
توڑ بند آزاد ہو جا اے پسر	کبتلک آخر یوں اسیر سیم و زر
گر بریزی بحر را در کوزۂ	چند گنجد قسمتِ یک روزۂ
بند اگر دریا بھی کوزے میں کیا	ایک دن میں ختم سب ہو جائیگا
کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نشد	تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد
حرص مند آنکھوں کے کوزے کب بھرے	جب صدف قانع ہوئی۔ موتی ملے
ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد	او ز حرص و عیب کلی پاک شد
عشق سے دامن ہوا ہے جس کا چاک	بس وہ حرص و عیب سے بالکل ہے پاک
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	اے طبیب جملہ علتہائے ما
شاد ہو اے عشق اے سودا نصیب	اے ہماری کل بلاؤں کے طبیب
اے دوائے نخوت و ناموس ما	اے تو افلاطون و جالینوس ما
ہے دوائے نخوت و ناموس تو	اے کہ افلاطون و جالینوس تو
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد	کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق سے گردوں پہ جسم خاک ہے	رقص میں ہے کوہ اور چالاک ہے
عشق جانِ طور آمد عاشقا	طور مست و خر موسیٰؑ صعقا
عشق جان طور ہے اے مبتلا	طورِ سینا مست موسےٰ گر پڑا

؎ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا (اعراف) یعنی رب موسےٰ سے پہاڑ (طور) سے تجلی فرمائی ہوا پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسےٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے ٭

سرّ پنہان ست اندر زیر و بم — فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

زیر و بم[۱] میں راز اس کا ہے نہاں — فاش اگر کر دوں تو برہم ہو جہاں

با لب دمساز خود گر جفتمے — ہمچو نے من گفتنی ہا گفتمے

میں اگر ملتا لبِ دمساز سے — مثلِ نے نغمے سناتا راز کے

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا — بےنوا شد گرچہ دارد صد نوا

ہم زبان سے جو ہوا ہے جُدا — صد نوا ہو کر بھی وہ ہے بے نوا

چونکہ گل رفت و گلستاں درگذشت — نشنوی زیں پس ز بلبل سرگذشت

جبکہ گل رخصت ہوئے گلزار بھی — بانگِ[۲] بلبل اب نہ جائے گی سنی

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب — بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

گل ہوئے رخصت۔ ہوا گلشن خراب — بوئے گل کا کچھ پتہ دے گا گلاب

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ — زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

سب ہیں معشوق اور عاشق پردہ ہے — زندہ ہے معشوق، عاشق مردہ ہے

چوں نباشد عشق را پروائے او — او چو مرغے ماند بے پروائے او

عشق کو اس کی نہ جب پروا رہی — مرغ بے پر رہ گیا۔ بد قسمتی!

پر و بالِ ما کمندِ عشقِ اوست — مو کشانش می کشد تا کوئے دوست

بال و پر ہیں عشق کی اس کے کمند — کھینچتی ہے اس کی جانب بے گزند

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس — چوں نباشد نورِ یارم پیش و پس

کس طرح ہو پیش و پس کا ہوش بس — گر نہ ہو وہ نورِ تاباں پیش و پس

نور او در یمین و یسر و تحت و فوق — بر سر و بر گردنم مانندِ طوق

نیچے اوپر دائیں بائیں اس کا نور — گردن و سر میں ہے طوق اے ذی شعور

[۱] بانسری کا نیچا اونچا سُر۔ مدّھم اور پنچم +

[۲] آواز +

عشق خواہد کیں سخن بیروں بود — آئینہ ات غماز نبود چوں بود

چاہتا ہے عشق اسے رسوا کرے — ہو نہ غماز[1] آئینہ تو کیا کرے

آئینہ ات دانی چرا غماز نیست — زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست

کیوں نہیں غماز آئینہ ترا ؟ — اس کے منہ پر زنگ سے بنا ہوا

آئینہ کز رنگ و آلائش جداست — پر شعاع نور خورشید خداست

ہو کدورت سے جب آئینہ جدا — اس میں چمکے نور خورشید خدا

رو تو زنگار از رخ او پاک کن — بعد ازاں آں نور را ادراک کن

زنگ و آلائش سے اسکو پاک کر — اور پھر اس نور کا ادراک کر

ایں حقیقت را شنو از گوش دل — تا بروں آئی بکلی ز آب و گل

گوش دل سے سن حقیقت برمحل — تاکہ آب و گل[2] سے تو آئے نکل

فہم اگر دارید جاں را رہ دہید — بعد ازاں از شوق پا درہ نہید

ہو سمجھ کچھ بھی تو جاں کو راہ دو — شوق سے اس رہ میں پھر پاؤں رکھو

بادشاہ اور کنیز کی داستان

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں — خود حقیقت نقد حال ماست آں

ہاں سنو اے دوستو یہ داستاں — خود ہمارا حال ہے اس میں عیاں

نقد حال خویش را گر پے بریم — ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم

اپنی حالت پر کریں ہم غور اگر — پائیں دنیا اور عقبےٰ سے ثمر

بود شاہے در زمانے پیش ازیں — ملک دنیا بودش و ہم ملک دیں

تھا بہت پہلے کہیں اک بادشاہ — صاحب اقلیم دنیا - دیں پناہ

[1] چغلخور - اصطلاحاً - راز کھولنے والا - بھید بتا دینے والا +

[2] پانی اور مٹی یعنی تعلقات مکروہات دنیا +

اتفاقاً شاہ روزے شد سوار	با خواصِ خویش از بہرِ شکار
اتفاقاً ایک دن ہو کر سوار	ساتھ یاروں کے گیا کرنے شکار
بہرِ صیدے می شد او بر کوہ و دشت	ناگہاں در دامِ عشق او صید گشت
کوہ و صحرا چھانتا تھا بہرِ صید	ہو گیا خود عشق کے پھندے میں قید
یک کنیزک دید شہ در شاہراہ	شد غلامِ آں کنیزک جانِ شاہ
اک کنیزک راہ میں آئی نظر	مٹ گیا سلطان اس کے حسن پر
مرغِ جانش در قفس چوں می طپید	داد مال و آں کنیزک را خرید
تھا قفس میں مرغِ جاں بیتاب دید	دیکر اس نے مال کی لونڈی خرید
چوں خرید او را و برخوردار شد	آں کنیزک از قضا بیمار شد
جب خرید اور ہوا یوں بامراد	ہو گئی بیمار لونڈی نامراد
آں یکے خر داشت پالانش نبود	یافت پالاں گرگ خر را در ربود
جب گدھا تھا پاس تو پالاں نہ تھا	جب ملا پالاں گدھا جاتا رہا
کوزہ بودش آب می نامد بدست	آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
کوزہ تھا ملتا نہ تھا پانی کہیں	مل گیا پانی تو اب کوزہ نہیں
شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست	گفت جانِ ہر دو در دستِ شماست
پس حکیموں سے کیا شہ نے بیان	ہے تمہارے ہاتھ ہم دونوں کی جان
جانِ من سہل ست جانِ جانم اوست	دردمند و خستہ ام درمانم اوست
کیا ہے میری جان، جانِ جاں ہے وہ	دردمند و خستہ ہوں درماں ہے وہ
ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا	برد گنج و دُرّ و مرجانِ مرا
جو کرے درمانِ میری جان کا	لے خزانہ گوہر و مرجان کا
جملہ گفتندش کہ جاں بازی کنیم	فہم گرد آریم و انبازی کنیم
بولے سب کرتے ہیں ہم جاں بازیاں	عقل سے کر لیں گے چارہ سازیاں

هر یکے از ما مسیح عالمے ست ‏ ‏ ‏ هر الم را در کف ما مرہمے ست

ہم میں ہر اک ہے مسیحا وقت کا ‏ ‏ ‏ ہر مرض کی جانتے ہیں ہم دوا

گر خدا خواہد نگفتند از بطر ‏ ‏ ‏ پس خدا بنمود شاں عجز بشر

گر خدا چاہے[۱] نہ بھولے سے کہا ‏ ‏ ‏ پس دکھایا حق نے عجز انسان کا

ترک استثنا مرادم قسوتے ست ‏ ‏ ‏ نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست

ترک استثنا قساوت[۲] ہے اخی ‏ ‏ ‏ منہ سے کہدینا نہ حرف اک عارضی

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت ‏ ‏ ‏ جان او با جان استثنا ست جفت

اکثر استثنا نہ ظاہر میں کہیں ‏ ‏ ‏ وہ اور استثنا بہم ہیں اصل میں

ہرچہ کردند از علاج و از دوا ‏ ‏ ‏ گشت رنج افزوں و حاجت ناروا

الغرض جو جو دوا لوگوں نے کی ‏ ‏ ‏ بڑھ گیا رنج آرزو سب رہ گئی

آں کنیزک از مرض چوں موئے شد ‏ ‏ ‏ چشم شاہ از اشک خوں چوں جوئے شد

ہو گئی لونڈی مرض سے جب نڈھال ‏ ‏ ‏ شاہ کی آنکھیں ہوئیں رو رو کے لال

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود ‏ ‏ ‏ آں دوا در نفع خود گمرہ شود

کرتی ہے ناداں طبیبوں کو قضا ‏ ‏ ‏ اور دوا کھاتی ہے اثر الٹا دوا

از قضا سر کنگبیں صفرا فزود ‏ ‏ ‏ روغن بادام خشکی می نمود

شہد اور سرکے سے گرمی بڑھ گئی ‏ ‏ ‏ روغن بادام سے خشکی ہوئی

از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت ‏ ‏ ‏ آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

جائے مسہل قبض ہڑ سے ہو گیا ‏ ‏ ‏ اور بھی دی آگ پانی نے بڑھا

سستی دل شد فزون و خواب کم ‏ ‏ ‏ سوزش چشم و دل پر درد و غم

ہو گیا دل سست تر اور نیند کم ‏ ‏ ‏ سوزش آنکھوں میں بھی دلمیں درد و غم

۱؎ انشاء اللہ کہنا۔ اولیاء و انبیاء انشاء اللہ نہ کہیں تو مضائقہ نہیں کہ دل و جان سے واصل باللہ ہیں + ۲؎ سنگ دلی +

شربت و داروئے و اسباب او	از طبیباں ریخت یکسر آبِ رُو
بے اثر شربت ہوئے۔ ناقص دوا	چارہ فرماؤں کا منہ فق ہو گیا

بادشاہ کا دُعا مانگنا

شہ چو عجزِ آں طبیباں را بدید	پا برہنہ جانبِ مسجد دوید
شہ نے جب دیکھا کہ عاجز ہیں طبیب	بھاگا ننگے پاؤں مسجد کو غریب
رفت در مسجد سوئے محراب شد	سجدہ گاہ از اشکِ شہ پُر آب شد
داخلِ محرابِ مسجد جب ہوا	سجدہ گہ کو آنسوؤں سے بھر د
چوں بخویش آمد ز غرقابِ فنا	خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا
محویت کے بعد آ کر ہوش میں	کی خدا کی حمد پورے جوش میں
کاے کمینہ بخششت ملکِ جہاں	من چہ گویم چوں تو میدانی نہاں
اے کہ ہے ادنیٰ تری بخشش جہاں	کیا کہوں تو خود ہے سب کا رازداں
حالِ ما و ایں طبیباں سربسر	پیشِ لطفِ عامِ تو باشد ہدر
میری حالت اور طبیبوں کے گلے	ہیچ ہیں تیرے کرم کے سامنے
اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ	بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ
تو ہماری حاجتوں کی ہے پناہ	مجھ سے پھر کھوئی گئی ہے ٹھیک راہ
لیک گفتی گرچہ می دانم سرت	زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
قول ہے تیرا کہ گو ہوں رازداں	چاہیئے پھر بھی بظاہر کچھ بیاں
چوں بر آورد از میانِ جاں خروش	اندر آمد بحرِ بخشایش بجوش
شور اٹھا جب دلِ خاموش میں	آ گیا دریائے رحمت جوش میں
درمیانِ گریہ خوابش در ربود	دید در خواب او کہ پیرے رو نمود
روتے روتے آنکھ اُس کی لگ گئی	کی زیارت ایک مردِ پیر کی

گفت اے شہ مژدہ حاجاتت رواست — گر غریبے آیدت فردا ز ماست

دے کے مژدہ شاہ کو اس نے کہا — ہم میں سے آئیگا کل اک با خدا

چونکہ آید او حکیم حاذق است — صادقش داں کو امین و صادق است

کل جو آئیگا وہ ہے حاذق حکیم — جانتا بیشک اسے صادق حکیم

در علاجش سحر مطلق را ببیں — در مزاجش قدرت حق را ببیں

دیکھ لینا سحر اس کے صدق کا — قدرت حق کا وہ ہوگا آئینا

خفتہ آں خواب دید آگاہ شد — گشتہ مملوک کنیزک شاہ شد

دیکھتے ہی خواب فوراً چونک اٹھا — کیا ہی مملوک کنیزک شاہ تھا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد — آفتاب از شرق اختر سوز شد

ساعت وعدہ جو آئی دن ہوا — شرق سے خورشید نکلا نور زا

بود اندر منظرہ شہ منتظر — تا ببیند آں چہ بنمودند سر

بادشہ کو تھا نہایت انتظار — دیکھئے ہوتا ہے اب کیا آشکار

دید شخصے کاملے پُر مایۂ — آفتابے در میان سایۂ

اس نے دیکھا ایک مرد کامیاب — سائے میں آتا ہے مثل آفتاب

می رسید از دور مانند ہلال — نیست بود و ہست بر شکل خیال

دور سے آتا ہے مانند ہلال — وہ ہے پیدا و نہاں مثل خیال

نیست وش باشد خیال اندر جہاں — تو جہانے بر خیالے بیں رواں

نیست ہیں اکثر خیالات جہاں — ان خیالوں ہی میں ہے دنیا رواں

بر خیالے صلح شان و جنگ شاں — بر خیالے نام شان و ننگ شاں

ہے خیالوں ہی پہ سب کی صلح و جنگ — ہے خیالوں ہی پہ سب کا نام و ننگ

آں خیالاتے کہ دام اولیاست — عکس مہرویان بستان خداست

وہ تخیل جو ہے دام اولیاء — عکس ہے حسن ریاض ذات کا

آں خیالے را کہ شد در خواب دید | در رخ مہماں ہمی آمد پدید

شہ کو آیا خواب میں تھا جو خیال | تھا رخ مہماں میں ظاہر حسب حال

نور حق ظاہر بود اندر ولی | نیک بیں باشی اگر اہل دلی

نور حق ظاہر ہے لیکن آنکھ سے | اہل دل ہی دیکھ سکتے ہیں اسے

آں ولی حق چو پیدا شد ز دور | از سراپایش ہمی می ریخت نور

دور سے جب مرد حق ظاہر ہوا | تھا سراپا سے عیاں نور خدا

شہ بجائے حاجباں در پیش رفت | پیش آں مہمان غیب خویش رفت

مثل دربان شاہ خود آگے بڑھا | غیب کے مہماں کو لینے گیا

ضیف غیبی را چو استقبال کرد | چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد

کرکے استقبال مرد غیب کا | پھول پر گویا شکر سی دی چڑھا

ہر دو بحرے آشنا آموختہ | ہر دو جاں بے دوختن بردوختہ

دو سمندر تھے کہ باہم مل گئے | دونوں وہ آپس میں پیوستہ ہوئے

آں یکے چوں تشنہ واں دیگر چو آب | آں یکے مخمور واں دیگر شراب

ایک پیاسا دوسرا تھا مثل آب | ایک مخمور اور اک جام شراب

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں | لیک کار از کار خیزد در جہاں

بولا اس سے اس سے کچھ مطلب نہ تھا | ہے مگر دنیا میں باہم واسطا

اے مرا تو مصطفیٰ من چوں عمرؓ | از برائے خدمتت بندم کمر

مصطفیٰ تو ہے تو میں مثل عمرؓ | باندھتا ہوں تیری خدمت میں کمر

بے ادبی کی برائی

از خدا جوئیم توفیق ادب | بے ادب محروم ماند از لطف رب

حق سے توفیق ادب کی ہے دعا | بے ادب محروم لطف رب رہا

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب خود ہی نہ بد کردار ہے — بلکہ دنیا اس سے آتش زار ہے

مائدہ از آسماں در می رسید — بے شری و بیع و بے گفت و شنید

چرخ سے ہوتا تھا نازل مائدہ[1] — بے مشقت۔ بے تردد۔ بے دعا

درمیان قوم موسیٰ چند کس — بے ادب گفتند کو سیر و عدس

قوم موسیٰ[2] میں جو تھے کچھ بے ادب — دال اور لہسن لگے کرنے طلب

منقطع شد خوان و ناں از آسماں — ماند رنج زرع و بیل و داسماں

آسماں سے پھر نہ اترا خوان و ناں — ہو گیا رنج زراعت بے کراں

باز عیسیٰ چوں شفاعت کرد حق — خواں فرستاد و غنیمت بر طبق

پھر جو عیسیٰ[3] نے سفارش حق سے کی — خوان کی نعمت دوبارہ مل گئی

مائدہ از آسماں شد عائدہ — چونکہ گفت اَنزِل عَلَینا مائدہ

خوان پھر افلاک سے نازل ہوا — جب کہا ہم پہ اتار اے کبریا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند — چوں گدایاں زلّہا برداشتند

بے ادب گستاخ مانند گدا — ٹکڑے رکھنے لگ گئے اسکے بچا

کرد عیسیٰ لابہ ایشاں را کہ ایں — دائم است و کم نگردد از زمیں

بولے عیسیٰ یہ ہے فضل ایزدی — یہ نہ کم ہوگا۔ رہے گا دائمی

[1] دستر خوان۔ [2] قوم موسیٰ مائدہ پر خوش نہ تھی اور چاہتی تھی کہ اس کے لئے زمین سے غلہ پیاز اور دال وغیرہ پیدا ہو۔ [3] حضرت عیسیٰ نے کہا رَبَّنَا اَنزِلْ عَلَینَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (سورہ مائدہ) یعنی یا الٰہی ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ ہم پر اور آئندہ نسلوں پر عید ہو جائے اور تیرا نشان رحمت ہو۔ بیشک تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

بدگمانی کردن و حرص آوری	کفر باشد تو خوان مہتری
حرص کرنا اور ہونا بدگمان	کفرِ نعمت ہے بربِّ دوجہاں
زاں گدا ردیان نادیدہ ز آز	آں درِ رحمت برایشاں شد فراز
تھے ندیدے اور بھکاری حرصمند	ان پہ دروازہ ہوا رحمت کا بند
نان و خوان از آسماں شد منقطع	بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع
بند پھر دانِ الٰہی ہو گیا	پھر نہ پہنچا اس سے ان کو فائدہ
ابر برناید پئے منعِ زکات	وز زنا افتد وبا اندر جہات
بے زکوٰتی سے نہیں اٹھتی گھٹا	اور زنا سے پھیل جاتی ہے وبا
ہرچہ بر تو آید از ظلماتِ غم	آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
تجھ پہ یہ تاریکیٔ غم ہے بہ ہے	تیری گستاخی و بے باکی سے ہے
ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست	رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست
راہ حق میں جس سے بے باکی ہوئی	رہزن دیتا ہے اور نامرد بھی
از ادب پُر نور گشتہ ست ایں فلک	وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
بے ادب ہی سے یہ گردوں ہے تابناک	سب فرشتے اس سے ہیں معصوم و پاک
بُد ز گستاخی کسوفِ آفتاب	شد عزازیلے ز جرأت ردِّ باب
وجہ گستاخی ہے سورج کا گہن	جرأتِ شیطاں بنی طوقِ محن
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق	گردد اندر وادیٔ حیرت غریق
بے ادب راہِ خدا میں جو ہوا	وادیٔ حیرت کی تہ میں جا پڑا
حالِ شاہ و میہماں بر گو تمام	زانکہ پایانے ندارد ایں کلام
حالِ شاہ و مہماں دیکھو تمام	ختم یہ تو ہو نہیں سکتا کلام

طبیبِ الٰہی سے بادشاہ کی ملاقات

شہ چو پیش میہمان خویش رفت
شاہ بود او لیک بس درویش رفت

بادشہ جب اپنے مہمان سے ملا
اس طرح جیسے ملے شہ سے گدا

دست بکشاد و کنارانش گرفت
ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت

ہاتھ چومے اور گلے اس سے ملا
عشق کی مانند دی آنکھوں میں جا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت
وز مقام و راہ پرسیدن گرفت

ہاتھ اور پیشانی کو بوسے دیئے
پوچھا حال راہ پھر مہمان سے

پرس پرساں می کشیدش تا بصدر
گفت گنجے یافتم آما بہ صبر

لے گیا تا صدر اس کو کھینچ کے
اور کہا پایا خزانہ صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت
میوۂ شیریں دہد پر منفعت

صبر کڑوا تھا مگر انجام کار
میوہ شیریں ہوا ہے آشکار

گفت اے نورِ حق و دفعِ حرج
معنیٔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ

پھر کہا "اے نورِ حق مشکل کشا
صبر ہے فرحت کی کنجی برملا

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ہے تری صورت سوالوں کا جواب
میری مشکل تجھ سے حل ہو گی شتاب

ترجمان ہر چہ ما را در دل ست
دستگیر ہر کہ پایش در گل است

تو ہے میرے رازوں کا ترجمان
مشکلوں میں دستگیر بے کسان

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ
اِنْ تَغِبْ جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا

مرحبا اے برگزیدہ مرحبا!
تو نہ آتا آ چلی تھی بس قضا

اَنْتَ مَوْلَی الْقَوْمِ مَنْ لَا یَشْتَہِیْ
قَدْ رَدٰی کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ

چونکہ تجھ سے رہنما کو چھوڑ دے
بالیقین قصرِ ہلاکت میں گرے

طبیب الٰہی سے بادشاہ کی ملاقات

شہ چو پیش میہمان خویش رفت ‌ ‌ شاہ بود او لیک بس مولیش رفت

بادشہ جب اپنے مہمان سے ملا ‌ ‌ اس طرح جیسے ملے شہ سے گدا

دست بکشاد و کنارانش گرفت ‌ ‌ ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت

ہاتھ چومے، اور گلے اس سے ملا ‌ ‌ عشق کی مانند دی آنکھوں میں جا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت ‌ ‌ وز مقام و راہ پرسیدن گرفت

ہاتھ اور پیشانی کو بوسے دئے ‌ ‌ پوچھا حال و راہ پھر مہمان سے

پرس پرساں می کشیدش تا بصدر ‌ ‌ گفت گنجے یافتم آما بصبر

لے گیا تا صدر اس کو کھینچ کے ‌ ‌ اور کہا پایا خزانہ صبر سے

صبر تلخ آمد ولیکن عاقبت ‌ ‌ میوۂ شیریں دہد پر منفعت

صبر کڑوا تھا مگر انجام کار ‌ ‌ میوۂ شیریں ہوا ہے آشکار

گفت اے نورِ حق و دفع حرج ‌ ‌ معنی اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج

پھر کہا "اے نورِ حق مشکل کشا ‌ ‌ صبر ہے فرحت کی کنجی برملا

اے لقائے تو جواب ہر سوال ‌ ‌ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ہے تری صورت سوالوں کا جواب ‌ ‌ میری مشکل تجھ سے حل ہوگی شتاب

ترجمانِ ہرچہ ما را در دل ست ‌ ‌ دستگیر ہر کہ پایش در گل است

تو ہے میرے رازوں کا ترجمان ‌ ‌ مشکلوں میں دستگیرِ بے کساں

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ ‌ ‌ اِنْ تَغِبْ جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا

مرحبا اے برگزیدہ مرحبا! ‌ ‌ تو نہ آتا آ چکی تھی بس قضا

اَنْتَ مَوْلَى الْقَوْمِ مَنْ لَّا يَشْتَهِيْ ‌ ‌ قَدْ رَدٰى كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ

جو کہ تجھ سے رہنما کو چھوڑ دے ‌ ‌ بالیقیں قعرِ ہلاکت میں گرے

چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم	دست او بگرفت و برد اندر حرم
خاصہ در مجلس ہوئی برخاست جب	لے گیا اس کو محل میں بے تعب

بادشاہ کا طبیبِ غیبی کو بیمار کے پاس لے جانا

قصۂ رنجور و رنجوری بخواند	بعد ازاں در پیش رنجورش نشاند
داستاں بیماری و بیمار کی	کہہ کے پھر اس کو بٹھایا پاس ہی
رنگِ رو و نبض و قارورہ بدید	ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
نبض و قارورہ بھی دیکھا رنگ بھی	پوچھے آثار اور سنے سب ڈھنگ بھی
گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند	آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
بولا جو کچھ دی گئی اس کو دوا	اس نے اس کو اور بھی ویراں کیا
بے خبر بودند از حالِ درون	أَسْتَعِيذُ اللهَ مِمَّا يَفْتَرُوْنَ
بے خبر سب تھے مزاج و حال سے	افترا سے حق اماں ہر اک کو دے
دید رنج و کشف شد بروے نہفت	لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
دیکھتے ہی حال سارے کھل گئے	لیک اسے پوشیدہ رکھا شاہ سے
رنجش از صفرا و از سودا نبود	بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود
تھا نہ یہ صفرا و سودا ہو بہو	ہر دھواں دیتا ہے ہر لکڑی کی بو
دید از زاریش کو زارِ دل ست	تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
رونے سے سمجھا کہ ہے آزارِ دل	جسم اچھا ہے یہ ہے بیمارِ دل
عاشقی پیداست از زاریِ دل	نیست بیماری چو بیماریِ دل
عاشقی ہے دل کی زاری سے عیاں	دل کی بیماری سی بیماری کہاں

علت عاشق ز علتہا جداست ۔۔۔ عشق اصطرلاب اسرار خداست

عاشقوں کا روگ ہے سب سے جدا ۔۔۔ یہ ہے اصطرلاب[1] اسرار خدا

عاشقی گر زیں سر و گر زاں سرست ۔۔۔ عاقبت مارا بداں شہ رہبرست

اس طرح یا اس طرح کی عاشقی ۔۔۔ رہبری کرتی ہے کیسے شاہ کی

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں ۔۔۔ چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

عشق کی جو کچھ کروں شرح و بیاں ۔۔۔ عشق میں آکر ہوں نادم بے گماں

گرچہ تفسیر زباں روشن گرست ۔۔۔ لیک عشق بے زباں روشن ترست

روشنی دیتی ہے تفسیر بیاں ۔۔۔ پھر بھی روشن تر ہے عشق بے زباں

چوں قلم اندر نوشتن می شتافت ۔۔۔ چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت

اور تو جلدی قلم لکھتا رہا ۔۔۔ عشق تک پہنچا تو سینہ پھٹ گیا

چوں سخن در وصف ایں حالت رسید ۔۔۔ ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید

بات جب پہنچی یہاں تک بیش و کم ۔۔۔ پھٹ گیا کاغذ بھی اور ٹوٹا قلم

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت ۔۔۔ شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت

عقل اس کی شرح میں دلگیر ہے ۔۔۔ عشق اپنی آپ ہی تفسیر ہے

آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔۔۔ گر دلیلت باید از وے رو متاب

آپ سورج ہے دلیل آفتاب ۔۔۔ منہ نہ پھیر اس سے سند بے حجاب

از وے ار سایہ نشانے می دہد ۔۔۔ شمس ہر دم نور جانے می دہد

اس سے گر سائے کا ملتا ہے نشاں ۔۔۔ شمس سے حاصل ہے ہر دم نور جاں

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سحر ۔۔۔ چوں بر آید شمس انشق القمر

سایہ خواب آور ہے مانند سحر ۔۔۔ شمس جب نکلا ہوا غائب قمر

[1] وہ آلہ جس سے آفتاب اور ستاروں کی بلندی اور گردش وغیرہ کا حال معلوم کیا جاتا ہے +

خود غریبے در جہاں چوں شمسؒ نیست
شمسِ جاں باقی ست کورا امس نیست

شمسؒ سا ہے کون دنیا میں عجیب
شمسِؒ جاں اک حال پہ ہے با نصیب

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد
مثلِ او ہم میتواں تصویر کرد

شمس ظاہر میں ہے گرچہ بے مثال
پر تصور تو نہیں اس کا محال

لیک آں شمسے کہ شد ہستش اثیر
نبودش در ذہن و در خارج نظیر

شمس ایسا مست جس سے آسمان
ذہن و خارج میں نظیر اس کی کہاں

در تصورِ ذاتِ او را گنج کو
تا در آید در تصور مثلِ او

اس کی گنجائش تصور میں کہاں
تا ہو مثل اس کا تصور میں عیاں

شمسِؒ تبریزی کہ نورِ مطلق ست
آفتاب ست وز انوارِ حق ست

شمسؒ تبریزی کہ یکسر نور ہے
سورج اک انوار سے معمور ہے

چوں حدیثِ روئے شمس الدین رسید
شمسِ چارم آسماں سر در کشید!

روئے شمس الدینؒ تک آئی جب بات
چرخِ چارم پہ ہوا خورشید مات

واجب آمد چونکہ بردم نامِ او
شرح کردن رمزے از انعامِ او

اس کا نام آیا تو اب لازم ہوا
شرح کرنا حال اس کے خلق کا

ایں نفس جاں دامنم بر تافتہ ست
بوئے پیراہانِ یوسفؑ یافتہ ست

روح نے کھینچا ہے دامن موبمو
آ گئی پیراہن یوسفؑ کی بو

کز برائے حقِ صحبت سالہا
باز گو رمزے ازاں خوشحالہا

حقِ صحبت ملکوں کا کر ادا!
پھر سنا خوش حالیوں کا ماجرا

تا زمین و آسماں خنداں شود
عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود

تا کہ خنداں ہوں زمین و آسماں
عقل و روح و دیدہ ہو جائیں جواں

۱؎ شمسؒ تبریزی کی طرف اشارہ ہے۔

گفتم اے دور اوفتادہ از حبیب ۔۔۔ ہمچو بیمارے کہ دور است از طبیب
کہہ رہا ہوں میں یہ مجبورانہ یوں ۔۔۔ چارہ گر سے دور اک بیمار ہوں

لَا تُکَلِّفْنِیْ فَاِنِّیْ فِی الْفَنَا ! ۔۔۔ کَلَّتْ اَفْہَامِیْ فَلَا اُحْصِیْ ثَنَا
دے نہ تکلیف اب کہ ہوں غرق فنا ۔۔۔ فہم ہے کمزور عاجز از ثنا

کُلُّ شَیْءٍ قَالَہٗ غَیْرُ الْمُفِیْق ! ۔۔۔ اِنْ تَکَلَّفَ اَوْ تَصَلَّفَ لَا یَلِیْق
عقل ہی بالکل نہ ہو جس کی بجا ۔۔۔ گر کرے تکلیف کیا حاصل بھلا

ہر چہ می گوید موافق چوں نبود ۔۔۔ چوں تکلف نیک نالائق نمود
کہنا سننا جب موافق ہی نہیں ۔۔۔ پھر تو گنجائش تکلیف کی نہیں

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست ۔۔۔ شرح آں یارے کہ آں را یار نیست
کیا کہوں اک رگ نہیں ہے ہوشیار ۔۔۔ حال اس کا جس کا کوئی ہے نہ یار[لہ]

خود ثنا گفتن ز من ترک ثنا ست ۔۔۔ کایں دلیل ہستی و ہستی خطا ست
ہے مری مدحت گری ترکِ ثنا ! ۔۔۔ یہ ہے ہستی اور ہستی ہے خطا

شرحِ اہل ہجراں و ایں خونِ جگر ۔۔۔ ایں زماں بگذار تا وقتِ دگر
شرح فرقت قصہ خونِ جگر ۔۔۔ ملتوی کر دے کہوں گا پھر مگر

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ ۔۔۔ فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ
روح نے مانگی غذا جلدی کرو ! ۔۔۔ وقت ہے شمشیر بّراں دوستو

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق ۔۔۔ نیست فردا گفتن از شرط طریق
صوفی ابن الوقت کہلاتا ہے صاف ۔۔۔ کل یہ رکھنا ہے طریقت کے خلاف

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی ۔۔۔ نقد را از نسیہ خیزد نیستی
مرد صوفی تو نہیں پر اے نگار ۔۔۔ نقد کی جا کون لیتا ہے ادھار

لہ خفی ۔ ثانی +

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرّ یار	خود تو در ضمن حکایت گوش دار
کہہ دیا پہلے سے میں نے رازِ یار	خود کر اب ضمن حکایت میں شمار
خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں	گفتہ آید در حدیث دیگراں
ہے یہی بہتر کہ رازِ دلبراں	دوسروں کے تذکرے میں ہو بیاں
گفت مکشوف و برہنہ بے غلول	باز گو رنجم مدہ اے بوالفضول
روح بولی کشف و عریانی قبول	پھر سنا مجھ کو نہ دے رنج فضول
پردہ بردار و برہنہ گو کہ من	می نخسپم با صنم در پیرہن
ہاں اٹھا پردہ کھل کر کر بیاں	رہے ساتھ اسکے سمائیں اب کہاں
گفتم ار عریاں شود او در عیاں	نے تو مانی نے کنارت نے میاں
میں یہ کہتا ہوں وہ ہو عریاں اگر	تو ہو باقی اور نہ آغوش و کمر
آرزو می خواہ لیک اندازہ خواہ	بر نتابد کوہ را یک برگ کاہ
آرزو کر لیکن اندازے کے ساتھ	کوہ کیا پلٹے گا اک پتے کے ہاتھ
آفتابے کز وے ایں عالم فروخت	اندکے گر پیش آید جملہ سوخت
ہے یہ جس سورج سے دنیا کو ضیا	اک ذرا بھڑکے تو دے سب کو جلا
تا نگردد خون دل جان جہاں	لب بدوز و دیدہ بربند ایں زماں
خون دل جبتک نہ ہو جان جہاں	ہونٹ سی لے بند کرلے آنکھڑیاں
بیش ازیں آشوب و خونریزی مجو	بیش ازیں از شمس تبریزی مگو
اب بہت آشوب و خونریزی نہ کر	شرح حال شمس تبریزی نہ کر
ایں ندارد آخر از آغاز گو	رو تمام آں حکایت باز گو
یہ ہے بے پایاں سرے سے کر بیاں	ہاں سنا دے پھر وہی سب داستاں

طبیب اور کنیز

چوں حکیم ازایں سخن آگاہ شد
وز درونِ ہم داستانِ شاہ شد

جب طبیب اس بات سے آگاہ ہوا
بادشہ سے اس طرح کہنے لگا

گفت اے شہ خلوتے کن خانہ را
دور کن ہم خویش وہم بیگانہ را

مجھ کو ہے درکار اک خلوت سنو
اپنا بیگانہ جہاں کوئی نہ ہو

کس ندارد گوش دردہلیز ہا
تا بپرسم از کنیزک چیز ہا

کوئی دالاں پہ نہ رکھے اپنا کان
میں مریضہ کی سنوں گا داستان

خانہ خالی کرد شاہ وشد بروں
تا بپرسد از کنیزک او فسوں

سب نے اس گھر کو خالی کر دیا
تا کنیزک کا فسوں جو ہو ملا

خانہ خالی کرد و یک دیّار نہ
جز طبیب وجز ہماں بیمار نہ

سب نے فوراً کر دیا خالی وہ گھر
صرف اک بیمار تھا اک چارہ گر

نرم نرمک گفت شہر تو کجاست
کہ علاج اہلِ ہر شہرے جداست

پوچھا اس سے ہے کہاں تیرا وطن
کیونکہ ہے سب کا جدا گانہ چلن

واندراں شہر از قرابت کیستت
خویشی و پیوستگی با چیستت

کس سے ہے اس شہر میں رشتہ ترا
کس کی ہے تو خویش کس کی آشنا

دست بر نبضش نہاد و یک بیک
باز می پرسید از جورِ فلک!

ہاتھ رکھ کر نبض پہ وہ ایک ایک
پوچھتا تھا اس سے اسکا زشت و نیک

چوں کسے را خار در پایش خلد
پائے خود را بر سرِ زانو نہد

جب کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھے
پاؤں کو وہ اپنے زانو پہ رکھے

وز سرِ سوزن ہمی جوید سرش
ورنیابد می کند بالب ترش

ڈھونڈتا ہے پھر سوئی سے اس کا سر
جب نہیں ملتا تو لب کرتا ہے تر

خار در پا شد چنیں دشوار یاب ‎ ‎ ‎ خار در دل چوں بود وا دہ جواب

پاؤں میں کانٹے سے ہو جب یہ خلش ‎ ‎ ‎ پھر بتاؤ خار دل کی کیا تپش

خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے ‎ ‎ ‎ کے غماں را دست بودے بر کسے

دیکھ سکتا خار دل ہر اک اگر ‎ ‎ ‎ غم نہ یوں پڑتے جہاں کی جان پر

کس بزیر دُمِّ خر خارے نہد ‎ ‎ ‎ خر نداند دفع او بر می جہد

زیر دُمِّ خر جو رکھے کوئی خار ‎ ‎ ‎ تو گدھا اچھلے سمجھ کر ناگوار

خر ز بہر دفع خار از سوز و درد ‎ ‎ ‎ جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد

درد جب کرتے ہیں پھر ٹیسوں سے زخم ‎ ‎ ‎ ہے لگاتا جسم پہ لاتوں سے زخم

آں لگدکے دفع خار او کند ‎ ‎ ‎ حاذقے باید کہ بر مرکز تند

خار کو کب لاتیں کر سکتی ہیں دور ‎ ‎ ‎ ہاں کوئی حاذق جو پہنچے تو ضرور

بر جہد واں خار محکم تر کند ‎ ‎ ‎ عاقلے باید کہ خارے بر کند

توڑ کر جلدی اکھاڑے خار کو ‎ ‎ ‎ جو ہے عاقل وہ نکالے خار کو

آں حکیم خار چیں استاد بود ‎ ‎ ‎ دست می زد جا بجا می آزمود

وہ حکیم خار چیں استاد تھا ‎ ‎ ‎ دیکھتا تھا ہاتھ رکھ کر جا بجا

زاں کنیزک بر طریق داستاں ‎ ‎ ‎ باز می پرسید حال دوستاں

دوست بن کر اور ہو کر مہربان ‎ ‎ ‎ پوچھتا تھا اس سے دل کی داستاں

با حکیم او رازہا می گفت فاش ‎ ‎ ‎ از مقام و خواجگان و شہر تاش

چارہ گر سے کہہ رہی تھی وہ کنیز ‎ ‎ ‎ حال شہر و خادم و خویش و عزیز

سوئے قصہ گفتنش می داد گوش ‎ ‎ ‎ سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش

سن رہا تھا سارا قصہ وہ طبیب ‎ ‎ ‎ انگلیوں کو نبض کے رکھ کر قریب

۱ کانٹے چننے والا۔ تسکین دینے والا۔ ۳ آسودہ کرنے والا۔

تاکہ نبض از نام کہ گردد جہاں
او بود مقصودِ جانش در جہاں

تاکہ جس کے نام پر ہو نبض تیز
سمجھے وہ مقصودِ جانِ شعلہ ریز

دوستانِ شہر خود را برشمرد
بعد ازاں شہرِ دگر را نام برد

دوست گن کر جتنے اپنے شہر کے
نام اس نے اور شہروں کے لیے

گفت چوں بیروں شدی از شہرِ خویش
در کدامیں شہری بودی تو بیش!

پوچھا جب نکلی تو اپنے شہر سے
کس جگہ کٹتے تھے پہلے دن ترے

نام شہرے گفت وزاں ہم درگذشت
رنگ رُو و نبض او دیگر نگشت

نام اس نے شہر کا تو نے دیا
رنگ نبض و رخ مگر ویسا رہا

خواجگان و شہرہا را یک بیک
باز گفت از جا و از نان و نمک

ذکر اہل شہر آیا یک بہ یک
پھر کہا کچھ قصۂ نان و نمک

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد
نے رگش جنبید و نے رخ گشت زرد

شہر شہر اور قصہ گھر گھر کا کہا
نبض و رخ کا یہ وہی عالم رہا

نبضِ او بر حالِ خود بد بے گزند
تا بپرسید از سمرقندِ چو قند

نبض اپنے حال پہ تھی استوار
آ گیا نامِ سمرقند ایک بار

آہِ سردے برکشید آں ماہرو
آب از چشمش رواں شد ہمچو جو

اس نے کھینچی آہ سرد اک بارگی
جوئے اشک آنکھوں سے جاری ہو گئی

گفت بازرگانم آں جا آورید
خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید

یعنی جب پہنچا ہمارا قافلہ!
مول اک زرگر نے مجھ کو لے لیا

در بر خود داشت شش ماہ و فروخت
چوں بگفت ایں ز آتشِ غم برفروخت

چھ مہینے رکھ کے پھر بیچا مجھے!
یہ کہا اور رو دی فرطِ رنج سے

نبض جست و روئے سرخش زرد شد
کز سمرقندی زرگر فرد شد

نبض اچھلی لال منہ پیلا ہوا
یاد زرگر اور سمرقند آ گیا

چوں ز رنجور آں حکیم ایں راز یافت　　اصل آں درد و بلا را باز یافت

چارہ گر کو جب ہوا معلوم حال　　کھل گئی اصلِ حقیقت بال بال

گفت کوئے او کدام ست و گذر　　او سرِ پل گفت و کوئے غاتفر

پوچھا وہ رہتا ہے کس جانب کدھر　　بولی پل پر درمیان غاتفر [۱]

گفت آنگہ آں حکیم با صواب　　آں کنیزک را کہ رستی از عذاب

از رہِ الطاف بولا وہ طبیب　　چھوٹ گئی تو رنج سے اے خوش نصیب

گفت دانستم کہ رنجت چیست زود　　در علاجت سحرہا خواہم نمود

تیری بیماری کا بھید اب کھل گیا　　سحر سے کرتا ہوں اب درماں ترا

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من　　آں کنم با تو کہ باراں با چمن

خوش ہو میں تجھ پہ کروں گا بیش و کم　　باغ پہ جو ابر کرتا ہے کرم

من غم تو می خورم تو غم مخور　　بر تو من مشفق ترم از صد پدر

میں ترا غمخوار ہوں تو غم نہ کھا　　باپ سے ہوں مہرباں تجھ پہ سوا

ہان و ہاں ایں راز را با کس مگو　　گرچہ شاہ از تو کند بس جستجو

ہاں مگر اس بھید کو رکھنا نہاں　　بادشہ سے بھی نہ کرنا کچھ بیاں

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود　　آں مرادت زودتر حاصل شود

بھید تیرے دل میں گر پنہاں رہے　　جلد حاصل ہونگے سب ارماں ترے

گفت پیغمبر ہر آں کو سر نہفت　　زود گردد با مراد خویش جفت

قولِ پیغمبر ہے جو کھوئے نہ راز　　وہ تمناؤں میں ہوگا سرفراز

دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود　　بعد ازاں سرسبزی بستاں شود

جب زمیں میں دانہ پنہاں ہو گیا　　پھر چمن بن کر نمایاں ہو گیا

---

[۱] سمرقند کے ایک محلّے کا نام +

زر و نقرہ گر نبودندے نہاں	پرورش کے یافتندے زیر کاں
سونے اور چاندی نہ گر ہوتے نہاں	پرورش پھر کان میں پاتے کہاں
وعدہا و لطفہائے آں حکیم	کرد آں رنجور را ایمن ز بیم
چارہ کرنے وعدے کچھ ایسے کئے	بچ گئی لونڈی مرض کے خوف سے
وعدہا باشد حقیقی دلپذیر	وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
ہیں حقیقی وعدے دل کی آب و تاب	ہیں مجازی وعدے وجہ اضطراب
وعدۂ اہل کرم گنج رواں	وعدۂ نااہل شد رنج رواں
وعدۂ اہل کرم ہے ایک گنج	وعدۂ نااہل جیسے جی کا رنج
وعدہ را باید وفا کردن تمام	ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
وعدے کرنے چاہئیں پورے تمام	جو نہ عامل اس پہ ہو ہے مرد خام

طبیب کا مرضِ کنیز کے متعلق بادشاہ کو اطلاع دینا

آں حکیم مہرباں چوں راز یافت	صورت رنج کنیزک باز یافت
بھید پا کر وہ حکیم مہرباں	اُس کنیزک کا ہوا جب رازداں
بعد ازاں برخاست عزم شاہ کرد	شاہ را زاں شمۂ آگاہ کرد
اٹھ کے آیا در پئے بادشاہ	اور اسے کچھ کچھ بتایا ماجرا
شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست	در چنیں غم موجب تاخیر چیست
اس سے پوچھا اب کریں تدبیر کیا	ایسے دُکھ میں کیجئے تاخیر کیا
گفت تدبیر آں بود کاں مرد را	حاضر آریم از پئے ایں درد را
بولا یہ تدبیر ہے اس مرد کو	ہم یہاں بلوائیں پھر جو ہو سو ہو
قاصدے بفرست کا خبرش کنند	طالب ایں فضل و ایثارش کنند
حکم قاصد کو دیا کہہ دے اُسے	شہ کے لطف و فضل پر تکیہ کرے

مرد زرگر را بخواں زاں شہر دور — باز رو خلعت بدہ او را غرور

مرد زرگر کو بلا کر شہر سے — خلوت و انعام شاہی اس کو دے

چوں ببیند سیم و زر آں بینوا — بہر زر گردد ز خان و ماں جدا

دیکھ کر یہ سیم و زر وہ بے نوا — گھر سے ہو جائیگا بہر زر جدا

زر خرد را والہ و شیدا کند — خاصہ مفلس را کہ خوش رسوا کند

عقل کو زر والہ و شیدا کرے — خاص کر مفلس کو بس رسوا کرے

زر اگرچہ عقل می آرد و لیک — مرد عاقل باید او را نیک نیک

مال و زر سے عقل بڑھتی ہے و لے — مرد وہ جو اس کے نقصاں سے بچے

شاہی قاصدوں کی روانگی

چونکہ سلطاں از حکیم آں را شنید — پند او را از دل و از جاں گزید

جب سنی سلطان نے تدبیر حکیم — کر گیا تسلیم اس کو وہ سلیم

گفت فرمان حرا فرماں کنم — ہر چہ گوئی آں چناں کن آں کنم

بولا تیرا حکم ہے حکم شہی — تو جو کچھ فرمائیگا ہوگا وہی

پس فرستاد آں طرف یک دو رسول — حاذقان و کافیان بس عدول

ایک دو قاصد گئے راہی ادھر — تھے جو دانا اور لائق خوب تر

تا سمرقند آمدند آں دو امیر — پیش آں زرگر ز شاہنشہ بشیر

پاس زرگر کے گئے دونوں امیر — اور دیا اس کو پیام دلپذیر

کا لطیف استادِ کامل معرفت — فاش اندر شہرہا از تو صفت

تو بڑا استاد کامل ہے یہاں — سب میں ہیں مشہور تیری خوبیاں

نک فلاں شہ از برائے زرگری — اختیارت کرد زیرا مہتری

کی فلاں سلطان نے بندہ پروری — تجھ کو بلوایا ہے بہر زرگری

اینک ایں خلعت بگیر و زر و سیم | چوں بیائی خاص باشی و ند...
لے یہ خلعت یہ زر و مال و منال | شاہ کی خدمت میں جا کر ہو نہال

مرد مال و خلعت بسیار دید | غرّہ شد از شہر و فرزنداں برید
مال و خلعت دیکھ کر بے انتہا | ہو گیا بچوں سے وہ زر گر جدا

اندر آمد شادماں در راہ مرد | بے خبر کاں شاہ قصد جانش کرد
شاد شاد آیا وہ چل کر راہ | کیا خبر تھی جان لے گا بادشاہ

اسپ تازی بر نشست و شاد تاخت | خونبہائے خویش را خلعت شناخت
عربی گھوڑے پر وہ بیٹھا اور چلا | خونبہا کو سمجھا خلعت یہ ملا

اے شدہ اندر سفر با صد رضا | خود بپائے خویش تا سوءِ القضا
کر رہا تھا طے سفر با صد رضا | اپنے ہی پاؤں سے وہ سوئے قضا

در خیالش ملک و عزّ و سروری | گفت عزرائیل رو آرے بری
تھا خیالوں میں غرورِ سروری | بولے عزرائیلؑ ہاں چل تو سہی

چوں رسید از راہ آں مردِ غریب | اندر آوردش بہ پیشِ شہ طبیب
راستہ طے کرکے پہنچا جب غریب | شاہ کے آگے اسے لایا طبیب

پیشِ شاہنشاہ بردش خوش بناز | تا بسوزد بر سرِ شمعِ طراز
آیا پیش شاہ وہ با فخر و ناز | جان دینے کو سرِ شمع؎ طراز

شاہ دید او را و بس تعظیم کرد | مخزنِ زر را بدو تسلیم کرد
دیکھ کر سلطان نے تعظیم کی | مال و دولت بخش کر تکریم کی

پس بفرمودش کہ بر سازد ز زر | از سوار و طوق و خلخال و کمر
پھر کہا سونے سے کر تیار جا | جھمکا - کنگن - طوق - پازیب الخ...

؎ کنیز سے مراد ہے۔

طراز ترکستان کے ایک حسن خیز شہر کا نام ہے۔

ہم زانواع ادا نے بے عدد　　کاں چناں در بزم شاہنشہ سزد

ایسے بر تن خوبصورت تو بنا　　بزم شاہنشاہ کو جو دین سجا

زر گرفت آں مرد شد مشغولِ کار　　بے خبر از حالتِ ایں کار زار

رے کے سو تا وہ ہوا مشغول کار　　کچھ نہ تھا معلوم حال کارزار

پس حکیمش گفت اے سلطانِ مہ　　آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ

بادشہ سے چارہ گر نے پھر کہا　　اس کو دے دو وہ کنیز مہ لقا

تا کنیزک در وصالش خوش شود　　آب وصلش دفعِ ایں آتش شود

وصل سے اس کے مسرت پائے گی　　آگ آبِ وصل سے بجھ جائے گی

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را　　جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را

دی کنیز اس کو جو شہ نے بر ملا　　ایک کی صحبت میں آیا دوسرا

مدتِ شش ماہ می راندند کام　　تا بہ صحت آمد آں دختر تمام

چھ مہینے تک رہے وہ شاد کام　　صحت اس لونڈی نے پائی لا کلام

بعد ازاں از بہرِ او شربت بساخت　　تا بخورد و پیش دختر می گداخت

چارہ گر نے اس کو اک شربت دیا　　جس کو لے کر پیتے ہی گھلنے لگا

چونکہ زشت و ناخوش و رخ زرد شد　　اندک اندک در دلِ او سرد شد

دیکھ کر اس کو خراب و خشک و زرد　　رفتہ رفتہ دل ہوا لونڈی کا سرد

عشقہائے کز پئے رنگے بود　　عشق نبود عاقبت ننگے بود

عشق جو مانوس آب و رنگ ہے　　عشق وہ ہرگز نہیں، اک ننگ ہے

کاشکے آں ننگ بودے یکسری　　تا نرفتے بر وے آں بد داوری

کاش یکسر ننگ ہوتا بر ملا　　تا کہ زرگر پر نہ آتی یہ بلا

خوں دوید از چشم ہمچوں جوئے او　　دشمنِ جان وے آمد روئے او

خون کی نہر آنکھوں سے بہنے لگی　　اس کی صورت اس کی دشمن ہو گئی

دشمن طاؤس آمد پرّ او	اے بسا شہ را بکشتہ فرّ او
دشمن جاں ہوتے ہیں اس کے پر	جان لے شاہوں کی ان کی کرّ و ف
گفت من آں آہوم کز ناف من	ریخت آں صیاد خونِ صاف م
بولا زرگر میں ہرن تھا مشک بو	ناف سے صیاد نے کھینچا لہو
اے من آں روباہ صحرا کز کمیں	سر بریدندم برائے پوستیں
لومڑی تھا میں کہ حیلے سے مرا	پوستین بننے کو سر کاٹا گ
اے من آں پیلے کہ زخم پیلباں	ریخت خونم از برائے استخوا
تھا میں ہاتھی پیلباں نے خون مرا	ہڈیوں کے واسطے حسب نے
آنکہ کشتستم پئے مادون من	می نداند کہ نخسپد خون من
خون کیا ہے جس نے ناحق کے لئے	رنگ لائیگا نہیں معلوم اُسے
بر من است امروز و فردا بر ویست	خونِ چوں من کس چنیں ضائع کے ہست
آج میرا ہے تو کل اس کا زیاں	خون میرا جائیگا کب رائیگاں
گرچہ دیوار افگند سایہ دراز	باز گردد سوئے او آں سایہ باز
سایہ ہو دیوار سے کتنی ہی دُور	پھر سوئے دیوار آئے گا ضرور
ایں جہاں کوہ ست و فعلِ ما ندا	سوئے ما آید نداہا را صدا
کوہ ہے دنیا عمل اپنے ندا	ہر صدا کو ہے ہمیں تک لوٹنا
ایں بگفت و رفت در دم زیر خاک	آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک
یہ کہا اور ہو گیا زرگر ہلاک !	ہو گئی لونڈی ملال و غم سے پاک
زانکہ عشقِ مُردگاں پائندہ نیست	زانکہ مُردہ سوئے ما آئندہ نیست
دیر پا غم مرنے والوں کا نہیں	کیونکہ مردہ واپس آ سکتا نہیں

لہ شان و شوکت ۱۲ - ٭

عشق زندہ در روان و در بصر — ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

عشق زندہ روح در ریحان نظر — ہر گھڑی غنچے سے بھی ہے تازہ تر

عشق آں زندہ گزیں کو باقی ست — وز شراب جانفزایت ساقی ست

عشق اس سے کر کہ جس کو ہے بقا — جو پلاتا ہے شراب جاں فزا

عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء — یافتند از عشق او کار و کیا

عشق اس سے کر کہ جس سے انبیاء — عشق کرکے ہو گئے کار آشنا

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست — با کریماں کارہا دشوار نیست

یہ نہ کہہ کس کو وہاں تک بار ہے — کیا کرم والوں کو کچھ دشوار ہے

زرگر کی ہلاکت حکم ربانی سے تھی

کشتن آں مرد بر دستِ حکیم — نے پئے امید بود و نے ز بیم

چارہ گر کا مارنا اس مرد کو — تھا نہ مطلب کے لئے لوگو سنو

او نکشتش از برائے طبع شاہ — تا نیامد امر و الہام از الٰہ

واسطے شہ کے نہ اس کو مارتا — گر نہ آ جاتا اسے حکم خدا

آں پسر را کش خضر ببرید حلق — سرّ آں را در نیابد عام خلق

خضرؑ نے کاٹا جو لڑکے کا گلا — بھید اس کا سب کو کب معلوم تھا

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب — ہر چہ فرماید بود عین صواب

حق سے جو حاصل کرے وحی و خطاب — اس کا ہر اک فعل ہے عینِ صواب

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست — نائب ست و دستِ او دستِ خداست

مار ڈالے یا جلا دے سب ہے روا — کیونکہ اس کا ہاتھ ہے دستِ خدا

لہ بالکل درست۔ قطعاً صحیح ◆

همچو اسمٰعیلؑ پیشش سر بنه — شاد و خنداں پیش تیغش جاں

مثلِ اسمٰعیلؑ کردے سر نثار — جان اس کی تیغ پر ہنس ہنس کر

تا بماند جانت خنداں تا ابد — ہمچو جانِ پاکِ احمدؐ با اح

تا کہ تیری جان خوش ہو دائما — جیسے حق سے جانِ پاکِ مصطفٰی

عاشقاں جامِ فرح آنگہ کشند — کہ بدستِ خویش خوباں شاں ک

پیتے ہیں عشاق ساغر عیش کے — قتل ہوں جب دلربا کے ہاتھ

شاہ آں خوں از پئے شہوت نکرد — تو رہا کن بدگمانی و نبرد

خون شہ نے بہرِ شہوت کب کیا — بدگمانی چھوڑ، اندیشہ ا

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی — در صفا غش کے ہلد پالودگی[1]

تو گماں کرتا ہے تھی آلودگی — چھوڑتی ہے کھوٹ کب پالودگی[1]

بگذر از ظنِّ خطائے بدگماں — اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ را بخواں[2]

بدگمانی خطا سے در گذر — بدگمانی ہے گنہ کچھ غور کر

بہرِ آن ست ایں ریاضت وین جفا — تا برآرد کورہ از نقرہ جدا

اس لئے ہے سب یہ محنت اور جفا — خاک سے چاندی کو تا کر لیں جدا

بہرِ آن ست امتحانِ نیک و بد — تا بجوشد بر سر آرد زر زبد

نیک و بد کا امتحاں ہے اس لئے — میل اوپر لائے سونا جوش سے

گر نبودے کارش الہامِ الٰہ — او سگے بودے درندہ نہ شاہ

گر ہوا ہوتا نہ الہامِ الٰہ — وہ سگِ دیوانہ کہلاتا نہ شاہ

[1] صفائی۔ [2] قولہ تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات)، یعنی اے مسلمانو زیادہ بدگمانیاں نہ کیا کرو اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ تک پہنچ جاتی ہیں۔
کا حکم۔

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا ‏ ‏ ‏ نیک کرد او لیک نیک بد نما
شہوت و حرص و ہوا سے پاک تھا ‏ ‏ ‏ اس لئے نیکی کی تھی لیکن بد نما

گر خضر در بحر کشتی را شکست ‏ ‏ ‏ صد درستی در شکست خضر ہست
توڑ ڈالی خضر نے دریا میں ناؤ ‏ ‏ ‏ تھے مگر اس توڑنے میں سو بناؤ

وہم موسیٰ با ہمہ نور و ہنر ‏ ‏ ‏ شد ازاں محجوب تو بے پر مپر
وہم موسیٰ جس میں تھا نور و کمال ‏ ‏ ‏ جب رہا ناقص تو تیری کیا مجال

آں گل سرخ است تو خونش مخواں ‏ ‏ ‏ مست عقل ست او تو مجنونش مداں
پھول ہے وہ سرخ خون اس کو نہ جان ‏ ‏ ‏ وہ ہے مست عقل سے مجنوں نہ مان

گر بدے خون مسلماں کام او ‏ ‏ ‏ کافرم گر بردمے من نام او
خون مسلم ہی جو ہوتا اس کا کام ‏ ‏ ‏ ہوتا میں کافر جو لیتا اس کا نام

مے بلرزد عرش از مدح شقی ‏ ‏ ‏ بدگماں گردد ز مدحش متقی
عرش ہلتا ہے شقی کی مدح سے ‏ ‏ ‏ متقی ہے بدگماں اس کے لئے

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود ‏ ‏ ‏ خاص بود و خاصۂ اللہ بود
شاہ تھا اور شاہ بھی آگاہ تھا ‏ ‏ ‏ خاص تھا اور خاصۂ اللہ تھا

آں کسے را کش چنیں شاہے کشد ‏ ‏ ‏ سوئے تخت و بہترین جاہے کشد
جس کو اپنی سمت کھینچے گا خدا ‏ ‏ ‏ سوئے تخت و جاہ کھینچے برملا

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ‏ ‏ ‏ آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
لیکے آدھی جان دے جانیں ہزار ‏ ‏ ‏ جو نہ آئے وہم میں دے وہ دقار

گر ندیدے سود او در قہر او ‏ ‏ ‏ کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
قہر میں کچھ فائدہ ہوتا نہ گر ‏ ‏ ‏ لطف حق کیوں قہر کرتا سر بسر

؎ حدیث نبوی ہے اذا مدح الشقی غضب الرب واھتز العرش یعنی جب کسی شقی کی تعریف کی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ غضب میں آجاتا ہے اور عرش کانپنے لگتا ہے۔

طفل می لرزد ز نیش احتجام　　مادر مشفق دراں غم شادکام

نائی کے نشتر سے بچہ کانپ اُٹھے　　شادکام اس غم میں لیکن ماں رہے

تو قیاس از خویش می گیری لیک　　دُور دُور افتادۂ بنگر تو نیک

خود تو ہو کر لیتا ہے جو چاہے قیاس　　دُور کیوں جاتا ہے آجا میرے پاس

پیشتر آ تا بگویم قصۂ　　بو کہ یابی از بیانم حصۂ

پہلے اک قصہ سناؤں میں تجھے　　شاید اس سے کچھ پتہ تجھ کو ملے

بنیئے اور طوطی کا قصہ

بود بقالے مر او را طوطیے　　خوش نوا و سبز و گویا طوطیے

پاس اک بنیئے کے طوطی ایک تھا　　خوش کلام و سبز رنگ و خوش نوا

بر دکاں بودے نگہبان دکاں　　نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں

وہ دکاں پہ تھا نگہبان دکان　　گاہکوں سے باتیں کرتا بے گمان

در خطاب آدمی ناطق بُدے　　در نوائے طوطیاں حاذق بُدے

آدمی کو بھی وہ لیتا تھا پکار　　مثل طوطی رہتا تھا وہ نغمہ بار

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود　　بر دکاں طوطی نگہبانی نمود

گھر گیا تھا ایک دن صاحب دکان　　اور طوطی نے حفاظت کی وہاں

گربۂ برجست ناگہ از دکاں　　بہر موشے طوطیک از بیم جاں

ناگہاں چوہے پہ اک بلی گری　　خوف سے طوطی کی جان پہ بن گئی

جست از صدرِ دکاں سوئے گریخت　　شیشہ ہائے روغن بادام ریخت

ایک جانب بھاگی وہ جست سے　　روغن بادام کے شیشے گرے

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش　　بر دکاں بنشست فارغ شاد و خوش

گھر سے آیا لوٹ کر صاحب دکان　　بیٹھا وہ اپنی دکان پہ شاد ماں

دید پُر روغن دکان و جامش چرب — بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب

دیکھا روغن سے دکان بالکل ہے تر — کر دیا طوطی کو گنجا مار کر

روزکے چندے سخن کوتاہ کرد — مرد بقّال از ندامت آہ کرد

مار کھا کر ہو گیا طوطی خموش — جس کی چُپ سے گم ہوئے بنیے کے ہوش

ریش بر می‌کند و می‌گفت اے دریغ — کآفتاب نعمتم شد زیر میغ

نوچتا تھا ڈاڑھی اور کہتا تھا ہائے — چھپ گیا نعمت کا وہ خورشید ہائے

دست من بشکستہ بودے آں زماں — چوں زدم من بر سر آں خوش زباں

ٹوٹ جاتا ہاتھ میرا اُس گھڑی — میں نے جب طوطی کے سر پہ ضرب دی

ہدیہ ہا می داد ہر درویش را — تا بیابد نطق مرغ خویش را

نذریں دیتا تھا وہ ہر درویش کو — تا بلا دے طوطی دل ریش کو

بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار — بر دکاں بنشستہ بُد نومید وار

تین دن اور رات سرگردان و زار — بیٹھا وہ اپنی دکان پہ بے قرار

با ہزاراں غصہ و غم گشتہ جفت — کاے عجب ایں مرغ کے آید بگفت

غصہ و غم کھا کے کہتا تھا کہ اب — کس طرح بولے یہ طوطی ہے عجب

می نمود آں مرغ را ہر گوں شگفت — وز تعجب لب بدنداں می گرفت

کرتا تھا اس کو شگفتہ گو ہزار — دابتا تھا منہ میں انگلی بار بار

و سہ دم می گفت از ہر در سخن — تا کہ باشد کاندر آید در سخن

اس سے وہ ہر طرح کی کرتا تھا بات — خامشی سے شاید اس کو ہو نجات

بر امید آنکہ مرغ آید بگفت — چشم او را با صور می کرد جفت

اس تمنا میں کہ وہ بولے کبھی — اس کو تصویریں دکھاتا تھا کئی

ناگہانے جوقیے می گذشت — با سرے بے مو بسان طاس و طشت

اک قلندر پھر جو گذرا راہ سے — سر تھا گنجا اور مشابہ طشت کے

طوطی اندر گفت آمد در زماں ‌‌ ‌ بانگ بروے زد بگفتش اے فلاں

اس گھڑی طوطی یکایک بول اٹھا ‌ ‌ یوں بلا کر اس کو وہ کہنے لگا!

کز چہ اے کل با کلاں آمیختی ‌ ‌ تو مگر از شیشہ روغن ریختی

سن تو گنجے تو جو گنجوں سے ملا۔ ‌ ‌ تو نے بھی کیا لنڈھایا تیل کا

از قیاسش خندہ آمد خلق را ‌ ‌ کو چو خود پنداشت صاحب دلق را

آئی ان باتوں سے لوگوں کو ہنسی ‌ ‌ کیسی کچھ گنجے سے اس نے بات کی

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر ‌ ‌ گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

پاک لوگوں پہ قیاس اپنا نہ کر ‌ ‌ شیر لکھنے میں ہے مثل شیر اگر

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد ‌ ‌ کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد

لوگ سارے اس لئے گمراہ ہیں ‌ ‌ کم ہیں جو ابدال سے آگاہ ہیں

ہمسری با انبیاء برداشتند ‌ ‌ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

انبیاء سے کر رہے ہیں ہمسری ‌ ‌ اولیاء اپنے سے سمجھے آدمی

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر ‌ ‌ ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

کہہ[1] دیا تم بھی بشر ہم بھی بشر ‌ ‌ ایک سی رکھتے ہیں دونوں خواب و خور

ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ ‌ ‌ ہست فرقے درمیاں بے منتہا

یہ نہ سمجھے آہ وہ کوتاہ بیں ‌ ‌ فرق ہے مانند افلاک و زمیں

ہر دو گوں زنبور خوردند از محل ‌ ‌ لیک شد زاں نیش و زاں دیگر عسل

بھڑ نے اور مکھی نے رس اک سا لیا ‌ ‌ ایک سے نیش[2] اور شہد اک سے بنا

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب ‌ ‌ زیں یکے سرگیں شد و زاں مشکِ ناب

دو ہرن چرتے ہیں پانی ایک جا ‌ ‌ ایک سے مشک ایک سے گوبر بنا

[1] قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ یعنی کافروں نے انبیاء سے کہا کہ تم بھی ہماری ہی طرح انسان ہو اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں۔ [2] ڈنک۔

ہر دو نے خوردند از یک آبخور — آں یکے خالی و آں پُر از شکر

گو بڑھے تھے بانس دونوں ایک جا — ایک میں شکر تھی خالی دوسرا

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں — فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

ایسی ہی لاکھوں مثالیں ہیں گواہ — جن میں ستر سال کا ہے فرقِ راہ

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا — واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ جو کھائے - تو ہو پیدا گندگی — وہ جو کھائے تو بنے نورِ الٰہی

ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد — واں خورد زاید ہمہ نورِ احد

یہ جو کھائے تو بڑھے بخل و حسد — وہ جو کھائے. تو ملے نورِ خدا

ایں زمین پاک و آں شورست و بد — ایں فرشتہ پاک و آں دیو است و دد

یہ زمین ہے پاک، وہ خطہ ہے بد — یہ فرشتہ اور وہ ہے دیو دد[1]

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست — آب تلخ و آب شیریں را صفاست

صورتیں دونوں رہیں تو ہے بجا — میٹھے، کھاری دونوں پانی ہیں صفا

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب — او شناسد آب خوش از شورہ آب

صاحبِ ذوق اس سے ہے صرف آشنا — تلخ و شیریں آب کو ہے جانتا

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد طعوم — شہد را ناخوردہ کے داند ز موم

جو ہے صاحب ذوق، وہ ہے جانتا — شہد کو ہے موم سے پہچانتا

سحر را با معجزہ کردہ قیاس — ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس

معجزے کو سحر پر کرکے قیاس — مکر پر دونوں کی رکھدی ہے اساس

ساحراں با موسیٰ از استیزہا — برگرفتہ چوں عصائے او عصا

جب جڑے موسیٰؑ سے ساحر بے نوا — اک عصا ان کے عصا سا لے لیا

[1] سلطان و حیوان +

[2] بنیاد +

زیں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف ۔ زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف

اِس عصا اور اُس عصا میں فرق ہے ۔ اِس عمل اور اُس قضا میں فرق ہے

لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا ۔ رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا

اس عمل پہ لعنتیں اللہ کی ۔ اُس عمل پہ رحمتیں اللہ کی

کافراں اندر مری بوزینہ طبع ۔ آفتے آمد درون سینہ طبع

فطرت کفار بندر کی سی تھی ۔ وہ طبیعت سینے میں آفت بنی

ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم ۔ آں کند کز مرد بیند دمبدم

کرتے ہیں بندر بھی نقل آدمی ۔ دیکھ لیتے ہیں جو کرتے ہیں وہی

او گماں بردہ کہ من کردم چو او ۔ فرق را کے بیند آں استیزہ جو

جانتے ہیں نقل کر لی بالیقیں ۔ فرق وہ محسوس کر سکتے نہیں

ایں کند از امرواں بہر ستیز ۔ بر سر استیزہ رویاں خاک بیز

حکم سے کرتا ہے اک اک حرص سے ۔ خاک اہل حرص پہ تو ڈال دے

آں منافق با موافق در نماز ۔ از پے استیزہ آید نے نیاز

ہو موافق سے منافق ہم نماز ۔ آئے گا لڑنے کو نے بہر نیاز

در نماز و روزہ و حج و زکات ۔ با منافق مومناں در برد و مات

ہو نماز و روزہ و حج و زکات ۔ سب میں مومن سے منافق کو ہے مات

مومناں را برد باشد عاقبت ۔ با منافق مات اندر آخرت

مومنوں کی برد کیا ہے! عاقبت ۔ دو شروں[1] کی مات کا گھر آخرت

گرچہ ہر دو بر سر یک بازی اند ۔ لیک باہم مروزی و رازی اند

کھیل ان دونوں کے ہیں گو ایک سے ۔ مروزی[2] یہ ہے وہ رازی[3] ہے دلے

---

[1] منافقوں کی ۔ [2] شہر مرو کا رہنے والا ۔
[3] رے کا رہنے والا ۔

هر یکے سوئے مقامِ خود رود
هر یکے بر وفقِ نامِ خود رود

دونوں اپنی اپنی جانب جائیں گے
اپنے اپنے نام کو چمکائیں گے

مومنش خوانند جانش خوش شود
ور منافق تند و پُر آتش شود

جب کسی مومن تو خوش ہو اس کی جاں
ہو منافق کہنے سے نا شادماں۔

نامِ آں محبوب از ذاتِ ویست
نامِ ایں مبغوض ز آفاتِ ویست

اُس کا نام اس ذات[1] سے محبوب ہے
اِس کا نام آفات سے مغلوب ہے

میم و واو و میم و نوں تشریف نیست
لفظِ مومن جز پئے تعریف نیست

میم و واؤ میم و نوں، توصیف خاص
لفظ مومن میں ہے اک تعریفِ خاص

گر منافق خوانیش ایں نامِ دوں
ہمچو کژدم می خلد در اندروں

ہے مگر لفظِ منافق کا یہ حال
دل میں چبھ جاتا ہے بچھو کی مثال

گر نہ آں نام اشتقاقِ دوزخ ست
پس چرا در وے مذاقِ دوزخ ست

گر نہیں مشتق جہنم سے یہ نام
کیوں مذاقِ دوزخ اس میں ہے تمام

زشتیٔ ایں نامِ بد از حرف نیست
تلخیٔ آں آبِ بحر از ظرف نیست

حرف سے اس نام کی زشتی نہیں
تلخ پانی ظرف سے بھی ہے کہیں

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب
بحرِ معنی عِندَہٗ اُمُّ الکِتاب

حرف ہیں جوں ظرف معنی مثلِ آب
ہے سمندر کی مثل ام الکتاب[2]

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہم عناں
در میاں شاں برزخٌ لّا یبغیان[3]

تلخ و شیریں بحر دونوں ہیں رواں
بیچ میں ہے حدِ حاصل اک عیاں

---

[1] ذاتِ خدا سے۔ [2] قولہ تعالےٰ عز و جل: یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتٰبِ (رعد) یعنی خدا بعض چیزوں کو لوح سے محو کر دیتا ہے۔ اور بعض کو ثابت رکھتا ہے۔ اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

[3] قولہٗ تعالیٰ عز و جل: مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ یعـ

وانکه این هر دو زیک اصلے روان — در گذر زین هر دو تا معنی آں

چونکہ یہ دونوں ہیں اصلاً خود رواں — ان کے معنی تک پہنچ جا بے گماں

زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار — بے محک هرگز ندانی ز اعتبار

یہ ہے خالص یا ہے سونا میل دار — بے کسوٹی کے نہ ہو گا اعتبار

هر کرا در جاں خدا بنهد محک — هر یقیں را باز داند او ز شک

روح کی جس کو کسوٹی دے خدا — شک کی جا اس میں یقیں بھر جائیگا

آنچه گفت استفت قلبک مصطفٰے[1] — آں کسے داند که پُر بود از وفا

پوچھ دل سے کہہ رہے ہیں مصطفٰے — اس کو وہ سمجھے جو ہو صاحب وفا

در دہان زندہ خاشاک ار جہد — آنکه آرامد که بیرونش نهد

زندہ کے منہ میں جو تنکا جا پڑے — گر نہ تھوکے، چین کب آئے اسے

در هزاران لقمه یک خاشاکِ خُرد — چوں بود آمد حسِّ زنده پے ببرد

سینکڑوں لقموں میں تنکا مختصر — پڑتے ہی زندہ کی حِس کو ہو خبر

حسِّ دنیا نردبانِ این جہاں — حسِّ عقبیٰ نردبانِ آسماں

ہے جہاں کی نردباں دنیا کی حِس — آسماں کی نردباں عقبٰے کی حِس

صحتِ این حس بجوئید از طبیب — صحتِ آں حس بجوئید از حبیب

صحت اس حِس کی سمجھتے ہیں طبیب — جانتا ہے صحت اس حِس کی حبیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) ایک ہی طرف دو دریا ملتے اور متصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُن کے درمیان ایک پردہ ہے۔ جس سے وہ باہم نہیں ہو سکتے ✦

[1] حدیث شریف میں ہے کہ ا۔ا ستفت علیك ولوا فتاك المفتون یعنے فتوائے اپنے دل سے لے۔ مفتی تجھے فتوائے دیں یا نہ دیں۔ اس لئے کہ دل خدا کا آئینہ ہے ✦

صحتِ ایں حس ز معموریؔ تن ‏— صحتِ آں حس ز تخریبِ بدن

صحت اس حس کی ہے بس تن پروری ‏— صحتؔ اس حس کی ہے خواری جسم کی

شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند ‏— بعد ویرانیش آباداں کند

جسم کو کرتا ہے ویران شاہِؒ جاں ‏— کر کے ویراں پھر بسا تا ہے جہاں

اے خنک جانے کہ بہرِ عشق حال ‏— بذل کرد او خانماںؒ ملکؒ مال

وہ مبارک ہے جو بہرِ عشق حال ‏— سب لٹا دیتا ہے گھر اور ملک ومالی

کرد ویراں خانہ بہرِ گنج وزر ‏— وز ہماں گنجش کند معمور تر

گھر کرے ویراں برائے گنج وزر ‏— پھر اسی زر سے کرے معمور تر

آب را ببرید و جو را پاک کرد ‏— بعد ازاں در جو رواں کرد آبِ خورد

پانی گندہ حوض کا کاٹا گیا ‏— پھر اُسے شفاف پانی سے بھرا

پوست را بشگافت پیکاں را کشید ‏— پوستِ تازہ بعد ازاں بر دمید

کھال چیری اور لیا پیکاں نکال ‏— آگئی پھر اور تازہ اُس پہ کھال

قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد ‏— بعد ازاں بر ساختش صد برج و سد

لے کے کافر سے اجاڑا قلعے کو ‏— خود بنا کر پھر سجایا قلعے کو

کارِ بے چوں را کہ کیفیت نہد ‏— اینکہ گفتم ہم ضرورت می دہد

شرح کیونکر ہو خدا کے کام کی ‏— یہ جو کچھ میں نے کہا، تھا لازمی

گہ چنیں بنماید و گہ ضدِّ ایں ‏— جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں

گاہ یوں اور گاہ ووں ہے کارِ دیں ‏— حیرتیں ہی حیرتیں ہیں، بالیقیں

نے چناں حیراں کہ پشتش سوئے اوست ‏— بل چنیں حیرانؒ غرقؒ مستِ دوست

اس سے بے پرواہی حیرانی نہیں ‏— بلکہ[1] ہونا مست اور غرق یقین

[1] یہ حیرانی کی وہ منزل ہے۔ جہاں آکر طالب مولا فنا فی الذات ہو جاتا ہے۔

آں یکے را روئے او شد سوئے دوست ‏ ‏ واں یکے را روئے او خود روئے اوست
ایک کا رُخ دوست کی جانب ہوا ‏ ‏ دوسرے کا رُخ بنا روئے خدا

روئے ہر یک می نگر می دار پاس ‏ ‏ بوکہ گردی تو ز خدمت رو شناس
سب کے منہ کو دیکھ اور پھر غور کر ‏ ‏ خدمت حق کی ملے تا کچھ خبر

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست ‏ ‏ پس بہر دستے نشاید داد دست
ہاں بہت ابلیس ہیں۔ انساں نما ‏ ‏ ہاتھ ہے ہر ہاتھ میں دینا خطا

زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر ‏ ‏ تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
بول کر صیاد بولی مرغ کی ‏ ‏ جال میں لاتا ہے چڑیوں کو کبھی

بشنود آں مرغ بانگِ جنسِ خویش ‏ ‏ از ہوا آید بیابد دام پیش
مرغ سنتا ہے وہ بانگِ دل پذیر ‏ ‏ حرص سے ہوتا ہے پھندے میں اسیر

حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دوں ‏ ‏ تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
سن کے درویشوں کی باتیں مردِ دوں ‏ ‏ لے کے اچھوں پر ہے کر دیتا فسوں

کارِ مرداں روشنی و گرمی است ‏ ‏ کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است
کام ہے مردوں کا گرمی، روشنی ‏ ‏ مکر و بے شرمی ہے خصلت دون کی

شیر پشمیں از برائے کد کنند ‏ ‏ بو مسیلم را لقب احمدؐ کنند
شیر کی لیں کھال مکر و کد کریں ‏ ‏ بو مسیلم کا لقب احمدؐ کریں

بو مسیلم را لقب کذاب ماند ‏ ‏ مر محمدؐ را اولوالالباب ماند
بو مسیلم کا لقب کاذب رہا ‏ ‏ اور محمدؐ صادق و عاقل ہوا

آں شرابِ حق ختامش مشکِ ناب ‏ ‏ بادہ را ختمش بود گند و عذاب
ہیں شرابِ حق پہ مہریں مشک کی ‏ ‏ اور اس مے پہ عذاب دائمی

یہودیوں کے بادشاہ کی داستان

بود شاہے از جہوداں ظلم ساز — دشمن عیسیٰ و نصرانی گداز
تھا یہودی ایک ظالم بادشاہ — عیسیٰؑ اور نصرانیوں کا کینہ خواہ

شاہ احول کرد در راہِ خدا — آں دو دمسازِ خدائی را جدا
گویا وہ بھینگا خدا کی راہ میں تھا — دوسرے کو ایک سے سمجھا جُدا

گفت استاد احولے را کاندرا — رو بروں آر از وثاق آں شیشہ را
ایک بھینگے سے کہا اُستاد نے — لا اس آئینے کو میرے سامنے

چوں درون خانہ احول رفت زود — شیشہ پیشِ چشم او دو می نمود
گھر کے اندر جبکہ وہ بھینگا گیا — دو نظر آیا اسے ایک آئینہ

گفت احول زاں دو شیشہ تا کدام — پیشِ تو آرم بکن شرحے تمام
بولا وہ بھینگا کہ دو ہیں آئینے — کونسا لاؤں بتا تو دیجیے

گفت استاد آں دو شیشہ نیست رو — احولی بگذار و افزوں بیں مشو
دو نہیں شیشے کہا اُستاد نے — بھینگے پن سے دیکھنا تو چھوڑ دے

گفت اے استا مرا طعنہ مزن — گفت استا زاں دو یک را بر شکن
جب کہا اُس نے نہ دو طعنے مجھے — بولا اُستاد ایک کو جا توڑ دے

چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم — مرد احول گردد از میلان و خشم
ایک کو توڑا تو دونوں چھپ گئے — آدمی ہوتا ہے احول خشم سے

شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود — چوں شکست آں شیشہ را دیگر نبود
ایک تھا شیشہ تو دو کی دید تھی — ایک جب ٹوٹا دوئی جاتی رہی

خشم و شہوت مرد را احول کند — ز استقامت روح را مبدل کند
غصہ و شہوت سے بھینگا آدمی — چھوڑتا ہے استقامت روح کی

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد | صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
جب غرض آئی ہنر پنہاں ہوا | اک حجاب آنکھوں سے دل تک آ پڑا
چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار | کے شناسد ظالم از مظلوم زار
جب کرے رشوت پہ ہو قاضی کا مدار | ظالم و مظلوم کا ہو کیا شمار
شاہ از حقد جہودانہ چناں | گشت احول کالاماں یا رب اماں
شاہ کینے سے یہودیت کے ہاں | یوں ہوا بھینگا کہ یا رب الاماں
صد ہزاراں مومن مظلوم کشت | کہ پناہم دین موسیٰ را و پشت
جان سے عیسائی لاکھوں مار کر | دین موسیٰ کی وہ بنتا تھا سپر

بادشاہ کے فریبی وزیر کا قصہ

او وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ | کو بر آب از مکر بر بستے گرہ
شاہ کا تھا اک وزیر پر دغا | جو گرہ پانی میں دیتا تھا لگا
گفت ترسایاں پناہ جاں کنند | دین خود را از ملک پنہاں کنند
بولا اب عیسائی لیتے ہیں پناہ | اپنے مذہب کو چھپا کر بادشاہ
با ملک گفت اے شہ اسرار جو | کم کش ایشاں را دست از خون بشو
جانتا ہے تو جو سارا ماجرا | قتل سے عیسائیوں کے ہاتھ اٹھا
کم کش ایشاں را کہ کشتن سود نیست | دیں ندارد بوئے مشک و عود نیست
قتل کرنا ان کا اب بے سود ہے | دین میں کیا بوئے مشک و عود ہے
سر پنہاں ست اندر صد غلاف | ظاہرش با تست و باطن بر خلاف
راز پوشیدہ ہے پردے میں نہاں | سامنے ظاہر ہے، باطن ہے نہاں
شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست | چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست
شاہ بولا پھر ہے اب تدبیر کیا | چارہ کیا اس مکر اس تزویر کا

تا نماند در جہاں نصرانیے — نے ہویدا دین و نے پنہانیے

تا نہ باقی کوئی عیسائی رہے — ظاہر و پوشیدہ دنیا کے لئے

گفت اے شہ گوش و دستم را ببر — بینی ام بشگاف و لب از حکم مر

بولا، اے سلطاں اگر ہے یہ گماں — کاٹ میری ناک لب ہاتھ اور کان

بعد ازاں در زیر دار آور مرا — تا بخواہد یک شفاعت گر مرا

مجھ کو سولی پر چڑھا دے بے خطر — پھر کرے کوئی سفارش زود تر

بر منادی گاہ کن ایں کار تو — بر سرِ راہے کہ باشد چار سو

عام رستے پر ہوں سب یہ سختیاں — جن سے رستے چار ہوتے ہوں وہاں

آنگہم از خود براں تا شہر دور — تا در اندازم در ایشاں صد فتور

پھر مجھے تو شہر سے کر اپنے دور — پھر میں ان میں جا کے ڈالوں گا فتور

چوں شوند آں قوم از من دیں پذیر — کار ایشاں سر بسر شوریدہ گیر

دین کی سمجھیں گے مجھ سے عظمتیں — کام میں ان کے پڑیں گی شورشیں

درمیان شاں فتنہ و شور افگنم — کاہناں خیرہ شوند اندر فنم

ڈال دوں گا ان میں جھگڑا اور فساد — مجھ سے شرمائیں گے کاہنؔ بدنہاد

آنچہ خواہم کرد با نصرانیاں — آں نمی آید کنوں اندر بیاں

ہو گی جو نصرانیوں کے ساتھ چال — اُس کا ہے اس وقت کہہ دینا محال

چوں شمارندم امین و راز داں — دام دیگر گوں نہم در پیش شاں

مجھ کو جانیں گے امین و راز داں — ان پہ پھیلاؤں گا جال اک ناگہاں

وز حیل بفریبم ایشاں را ہمہ — و اندر ایشاں افگنم صد دمدمہ

حیلہ سے دے کر انہیں اکثر فریب — شر سے میں کر دوں گا ان کو بے شکیب

۱؎ وہ لوگ جو کفار میں غیب کا حال بتلاتے تھے نجومی۔ رمل وغیرہ

تا بدستِ خویش خونِ خویشتن
برزمیں ریزند کوتہ عقند سخن

تا بہائیں آپ ہی اپنا لہو
عیسوی دین کے لئے وہ چارسُو

پس بگویم من بسِّر نصرانیم
اے خدائے رازداں میدانیم

یوں کہوں گا ان سے میں عیسائی تھا
جانتا ہے اس کو بس میرا خدا

شاہ واقف گشت از ایمانِ من
وز تعصب کرد قصدِ جانِ من

بادشاہ کو جب ہوئی اس کی خبر
بن گیا وہ میرا دشمن سخت تر

خواستم تا دیں زشہ پنہاں کنم
آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم

میں نے چاہا دین چھپاؤں شاہ سے
اور کہہ دوں دین پہ ہوں آپ کے

شاہ بوئے برد از اسرارِ من
متہم شد پیشِ شہ گفتارِ من

ہو گئی شاہ کو خبر اس راز کی
متہم رد داد میری ہو گئی!

گفت گفتِ تو چو نان[1] سوزن ست
از دلِ من تا دلِ تو روزن ست

بولا تیری بات ہے سوزن[1] میں نان
چھید سا ہے دو دلوں کے درمیان

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو
حال دیدم کے نیوشم قالِ تو

دیکھتا اس چھید سے ہوں تیرا حال
حال کو دیکھوں سنوں کیوں تیرا قال

گر نبودے جانِ عیسٰی چارہ ام
او جہودانہ بکردے پارہ ام

روحِ عیسٰی گر نہ ہوتی چارہ گر
وہ یہودی پھینک دیتا کاٹ کر

بہرِ عیسٰی جاں سپارم سر دہم
صد ہزاراں منتش بر جاں نہم

بہرِ عیسٰی جان بھی دوں سر بھی دوں
اُس کے لاکھ احسان جینے پر رکھوں

جاں دریغم نیست از عیسٰی ولیک
واقفم بر علم و دینش نیک نیک

جان عیسٰی سے نہیں پیاری مگر
اُس کے علم دیں سے ہوں کچھ باخبر

[1] سوئی میں روٹی۔ یعنی محال +

حیف می آید مرا کاں دین پاک
در میانِ جاہلاں گردد ہلاک

مجھ کو ہے افسوس ایسا دین پاک
جاہلوں میں پڑ کے ہو جائے ہلاک

شکر یزداں را و عیسیٰ را کہ ما
گشتہ ایم ایں دین حق را رہنما

شکر ہے عیسیٰؑ کا اور اللہ کا
ہم ہیں ایسے دین حق کے رہنما

وز جہود و از جہوداں رستہ ایم
تا بہ زنّار ایں میاں را بستہ ایم

اب یہودیت سے اس کی چھوٹ کر
باندھی ہے زنّار سے اپنی کمر

دور دورِ عیسیٰؑ ست اے مردماں
بشنوید اسرار کیشش او بجاں

یہ ہے لوگو دورہ دورِ عیسوی
اس کے مذہب کے سنو کچھ بھید بھی

چوں شمارندم امین و مقتدا
سر نہندم جملہ چوں بینند اہتدا

جب امین و مقتدا جانیں گے وہ
پھر ہدایت کو مری مانیں گے وہ

چوں وزیر آں مکر را بر شہ شمرد
از دلش اندیشہ را کلّی ببرد

مکر سے یہ بات جب اس نے کہی
بادشاہ کے دل کو بھی اچھی لگی

کرد با وے شاہ آں کارے کہ گفت
خلق حیراں ماند زاں راز نہفت

جو کہا تھا اس نے بادشاہ نے کیا
اور زمانہ اس پہ حیراں رہ گیا

کرد رسوایش میانِ انجمن
تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن

کر دیا رسوا سر محفل اسے
مرد و زن سب اس سے واقف ہو گئے

راند او را جانب نصرانیاں
کرد در دعوت شروع او بعد ازاں

پھر گیا وہ جانب نصرانیاں
اس نے دی لوگوں کو دعوت بعد ازاں

چوں چناں دیدند ترسایاں زار
می شدند اندر غمش و اشکبار

دیکھ کر عیسائی اس کا حال زار
غم سے ہوتے تھے سراسر اشکبار

حالِ عالم ایں چنیں ست اے پسر
از حسد می خیزد اینہا سر بسر

حالت دنیا یہی ہے اے پسر
یہ حسد کے ہیں نتیجے سر بسر

نصاریٰ کا وزیر کے پاس جمع ہونا

صد ہزاراں مرد ترسا سوئے او ... اندک اندک جمع شد در کوئے او

جمع عیسائی ہوئے واں سو ہزار ... بھیڑ تھی کوچے میں اس کے بے شمار

او بیاں می کرد با ایشاں براز ... سرِ انگلیون و زنّار و نماز

وہ بیاں کرتا تھا ان لوگوں سے راز ... معنیٔ انجیل و زنّار و نماز

او بیاں می کرد با ایشاں فصیح ... دائماً از اقوال و افعالِ مسیحؑ

اُن سے وہ کرتا تھا گفتارِ فصیح ... ذکرِ قول و ذکرِ افعالِ مسیحؑ

او بظاہر واعظِ احکام بود ... لیک در باطن صفیر و دام بود

وہ بظاہر واعظِ احکام تھا ... اور باطن میں صفیر[1] و دام تھا

بہرِ ایں معنیٰ صحابہ از رسولؐ ... ملتمس بودند مکرِ نفسِ غول

تھا یہی باعث کہ اصحابِ نبیؐ ... پوچھتے رہتے تھے حالت نفس کی

کو چہ آمیزد ز اغراضِ نہاں ... در عبادتہا و در اخلاصِ جاں

کیا ملا دیتا ہے اغراضِ نہاں ... یہ خلوص و بندگی میں ناگہاں

فضلِ ظاہر را نجستندے ازو ... عیبِ باطن را بجستندے کہ کو

فضلِ ظاہر کا نہ کرتے تھے سوال ... عیبِ باطن کی تھے کرتے دیکھ بھال

مو بمو و ذرہ ذرہ مکرِ نفس ... می شناسیدند چوں گل از کرفس

سن کے مکرِ نفس کا ایک ایک راز ... گھاس سے پھولوں کا کرتے امتیاز

گفت زاں فصلے حذیفہؓ با حسنؓ ... تا بداں شد وعظ و تذکیرش حسن

کچھ حذیفہؓ نے حسنؓ سے تھے کہے ... جن سے وعظ ان کے بہت مقبول تھے

[1] نصاریٰ کو بلانے کی آواز۔

نوٹ:۔ نمبر ۲ و ۳ صفحہ ۴ پر ملاحظہ ہوں۔

موشکافانِ صحابہ جملہ شاں ۔ خیرہ گشتندے زآں وعظ و بیاں

نکتہ رس سارے صحابی آپ کے ۔ دم بخود رہتے تھے ان کے وعظ سے

دل بدو دادند ترسایاں تمام ۔ خود چہ باشد قوتِ تقلیدِ عام

اس کو دل دے بیٹھے عیسائی تمام ۔ یہ ہے دیکھو قوتِ تقلیدِ عام

در درونِ سینہ مہرش کاشتند ۔ نائبِ عیسیٰش می پنداشتند

بوکے دل میں بیج اُس کے عشق کے ۔ نائبِ عیسیٰ اسے کہنے لگے!

او بسر دجال یک چشم لعین ۔ اے خدا فریاد رس نعم المعین

وہ تو تھا اک تخم دجال لعین ۔ اے خدا فریاد اے نعم المعین[۳]

صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا ۔ ما چو مرغانِ حریص بے نوا

لاکھوں ہی ہیں دام و دانہ اے خدا ۔ ہم ہیں مرغانِ حریص بے نوا

دمبدم پا بستۂ دامِ تو ایم ۔ ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم

ہم ہیں ہردم قید تیرے دام میں ۔ باز یا سیمرغ جو کچھ جو کچھ بھی نہیں

می رہانی ہر دمے ما را و باز ۔ سوئے دامے می رویم اے بے نیاز

تو رہا کرتا ہے کرکے سرفراز ۔ خود ہی پھنس جاتے ہیں ہم اے بے نیاز

ما دریں انبار گندم می کنیم ۔ گندم جمع آمدہ گم می کنیم

جمع ہم انبار میں گندم کریں ۔ پھر اسی گندم کو اک دم گم کریں

می بنیند یشم آخر ما بہوش ۔ کایں خلل از گندم ست از مکر موش

سوچتے ہیں پھر بعد ہوش و عمل ۔ گیہوں میں چوہے نے ڈالا ہے خلل

[۱] جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک مشہور صحابی کا نام ہے +
[۲] حضرت حسن بصری رحمۃ کے وعظ نہایت مقبول اور مؤثر ہوتے تھے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حسنؓ سے مراد امام حسن علیہ السلام ہیں۔ اور مترجم کے نزدیک یہی معتبر معلوم ہوتا ہے + [۳] اے سب سے اچھے مددگار۔ خدا کی تعریف ہے +

موش تا انبارِ ما حفرہ زدہ است
وز فنش انبارِ ما ویراں شدہ است

چوہے کے رخنے سے نقصاں ہو گیا
جو کیا تھا جمع ویراں ہو گیا

اوّل اے جاں دفعِ شرِّ موش کن
وانگہ اندر جمعِ گندم جوش کن

پہلے اے دل بند کر چوہے کا گھر
جمع گندم کے لئے پھر فکر کر

بشنو از اخبارِ آں صدرِ صدور
لَا صَلٰوۃَ[1] تَمَّ اِلَّا بِالْحُضُوْر

سن حدیثوں میں یہ ہے قولِ حضورؐ
کچھ نہیں ہوتی نمازِ بے حضور

گر نہ موشے دزد در انبانِ ماست
گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست

چور چوہا گر نہیں گھر میں گھسا
کون ہے گیہوں عمل کے کھا گیا

ریزہ ریزہ صدقِ ہر روزہ چرا
جمع می ناید دریں انبارِ ما

تھوڑا تھوڑا صدق ہر دن کس لئے
جمع ہو سکتا نہیں دل میں ترے

بس ستارہ آتش از آہن جہید
دیں دلِ شوریدہ پذرفت و کشید

آگ کے تارے جو لوہے سے اڑے
اس دلِ شوریدہ نے سب رکھ لئے

لیک در ظلمت یکے دزدے نہاں
می نہد انگشت بر استارگاں

اس اندھیرے میں مگر اک چور بھی
ہاتھ ان پر ڈال دیتا ہے کبھی

می کشد استارگاں را یک بیک
تا کہ نفروزد چراغے بر فلک

ان ستاروں کو وہ دیتا ہے بجھا
تا نہ پھیلے نور ان کا تا سما

چوں عنایاتت شود با ما مقیم
کے بود بیمے ازاں دزدِ لئیم

گر عنایت ہم پہ تو ہوا کرے
چور سے کیا خوف پھر ہم کو رہے

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

سینکڑوں پھندے ہوں گو ہر ہر قدم
تو جو اپنا ساتھی ہو۔ پھر کیا ہے غم

[1] حدیث شریف میں ہے: "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ" یعنی نماز صرف حضورِ قلب کے ساتھ صحیح ہوتی ہے ◆

ہر شبے از دام تن ارواح را	می رہانی میکنی الواح[۱] را
دام تن سے روح کو ہر شب خدا	کھود کر الواح کرتا ہے رہا
می رہند ارواح ہر شب زیں قفس	فارغاں بے حاکم و محکوم کس
اس قفس سے اڑکے روحیں رات کو	رہتی ہیں آزاد مطلق سربسر
شب ز زنداں بے خبر زندانیاں	شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
شب کو زنداں سے ہیں قیدی بے خبر	بے خبر دولت سے سلطاں اے پسر
نے غم و اندیشۂ سود و زیاں	نے خیال ایں فلان وآں فلاں
نفع اور نقصان سے آزاد حال	ہے نہ کچھ اس کا نہ کچھ اس کا خیال
حال عارف ایں بود بیخواب ہم	گفت یزداں ھُم[۲] رُقُود ایں مرم
نیند میں بھی ہے یہی عارف کا حال	لمارہیں آرام سے ہیں کچھ رجال
خفتہ از احوالِ دُنیا روز و شب	چوں قلم در پنجۂ[۳] تقلیب رب
رات دن دنیا میں تو ہیں محو خواب	پنجہ ہے دستِ حق میں کلکِ انقلاب
آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم	فعل پندارد بہ جنبش از قلم
ہاتھ لکھنے میں نہیں جو دیکھتا	ہے قلم کو لکھنے والا جانتا

[۱] جمع لوح کی۔ یعنی بدن کی تختیاں کھود کر۔

[۲] وَتَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا وَّھُمْ رُقُوْدٌ (سورۃ کہف) یعنی تو اصحاب کہف کو بیدار خیال کرے گا۔ حالانکہ وہ سوتے ہیں۔ یعنی عارف کا خواب بھی بیداری ہے۔

[۳] مطلب یہ ہے۔ کہ عارفانِ الٰہی دنیا سے بے خبر خدا کے ہاتھ میں بالکل اُسی طرح ہیں۔ جیسے مردہ بدست زندہ۔ یا جیسے قلم خدا کے ہاتھ میں جو چاہے لکھ دے۔ جدھر چاہے پھیر دے۔

عارف اور خواب و مرگ

شمۂ زیں حالِ عارف وا نمود — خلق را ہم خواب حسّی در ربود

حال عارف کا ہوا جو کچھ بیان — اس سے حسّی خلق سوتی ہے یہاں

رفت در صحرائے بیچوں جانِ شاں — روحِ شاں آسودہ و ابدانِ شاں

دشتِ ہو میں جن کی جا پہنچی ہو جان — ان کے روح و جسم ہیں سب شادمان

ترکِ روز آخر چو باز زریں سپر — ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر

ترک[1] دن کا لے کے سونے کی سپر — کافرِ شب کو کرے زیر و زبر

میل ہر جانے بسوئے تن بود — ہر تنے از روح آبستن بود

ملتفت ہوتی ہیں جانیں سوئے تن — روح کا ہوتا ہے حامل ہر بدن

از صفیرے باز دام اندر کشی — جملہ را در دام درد آور کشی

دے کے تو آواز پھیلاتا ہے دام — دام میں پھنستی ہے پھر دنیا تمام

چونکہ نورِ صبح دم سر بر زند — کرگسِ زرّین گردوں پر زند

صبح جب ہوتی ہے روشن کامیاب — پھڑپھڑاتا ہے پَر اپنے آفتاب

فالق الاصباح اسرافیل وار — جملہ را در صورت آرد زاں دیار

مثلِ اسرافیل[2] خلّاقِ جہاں — بخشتا ہے صورتیں سب کو یہاں

روحہائے منبسط را تن کند — ہر تنے را باز آبستن کند

پھر جدا روحوں کو کرتا ہے بدن — حاملِ ارواح ہو جاتے ہیں تن

اسپ جانہا را کند عاری ز زیں — سرِّ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ ست ایں

چھوڑتے ہیں زین گھوڑے جان کر — خواب بھائی موت کا ہے مان لے

---

[1] دن کو ترک سے اور رات کو کافر سے تشبیہ دی ہے +

[2] جناب رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا ہے۔ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْت

یک بہر آنکہ روز آیند باز
بر نہند بر پائے شاں بند دراز

دوسرے دن واپسی کے وقت پر
باندھتے ہیں پاؤں رسّی سے مگر

تا کہ روزش وا کشند زاں مرغزار
وز چرا اگاہ آردش در زیر بار

تا کہ پھر کھیتوں سے لوٹا لائے انہیں
اور نیچے زین کے لائے انہیں

کاش چوں اصحاب کہف آں روح را
حفظ کردی یا چو کشتی نوح را

کاش رہ سکتی حفاظت میں یہ روح
مثلِ اہلِ کہف یا کشتیِ نوح*

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش
وا رہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش

ہوش و بیداری کے اِس طوفان سے
آنکھ کان اور دل کو ملتے راستے

اے بسا اصحابِ کہف اندر جہاں
پہلوے تو پیش تو ہست ایں زماں

بے شمار اصحابِ کہف اِس دور کے
تیرے پہلو میں ہیں تیرے سامنے

غار با تو یار با تو در سرود
مُہر بر چشم است و بر گوش است چہ سود

یار بھی اور غار بھی ہے نغمہ گر
مُہریں ہیں پر تیرے گوش و چشم پر

بانداں کز چیست ایں رو پوشہا
ختمِ حق بر چشمہا و گوشہا

کیوں نہاں تجھ سے ہیں خود ہی غور کر
کیوں ہیں مُہریں آنکھ پر اور کان پر

خلیفہ اور لیلا کا سوال و جواب

گفت لیلا را خلیفہ کاں توئی
کز تو مجنوں شد پریشاں دعوی

پوچھا لیلےٰ سے خلیفہ نے۔ بتا:
قیس کو تو نے پریشاں کیوں کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) وَلَا یَمُوْتُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ۔ یعنی خواب موت کا بھائی ہے اور جنت میں رہنے والوں کو موت نہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ سونا اور مرنا برابر ہے چونکہ جنت والوں کے لئے موت ناممکن ہے۔ اس لئے اُن کے لئے سونا بھی لازم نہیں آتا*

از دیگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

توحسینوں سے مگر افزوں نہیں
بولی بس خاموش تم مجنوں نہیں

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

چشم مجنوں سے اگر تم دیکھتے
ہوتے اندازے ہمارے حسن کے

باخودی تو لیک مجنوں بیخودست
در طریق عشق بیداری بدست

تم ہو باخود اور مجنوں بے خبر
باخودی ہے منزل الفت میں شر

ہر کہ بیدارست او در خواب تر
ہست بیداریش از خوابش بتر

جو ہے بیدار اس پہ ہے اک نیند سی
اس کی بیداری ہے سونے سے بُری

ہر کہ در خواب ست بیداریش بہ
مست غفلت عین ہشیاریش بہ

سونے والے کی ہے بیداری ہی خوب
مست غفلت کی ہے ہشیاری ہی خوب

چوں بحق بیدار نبود جان ما
ہست بیداری چو دربندان ما

جب خدا کے ساتھ دالداری نہیں
قیدیوں کی جاگ۔ بیداری نہیں

جاں ہمہ روز از لگدکوب خیال
وز زیان و سود وز خوف زوال

جان کو دن بھر جو ٹھکرائے خیال
نفع و نقصاں کا غم اور خوفِ زوال

نے صفائی ماندش نے لطف و فر
نے بسوئے آسماں راہِ سفر

پھر صفائی اور کیفیت ہو کیا
آسمانوں تک ملے کیا راستا

خفتہ آں باشد کہ او از ہر خیال
دارد امید و کند با او مقال

ہے وہی سوتا جو ہو محو خیال
چھوڑ کر سب کو کرے اس سے مقال

نے چنانکہ از خیال آید بحال
آں خیالش گردد او را صد وبال

یہ نہ ایسا ہو جھپٹ جائے خیال
اس کے حق میں اور ہی لائے وبال

۱؎ گفتگو۔

دیو را چوں حور بیند او بخواب	پس ز شہوت ریزد او با دیو آب
خواب میں شیطان کو مانندِ حوُر	دیکھ کر انزال ہوتا ہے ضرور
چونکہ تخم نسل در شورہ بریخت	او بخویش آمد خیال از وے گریخت
اُس کا تخمِ نسل بنجر میں گرے	ہوش آئے وسوسوں سے چونک کے
ضعفِ سر بیند ازاں وتن پلید	آہ ازاں نقشِ پدید ناپدید
ضعف ہو سر میں، بدن سارا پلید	وہ حسیں صورت ہو بالکل ناپدید
مرغ بر بالا پراں و سایہ اش	می دود بر خاک پرّاں مرغ وش
مرغ ہو پرواز میں افلاک پہ	اس کا سایہ پڑ رہا ہو خاک پہ
ابلہے صیادِ آں سایہ شود	می دود چندانکہ بے مایہ بود
بے وقوف اس سائے پہ ہو کر نثار	دوڑتا ہے اس کے پیچھے بار بار
بے خبر کاں عکس آں مرغِ ہواست	بے خبر کہ اصلِ آں سایہ کجاست
سایۂ مرغ ہوا سے بے خبر	اصلِ سایہ کی فضا سے بے خبر
تیر اندازد بسوئے سایہ او	ترکشش خالی شود در جستجو
پھینکتا ہے تیر سائے کے لئے	خالی ہو جاتا ہے ترکش تیر سے
ترکشِ عمرش تہی شد عمر رفت	از دویدن در شکارِ سایہ تفت
عمر کا ترکش جو خالی ہو گیا	اب شکارِ سایہ میں دوڑے گا کیا
سایۂ یزداں چو باشد دایہ اش	وارہاند از خیال و سایہ اش
سایۂ یزداں محافظ ہو اگر	بس خیال و سایہ سے جائے گذر
سایۂ یزداں بود بندہ خدا	مُردۂ ایں عالم و زندہ خدا
سایۂ یزداں ہے ہر مردِ خدا	مُردہ یہ دنیا ہے۔ زندہ کبریا
دامنِ او گیر زوتر بے گماں	تا رہی از آفتِ آخر زماں
دامن اس کا تو پکڑے جلد تر	تا ملے آفت سے دنیا کی مفر

ولی مرشد کے اتباع کی ترغیب

کیف مدّ الظل نقش اولیاست	کو دلیل نور خورشید خداست
وسعت سایہ ہے شکل اولیاء	ہے دلیل نور خورشید خدا
اندریں وادی مرو بے ایں دلیل	لا اُحب الآفلین گو چوں خلیل
چل نہ اس وادی میں ہرگز بے دلیل	فانیوں کو چھوڑ دے مثل خلیلؑ
رو ز سایہ آفتابے را بیاب	دامن شہ شمس تبریزیؒ بتاب
سائے سے دریافت کر لے آفتاب	شمس تبریزی کا دامن لے شتاب
رہ ندانی جانب ایں سور و عرس	از ضیاء الحق حسام الدین بپرس
حال دریافت اس عروس عیش کے	کر ضیاء الحق حسام الدینؒ سے
ور حسد گیرد ترا در رہ گلو	در حسد ابلیس را باشد غلو
دشمنی تیرا گلا پکڑے اگر	ہے غلو شیطان کو اس میں یاد کر
کو ز آدم ننگ دارد از حسد	با سعادت جنگ دارد از حسد
ہے حسد سے جس کو ہر انساں ننگ	کرتا ہے وہ نیکیوں کے ساتھ جنگ

۱ قولہ تعالیٰ - اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (فرقان) یعنی تو اپنے خدا کو نہیں دیکھتا۔ کہ اس نے دنیا میں سائے کو کس طرح وسعت دی ہے +

۲ قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (سورۃ انعام) یعنی جب رات ہو گئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک تارے کو درخشاں دیکھا اور بر سبیل استفہام بولے کہ کیا رب یہی ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ میں فنا ہو جانیوالوں کو دوست نہیں رکھتا

۳ مولانا حسام الدین ضیاء الحق خلیفہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ +

عقبۂ زیں صعب تر در راہ نیست
اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست

سخت تر بس اک یہی ہے مرحلہ
گر نہیں ساتھی حسد۔ تو ہے مزہ

ایں جسد خانۂ حسد آمد بداں
کز حسد آلودہ گردد خانداں

ہے حسد کا گھر جسد میں بے گماں
اس میں آلودہ اکثر خانداں

خانماں از حسد گردد خراب
باز شاہی از حسد گردد غراب

گھر حسد سے ہوتے ہیں کیا کیا خراب
باز کو ملتا ہے کوّے کا خطاب

گر جسد خانۂ حسد باشد ولیک
آں جسد را پاک کرد اللہ نیک

گو جسد گھر ہے حسد کا بر ملا!
اُس جسد کو پاک حق نے کر دیا

یافت پاکی از جناب کبریا
جسم[1] از کبر و حسد در ریا

فضل سے خالق کے پاکیزہ ہوا
جسم جو تھا مصدرِ کبر و ریا

طَهِّرَا بَيْتِيَ[2] بیان پاکی است
گنج نور ست ار طلسمش خاکی است

گھر کی پاکی ہے صفائی کا بیاں
ہے طلسم خاک گنجینہ نہاں

چوں کنی با بے حسد مکر و حسد
زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد

بے حسد سے گر کرے گا تو حسد
دل پہ آئے گی سیاہی لاتعد

خاک شو مردان حق را زیر پا
خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما

خاک ہو مردانِ حق کے پاؤں کی
اور حسد پہ خاک ڈال اے آدمی

یہودوں کے وزیر کا حسد

آں وزیرک از حسد بودش نژاد
تا بباطل گوش و بینی باد داد

[1] جسم۔ تن۔ بدن [2] اس آیۂ کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ یعنی تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک کرو

برامید آنکہ از نیشش حسد — زہر او در جانِ مسکیناں رسد

تھی حسد میں صرف اِس حسرت کی لہر — بے کسوں کی جان میں دوڑائے زہر

ہر کسے کو از حسد بینی کند — خویش را بے گوش و بے بینی کند

جو گڑھا کھودے حسد سے پُر غرور — اس کے کان اور ناک کٹتے ہیں ضرور

بینی آں باشد کہ او بوئے برد — بوئے او را جانبِ کوئے برد

ناک تو بس وہ ہے جو بو سونگھ کر — پالے خوشبو والے کوچے میں گذر

ہر کہ بویش نیست بے بینی بود — بوئے آں بویست کاں دینی بود

جس کو بو آتی نہیں بے ناک ہے۔ — بو سے مطلب بوئے دینِ پاک ہے

چونکہ بوئے برد و شکر آں نکرد — کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد

جس نے بو سونگھی۔ نہ شکر اس کا کیا — کفرِ نعمت ناک اس کی لے گیا

شکر کن مر شاکراں را بندہ باش — پیشِ ایشاں مردہ شو پائندہ باش

شکر کر اور شاکروں کا ہو غلام — اُن کے آگے مر کے پا عمرِ دوام

نصاریٰ کا وزیر کے مکر کو سمجھ لینا

چوں وزیر از رہزنی مایہ مساز — خلق را تو برمیاور از نماز

رہزنی کا دم نہ بھر مثلِ وزیر — ان کو نیکی سے نہ روک اے راہگیر

ناصحِ دیں گشتہ آں کافر وزیر — کردہ او از مکر در لوزینہ سیر

ناصحِ ایمان تھا وہ کافر وزیر — حلوے میں لہسن ملاتا تھا شریر

ہر کہ صاحب ذوق بود از گفتِ او — لذتے می دید و تلخی جفتِ او

نکتے جو اہلِ ذوق اس کے وعظ سے — لذتیں پاتے تھے لیکن تلخ تھے

نکتہ ہا می گفت او آمیختہ — در جلاب و قند زہرے ریختہ

بات کرتا تھا ملاوٹ سے سدا — قند میں وہ زہر دیتا تھا

ہاں مشو مغرور زاں گفت نکو ۔۔۔ زانکہ دارد صد بدی در زیر او

ایسی باتوں پہ نہ ہو نازاں کبھی ۔۔۔ جن میں پوشیدہ ہو کثرت سے بدی

او چو باشد زشت گفتش زشت دا ۔۔۔ ہر چہ گوید مردہ آنرا نیست جاں

جو برا ہے اس کی باتیں بھی بری ۔۔۔ مردے کی باتوں میں کیا ہو زندگی

گفت انساں پارۂ انساں بود ۔۔۔ پارۂ از ناں یقیں کہ ناں بود

قول انسانی ہے جزو انسان کا ۔۔۔ جیسی روٹی ویسا ٹکڑے کا مزا

زاں علی فرمود نقل جاہلاں ۔۔۔ بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں[۱]

قول جاہل کو، علی رض شیر خدا ۔۔۔ سبزہ گھوڑے کا ہیں کہتے بر ملا

ہر چناں سبزہ ہر آں کو بر نشست ۔۔۔ بر نجاست بے شکے بنشستہ است

اب جو اس سبزے پہ بیٹھے گا کوئی ۔۔۔ گویا بیٹھے گا نجاست پہ وہی

بایدش خود را بشستن از حدث ۔۔۔ تا نماز فرض او نبود عبث

چاہیئے ناپاکیوں سے احتراز ۔۔۔ تا نہ ضائع ہو سکے فرض نماز

ظاہرش می گفت در رہ چیست شو ۔۔۔ وز اثرش می گفت جاں را سست شو

ظاہر اُس کہتا تھا، سب کو چست ہو ۔۔۔ پر اثر کہتا تھا دل سے سست ہو

ظاہر نقرہ گر اسپید ست و نو ۔۔۔ دست و جامہ می سیہ گردد ازو

ہے سپیدی گو کہ چاندی کی گیاہ ۔۔۔ پر ہیں اس سے ہاتھ اور کپڑے سیاہ

آتش ار چہ سرخ رویست از شرر ۔۔۔ تو ز فعلِ او سیہ کاری نگر

آگ اگرچہ ہے شرر سے سرخرو ۔۔۔ ہیں سیہ کار اُس کے فعل اے عقل جو

برق اگرچہ نور آید در نظر ۔۔۔ لیک ہست از خاصیت دزد بصر

برق اگرچہ نور آتی ہے نظر ۔۔۔ خاصیت میں ہے مگر دزد بصر[۲]

---

[۱] حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے "نعمۃ الجاھل کروضۃ فی ذبلۃ" یعنی جاہل کی نعمتیں ایسی ہیں جیسے گھوڑے پر سبزہ ۔ [۲] بینائی ۔

هر که جز آگاه و صاحب ذوق بود ‏ گفت او در گردن او طوق بود
جو نہ عالم اور صاحب ذوق تھا ‏ اُس کا قول اس کے گلے کا طوق تھا

مدتِ شش سال در ہجران شاہ ‏ شد وزیر اتباع عیسیٰ را تباہ
چھ برس تک رہ کے وہ مہجور شاہ ‏ اُمتِ عیسیٰ کو کرتا تھا تباہ

دین و دل را کل بدو بسپرد خلق ‏ پیش امر و نہی آدمی مُرد خلق
دین و دل لوگوں نے اس کو دے دیا ‏ حکم پر دیتی تھی جاں خلقِ خدا

بادشاہ اور وزیر میں نامہ و پیام

درمیانِ شاہ و او پیغام ہا ‏ شاہ را پنہاں بدو آرام ہا
شاہ میں اور اس میں تھا نامہ پیام ‏ شاہ کو تھا اُس سے اطمینان تام

آخر الامر از برائے آں مراد ‏ تا دہد چوں خاکِ ایشاں را بباد
شہ نے جی میں ٹھانی یہ انجام کار ‏ کر دے مثلِ خاک انہیں برباد خوار

پیشِ او بنوشت شہ کاے مقبلم ‏ وقت آمد زود فارغ کن دلم
شاہ نے لکھا کہ اے مقبل مرے ‏ آگیا ہے وقت دل کو چین دے

زانتظارم دیدہ و دل بر رہ است ‏ زیں غمم آزاد کن گر وقت ہست
دیدہ و دل کو ہے تیرا انتظار ‏ ہو جو فرصت غم سے کر دے رستگار

گفت اینک اندراں کارم شہا ‏ کافگنم در دینِ عیسیٰ فتنہا
اس نے لکھا ہے ابھی کارِ زیاد ‏ تا کہ ڈالوں دینِ عیسیٰ میں فساد

قوم عیسیٰ را بدا اندر دار و گیر ‏ حاکماں شاں دہ امیر و دو امیر
قومِ عیسیٰ میں تھی جب یہ دار و گیر ‏ حکمرانی کرتے تھے بارہ امیر

ہر فریقے مر امیرے را تبع ‏ بندہ گشتہ میر خود را از طمع
ہر جماعت پر تھا حاکم اک امیر ‏ اس کا خادم تھا ہر اک برنا و پیر

ایں دہ و آں دو امیر و قوم شاں — گشتہ بندہ آں وزیر بد نشاں

ساری دہ قوم اور وہ بارہ امیر — ہو گئے تھے حکم بردار وزیر

اعتمادِ جملہ بر گفتارِ او — اقتدائے جملہ بر رفتار او

اس کی باتوں پر انہیں تھا اعتماد — اس کی چالوں پر انہیں تھا اعتقاد

پیش او در وقت و ساعت ہر امیر — جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر

سب امیر الوقت اس کے سامنے — جان دینے کے لئے طیار تھے

چوں زبوں کرد آں جہودک جملہ را — فتنۂ انگیخت از مکر و دغا

اس یہودی نے کیا سب کو خراب — مکر اور حیلے سے ڈالا انقلاب

احکام انجیل کو وزیر کا خلط ملط کر دینا

ساخت طومارے بنامِ ہر یکے — نقش ہر طومار دیگر مسلکے

لکھے سب کے نام مکتوبِ طویل — اور ہر خط میں نئی تھی اک سبیل

حکمہائے ہر یکے نوعے دگر — ایں خلافِ آں ز پایاں تا بسر

اک نیا سب کے لئے اعلان تھا — ایک سے بالکل مخالف دوسرا

در یکے راہ ریاضت را و جوع — رکنِ توبہ کردہ و شرطِ رجوع

ایک میں لکھا۔ ریاضت اور بھوک — رکن توبہ ہے۔ بلا ریب و شکوک

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست — اندریں رہ مخلصی جز جود نیست

ایک میں لکھا۔ ریاضت ہے عبث — اور رہائی بے سخاوت ہے عبث

در یکے گفتا کہ جوع و جودِ تو — شرک باشد از تو تا معبودِ تو

ایک میں لکھا۔ سخاوت اور بھوک — شرک ہے۔ ایسا نہ کر ہرگز سلوک

جز توکل جز کہ تسلیم تمام — در غم و راحت ہمہ مکر ست و دام

صرف تسلیم و توکل کے سوا — رنج و راحت میں ہیں سب مکر و دغا

ایں دہ و آں دو امیر و قومِ شاں ۔۔۔ گشتہ بندہ آں وزیرِ بدنشاں
ساری وہ قوم اور وہ بارہ امیر ۔۔۔ ہوگئے تھے حکم بردارِ وزیر

اعتمادِ جملہ بر گفتارِ او ۔۔۔ اقتدائے جملہ بر رفتارِ او
اس کی باتوں پر انہیں تھا اعتماد ۔۔۔ اس کی چالوں پر انہیں تھا اعتقاد

پیشِ او در وقت و ساعت ہر امیر ۔۔۔ جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
سب امیر الوقت اس کے سامنے ۔۔۔ جان دینے کے لئے طیار تھے

چوں زبوں کرد آں جہودک جملہ را ۔۔۔ فتنۂ انگیخت از مکر و دغا
اس یہودی نے کیا سب کو خراب ۔۔۔ مکر اور حیلے سے ڈالا انقلاب

احکامِ انجیل کو وزیر کا خلط ملط کر دینا

ساخت طومارے بنامِ ہر یکے ۔۔۔ نقشِ ہر طومار دیگر مسلکے
لکھے سب کے نام مکتوبِ طویل ۔۔۔ اور ہر خط میں نئی تھی اک سبیل

حکمہائے ہر یکے نوعے دگر ۔۔۔ ایں خلافِ آں ز پایاں تا بسر
اک نیا سب کے لئے اعلان تھا ۔۔۔ ایک سے بالکل مخالف دوسرا

در یکے راہِ ریاضت را و جوع ۔۔۔ رکنِ توبہ کردہ و شرطِ رجوع
ایک میں لکھا۔ ریاضت اور بھوک ۔۔۔ رکن توبہ ہے۔ بلا ریب و شکوک

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست ۔۔۔ اندریں رہ مخلصی جز جود نیست
ایک میں لکھا۔ ریاضت ہے عبث ۔۔۔ اور رہائی بے سخاوت ہے عبث

در یکے گفتا کہ جوع و جودِ تو ۔۔۔ شرک باشد از تو تا معبودِ تو
ایک میں لکھا۔ سخاوت اور بھوک ۔۔۔ شرک ہے۔ ایسا نہ کر ہرگز سلوک

جز توکل جز کہ تسلیم تمام ۔۔۔ در غم و راحت ہمہ مکر ست و دام
صرف تسلیم و توکل کے سوا ۔۔۔ رنج و راحت میں ہیں سب مکر و دغا

دریکے گفتہ کہ واجب خدمت است　　ورنہ اندیشہ توکل تہمت است
ایک میں لکھا ہے خدمت لازمی　　ورنہ تہمت ہے توکل اک کھلی

دریکے گفتہ کہ امر و نہی ہاست　　بہر کردن نیست شرح عجز ماست
ایک میں لکھا کہ امر و نہی بھی　　شرح میں گویا ہمارے عجز کی

تاکہ عجز خود بہ بینیم اندر آں　　قدرت حق را بدانیم آں زماں
تاکہ اس میں عجز اپنا دیکھ کر　　قدرت حق پہ کبھی ڈالیں نظر

دریکے گفتہ کہ عجز خود مبیں　　کفر نعمت کردن ست آں عجز ہیں
ایک میں لکھا کہ عجز اتنا نہ کر　　عجز ہے کفران نعمت اے بشر

قدرت خود بیں کہ ایں قدرت ازوست　　قدرت خود نعمت او داں کہ ہوست
اپنی قدرت دیکھ، قدرت اس کی ہے　　تیری قدرت کیا ہے نعمت اسکی ہے

دریکے گفتہ کزیں دو در گذر　　بت بود ہر چہ بگنجد در نظر
ایک میں لکھا۔ کہ دونوں سے گذر　　بت ہے وہ جو آسکے زیر نظر

دریکے گفتہ مکش ایں شمع را　　کایں نظر چوں شمع آمد جمع را
اک میں لکھا۔ شمع تو یہ مت بجھا　　ہے نظر کی شمع سے سب کی جلا

از نظر چوں بگذری و از خیال　　کشتہ باشی نیم شب شمع وصال
جب نظر کو چھوڑ دے گا اور خیال　　رات کو بجھ جائے گی شمع وصال

دریکے گفتہ بکش باکے مدار　　تا عوض بینی یکے را صد ہزار
ایک میں لکھا۔ بجھا دے شمع کو　　تاکہ بدلا ایک کا اک لاکھ ہو

کہ ز کشتن شمع جاں افزوں شود　　لیلیت از صبر چوں مجنوں شود
شمع کے بجھنے سے بڑھ جاتی ہے جان　　بن کے لیلا قیس ہوتی ہے عیاں

ترک دنیا ہر کہ کرد از زہد خویش　　پیش آمد پیش او دنیا و بیش
جس نے دنیا زہد کر کے چھوڑ دی　　اور بھی زائد اُسے دنیا ملی

در یکے گفتہ کہ آنچت داد حق	بر تو شیریں کرد در ایجاد حق
ایک میں لکھا جو کچھ حق نے دیا	تجھ پہ شیریں ہے وہ ایجادِ خدا

بر تو آساں کرد و خوش آں را بگیر	خویشتن را در میفگن در زحیر
جو کچھ آساں ہوئے سے کر اختیار	رنج میں پڑتا ہے کیوں اے بیقرار

در یکے گفتہ کہ بگذار آں خود	کاں قبولِ طبع تو ردست بد
ایک میں لکھا۔ خودی کو چھوڑ دے	رد ہے مرغوب۔ اس سے تو منہ موڑ دے

راہ ہائے مختلف آساں شدہ	ہر یکے را ملتے چوں جاں شدہ
ہو گئی ہر راہ اک آسان شے	اپنا مذہب ہر کسی کی جان ہے

گر میسر کردن حق رہ بدے	ہر جہود و گبر ازو آگہ شدے
حق کی رہ ہوتی یہ آسانی اگر	ہوتا ہر کافر پھر اس سے باخبر

در یکے گفتہ میسر آں بود	کہ حیاتِ دل غذائے جاں بود
ایک میں لکھا کہ آساں ہے یہی	ہو غذائے روح دل کی زندگی

ہر کہ ذوقِ طبع باشد چوں گذشت	بر نیارد ہمچو شورہ ریع و کشت
ہو فنا ذوقِ طبیعت جس گھڑی	پھر نہ بنجر میں اُگے کھیتی کوئی

جز پشیمانی نباشد ریع او	جز خسارت پیش نارد بیع او
جز پشیمانی ہے پھر کیا اس کا پھل	جز خسارے کے ہے کیا نفع و عمل

آں میسر نبود اندر عاقبت	نام او باشد معسر عاقبت
وہ نہیں ہوتا میسر بے خطر	نام اسی کا ہے یہاں دشوار تر

تو معسر از میسر باز داں	عاقبت بنگر جمالِ ایں و آں
جان لے دشوار کو آسان سے	اور پھر دونوں کے جلوے دیکھ لے

در یکے گفتہ کہ استادے طلب	عاقبت بینی نیابی در حسب
ایک میں لکھا کہ مرشد کر طلب	عاقبت بینی نہیں شرطِ حسب

عاقبت دیدند ہرگوں اُمتے	لاجرم گشتند اسیرِ زلّتے
عاقبت میں جو ہوئے بے دستگیر	ہوگئے آخر وہ لغزش کے اسیر
عاقبت دیدن نباشد دستباف؎	ورنہ کے بودے ز دینہا اختلاف
عاقبت بینی نہیں آسان وصاف	ورنہ کیوں دینوں میں ہوتا اختلاف
در یکے گفتہ کہ استا ہم توئی	زانکہ استا را شناسا ہم توئی
ایک میں لکھا۔ کہ مرشد ہے تو ہی	اور ہے مرشد کی تجھے پہچان بھی
مرد باش و سخرۂ مرداں مشو	رو سرِ خود گیر و سرگرداں مشو
مرد بن بازیچۂ مرداں نہ ہو	چل تو اپنی راہ۔ سرگرداں نہ ہو
در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست	ہر کہ او دو بیند احول مردکے ست
ایک میں لکھا۔ کہ یہ سب کچھ ہے ایک	جو دوئی دیکھے وہ احول ہے دلیک
در یکے گفتہ کہ صد یک چوں بود	ایں کہ اندیشد مگر مجنوں بود
ایک میں لکھا۔ کہ سو کیونکر ہوں ایک	سوچتا ایسا جنوں ہے مردِ نیک
ہر یکے قولے ست ضدِّ یکدگر	چوں یکے باشد بگو زہر و شکر
ایک کی ضد دوسرا ہے بالیقیں	زہر و شکر ایک ہو سکتے نہیں
در معانی اختلاف و در صور	روز و شب ہیں خار و گل سنگ و گہر
معنی و صورت میں ہے اک اختلاف	دیکھ پتھر، پھول، موتی، صاف صاف
تا ز زہر و از شکر در نگذری	کے تو از گلزارِ وحدت بُو بری

گر نہ چھوڑے تو شکر اور زہر کو
باغِ وحدت میں گند کس طرح ہو

؎ ہاتھ کی بنی ہوئی یعنی آسان +

اختلاف صرف ظاہر میں ہے

وحدت اندر وحدت است این مثنوی ۔ از سمک رَو تا سماک اے معنوی
یہ ہے اک وحدت ہی وحدت مثنوی ۔ چل زمیں سے چرخ پر اے معنوی

زیں نمط زیں نوع دہ طومار و دو ۔ بر نوشت آں دین عیسیٰؑ را عدو
اس طرح بارہ خطوط اس رنگ کے ۔ دشمن دین مسیحاؑ نے لکھے

او زیک رنگی عیسیٰؑ بو نداشت ۔ وز مزاج خُم[1] عیسیٰؑ خو نداشت
تھی نہ یکرنگی عیسیٰؑ سے خبر ۔ تھا خُم عیسیٰؑ سے بالکل بے خبر

جامۂ صد رنگ از آں خُم صفا ۔ سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا
سادہ و یک رنگ کپڑا برملا ۔ خُم میں ہوتا تھا ہزاروں رنگ کا

نیست یکرنگی کز و خیزد ملال ۔ بل مثالِ ماہی و آبِ زلال
یہ نہیں یک رنگی رنج و ملال ۔ بلکہ ہے ہم شکل ماہی و زلال

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست ۔ ماہیاں را با یبوست جنگہاست
گرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں ۔ مچھلیاں خشکی میں صرف جنگ ہیں

کیست ماہی چیست دریا در مثل ۔ تا بداں ماند خدائے عزّ و جل
کیا ہے مچھلی اور دریا اک مثال ۔ کیا کرے وہ ہمسری ذوالجلال

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود ۔ سجدہ آرد پیش آں دریائے جود
لاکھوں دریا اور لاکھوں مچھلیاں ۔ جود کے دریا کو ہیں سجدہ کناں

چند باران عطا باراں شدہ ۔ تا بداں آں بحر دُر افشاں شدہ
برسا باران عطا جب چند بار ۔ دُر فشاں دریا ہوئے ہیں بے شمار

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک خُم (مٹکا) تھا جس میں کپڑا ڈالنے سے اسی رنگ میں رنگا جاتا تھا۔ جو رنگ مقصود ہوتا تھا۔

چند خورشید کرم افروختہ
تاکہ ابر و بحر جود آموختہ

مدتوں چمکا کیا مہرِ عطا
جود ابر و بحر کو تا دے سکھا

چند خورشید کرم تاباں بُدہ
تا بداں آں ذرّہ سرگرداں شدہ

مدتوں مہرِ کرم تاباں ہوا
جب کہیں اک ذرہ سرگرداں ہوا

پرتو ذاتش زدہ بر ماء و طین
تا شدہ دانہ پذیرندہ زمیں

آب و گل پر ذات کا پرتو پڑا
جب زمیں نے دانہ دل میں رکھ لیا

خاک امین و ہر چہ در وے کاشتی
بے خیانت جنس آں برداشتی

خاک امیں ہے اس میں جو کچھ بوئیگا
بے خیانت تو وہی لے گا اُٹھا

ایں امانت زاں عنایت یافتہ است
کآفتاب عدل بروے تافتہ است

یہ امانت اس عنایت سے ملی
اس پہ مہر عدل چمکا تھا کبھی

تا نشانِ حق نیارد نوبہار
خاک سرہا را نسازد آشکار

شانِ حق جب تک نہ پائے گی بہار
خاک سے کچھ بھی نہ ہوگا آشکار

آں جوادے کہ جمادے را بداد
ایں خبرہا وایں امانت وایں سداد[1]

بخشتا بے جان کو ہے وہ سخی
یہ امانت یہ خبر یہ راستی

آں جماد از لطف چوں جاں میشود
زمہریر از قہر پنہاں می شود

لطف سے بے جان میں ہے ایک جان
قہر سے اُس کے ہے سردی بھی نہاں

آں جماد گشت از فضلش لطیف
کل شیٔ من ظریف ہو ظریف

فضل سے اُس کے ہُوا بے جاں لطیف
وہ ظریف اور اس کی ہر شے ہے ظریف

مر جمادے را کند فضلش خبیر
عاقلاں را کردہ قہر او ضریر

فضل سے اس کے ہیں بے جان باخبر
عاقل اس کے قہر سے ہیں بے بصر

[1] نادر ۔

جان و دل را طاقتِ ایں جوش نیست   با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست
جاں و دل میں جوش کی طاقت نہیں   میں کہوں کس سے، نہیں سامع کہیں

ہر کجا گوشے بُد از وے چشم گشت   ہر کجا سنگے بد از وے یشم گشت
اُس نے کانوں کو بنایا چشمِ تر   اس نے پتھر کو کیا لعل و گہر

کیمیا ساز لیست چہ بود کیمیا   معجزہ بخشیست چہ بود سیمیا
کیمیا گر ہے وہ۔ کیا ہے کیمیا   شعبدے، اعجاز کے آگے ہیں کیا

ایں ثنا گفتن ز من ترکِ ثناست   کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست
میں ثنا لکھوں تو ہے ترکِ ثنا   کیونکہ یہ ہستی ہے اور ہستی خطا

پیشِ ہست او بباید نیست بود   چیست ہستی پیشِ او کور و کبود
اُس کے ہوتے، نیست ہونا چاہئے   کور یہ ہستی ہے اس کے سامنے

گر نبودے کور از و بگداختے   گرمیِ خورشید را بشناختے
گر نہ ہوتی کور۔ تو پاتی گداز   مہر کی گرمی کا ہوتا امتیاز

ورنہ بودے او کبود از تعزیت   کے فسردے ہمچو یخ ایں ناحیت
وہ نہ ماتم میں اگر ہوتی سیاہ   مثلِ یخ ہوتی نہ یہ دنیا تباہ

مکّار وزیر کا نقصان اُٹھانا

ہمچو شہ نادان و غافل بُد وزیر   پنجہ می زد با قدیم ناگزیر
مثلِ شہ نادان و غافل تھا وزیر   پنجہ زن ہوتا تھا یا ربِّ قدیر

با خدائے کہ جملہ گاں حیٌّ قدیر   لَا یَزَالُ وَلَمْ یَزَلْ فَرْدٌ بَصِیْر
سب کا داتا خالق و حی و قدیر   لا یزال و لم یزل فرد و بصیر

با چناں قادر خدائے کز عدم   صد چو عالم ہست گرداند بدم
ایسا قادر، ایسا رب، ایسا خدا   دے ہزاروں ہستیاں دم میں بنا

صد چہ عالم در نظر پیدا کند ۔۔ چونکہ چشمت را بخود بینا کند

سینکڑوں عالم نظر میں ہوں عیاں ۔۔ دے بصیرت کی جو وہ بینائیاں

گر جہاں پیشت بزرگ و بے بنیست ۔۔ پیش قدرت ذرۂ می دان کہ نیست

ہے جہاں تیرے لئے اتنا بڑا ۔۔ لیکن اک ذرہ نہیں پیش خدا

ایں جہاں خود حبس جانہائے شماست ۔۔ ہیں رو ید آنسو کہ صحرائے شماست

یہ جہاں ہے قید خانہ جان کا ۔۔ دوڑو جس جانب ہے دشت پُر فضا

ایں جہاں محدود و آں خود بیحد ست ۔۔ نقش و صورت پیش آں معنی سدّ ست

یہ ہے محدود اور بے حد وہ جہاں ۔۔ وہ ہے معنی نقش و صورت ہے یہاں

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را ۔۔ در شکست آں موسیٰ با یک عصا

لاکھوں ہی فرعون کے نیزے جو تھے ۔۔ اک عصائے موسوی سے رہ گئے

صد ہزاراں طب جالینوس بود ۔۔ پیش عیسیٰ و دمش افسوس بود

طب جالینوس کا تھا کیا شمار ۔۔ پیش عیسیٰ ہو گئی بے کار و خوار

صد ہزاراں دفتر اشعار بود ۔۔ پیش حرف امیش آں عار بود

لاکھوں ہی دفتر جو تھے اشعار کے ۔۔ آگے اس اُمّی کے سارے مٹ گئے

با چناں غالب خداوندے کسے ۔۔ چوں نمیرد گر نباشد او خسے

سامنے ایسے خدا کے بے دلیل ۔۔ جو نہ مٹ جائے وہ بیشک ہے ذلیل

بس دل چوں کوہ را انگیخت او ۔۔ مرغ زیرک با دو پا آویخت او

دل جو مثل کوہ تھے لرزا دیئے ۔۔ مرغ دانا الٹے ہی لٹکا دیئے

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ۔۔ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

تیزی خاطر یہاں کیا پائے راہ ۔۔ صرف بے کس کے لئے ہے لطف شاہ

اے بسا گنج آگنان گنج گاؤ ۔۔ کاں خیال اندیش را شد ریش گاؤ

سینکڑوں عالم جو دانا تھے بڑے ۔۔ اس کے آگے ابلہ و احمق بنے

لہ یہ گنج گاؤ جمشید کے ایک خزانے کا نام تھا جو اس کیلئے ریش گاؤ یعنی احمق و مسخرہ ہوا کیونکہ بہرام نے

گاو کہ بود تا تو ریشِ او شوی ‏ ‏ ‏ خاک چہ بود تا حشیشِ او شوی

گائے کیا ہے جس کی تو ڈاڑھی بنے ‏ ‏ ‏ خاک کیا ہے گھاس تو جس کی بنے

زر و نقرہ چیست تا مفتوں شوی ‏ ‏ ‏ چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی

سونا چاندی کیا ہے، مفتوں جس پہ ہو ‏ ‏ ‏ شکل و صورت کیا ہے مجنوں جس پہ ہو

ایں سرا و باغ تو زندانِ تست ‏ ‏ ‏ ملک و مالِ تو بلائے جانِ تست

یہ سرا دیہ باغ زنداں ہے ترا ‏ ‏ ‏ ہے بلائے جاں یہ ملک اور یہ غنا

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد ‏ ‏ ‏ آیتِ تصویرِ شاں را نسخ کرد

جس جماعت کو کیا خالق نے مسخ ‏ ‏ ‏ کر دیا ہے ان کی ہر صورت کو نسخ

چوں زنے از کارِ بد شد روئے زرد ‏ ‏ ‏ مسخ کرد او را خدا و زہرہ کرد

جب[1] بُرا کام ایک عورت نے کیا ‏ ‏ ‏ مسخ کر کے اس کو زہرہ کر دیا

عورتے را زُہرہ کردن مسخ بود ‏ ‏ ‏ خاک و گِل گشتن چہ باشد اے عنود

زہرہ اس عورت کا بننا مسخ تھا ‏ ‏ ‏ خاک و گِل ہونا ہے پھر کیا۔ یہ بتا

روح می بُردت سوئے چرخِ بریں ‏ ‏ ‏ سوئے آب و گِل شدی در اسفلیں۔

روح اڑتی ہے سوئے چرخِ بریں ‏ ‏ ‏ تو ہے سوئے آب و گِل پستی گزیں

خویشتن را مسخ کردی زیں سفول ‏ ‏ ‏ زاں وجودے کہ بداں رشکِ عقول

پستیوں سے مسخ خود کو کر لیا ‏ ‏ ‏ اس ہیولیٰ سے جو رشکِ عقل تھا

پس ببیں کیں مسخ کردن چوں بود ‏ ‏ ‏ پیشِ آں مسخ ایں بغایت دوں بود

اور اب اس مسخ سے بدتر ہے کیا ‏ ‏ ‏ ہے یہ مسخ اس مسخ سے بے حدی

اسپِ ہمت سوئے آخر تاختی ‏ ‏ ‏ آدمِ مسجود را نشناختی

لے گیا پستی میں تو اسپِ تمیز ‏ ‏ ‏ آدمِ مسجود کو سمجھا نہیں

[1] یہ وہی عورت ہے جس نے ہاروت و ماروت کو دامِ شہوت میں پھنسایا اور خود زہرہ بن کر آسمان پر خدا کے حکم سے چلی گئی ؎

آخر آدم زادہ اے ناخلف — چند پنداری تو پستی را شرف

آخر آدم زاد ہے اے ناخلف — سمجھے گا کب تک تو پستی کو شرف

چند گوئی من بگیرم عالمے — ایں جہاں را پُر کنم از خود ہمے

یہ جہاں گیری کا دعوےٰ تا کجا — تیری محدود داری اسے بھر دیگی کیا

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر — تاب خور بگدازدش از یک نظر

برف ہو جائے جو دنیا سر بسر — دھوپ کردے گی تلف سے اثر

وزر او و وزر چوں او صد ہزار — نیست گرداند خدا از یک شرار

بوجھ یہ اور ایسے ہوں گر سو ہزار — نیست کر سکتا ہے حق کا اک شرار

عین آں تخییل را حکمت کند — عین آں زہر آب را شربت کند

چاہے جس تخییل کو حکمت کرے — چاہے جس زہر آب کو شربت کرے

در خرابی گنجہا پنہاں کند — خار را گل جسمہا را جاں کند

گنج کو ویرانے میں پنہاں کرے — خار کو گل جسم کو وہ جاں کرے

آں گماں انگیز را سازد یقیں — مہر ہا زوید از اسباب کیں

بدگماں کو دے یقین استوار — دشمنی سے دوستی کو دے نکھار

پرورد در آتش ابراہیمؑ را — ایمنی روح سازد بیم را

حفظ ابراہیمؑ آتش میں کرے — روح کو بے خوف کر دے خوف سے

از سبب سازیش من سودائیم — وز سبب سوزیش سوفسطائیم[1]

اس سبب سازی سے میں سودائی ہوں — اور سبب سوزی پہ سوفسطائی ہوں

در سبب سازیش سرگرداں شدم — در سبب سوزیش ہم حیراں شدم

اس سبب سازی سے سرگرداں ہوں میں — اس سبب سوزی پہ اب حیراں ہوں میں

[1] وہ فرقہ جو دنیا کو ایک خیال کی مانند سمجھتا ہے۔

وزیر کی گوشہ نشینی

چوں وزیر ماکرِ بد اعتقاد — دین عیسٰیؑ را بدل کرد از فساد

وہ وزیر پُرفن و بد اعتقاد — ڈال کر یوں دین عیسٰےؑ میں فساد

مکرِ دیگر آں وزیر از خود بہ بست — وعظ را بگذاشت و در خلوت نشست

مکر کھیلا اور اک بن کر لعیں — وعظ چھوڑا اور ہُوا خلوت نشیں

در مریداں در فگند از شوق سوز — بود در خلوت چہل پنجاہ روز

تھے مرید اس کے پریشاں وقفِ سوز — اور وہ خلوت میں رہا چالیس روز

خلق دیوانہ شدند از شوق او — از فراق حال وقال و ذوق او

شوق میں دیوانہ اک دنیا ہوئی — حال وقال اور ذوق کی حسرت بڑھی

لابہ وزاری ہمی کردند و او — از ریاضت گشتہ در خلوت دوتو

تھی جماعت اس کی فرقت سے تباہ — وہ ادھر خلوت کی محنت سے تباہ

گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور — بے عصا کش چوں بود احوال کور

یوں لگے کہنے کہ ہم ہیں بے ضیا — جیسے نابینا ہو کوئی بے عصا

از سرِ اکرام و از بہرِ خدا — بیش ازیں از خود مکن مارا جدا

آ خدا کے واسطے آجا کہیں — اب زیادہ طاقتِ فرقت نہیں

ما چو طفلانیم و مارا دایہ تو — بر سرِ ما گستراں آں سایہ تو

طفل ہیں ہم تو ہماری دایہ ہے — ہاں ہمارے سر پہ تیرا سایہ ہے

گفت جانم از محباں دور نیست — لیک بیروں آمدن دستور نیست

ہاں تم سے دور میرا دل نہیں — باہر آنے کے مگر قابل نہیں

آں امیراں در شفاعت آمدند — واں مریداں در زراعت آمدند

سب سفارش کے لئے آئے امیر — اور پھر رونے لگے برنا دپیر

کایں چہ بدبختی ست ماراے کریم — از دل و دیں ماندہ ملبے تو یتیم
کہ یہ کیا بد قسمتی ہے اے کریم — دین و دل سے ہوگئے ہیں ہم یتیم

تو بہانہ می کنی و ماز درد — می زنیم از سوزِ دل دمہاے سرد
تو بہانہ کرتا ہے ہم درد سے — سرد آہیں بھرتے ہیں تیرے لئے

ما بگفتارِ خوشت خو کردہ ایم — ماز شیر حکمتِ تو خوردہ ایم
ہم کو عادت ہے تری گفتار کی — پی چکے ہیں دودھ حکمت کا ابھی

اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن — لطف کن امروز را فردا مکن
یہ جفا بہر خدا ہم پہ نہ کر — آج کر لطف، اور کل[1] سے درگذر

می دہد دل مر ترا کیں بیدلاں — بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
کیا تجھے منظور ہے بے دل ترے — یوں رہیں تیرے لئے ناکام سے

جملہ در خشکی چو ماہی می طپند — آب را بکشا ز جو بردار بند
مثلِ ماہی سب ہیں خشکی میں تپاں — کھول دے پانی، اُٹھا بند گراں

ایکہ چوں تو در زمانہ نیست کس — اللہ اللہ خلق را فریاد رس
تجھ سا دنیا میں نہیں اُستاد بس — خلق کی للہ اب فریاد سن

وزیر کا اپنے مریدوں کو ٹالنا

گفت ہاں اے سخرگانِ گفتگو — وعظ و گفتار و زبان و گوش جو
بولا ہاں اے عاشقانِ گفتگو — اے کہ تم کو وعظ کی ہے جستجو

پنبہ اندر گوشِ حسِّ دوں کنید — بندِ حس از چشمِ خود بیروں کنید
حس کے اب کانوں میں روئی ٹھونس لو — حس کو اپنی آنکھ سے باہر کرو

[1] یعنی کل کے وعدے سے درگذر کر۔

پنبۂ آں گوش سرِ گوش سرست ۔۔۔ تا نگردد ایں گراں باطن کرست
کان کا پنبہ ہے اگوشِ پرُ فسوں ۔۔۔ یہ نہ بہرا ہو تو بہرا ہے بطون [1]

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید ۔۔۔ تا خطابِ ارجعی را بشنوید
بے حس و بے گوش اور بے فکر ہو ۔۔۔ اور خطاب "ارجعی" [2] مجھ سے سنو

تا بگفت و گوئے بیداری دری ۔۔۔ تو ز گفت خواب بوئے کے بری
تو ہے جب تک گفت اور بیدار میں ۔۔۔ حسن کیا آئے نظر گفتار میں

سیر بیرونی ست قول و فعل ما ۔۔۔ سیرِ باطن ہست بالائے سما
سیر بیرونی ہے قول و فعل تک ۔۔۔ سیر ہے باطن کی بالائے فلک

حس خشکی دید کز خشکی بزاد ۔۔۔ موسئی جاں پائے در دریا نہاد
حس خشکی رہ گئی خشکی میں یار ۔۔۔ موسئی جاں ہو گیا دریا کے پار

سیرِ جسم خشک بر خشکی فتاد ۔۔۔ سیرِ جاں پا در دلِ دریا نہاد
سیر جسمانی گئی خشکی میں جم! ۔۔۔ سیر جاں نے رکھا دریا میں قدم

چونکہ عمر اندر رہِ خشکی گزشت ۔۔۔ گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت
زندگی جب خشکیوں میں کٹ گئی ۔۔۔ تھا کبھی کہسار اور صحرا کبھی

آبِ حیواں را کجا خواہی تو یافت ۔۔۔ موجِ دریا را کجا خواہی شگافت
آبِ حیواں کس طرح تجھ کو ملے ۔۔۔ موج دریا کو تو کیونکر چیر دے

موجِ خاکی فہم و وہم و فکرِ ماست ۔۔۔ موجِ آبی صحو و سکرست و فناست
موج خاکی فکر و وہم ماسوا ۔۔۔ موج آبی محویت - سکر و فنا

[1] باطن +

[2] قولہ تعالےٰ۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (سورۃ فجر) یعنی اے مطمئن نفس! تو اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ اس حالت میں کہ تو خوش ہے۔ اور خوش کیا گیا ہے +

تا دریں فکرے ازاں سکرے تو دور ؎ تا ازیں مستی ازاں جامے نفور

تو جو ہے اس فکر میں مستی سے دور ؎ مست ہو کر جامِ مے سے ہے نفور

گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار ؎ مدتے خاموش کن ہیں ہوش دار

ظاہر ہے گفتگو مثلِ غبار ؎ کچھ دنوں خاموش رہ اے ہوشیار

ترکِ خلوت پر مریدوں کا اصرار

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ جو ؎ ایں فریب و ایں جفا با ما مگو

سب یہ بولے اے حکیم رخنہ جو ؎ ہے فریب و ظلم ہے یہ گفتگو

چوں پذیرفتی تو مارا ز ابتدا ؎ مرحمت کن ہمچنیں تا انتہا

جب سنواری تھی ہماری ابتدا ؎ لطف کر ہم پہ یوں ہی تا انتہا

ضعف و عجز و فقرِ ما دانستہ ؎ دردِ مارا ہم دوا دانستہ

تو ہمارے عجز سے واقف ہوا ؎ جانتا ہے تو علاج اس درد کا

چار پا را قدرِ طاقت بار نہ ؎ بر ضعیفاں قدرِ قوت کار نہ

چار پایوں پہ مناسب بار رکھ ؎ ہم ضعیفوں سے مناسب کار رکھ

دانۂ ہر مرغ اندازہ ویست ؎ طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست

دانہ دے لیکن بہ اندازِ طلب ؎ ہے غذا ہر مرغ کی انجیر کب

طفل را گر ناں دہی بر جائے شیر ؎ طفلِ مسکیں را ازاں ناں مردہ گیر

بچے کو روٹی اگر دو جائے شیر ؎ طفلِ مسکیں موت کا ہو گا اسیر

چونکہ دنداں ہا بر آرد بعد ازاں ؎ ہم بخود گردد دلش جویائے ناں

دانت جب اس کے نکل آئیں تو ہاں ؎ خود بخود ہو جائے گا جویائے ناں

مرغ پر نارستہ چوں پراں شود ؎ لقمۂ ہر گربۂ دراں شود

مرغ بے پر کو اگر دے گا اڑا ؎ وہ کسی بلی کے منہ لگ جائیگا

چوں برآرد پر بپرّد او بجود	بے تکلف بے صفیر نیک و بد
پر نکل آئے تو خود اڑ جائے گا	بے تکلف بے نوا و بے صدا
دیو را نطق تو خامش می کند	گوش ما را گفت تو ہش می کند
دیو تیرے نطق سے خاموش ہے	کان کو باتوں سے تیری ہوش ہے
گوش ما ہوش است چوں گویا توئی	خشک با بحر است چوں دریا توئی
کان کو ہے ہوش اگر گویا ہے تو	خشکیاں ہیں بحر اگر دریا ہے تو
با تو ما را خاک بہتر از فلک	اے سماک از تو منوّر تا سمک
تو جو ہو تو خاک بہتر چرخ سے	ہیں زمین و آسماں تجھ سے سجے
بے تو ما را بر فلک تاریکی ست	با تو اے مہ ایں زمیں تازی کے ست
بے اندھیرا آسماں بھی بے ترے	یہ زمیں روشن ہے تیرے سامنے
با مہ روئے تو شب تاری کے ست	روز بے نور تو تاریکی ست
تو جو ہو تو رات ہو تاریک کیوں	دن نہ کیوں کر بے ترے تاریک ہوں
با تو بہ خاک از فلک برتر شدہ ست	با سما اے تو چوں خاکیم پست
تو اگر ہے، ہم سرِ افلاک ہیں	آسماں بھی بے ترے ہم خاک ہیں
صورت رفعت بود افلاک را	معنی رفعت روانِ پاک را
ہیں بظاہر رفعتیں افلاک کی	ہے بلندی اصل جانِ پاک کی
صورت رفعت برائے جسمہاست	جسمہا در پیش معنی اسمہاست
ظاہری رفعت ہے جسموں کیلئے	پیشِ باطن جسم ہیں یہ نام کے
اللہ اللہ یک نظر بر ما فگن	لَا تُقَنِّطْنَا فَقَدْ طَالَ الْحَزَن

ڈال تو للہ ہم پہ اک نظر
طول کھینچا غم نے مایوس اب کر

وزیر کا جواب

گفت حجتہائے خود کوتہ کنید ۔ پند را در جانِ و در دل رہ کنید

بولا اپنی حجتوں کو تہ کرو ۔ اور اس میری نصیحت کو سنو

گر امینم متہم نبود امیں ۔ گر بگویم آسماں را من زمیں

جب امیں ہوں میں تو پھر کیا اتہام ۔ آسماں کا گر زمیں رکھدوں میں نام

گر کمالم با کمال انکار چیست ۔ ور نیم ایں زحمت و آزار چیست

ہوں مکمل، کیوں پھر انکارِ کمال ۔ اور نہیں ایسا، تو پھر کیا قیل وقال

من نخواہم شد ازیں خلوت بروں ۔ زانکہ مشغولم باحوالِ دروں

میں نہ اس خلوت سے باہر آونگا ۔ شغل ہے اِس وقت باطن سے مرا

مریدوں کا دوبارہ اعتراض

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست ۔ گفتِ ما چوں گفتۂ اغیار نیست

بولے سب اس سے کسے انکار ہے ۔ کیا یہ کہنا گفتۂ اغیار ہے

اشکِ دیدہ ست از فراقِ تو دواں ۔ آہ آہ ست از میانِ جاں رواں

ہم ترے غم میں ہیں گریان وتباہ ۔ دل سے ہر لحظہ نکلتی ہے اک آہ

طفل با دایہ نہ استیزد ولیک ۔ گرید او گرچہ نہ بد داند نہ نیک

طفل دایہ سے نہیں لڑتا مگر ۔ روتا ہے وہ نیک و بد سے بے خبر

ما چو چنگیم و تو زخمہ می زنی ۔ زاری از مانے تو زاری می کنی

ہم ہیں چنگ اور تو ہے زخمہ در یا ۔ ہم نہیں گریاں تو ہے نالہ سرا

ما چو نائیم و نوا در ما ز تست ۔ ما چو کوہیم و صدا در ما ز تست

بانسری ہم ہیں۔ نوا اس میں ہے تو ۔ کوہ ہم ہیں اور صدا اس میں ہے تو

ما چو سطرنجیم اندر برد و مات	برد و مات ما ز تست اے خوش صفات
صورتِ شطرنج ہم میں برد و مات	تجھ سے ہے یہ برد و مات اے خوش صفات
ما کہ باشیم اے تو مارا جانِ جاں	تا کہ ما باشیم با تو درمیاں
کون ہیں ہم یہ بتا اے جانِ جاں	تو ہی تو ہے اور کیا ہے درمیاں
ما عدم ہائیم و ہستی ہائے ما	تو وجودِ مطلقی فانی نما
ہم عدم ہیں تو ہے ہستی کا پتا	تو وجودِ مطلق فانی نما
ما ہمہ شیراں ولے شیر علم	حملہ شاں از باد باشد دمبدم
شیر ہیں ہم سب مگر شیر علم[1]	حملہ اپنا ہے ہوا سے دمبدم[2]
حملہ شاں پیداست و ناپیداست باد	آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد
لغزشیں ظاہر۔ ہوا ناپید ہے	گم نہ ہو جو اے خدا ناپید ہے
باد ما و بودِ ما از دادِ تست	ہستی ما حملہ از ایجادِ تست
باد و بود اپنی ہے تیری داد سے	اپنی ہستی ہے تری ایجاد ہے
لذتِ ہستی نمودی نیست را	عاشقِ خود کردہ بودی نیست را
دی عدم کو تو نے لذت ہست کی	نیستی میں شیفتگی اپنی رکھی
لذتِ انعامِ خود را وا مگیر	نقل و بادہ و جامِ خود را وا مگیر
جود یا انعام اب واپس نہ لے	نقل دے اور جام اب واپس نہ لے
ور بگیری کیست جست و جو کند	نقش با نقاش چوں نیرو کند
کون لے واپس اگر لے چھین تو	نقش کیا نقاش سے ہو جنگجو
منگر اندر ما مکن در ما نظر	اندر اکرام و سخائے خود نگر
کرد ہم تقصیر داروں پہ نظر	اپنے اکرام و سخا پہ کر نظر

[1] یعنی وہ شیر جو جھنڈے پر بنایا جاتا ہے۔

[2] یعنی جسطرح شیر علَم ہوا کی جنبش سے دمبدم ہر طرف جھپٹتا معلوم ہوتا ہے۔

ما نبودیم و تقاضا مان نبود — لطفِ تو ناگفتۂ ما می‌شنود

ہم نہ تھے، کوئی تقاضا بھی نہ تھا — لطف نے تیرے سہارا خود دیا

نقش باشد پیش نقاش و قلم — عاجز و بستہ چو کودک در شکم

سامنے نقاش کے نقش و قلم — ایسے ہیں عاجز ہو جیوں طفل شکم

پیش قدرت خلق جملہ بارگہ — عاجزاں چوں پیش سوزن کارگہ

ساری مخلوق اور ہے تیری بارگہ — ہو سوئی کے آگے جیسے کارگاہ

گاہ نقش دیو و گاہ آدم کند — گاہ نقش شادی و گاہ غم کند

دیو کو کھینچے کر نقش آدمی — شکل شادی اور شبیہ غم کبھی

دست نے تا دست جنباند بدفع — نطق نے تا دم زند از ضر و نفع

دور کرنے کی بھلا طاقت کسے — مارنے کی دم یہاں قوت کسے

تو ز قرآں باز خواں تفسیر بیت — گفت ایزد وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[1]

پڑھ ذرا قرآن میں تفسیر بیت — قول حق ہے ما رمیت، اذ رمیت

گر بپرانیم تیر آں کے ز ماست — ما کمان و تیر اندازش خداست

تیر ہم پھینکیں کہاں زورِ بدن — ہم کہاں ہیں اور خدا ہے تیر زن

ایں نہ جبر ایں معنی جباریست — ذکر جباری برائے زاری ست

کون جباری کو جبر اس جا کہے — ذکر جباری ہے رونے کے لئے

زاری ما شد دلیل اضطراب — خجلت ما شد دلیل اختیار

اپنا رونا ہے دلیل اضطرار — اور ندامت ہے دلیل اختیار

[1] قولہ تعالیٰ عز و جل، فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورۃ انفال) یعنی طائفہ اسلام نے جو مشرکین کو قتل کیا ہے تو انہوں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے خود قتل کیا ہے، اور اے پیغمبرؐ! تم نے جو تم پھینکا تھا۔ وہ تم نے نہیں پھینکا۔ بلکہ خدائے عز و جل نے پھینکا تھا +

گر نبودے اختیار این شرم چیست ‏ ‏ ‏ ‏ وین دریغ و خجلت و آزرم چیست

گر نہ ہوتا یہ تو کیوں ہوتی حیا ‏ ‏ ‏ ‏ پھر یہ افسوس اور غم و خجلت ہے کیا

زجر استاداں بشاگرداں چراست ‏ ‏ ‏ ‏ خاطر از تدبیرہا گرداں چراست

زجر[1] استادوں کا شاگردوں سے کیوں ‏ ‏ ‏ ‏ دل ہے کیوں تدبیر سے برگشتہ یوں

ور تو گوئی غافل ست از جبر او ‏ ‏ ‏ ‏ ماہ حق پنہاں شد اندر ابر او

گر کہے تو وہ ہے غافل جبر سے ‏ ‏ ‏ ‏ چاند حق کا ابر میں اس کے چھپے

ہست این را خوش جواب ار بشنوی ‏ ‏ ‏ ‏ بگذری از کفر و بر دیں بگروی

ہے جواب اچھا اگر تو سن سکے ‏ ‏ ‏ ‏ چھوڑ کر تو کفر، دیں حاصل کرے

حیرت و زاری کہ در بیماری ست ‏ ‏ ‏ ‏ وقت بیماری ہمہ بیداری ست

حیرت و زاری جو بیماری میں ہے ‏ ‏ ‏ ‏ وقت بیماری کا بیداری میں ہے

آں زماں کہ می شوی بیمار تو ‏ ‏ ‏ ‏ می کنی از جرم استغفار تو

جبکہ ہوتا ہے کبھی بیمار تو ‏ ‏ ‏ ‏ جرم سے کرتا ہے استغفار تو

می نماید بر تو زشتی گنہ ‏ ‏ ‏ ‏ می کنی نیت کہ باز آیم بہ رہ

تجھ پہ کھلتی ہے گناہوں کی بدی ‏ ‏ ‏ ‏ اس لئے ہوتی ہے نیت توبہ کی

عہد و پیماں می کنی کہ بعد ازیں ‏ ‏ ‏ ‏ جز کہ طاعت نبودم کار گزیں

عہد کرتا ہے کہ تا عمر تمام ‏ ‏ ‏ ‏ جز اطاعت اور کچھ ہوگا نہ کام

پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا ‏ ‏ ‏ ‏ می ببخشد ہوش و بیداری ترا

پس یقینی ہے کہ بیماری تری ‏ ‏ ‏ ‏ ہوش و بیداری ہیں ہے بخشتی

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو ‏ ‏ ‏ ‏ ہر کہ آوردست او بردست بو

پس سمجھ اصل حقیقت مو بمو ‏ ‏ ‏ ‏ جو ہے صاحب درد اس میں ہے بو

[1] جھڑکنا +

هر کہ او بیدار تر پُر درد تر هر کہ او آگاه تر رُخ زرد تر

جو ہے بیدار اس کو ہے اتنا ہی درد جو ہے واقف تر اُسی کا رُخ ہے زرد

گر ز جبرش آگہی زاریت کو جنبشِ زنجیرِ جبّاریت کو

جبر سے واقف ہے۔ تو زاری سے کیوں جنبشِ زنجیرِ جبّاری ہے کیوں

بستہ در زنجیر آزادی چوں کند چوب اشکستہ عمادی چوں کند

بستۂ زنجیر ہو آزاد کیوں ٹوٹی لکڑی سے بنے گا کیا ستوں

کے اسیرِ حبس آزادی کند کے گرفتارِ بلا شادی کند

ایک قیدی کیا بھلا آزاد ہو اک گرفتارِ بلا کیا شاد ہو

ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند بر تو سرہنگانِ شہ بنشستہ اند

دیکھتا ہے تیرے پاؤں ہیں بندھے سر پہ بیٹھے ہیں سپاہی شاہ کے

پس تو سرہنگی مکن با عاجزاں زانکہ نبود طبع و خوئے عاجزاں

عاجزوں سے پھر سپاہی پن نہ کر عاجزوں کی یہ نہیں خو بے خبر

چوں تو جبرِ او نمی بینی مگو ور ہمی بینی نشانِ دید کو

جبر اگر اس میں نہیں، چپ ہو رہ جا دیکھتا ہے تو نشانی کچھ بتا

در ہر آں کارے کہ میلستت بداں قدرتِ خود را ہمی بینی عیاں

تیری رغبت ہے یہاں جس کام میں اس کے کرنے کی ہیں تجھ میں قدرتیں

در ہر آں کارے کہ میلت نیست و خواست اندراں جبری شوی کایں از خداست

اور دل جس کام پہ مائل نہ تھا سمجھا جوں جبری اسے کارِ خدا

انبیا در کارِ دنیا جبری اند کافراں در کارِ عقبیٰ جبری اند

انبیا جبری اگر دنیا میں ہیں جبری یہ کفار سب عقبیٰ کے ہیں

انبیا را کارِ عقبیٰ اختیار کافراں را کارِ دنیا اختیار

انبیاء نے کی ہے عقبیٰ اختیار کافروں نے کی ہے دنیا اختیار

زانکہ ہر مرغے بسوئے جنسِ خویش — می رود او در پس و جاں پیش پیش

جنس پر مائل ہے مرغِ گلستاں — پیچھے پیچھے وہ ہے آگے آگے جاں

کافراں چوں جنسِ سجّیں آمدند — سجن دنیا را خوش آئیں آمدند

چونکہ کافر صاحبِ سجّیں[1] ہوئے — تھے وہ موزوں قیدِ دنیا کے لئے

انبیا چوں جنسِ علیّین بدند — سوئے علیّیں بجان و دل شدند

انبیا بجنسِ علیّیں[2] جو تھے — جان و دل سے سوئے علیّیں گئے

اے خدا بنما تو جاں را آں مقام — کاندرو بے حرف می روید کلام

اے خدا دل کو دکھا دے وہ مقام — جس جگہ بے حرف ہوتا ہے کلام

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما — باز گوئیم آں تمامی قصہ را

کچھ نہیں اس داستاں کی انتہا — پھر وہی دیتے ہیں ہم قصہ سنا

مُریدوں کی نااُمیدی

آں وزیر از اندروں آواز داد — کاے مریداں از من ایں معلوم باد

بولا اندر سے وزیر۔ اچھا سنو — اے مریدو! تم کو یہ معلوم ہو

کہ مرا عیسیٰؑ چنیں پیغام کرد — کز ہمہ یاران و خویشاں باش فرد

مجھ کو عیسیٰؑ نے دیا ہے یہ پیغام — یاروں خویشوں سے الگ ہو لاکلام

روئے بر دیوار کن تنہا نشیں — وز وجودِ خویش ہم خلوت گزیں

رکھ نظر دیوار پر عزلت میں بیٹھ — اپنے تن سے بھی جدا خلوت میں بیٹھ

بعد ازیں دستوری گفتار نیست — بعد ازیں با گفتگویم کار نیست

بعد اس کے بولنا دشوار ہے — بعد اس کے گفتگو بیکار ہے

---

[1] وہ مقام جہاں کفّار و فجّار کا نام لکھا جاتا ہے +

[2] وہ مقام جہاں نیک لوگوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں +

الوداع اے دوستاں من مردہ ام ۔ رخت بر چارم فلک بر بردہ ام

الوداع اے دوستو میں مر گیا ۔ لو میں چوتھے آسماں پر جا لیا

تا بزیر چرخ ناری چوں حطب ۔ می نسوزم ودعناد درعطب

تا کہ لکڑی کی طرح زیر فلک ۔ جل نہ جاؤں رنج و غم سے یک بیک

پہلوئے عیسیٰ نشینم بعد ازیں ۔ بر فرازِ آسمانِ چارمیں!

پہلوئے عیسیٰؑ میں بیٹھوں بے نیاز ۔ ہو کے چوتھے آسماں پر سرفراز

وانگہانے آں امیراں را بخواند ۔ یک بیک تنہا بہر یک حرف راند

پھر امیروں کو بلا کر آپ ہی ۔ سب سے تنہائی میں اک بات کی

وزیر کا امیروں کو پھسلانا

گفت ہر یک را بدین عیسوی ۔ نائبِ حق و خلیفہ من توئی

سب کو فرداً فرداً اس نے یہ کہا ۔ نائب حق تو خلیفہ ہے مرا

واں امیران دگر اتباعِ تو ۔ کرد عیسیٰؑ جملہ را اشیاعِ تو

اور ہیں سردار جتنے جا بجا ۔ سب کو عیسیٰؑ نے تیرے تابع کیا

ہر امیرے کو کشد گردن بگیر ۔ یا بکش یا خود ہمیدارش اسیر

سر اٹھائے اب اگر کوئی امیر ۔ قتل کر دے یا اسے کر لے اسیر

لیک تا من زندہ ام ایں را مگو ۔ تا نمیرم ایں ریاست را مجو

چپ رہو جب ہے میری زندگی ۔ میرے مرنے تک حکومت ہے مری

تا نمیرم من تو ایں پیدا مکن ۔ دعوئی شاہی و استیلا مکن

میرے مرنے تک نہ ہو یہ فاش راز ۔ جھگڑے سے شاہی کے کرنا اعتراز

اینک ایں طومار و احکام مسیحؑ ۔ یک بیک بر خوان تو بر امت فصیح

لے یہ ہیں مکتوب و احکام مسیح ۔ سب کو پہنچا دے با لفاظ فصیح

ہر یکے را کرد اندر سر عزیز ۔ ہر چہ آں را گفت ایں را گفت نیز

سب کو دے دی راز داری کی صلا ۔ جو کہا اس سے وہی اس سے کہا

ہر یکے را او یکے طومار داد ۔ ہر یکے ضدّ دگر بُد المراد

سب کو اک مکتوب الگ اس نے دیا ۔ ایک کی ضد الغرض تھا دوسرا

جملگی طومارہا بُد مختلف ۔ ہمچو شکل حرفہا یا تا الف

سب کے سب مکتوب تھے وہ مختلف ۔ جس طرح صورت میں تے یا اور الف

حکم ایں طومار ضدّ حکم آں ۔ پیش ازیں کردیم ایں ضدّ را بیاں

دوسرے کی ضد تھا اک مکتوب ہاں ۔ اس سے پہلے کر چکے ہیں ہم بیاں

وزیر کا خلوت میں خودکشی کرنا

بعد ازاں چل روز دیگر در ببست ۔ خویش کشت و از وجود خود برست

ایک چلے تک نہ دروازہ کھلا ۔ آخر اک دن خودکشی سے مر گیا

چونکہ خلق از مرگ او آگاہ شد ۔ بر سر گورش قیامت گاہ شد

جب چلا لوگوں کو مرنے کا پتا ۔ قبر پہ اس کی ہوا محشر بپا

خلق چنداں جمع شد بر گور او ۔ مو کناں جامہ دراں در شور او

خلق اتنی جمع مرقد پہ ہوئی ۔ نوچتی بال اور کپڑے پھاڑتی

کاں عدد را ہم خدا داند شمرد ۔ از عرب وز ترک وز رومی و کرد

جانتا ہے بس خدا ان کا شمار ۔ وہ عرب وہ ترک و رومی بے قرار

خاک او کردند بر سرہائے خویش ۔ درد او دیدند درمانہائے خویش

خاک اس کی سر پہ ڈالی با ملال ۔ درد کو اس کے کیا درماں خیال

آں خلائق بر سر گورش مہے ۔ کردہ خوں را از دو چشم خود رہے

اک مہینہ تک رہے سب نوحہ خواں ۔ خون کے آنسو تھے آنکھوں سے رواں

جملہ از دردِ فراقش در فغاں ۔۔۔ ہم شہان و ہم کہان و ہم مہاں

اس کے دردِ ہجر میں روتے رہے ۔۔۔ سب کے سب شاہ و گدا چھوٹے بڑے

بعد ماہے خلق گفتند اے مہاں ۔۔۔ از امیراں کیست بر جایش نشاں

ایک مہ کے بعد لوگوں نے کہا ۔۔۔ اب بنے گا کون سردار اس کی جا

تا بجائے او شناسیمش امام ۔۔۔ تا کہ کارِ ما از و گردد تمام!

تا کہ اس کو مان لیں اپنا امام ۔۔۔ پائیں تکمیل اس سے اپنے سارے کام

سر ہمہ بر اختیار او نہیم ۔۔۔ دست بر داماں و دستِ او زنیم

اس کے آگے سر کو اپنے خم کریں! ۔۔۔ ہاتھ سے ہم اس کا دامن تھام لیں

چونکہ شد خورشید و ما را کرد داغ ۔۔۔ چارہ نبود بر مقامش از چراغ

دے گیا سورج ہمارا ہم کو داغ ۔۔۔ لازمی اس کی جگہ ہے اک چراغ

چونکہ از پیش دیدہ روئے یار ۔۔۔ نائبے باید از و ماں یادگار

ہو گیا ہے ہم سے پنہاں روئے یار ۔۔۔ نائب اسکا چاہیئے اک یادگار

چونکہ گل بگذشت گلشن شد خراب ۔۔۔ بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

گل ہوا رخصت ہوا گلشن خراب ۔۔۔ بوئے گل کس سے ملے گی جز گلاب

چوں خدا اندر نیاید در عیاں ۔۔۔ نائبِ حقند ایں پیغمبراں[۱]

جب خدا ہوتا نہیں ہے خود عیاں ۔۔۔ نائبِ حق انبیاء ہیں بے گماں

نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب ۔۔۔ گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب

یہ غلط ہے کیونکہ نائب اور منوب[۲] ۔۔۔ مانے جائیں دو! نہیں یہ بات خوب

نے دو باشند تا توئی صورت پرست ۔۔۔ پیش او یک گشت کز صورت برست

یہ دو ہیں جب اہلِ ظاہر کے لئے ۔۔۔ ایک ہیں اہلِ نظر کے سامنے

[۲] جس کی نیابت کی جائے +

چوں بصورت بنگری چشمت دو ست	تو بنورش در نگر کاں یکتو ست
دو نظر آتی ہیں گو آنکھیں تری	نور ہے دونوں میں لیکن ایک ہی
لاجرم چوں بر یکے افتد بصر	آں یکے باشد دو ناید در نظر
آنکھ پڑتی ہے اگر اک چیز پر	دو نہیں آتی کسی کو وہ نظر
نورِ ہر دو چشم نتواں فرق کرد	چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد
دونوں آنکھوں میں ہے اک نور اے پسر	نور پر ڈالے اگر کوئی نظر

پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں

دہ چراغ ار حاضر آری در مکاں	ہر یکے باشد بصورت غیر آں
دس چراغ اک گھر میں رکھے جائیں ساتھ	صورتوں میں سب کی ہوگا اختلاف
فرق نتواں کرد نورِ ہر یکے	چوں بنورش روئے آری بے شکے
نور میں ہوگا نہ فرق اے نیک خو	نور بے شک اک کا جب دیکھے گا تو
اُطْلُبِ الْمَعْنٰى مِنَ الْفُرْقَانِ وَقُلْ	لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ آحَادِ الرُّسُلْ[1]
یہ ہے فرمانِ خدائے جود و کل	لا نفرق بین احد من رسلہ
گر تو صد سیب و صد آبی بشمری	صد نماید یک شود چوں بفشری
گننے کو سو سیب گن لے سو بہی	ایک ہو نگی جب نچوڑی جائیں گی
در معانی قسمت و اعداد نیست	در معانی تجزیہ و افراد نیست
قسمت و اعداد معنی میں کہاں	ٹکڑے اور افراد معنی میں کہاں

[1] قولہ تعالےٰ عزوجل:- وَمَا اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (سورۃ بقرہ) یعنی جو کچھ انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی انکے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اسی سورۃ میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے۔ کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ◆

اتحادِ یار با یاراں خوش است | پائے معنی گیر صورت سرکش است
ہے مبارک دوستوں سے دوستی | جب کھلے معنی تو صورت چھپ گئی

صورتِ سرکش گدازاں کن برنج | تا بہ بینی زیر آں وحدت چو گنج
رنج سے صورت میں پیدا کر گداز | تا کھلے گنجینۂ وحدت کا راز

ور تو نگدازی عنایتہائے او | ہم گدازد اے دلم مولائے او
ورنہ رکھ اس کی عنایت سے نیاز | دے گا خود مولا ترے دل میں گداز

او نماید ہم بدلہا خویش را | او بدوزد خرقۂ درویش را
دل میں اپنی جھلکیاں لیتا ہے وہ | خرقۂ درویش ہی دیتا ہے وہ

منبسط بودیم یک گوہر ہمہ | بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
گوہر فرد اہم تھے سب کے سب | بے سر و بے پا بحکم خاص رب

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب | بے گرہ بودیم و صافی ہمچو آب
ایک موتی تھے مثال آفتاب | بے گرہ اور صاف تھے ہم شکل آب

چوں بصورت آمد آں نور سرہ | شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
نور خالص جب ہوا صورت پذیر | سایہ ہائے کنگرہ تھے عکس گیر

کنگرہ ویراں کنید از منجنیق | تا رود فرق از میان ایں فریق
کنگروں کو توڑ دے کر منجنیق ؎ | دور ہو یہ امتیازِ ہر فریق

رسولِ کریم اور دیگر انبیا کا ارشاد

شرح ایں را گفتمے من از مرے | لیک ترسم تا نلغزد خاطرے
شرح کرتا اور میں اس کی ابھی | ڈر یہ ہے لغزش نہ کھائے دل کوئی

؎ یعنی روح جب جسم میں آئی تو متعدد ہو گئی۔ اس تعدد ارواح کی مثال ایسی ہے جیسے قلعے کے کنگروں کا سایہ کہ کنگروں کے سبب متعدد معلوم ہوتا ہے ؎ تو بھی

نکتہ ہا چوں تیغ الماس ست تیز — گر نداری تو سپر واپس گریز
نکتے ہیں الماس کی مانند تیز — گر نہیں ہے ڈھال تو کر جا گریز

پیش ایں الماس بے اسپر میا — کز بریدن تیغ را نبود حیا
آنہ بے ڈھال آگے اِس الماس کے — تیغ کب رکھتی ہے اپنی کاٹ سے

زیں سبب من تیغ کردم در غلاف — تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
کر لیا یوں تیغ کو میں نے غلاف — تا کوئی کج خواں نہ سمجھے برخلاف

آمدیم اندر تمامی داستاں — وز وفاداری جمع دوستاں
ختم اب کرتے ہیں ہم یہ داستان — وہ جماعت وہ وفائے دوستاں

کز پس ایں پیشوا بر خاستند — بر مقامش نائبے می خواستند
پیشوا اُٹھے وہاں سب باشعور — ایک نائب کا تقرر تھا ضرور

امیروں کی آپس میں جنگ

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت — پیش آں قوم وفا اندیش رفت
ان امیروں میں سے ایک اٹھا امیر — سامنے اس قوم کے آیا امیر!

گفت اینک نائب آں مرد من — نائب عیسیٰ منم اندر زمن
بولا میں نائب ہوں اس کا جانئے — نائب عیسیٰ مجھی کو مانئے

اینک ایں طومار برہان منست — کایں نیابت بعد از واں منست
یہ ہے مکتوب اک دلیل ایسی قوی — بعد اُس کے یہ نیابت ہے مری

آں امیرِ دیگر آمد از کمیں — دعویٰ او در خلافت بُد ہمیں
پھر امیر ایک اور اٹھا ساتھ ہی — تھا نیابت کا وہ اپنی مدّعی

از بغل او نیز طومارے نمود — تا بر آمد ہر دو را خشم وجحود
اُس نے بھی اک خط نکالا جیب سے — دونوں غصّے میں جھگڑنے لگ پڑے

آں امیران دگر یکیک قطار — برکشیدہ تیغہائے آبدار

اور امیر آئے قطار اندر قطار — سونت کر ہاتھوں میں تیغ آبدار

ہر یکے را تیغ و طومارے بدست — درہم افتادند چوں پیلاں مست

تیغ اور طومار سب کے پاس تھے — مست ہاتھی کی طرح لڑنے لگے

ہر امیرے داشت خیل بیکراں — تیغہا را برکشیدند آں زماں

تھی ہر اک کے ساتھ اک طاقت بڑی — کھینچ کر تلوار آئے اس گھڑی

صد ہزاراں مرد ترسا کشتہ شد — تا ز سرہائے بریدہ پشتہ شد

لاکھوں عیسائی وہیں بے جان ہوئے — سر کٹے اتنے کہ پشتے لگ گئے

خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست — کوہ کوہ اندر ہوا زیں گرد خاست

داہنے بائیں خون کی ندی بہی — گرد بے اندازہ میداں میں اڑی

تخمہائے فتنہ ہا کو کشتہ بود — آفت سرہائے ایشاں گشتہ بود

بیج فتنوں کا جو تھا وہ بو گیا — وہ سروں کو ایک آفت ہو گیا

جوزہا بشکست و آں کو مغز داشت — بعد کشتن روح پاک نغز داشت

ٹوٹے اخروٹ اور جن میں مغز تھا — روح اُن کی پاک تھی بعدِ فنا

کشتن و مردن کہ بر نقش تن ست — چوں انار و سیب را بشکستن ست

مرنے کٹنے کا ہے جسموں پر مدار — جس طرح توڑے کوئی سیب و انار

آنچہ شیریں ست آں شد ناردانگ — وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر بانگ

جو ہے شیریں اس کا پانی ہے لطیف — جو ہے پوسیدہ وہی ہوگا کثیف

آنچہ پر مغز ست چوں مشک ست پاک — وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر خاک

مشک کی مانند ہے پر مغز پاک — جو ہے پوسیدہ وہ ہو جائیگا خاک

۱؎ سروں سے مراد ہے

آنچہ با معنی ست خود پیدا شود ۔۔۔ و انچہ بے معنی ست خود رسوا شود

جس میں معنی ہیں وہ خود ہوگا عیاں ۔۔۔ اور بے معنی کو ہیں رسوائیاں

رو بمعنی کوش اے صورت پرست ۔۔۔ زانکہ معنی بر تن صورت پر ست

کر تلاشِ معنی اے ظاہر نگر ۔۔۔ کیونکہ معنی جسم کے ہیں شکل پر

ہمنشین اہل معنی باش تا ۔۔۔ ہم عطا یابی و ہم باشی فتا

ہمنشیں ہو اہلِ معنی کا یہاں ۔۔۔ ہوگا ان کے فیض سے مردِ جواں

جان بے معنی دریں تن بے خلاف ۔۔۔ ہست ہمچوں تیغ چوبیں در غلاف

جسم میں یوں جان بے معنی ہے صاف ۔۔۔ کاٹھ کی تلوار پر جیسے غلاف

تا غلاف اندر بود با قیمت ست ۔۔۔ چوں بروں شد سوختن را آلت ست

ہے غلاف اس پر تو وہ ہے قیمتی ۔۔۔ باہر آ جائے تو ایندھن ہے وہی

تیغ چوبیں را مبر در کار زار ۔۔۔ بنگر اوّل تا نگردد کار زار

کاٹھ کی تلوار اور پھر کارزار ۔۔۔ دیکھ لے ناکامیٔ انجام کار

گر بود چوبیں برو دیگر طلب ۔۔۔ ور بود الماس پیش آ با طرب

ہو جو لکڑی کی تو اس کو پھینک دے ۔۔۔ اور جو ہو الماس کی آ شوق سے

تیغ در زراد خانہ اولیاست ۔۔۔ دیدن ایشاں شمارا کیمیاست

تیغ کا گھر ہے مکانِ اولیا ۔۔۔ دیکھنا ان کا ہے گویا کیمیا

جملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں ۔۔۔ ہست دانا رحمۃ للعالمینؐ

قول یہ داناؤں کا ہے بالیقیں ۔۔۔ سب سے ہے برتر حبیب مرسلینؐ

گر انارے میخری خنداں بخر ۔۔۔ تا دہد خندہ ز دانہ او خبر

لے شگفتہ سا جو لینا ہے انار ۔۔۔ تا کہ ہو دانوں کی حالت آشکار

اے مبارک خندہ اش کو از دہاں ۔۔۔ می نماید دل چو دُر از دُرجِ جاں

ہے ہنسی اس کی جو منہ سے برملا ۔۔۔ درجِ جاں سے دل کا موتی دے دکھا

نا مبارک خندہ آں لالہ بود — کز دہان او سواد دل نمود

خندۂ لالہ نہ تھا راحت نشاں — دل کی تاریکی تھی صورت سے عیاں

یک زمانے صحبتے با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیا کے پاس دم بھر بیٹھنا — بے ریا صد سالہ طاعت سے سوا

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی — چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

چاہے تو پتھر ہوئے مردم شناس — موتی بن جائے گا صاحب دل کے پاس

مہر پاکاں درمیان جان نشاں — دل مدہ الا بمہر دل خوشاں

جان کو پاکوں پہ صدقے کیجئے — دل فقط زندہ دلوں کو دیجئے

کوئے نومیدی مرو امیدہاست — سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

ہو نہ مایوس، آس کے دھج ہیں بہت — جا نہ تاریکی میں سورج ہیں بہت

دل ترا در کوئے اہل دل کشید — تن ترا در حبس آب و گل کشید

کوئے اہل دل میں دل لایا تجھے — حبس آب و گل میں کھینچا جسم نے

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدمے — رو بجو اقبال را از مقبلے

اہل دل سے کہ دل کو دے غذا — اور کسی مقبل سے ڈھونڈ اقبال جا

دست زن در ذیل صاحب دولتے — تا ز افضالش بیابی رفعتے

صاحب دولت کا دامن تھام لے — تا کہ پائے رفعت اس کے لطف سے

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

صحبت اچھی نیک کر دے گی تجھے — صحبت بد سے برائی ہی ملے

انجیل میں رسول مقبولؐ کی تعریف

بود در انجیل نام مصطفیٰ — آں سر پیغمبراں بحر صفا

درج تھا انجیل میں نام نبیؐ — سرور پیغمبران و سروری

بود ذکرِ حلیہ ہا و شکلِ او — بود ذکرِ غزو و صوم و اکلِ او

ان کے حلیے اور صورت کا تھا ذکر — روزہ و جنگ و فضیلت کا تھا ذکر

طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب — چوں رسیدندے بداں نام و خطاب

بعض نصرانی، جو تھے اہلِ نظر! — جب پہنچ جاتے تھے ان کے نام پر

بوسہ دادندے بداں نامِ شریف — رو نہادندے براں وصفِ لطیف

نام کو دیتے تھے بوسہ، چوم کر — وصف سنتے مست ہوتے جھوم کر

اندریں فتنہ کہ گفتیم آں گروہ — ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ

اس لڑائی میں تھا جس کا ذکر ابھی — فتنے سے بے خوف تھے یہ آدمی

ایمن از شرِ امیران و وزیر — در پناہ نامِ احمدؐ مستجیر

سب کے شر سے تھے یہ محفوظ نگاہ — لے چکے تھے نامِ احمدؐ کی پناہ

نسلِ ایشاں نیز ہم بسیار شد — نورِ احمدؐ داشتندے مستہاں

نسل بھی ان کی بہت بڑھتی گئی — نور نے احمدؐ کے نصرت ان کو دی

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں — نامِ احمدؐ داشتندے مستہاں

دوسرے تھے جو نصارٰی بے دلیل — نامِ احمدؐ کو سمجھتے تھے ذلیل

مستہان و خوار گشتند از فتن — از وزیرِ شوم رائے شوم فن

وہ ذلیل و خوار فتنوں سے ہوئے — سب وزیرِ سوم کے محکوم تھے

مستہان و خوار گشتند آں فریق — گشتہ محروم از خود و شرطِ طریق

تھا ذلیل و خوار بے حد وہ فریق — کھو دیا خود کو بھی اور شرطِ طریق

ہم مخبّط دینِ شاں و حکمِ شاں — از پئے طومار ہائے کژ بیاں

خبط ان کا دین بھی تھا حکم بھی — کیونکہ بے معنی تھے طومار آپ ہی

۱ یعنی دینی نصارٰی کی خانہ جنگیاں جو وزیر کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھیں۔

۲ مکتوب جو وزیر نے لکھ کر دیے تھے۔

نامِ احمدؐ چوں چنیں یاری کند — تاکہ نورش چوں مددگاری کند

نامِ احمدؐ میں یہ ہے یاری تو یار — نور اُس کا ہوگا کتنا سازگار

نامِ احمدؐ چوں حصارے شد حصین — تا چہ باشد ذاتِ آں روح الامین

نامِ احمدؐ جب ہے اک پختہ حصار — ذات کو ہوگا نہ جانے کیا وقار

دوسرا دشمن عیسائیت یہودی بادشاہ

بعد ازیں خوں ریز درماں ناپذیر — کاندر افتاد از بلائے آں وزیر

بعد اس ہنگامے کے اے مرد پیر — جو ہوا برپا بسبب مرگ وزیر

یک شہ دیگر ز نسلِ آں جہود — در ہلاکِ قومِ عیسیٰؑ رو نمود

اور اک ظالم یہودی بادشاہ — کرنے اٹھا قوم عیسیٰؑ کو تباہ

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج — سورہ بر خواں والسماء ذات البروج[۱]

ہو تجھے معلوم سب حالِ خروج — پڑھ یہ سورۃ والسماء ذات البروج

سنتِ بد کز شہِ اول بزاد — ایں شہِ دیگر قدم بر وے نہاد

پہلے نے پیدا کیا جو راستہ! — دوسرا بھی اُس کے قدموں پہ چلا

ہر کہ او بنہاد ناخوش سنتے — سوئے او نفریں رود ہر ساعتے

جس نے اک سنت بری ایجاد کی — نفرتیں اس پر رہیں گی ہر گھڑی

نیکواں رفتند و سنتہا بماند — وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند

نیکوں کی باقی ہیں اب تک سنتیں — اور بروں کے ظلم پر ہیں لعنتیں

۱ یعنی اصحاب اخدود کا حال جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بروج میں فرمایا ہے۔ اخدود زمین کے شگافوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ قوم اور اس کا بادشاہ زمین اور پہاڑوں کو پھاڑ کر آگ جلاتے تھے۔ اور مخلوقِ الٰہی کو آتش پرستی کی دعوت دیتے تھے اس لئے اخدود کہلاتے تھے۔

تاقیامت ہر کہ جنس آں بداں ۔ در وجود آید بود رویش بداں

تا ابد جو کوئی ان کی جنس سے ۔ ہوگا پیدا اس طرف مائل رہے

رگ رگست ایں آب شیریں آب شور ۔ در خلائق می رود تا نفخ صور

چشمۂ شیریں و آب پر نمک ۔ جاری دنیا میں رہے گا حشر تک

نیکواں را ہست میراث از خوش آب ۔ آنچہ میراث ست اَوْرَثْنَا الْکِتَاب[1]

نیکوں کی میراث باقی ہے خوش آب ۔ یعنی وہ میراث اورثنا الکتاب

شد نثارِ طالباں را بنگری ۔ شعلہ ہا از گوہر پیغمبری

طالبوں پہ ہیں خدا سب دیکھ لیں ۔ گوہر پیغمبری کی تابشیں!

شعلہ ہا با گوہراں گرداں بود ۔ شعلہ آں جانب رود ہم کاں بود

موتیوں کی سمت شعلے ہیں رواں ۔ شعلہ بھی جائے تو بن جاتا ہے کان

نورِ روزن گردِ خانہ می دود ۔ زانکہ خور برجے بہ برجے می رود

گرد گھر کے پھرتا ہے روزن کا نور ۔ کیونکہ سورج کا ہے برجوں میں ظہور

ہر کرا با اخترے پیوستگی ست ۔ مر ورا با اختر خود ہم تگی ست

جس کو جس تارے سے ہے وابستگی ۔ کھاتا ہے چکر وہ اس کے ساتھ ہی

طالعش گر زہرہ باشد در طرب ۔ میل کلی دارد و عشق و طلب

جس کے طالع میں ہے زہرہ شادکام ۔ وہ رہا عشق و طلب میں تیز گام

ور بود مریخی و خونریز خو ۔ جنگ و بہتان و خصومت جوید او

جس کے طالع میں ہو مریخ اے اخی ۔ ڈھونڈے گا وہ جنگ بہتاں دشمنی

اخترانند از ورائے اختراں ۔ کاحتراق و نحس نبود اندراں

ماسوا ان کے ہیں تارے اور بھی ۔ نحس نہیں ہے جن میں سوز و نحس کی

[1] قولہ تعالیٰ ۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا یعنی ہم نے قرآن کریم کا وارث اُن لوگوں کو کیا ہے ۔ جو برگزیدہ ہیں ۔

سائراں در آسمانہائے دگر — غیر ایں ہفت آسمانِ مشتہر
آسماں ہیں اور ان کی سیر کو — کچھ الگ ان آسمانوں سے سنو

راسخاں در تابِ انوارِ خدا — نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
تابِ انوارِ خدا سے اولیاء — ہیں نہ پیوستہ نہ ایک اک سے جدا

ہر کہ باشد طالع او زاں نجوم — نفسِ او کفار سوزد در رجوم
جس کا طالع ان ستاروں سے ہے — نفس اس کا کافروں کو پھونک دے

خشمِ مریخے نباشد خشمِ او — منقلب رو غالب و مغلوب خو
وہ نہیں مریخ جیسے غصہ جو — منقلب ہیں۔ غالب اور مغلوب جو

نورِ غالب ایمن از کسف و غسق — در میانِ اصبعین نورِ حق
نور کو ان کے گہن سے ہے امان — نورِ حق کی انگلیوں کے درمیان

حق فشاند آں نور را بر جانہا — مقبلاں برداشتہ دامانہا
نور جانوں کو دیا اللہ نے — تھے جو مقبل، سینے دامن بھر لئے

واں نثارِ نور ہر کو یافتہ — روئے از غیرِ خدا بر تافتہ
جس کو وہ نورِ صفا آگیں ملا — اس کا منہ غیرِ خدا سے پھر گیا

ہر کرا دامانِ عشقے نابدہ — زاں نثارِ نور بے بہرہ شدہ
جس کو حاصل عشق کا دامن نہ تھا — نور سے محروم اسے رہنا پڑا

جزو ہا را روئہا سوئے کل ست — بلبلاں را عشق با روئے گل ست
جزو کو گویا تعلق کل سے ہے — بلبلوں کو عشق روئے گل سے ہے

گاؤ را رنگ از بروں و مرد را — از دروں جو رنگِ سرخ و زرد را
دیکھ لے باہر سے رنگ گاؤ خر — رنگ انسان دیکھ اندر سے مگر

رنگہائے نیک از خمِ صفاست — رنگِ زشتاں از سیاہ آبہ جفاست
صاف نیکوں کا نشیلا رنگ ہے — اور کیچڑ سے بدوں کا رنگ ہے

صبغة اللہ نام آں رنگِ لطیف
لعنة اللہ بوئے ایں رنگِ کثیف

نام ہے اُس رنگ کا رنگِ خدا
اور اس پہ لعنتِ حق ہو سدا

آنچہ از دریا بدریا می رود
از ہمانجا کامد آنجا می رود

پانی دریاؤں کا بے شک یا یقین
آتا ہے جس جا سے جاتا ہے وہیں

آگ کے پہلو میں بت

از سرِ کہ سیلہائے تیز رو
وز تنِ ما جانِ عشق آمیز رو

چوٹیوں سے مثل سیل تیز چل
جسم سے اے جان عشق آمیز چل

آں جہود سگ ببیں چہ رائے کرد
پہلوئے آتش بتے برپائے کرد

دیکھ تو کیا اُس یہودی نے کیا
آگ کے پہلو میں اک بت رکھ دیا

کانکہ ایں بت را سجود آرد برست
ورنیارد در دلِ آتش نشست

سجدہ جو بت کو کرے وہ ہو رہا
جو کریں انکار اُسے دیں گے جلا

چوں سزائے آں بتِ نفس او نداد
از بتِ نفسش بتے دیگر بزاد

نفس کے بت کو نہ دی اس نے سزا
نفس کے بت نے تراشا دوسرا

مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست
زانکہ آں بت مار وایں بت اژدہاست

نفس ہے ماں ان بتوں کی برملا
کیونکہ وہ بت سانپ ہیں یہ اژدہا

آہن و سنگست نفس و بت شرار
آں شرار از آب می گیرد قرار

لوہا پتھر نفس ہے اور بت شرار
ان شراروں کو ہے پانی سے قرار

سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود
آدمی با ایں دو کے ایمن شود

سنگ و آہن کو سکوں پانی سے کیا
آدمی بے خوف ان سے کب ہوا

سنگ و آہن در درون دارند نار
آب را بر نارِ شاں نبود گذار

آگ سے پر سنگ و آہن کا جگر
پانی کیونکر گذرے ان کی آگ پر

زآب جو نارِ بروں کشتہ شود
آب جو سے آگ باہر کی بجھے

در درونِ سنگ و آہن کے رود
ہے اور پتھر کے دل میں کیا کہے

آہن و سنگست اصلِ نار و دود
سنگ و آہن اصل میں ہیں دود و نار

فعلِ ہر دو کفرِ ترسا و جہود
ان پہ ہے کافر یہودی کا مدار

بت سیاہ آبست در کوزہ نہاں
کالا پانی بت ہے کوزے میں نہاں

نفس مر آب سیہ را چشمہ داں
نفس کو آبِ سیہ کا چشمہ جان

آں بتِ منحوت چوں سیل سیاہ
بت وہ جوں سیلِ سیہ ہے بہلا

نفس بت گر چشمۂ بر شاہراہ
نفس بت گر چشمہ ہے شاہراہ کا

بت درون کوزہ چوں آب کدر
بت ہے گدلا پانی کوزے میں اگر

نفس شومت چشمۂ آں اے مصر
نفس شوم اک چشمہ ہے کچھ غور کر

صد سبو را بشکند یکپارہ سنگ
ٹکڑا اک پتھر کا توڑے سو سبو

و آب چشمہ می رہاند بے درنگ
پانی چشمے سے بہا دے چار سو

آب خم و کوزہ گر فانی شود
کوزے سے تو گر بھی سکتا ہے کہیں

آب چشمہ تازہ و باقی بود
چشمے کا پانی فنا ہوتا نہیں

بت شکستن سہل باشد نیک سہل
ہے اگرچہ توڑ دینا بت کو سہل

سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
نفس کو آسان سمجھ لینا ہے جہل

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر
دیکھنی ہو نفس کی صورت اگر

قصۂ دوزخ بخواں با ہفت در
ہفت دوزخ کا تو پڑھ حال اے پسر

ہر نفس مکرے و در ہر مکر ازاں
ہر نفس ہے مکر اور ہر مکر میں

غرق صد فرعون با فرعونیاں
غرق ہیں فرعون و فرعونی۔ سینکڑوں

ے مٹکا۔

در خدائے موسیٰؑ و موسیٰؑ گریز
آب ایماں را ز فرعونی مریز

ربِ موسےٰؑ میں تو ہو جا جذب ہاں
کر نہ فرعونی سے ایماں ریز یاں

دست را اندر احد و احمد بزن
اے برادر وارہ از بوجہل تن

تو احد احمدؐ کا دامن تھام لے
بھائیؑ! جسم اپنا بچا بوجہل سے

آگ میں بچے کا بولنا

یک زنے با طفل آورد آں جہود
پیش آں بت و آتش اندر شعلہ بود

لایا اک طفل اور عورت وہ یہود
سامنے بت کے بیٹے عز و سجود

گفت اے زن پیش ایں بت سجدہ کن
ورنہ در آتش بسوزی بے سخن

بولا! اے عورت اسے تو سجدہ کر
آگ میں جھونکوں گا ورنہ بے خطر

بود آں زن پاک دین و مومنہ
سجدہ آں بت نکرد آں موقنہ

تھی وہ عورت پاک دیں و باصفا
سجدہ اس بت کو نہیں ہرگز کیا

طفل ازو بستد در آتش در فگند
زن بترسید و دل از ایماں بکند

لے کے بچہ اس سے ڈالا آگ میں
ڈر گئی - ایمان میں آئی لغزشیں

خواست تا او سجدہ آرد پیش بت
بانگ زد آں طفل کانی لم امت

چاہتی تھی سجدہ اس بت کو کرے
بولا بچہ "میں تو ہوں زندہ" ارے

اندر آ مادر کہ من ایں جا خوشم
گرچہ در صورت میان آتشم

اندر آ، ماں کہ میں خوش ہوں یہاں
گو بظاہر آگ کے ہوں درمیاں

چشم بند ست آتش از بہر حجیب
رحمت ست ایں سر بر آوردہ ز جیب

ہے نظر بند آگ پردے کے لئے
سر ہے رحمت نے نکالا جیب سے

اندر آ مادر ببیں برہان حق
تا ببینی عشرت خاصان حق

اندر آ کر دیکھ، ماں! شانِ حق
دیکھ یہ ہے عشرتِ خاصانِ حق

اندر آ و آب بیں آتش مثال
اندر آ آتش کو پانی دیکھ ہاں

از جہانے کآتش ست آبش مثال
اس جہاں سے آگ پانی ہے جہاں

اندر آ اسرارِ ابراہیمؑ بیں
آ کے دیکھ اسرار ابراہیمؑ کے

کو درآتش یافت ورد و یاسمیں
آگ میں جن کو گل و نسریں ملے

مرگ می دیدم گہ زادن ز تو
موت تھا پیدا وہاں ہونا مرا

سخت خوفم بود افتادن ز تو
تجھ سے چھن جانا بہت اچھا ہوا

چوں بزادم رستم از زندان تنگ
جب میں آیا چھوڑ کر زندان تنگ

در جہانے خوش ہوائے خوب رنگ
پایا اس دنیا کو میں نے خوب رنگ

ایں جہاں چوں رحم دیدم کنوں
اب وہ دنیا جوں رحم دیکھی ہے تنگ

چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں
آگ میں ہے اک سکون آب و رنگ

اندریں آتش بدیدم عالمے
آگ میں دیکھا ہے وہ عالم کہ بس

ذرہ ذرہ اندرو عیسیٰ دمے
ذرہ ذرہ جس میں ہے عیسیٰؑ نفس

یک جہان نیست شکل ہست ذات
یہ جہاں یوں ہے فنا معناً بقا

واں جہاں ہست شکل بے ثبات
وہ جہاں یوں ہے بقا معناً فنا

اندر آ مادر بحق مادری
اندر آ اماں، بحق[1] مادری

بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
دیکھ اس آذر میں نہیں کچھ آذری

اندر آ مادر کہ اقبال آمدہ است
اندر آ اماں یہاں اقبال ہے

اندر آ مادر مدہ دولت ز دست
اندر آ اماں جو حرص مال ہے

قدرت آں سنگ بدیدی اندر آ
دیکھی اس پتھر کی قوت اندر آ

تا ببینی قدرتِ فضل خدا
تا کہ دیکھے قدرتِ فضل خدا

[1] تجھے میری ماں ہونے کا واسطہ۔

من ز رحمت می کشایم پائے تو	کز طرب خود نیستم پروائے تو
میں ترس کھا کر بلاتا ہوں تجھے	ورنہ خوش ہوں کیا تری پروا مجھے
اندر آ و دیگراں را ہم بخواں	کاندر آتش شاہ بنہاد ست خواں
تو بھی آ اوروں کو بھی اندر بلا	آگ میں اک خوانِ شاہی ہے بچھا
اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار	اندریں آتش کہ دارد صد بہار
اندر آؤ دوڑ کر پروانہ وار	آگ میں پیدا ہے لطفِ صد بہار
اندر آئید اے مسلماناں ہمہ	غیر عذبِ دین عذاب ست از ہمہ
اندر آؤ اے مسلمانو ! چلو	اس سزا کی کیا ہے صورت دیکھ لو
اندر آئید و ببینید ایں چنیں	سرد گشتہ آتشِ گرم ہمیں
اندر آ اور دیکھو کس قدر	سرد ہے یہ آگ جو تھی تیز تر
اندر آئید اے ہمہ مست و خراب	اندر آئید اے ہمہ عین عتاب
اندر آئیں جتنے ہیں مست و خراب	اندر آئیں جو ہیں سر تا سر عذاب
اندر آئید اندریں بحرِ عمیق	تا کہ گردد روح صافی و رقیق
اندر آؤ یہ ہے اک بحرِ عمیق	روح تا ہو جائے تازہ اور رقیق
مادرش انداخت خود را اندرو	دست او بگرفت طفلِ مہر خو
ماں بھی آخر آگ ہی میں جا پڑی	بچے نے انگلی پکڑ لی ہاتھ کی
اندر آمد مادرِ آں طفلِ خرد	اندر آتش گوئے دولت را ببرد
آگ میں اس چھوٹے سے بچے کی ماں	جا ہی پہنچی بے خطر اور بے گماں
مادرش ہم زاں نسق گفتن گرفت	دُرِّ وصفِ لطفِ حق سفتن گرفت
وہ بھی باتیں ویسی ہی کرنے لگی	موتیوں سے اپنا منہ بھرنے لگی
بانگ می زد در میانِ آں گروہ	پُر ہمی شد جانِ خلقاں از شکوہ
اس جماعت کو وہ دیتی تھی صدا	اس کی ہیبت کا تھا سب پر دبدبا

نعرہ می زد خلق را کاے مرداں — اندر آتش بنگرید ایں بوستاں

نعرہ زن تھی یوں کہ لوگو ہو کہاں — آگ میں دیکھو کھلا ہے بوستاں

لوگوں کا آگ میں کود پڑنا

خلق خود را بعد ازاں بے خویشتن — می فگندند اندر آتش مرد و زن

ہو گئے سب محو سن کر یہ سخن — آگ میں گرنے لگے سب مرد و زن

بے موکل بے کشش از عشق دوست — زانکہ شیریں کردن ہر تلخ از وست

تھی کشش عشق خدا کی بے ہراس — بس وہی تلخی کو دیتا ہے مٹھاس

تا چناں شد کاں عواناں خلق را — منع می کردند کاتش در میا

یہ ہوا آخر۔ ملازم شاہ کے — منع سب کو آگ سے کرنے لگے

آں یہودی شد سیہ روے و خجل — شد پشیماں زیں سبب بیمار دل

وہ یہودی ہو گیا بالکل خجل — ہو گیا آخر پشیماں اس کا دل

کاندر آتش خلق عاشق تر شدند — در فنائے جسم صادق تر شدند

اور بھی لوگ آگ میں گرنے لگے — جسم کو آزاد کرنے کے لئے

مکر شیطاں ہم در و پیچید شکر — دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر

شکر ہے شیطاں ہوا خود ہی تباہ — شکر ہے خود دیو نکلا رو سیاہ

آنچہ می مالید بر روئے کساں — جمع شد در چہرۂ آں ناکساں

جو سیاہی دوسروں پہ تھی ملی — خود اسی نادم کے منہ پہ چھا گئی

ایک دشمن رسول ؐ کا منہ ٹیڑھا ہو جانا

آنکہ می درید جامہ خلق چیست — شد دریدہ آن او وزیشاں درست

کپڑے جو مخلوق کے تھا پھاڑتا — اس کا جامہ خود ہی آخر پھٹ گیا

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند
اس کا منہ قدرت نے ٹیڑھا کر دیا

نام احمدؐ را دہانش کژ بماند
نام احمدؐ سے مسخر جس کو تھا

باز آمد کاے محمدؐ عفو کن
کی گذارش اے محمدؐ عفو کر

اے ترا الطافِ علمِ من لدن[1]
تو کہ ہے علم لدنی سے بہرہ ور

من ترا افسوس می کردم ز جہل
جہل سے تھا تجھ سے نفرت کر رہا

من بدم افسوس را منسوب و اہل
قابل نفریں میں لیکن آپ تھا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
جب کی کرتا ہے خدا پردہ دری

میلش اندر طعنۂ پاکاں برد
دیتا ہے الزام نیکوں کو وہی

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
وہ جو چاہے پردہ پوشی عیب کی

کم زند در عیب معیوباں نفس
عیب جوئی سے ہو بالکل خامشی

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند
جب ہماری ہو مدد منظور اسے

میل ما را جانب زاری کند
جانب زاری ہمیں مائل کرے

اے خنک چشمے کہ او گریانِ اوست
واہ وہ آنکھیں جو ہیں گریانِ دوست

وے ہمایوں دل کہ او بریانِ اوست
ہے مبارک دل جو ہے بریانِ دوست

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست
بعد ہر رونے کے آخر خندہ ہے

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست
مرد آخر بیں مبارک بندہ ہے

ہر کجا آب رواں سبزہ بود
ہے جہاں آب رواں سبزہ بھی ہے

ہر کجا اشکِ رواں رحمت شود
ہیں جو آنسو، رحمتِ مولا بھی ہے

باش چوں دولاب نالاں چشم تر
مثل ہر نالے کے رونا چاہئے!

تا ز صحنِ جانت بر روید خضر
تا کہ صحنِ جاں سے اک سبزہ اُگے

[1] وہ علم جو خدا کی طرف سے بے پڑھے عطا ہو۔

مرحمت فرمود سید عفو کرد
چوں ز جرأت توبہ کرد آں بد سگال

عفو کرنے پر ہوئے راضی نبی ﷺ
اپنی جرأت پر جب اس نے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار
رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

رحم چاہے۔ بے کسوں پر رحم کر
رحم چاہے۔ بے لبسوں پر رحم کر

بادشاہ کا آگ پر عتاب اور اُسکا جواب

رُو بآتش کرد شہ اے تند خو
آں جہاں سوز طبیعی خوت کو

پھر کے شہ نے آگ سے یوں بات کی
کیا ہوئی اب وہ جہاں سوزی تری

چوں نمی سوزی چہ شد خاصیتت
یا ز بخت ما دگر شد نیتت

تھی جلا دینے کی خاصیت تری
کیا ہوئی تبدیل وہ نیت تری

می نہ بخشائی تو بر آتش پرست
آنکہ نپرستد ترا چوں او برست

ہو گی جب آتش پرستوں پر عطا
کیوں بچا جو یہ پوجنے والا نہ تھا

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی!
چوں نسوزی چیست قادر نیستی

زینہار اے آگ تو صابر نہیں
جب جلانے پر بھی تو قادر نہیں

چشم بند ست اے عجب یا ہوش بند
چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند

ہوش بندی ہے نظر بندی ہے یا
جب جلا سکتا نہیں شعلہ بڑا

جادوئے کردت کسے یا سیمیاست
یا خلاف طبع تو از بخت ماست

ہے طلسم اے آگ یا ہے سحر صاف
بد نصیبی سے ہوا یہ اختلاف

گفت آتش من ہمانم آتشم
اندر آ تا تو ببینی تابشم

آگ بولی میں تو بالکل آگ ہوں
اندر آ کر دیکھ لے تاب در دل

طبع من دیگر نگشت و عنصرم
تیغ حقم ہم بدستوری برم

ہیں طبیعت اور عنصر سب وہی
تیغ حق ہوں حکم پر ہوں کاٹتی

بر درِ خرگہ سگانِ ترکماں
چاپلوسی کردہ پیشِ میہماں

ترکماں کے کتے اپنے ڈیرے پہ
کرتے ہیں ہر میہماں سے درگذر

در بخرگہ بگذرد بیگانہ رو
حملہ بیند از سگاں شیرانہ او

جب کوئی بیگانہ کرتا ہے گذر
حملہ کرتا ہے وہ مثلِ شیرِ نر

من ز سگ کم نیستم در بندگی
کم ز ترکے نیست حق در زندگی

بندگی میں ہیں بھی سگ سے کم نہیں
ترک سے تو کم نہیں حق بالیقیں

آتشِ طبعت اگر غمگیں کند
سوزش از امرِ ملیکِ دیں کند

آتشِ غم سے تو جلتا ہے اگر
یہ ہے سوزِ امرِ شاہِ دادگر

آتشِ طبعت اگر شادی دہد
اندرو شادی ملیکِ دیں نہد

آگ میں دل کی اگر ہو تازگی
بس اسی کی ہوگی وہ رکھی ہوئی

چونکہ غم بینی تو استغفار کن
غم بامرِ خالق آمد کار کن

جب کوئی غم ہو تو استغفار کر
غم خدا کے حکم سے ہے بے خبر

چوں بخواہد عین غم شادی شود
عین بندِ پائے آزادی کند

جب وہ چاہے عین غم میں ہو خوشی
اور پابندی میں ہو آزادی

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند
با من و تو مردہ با حق زندہ اند

باد و خاک اور آب و آتش بندہ ہیں
مردہ آتے ہیں نظر پہ زندہ ہیں

پیشِ حق آتش ہمیشہ در قیام
ہمچو عاشق روز و شب پیچاں مدام

آگ کو ہے پیشِ حق ہر دم قیام
صورتِ عاشق پہ ہے بے جاں مدام

سنگ بر آہن زنی آتش جہد
ہم بامرِ حق قدم بیروں نہد

لوہے پہ پتھر پڑے نکلے شرار
ظاہر و باہر بامرِ کردگار

آہن و سنگِ ستم بر ہم مزن
کایں دو می زایند ہمچو مرد و زن

لو گرد لوہے کی پتھر پر نہ دے
یہ ہیں مثلِ مرد و زن پیدا ہوئے

سنگ و آہن خود سبب آید ولیک
تو بہ بالا تر نگر اے مرد نیک

سنگ و آہن ہیں سبب دونوں مگر
رہ تو اے مرد نکو عالی نظر

کایں سبب را آں سبب آورد پیش
بے سبب کے شد سبب ہرگز ز خویش

اس سبب کی اس سبب نے کی طلب
بے سبب کے کس طرح ہو خود سبب

ایں سبب را آں سبب عامل کند
باز گاہے بے بر و عاطل کند

اس سبب میں اُس سبب کا ہے اثر
وہ کبھی کرتا ہے باطل بے خطر

واں سببہا کانبیا را رہبر است
آں سببہا زیں سببہا برتر است

وہ سبب ہے رہنمائے انبیاء
اس سبب سے وہ سبب برتر ہوا

ایں سبب را محرم آمد عقل ما
واں سببہا راست محرم انبیا

اس سبب کو عقل ہے پہچانتی
اس کی ہے حرفت انبیاء کو آگہی

ایں سبب چہ بود بتازی گو رسن
اندریں چہ ایں رسن آمد بفن

ہے سبب کا نام عربی میں رسن
اس کنوئیں میں آئی ہے کرنے کو فن

گردش چرخ ایں رسن را علت است
چرخ گرداں را ندیدن زلت است

اس کی علت گردش چرخ اے پسر
ہے خطا گر ہو نہ گرداں پہ نظر

ایں رسنہائے سببہا در جہاں
ہاں و ہاں زیں چرخ سرگرداں داں

رسیاں ہیں سب یہ اسباب جہاں
جان انہیں ہرگز نہ فعل آسماں

تا نمانی صفر و سرگرداں چو چرخ
تا نسوزی تو ز بے مغزی چو مرخ

تاکہ مثل چرخ سرگرداں نہ ہو
اور بے مغزی سے سوزاں تو نہ ہو

باد و آتش می شوند از امر حق
ہر دو سرمست آمدند از خمر حق

باد و آتش تابع حکم خدا
مست ہیں صہبائے حق سے برملا

آب حلم و آتش خشم اے پسر
ہم ز حق بینی چو بکشائی نظر

آب حلم اور آتش خشم اے پسر
حق سے دیکھے تو جو ہو صاحب نظر

گر نبودے واقف از حق جانِ باد ۔۔۔ فرق چوں کردے میانِ قومِ عاد

امرِ حق سے گر نہ واقف تھی ہوا ۔۔۔ فرق قومِ عاد میں کیونکر رکھا

قومِ ہودؑ کی ہلاکت

ہودؑ گردِ مومناں خطے کشید ۔۔۔ نرم می شد باد کاں جا می رسید

ہودؑ نے کھینچا تھا اک خط علم کا ۔۔۔ نرم ہوتی تھی پہنچ کر واں ہوا

ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را ۔۔۔ پارہ پارہ می شکست اندر ہوا

باہر اُس خط سے جو جاتا تھا کوئی ۔۔۔ منتشر ہوتا ہوا سے مدعی

ہمچنیں شیبانِ راعیؒ می کشید ۔۔۔ گرد بر گردِ رمہ خطے پدید

اس طرح شیبانؒ راعی ہم صفیر ۔۔۔ کھینچتے تھے گرد گلے کے لکیر

چوں بجمعہ می شد او وقتِ نماز ۔۔۔ تا نیارد گرگ آں جا ترکتاز

جب وہ جاتے تھے نمازِ جمعہ کو ۔۔۔ بھیڑیوں کا تا کوئی حملہ نہ ہو

ہیچ گرگے در نرفتے اندر آں ۔۔۔ گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں

بھیڑیا کوئی نہ آتا تھا وہاں ۔۔۔ کوئی بکری بھی نہ جاتی واں کہاں

بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند ۔۔۔ دائرۂ مردِ خدا را بود بند

بھیڑ او بکری کی یوں حرص و ہوا ۔۔۔ دائرے میں بند تھی مردِ خدا

ہمچنیں بادِ اجل با عارفاں ۔۔۔ نرم و خوش ہمچوں نسیمِ بوستاں

عارفوں کو ایسے ہی بادِ قضا ۔۔۔ ہوتی ہے مثلِ نسیمِ جاں فزا

آتشِ ابراہیمؑ را دنداں نزد ۔۔۔ چوں گزیدۂ حق بود چونش گزد

آگ میں بے خوف ابراہیمؑ تھے ۔۔۔ برگزیدۂ حق کا کس صورت جلے

آتشِ شہوت نسوزد اہلِ دیں ۔۔۔ باغیاں را بردہ تا قعرِ زمیں

آتشِ شہوت سے اہلِ دیں بچے ۔۔۔ اور باغی خاک کی تہ میں گئے

سلہ ایک شیخ عارف کا نام ہے ✦

موج دریا چوں بامر حق بتاخت
اہل موسیٰ را ز قبطی وا شناخت

موج دریا جب بحکم حق بڑھی
قبطی و موسیٰ کو تھی پہچانتی

خاکِ قاروں را چو فرماں در رسید
با زر و تختش بقعر خود کشید

خاکِ قاروں کو اجازت جب ملی
اس کی دولت اپنے اندر کھینچ لی

آب و گل چوں از دم عیسیٰ چرید
بال و پر بکشاد و مرغے شد پرید

آب و گل پر دم جو عیسیٰ نے کیا
بال و پر سے مرغ بن کر اُڑ گیا

از دہانت چوں برآید حمد حق
مرغ جنت سازدش رب الفلق

تیرے منہ سے حمد حق جب ہو ادا
طائرِ جنت اُسے کر دے خدا

ہست تسبیحت بجائے آب و گل
مرغ جنت شد ز نفخ صدق دل

تھی تری تسبیح مثل آب و گل
طائرِ جنت بنی با صدق دل

کوہ طور از نور موسیٰ شد برقص
صوفیِ کامل شد و رست از نقص

نورِ حق سے طور کو آیا جو رقص
ہو گیا صوفی ۔ مٹے سب اُس کے نقص

چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز
جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز!

کیا عجب گر طور صوفی ہو گیا
جسمِ موسیٰ بھی تو مٹی ہی کا تھا

بادشاہ کا ظلم اور اس کی تباہی

ایں عجائب دید آں شاہ جہود
جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود

وہ یہودی بادشاہ حیرت میں تھا
کرتا جز طنز و جز انکار اور کیا

ناصحاں گفتند از حد مگذراں
مرکب استیزہ را چندیں مراں

بولے ناصح تو نہ یوں حد سے گذر
حجت و تکرار اس درجہ نہ کر

۱ قوم فرعون +

بگذر از کشتن مکن ایں فعلِ بد — بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود
اے بلاکت سے یہ شیوہ ہے بُرا — اپنی ہستی کو نہ آتش میں جلا

ناصحاں را دست بست و بند کرد — ظلم را پیوند در پیوند کرد!
ناصحوں کو قید اس نے کر دیا — ظلم پر اک اور ظلم اس نے کیا

بانگ آمد کار چوں ایں جا رسید — پائے دار اے سگ کہ قہرِ ما رسید
آئی یہ نوبت تو پہنچی اک ندا — دیکھ اے کتے کہ قہر آیا مرا

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت — حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت
پھیل کر چالیس گز شعلے بڑھے — وہ یہودی گھر کے سب جلنے لگے

اصلِ ایشاں بود ز آتش ابتدا — سوئے اصلِ خویش رفتند انتہا
ابتدا سے اصل ان کی آگ تھی — اصل کی جانب وہ لوٹے سب شقی

ہم ز آتش زادہ بودند آں فریق — جزو ہا را سوئے کل باشد طریق
وہ گروہ ناری آتش زادہ تھا — جزو کا کل کی طرف ہے راستا

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں — حرف می راندند از نار و دخاں
آگ سے وہ لوگ تھے پیدا ہوئے — باتیں کرتے تھے دھوئیں اور آگ سے

آتشی بودند مومن سوز و بس — سوختہ خود با آتشِ ایشاں چو خس
چونکہ مسلم سوز ناری تھے وہ لیں — آگ میں اپنی جلے مانندِ خس!

آنکہ او بودست اُمّہ ھاویہ[1] — ہاویہ آمد مر او را زاویہ
منطبق ہو جس پہ "اُمّہ ھاویہ" — ہاویہ میں ہوگا اس کا زاویہ

[1] قولہ تعالیٰ، وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا ھِیَہْ نَارٌ حَامِیَۃٌ (سورۃ قارعہ) یعنی جس کی ترازو کے اعمال سبک ہوگی پس اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تو کیا جانتا ہے۔ کہ ہاویہ کیا ہے۔ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے (دوزخ کے سب سے نچلے طبقے کا نام ہے۔)

مادر فرزند جویان وے ست ‏ ‏ ‏ اصلها مر فرعها را در پے ست

ڈھونڈتی ہے بیٹے کو ماں بے گماں ‏ ‏ ‏ ہیں جڑیں شاخوں کے در پے اے جواں

آب اندر حوض گر زندانی ست ‏ ‏ ‏ باد نشفش می کند کو کافی ست

حوض میں پانی جو ہو جاتا ہے بند ‏ ‏ ‏ کھینچ لیتی ہے ہوا اے ہوشمند

می رہاند می برد تا معدنش ‏ ‏ ‏ اندک اندک تا نہ بینی بردنش

سوئے معدن لے کے جاتی ہے اسے ‏ ‏ ‏ تھوڑا تھوڑا، تا نہ کوئی دیکھ لے

ویں نفس جانہاے ما را ہمچناں ‏ ‏ ‏ اندک اندک دزدد از حبس جہاں

بس اسی صورت سے ہم کو نفس بھی ‏ ‏ ‏ کھینچتا ہے اس جہاں سے آپ ہی

تا الیہ یصعد اطیاب الکلم ‏ ‏ ‏ صاعداً منا الی حیث علم

پاک کلمے اس کی جانب ہوں بلند ‏ ‏ ‏ جتنا چاہے کرلے خالق ارجمند

ترتقی انفاسنا بالاتقاء ‏ ‏ ‏ متحفاً منا الی دار البقاء

سانس چڑھتے ہیں پرونِ اتقا ‏ ‏ ‏ تحفے جاتے ہیں سوئے دارِ بقا

ثم یأتینا مکافات المقال ‏ ‏ ‏ ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال

پاتے ہیں پھر ہم مکافاتِ کلام ‏ ‏ ‏ دُگنی لگنی رحمتِ ربّ الکرام

ثم یلجینا الی امثالها ‏ ‏ ‏ کی ینال العبد ممّا نالها

ہوتے ہیں مجبور پھر اس کام پہ ‏ ‏ ‏ پہنچے تا بندہ کو حق مفتخر

هکذا تعرج و تنزل دائماً ‏ ‏ ‏ ذا فلا زالت علیه قائماً

چڑھتے ہیں اور لوٹتے ہیں وہ سدا ‏ ‏ ‏ اس پہ مستحکم ہیں وہ صبح و مسا

لے سورۂ فاطر میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:- وَاِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ۔ یعنی پاک کلمے اس کی طرف صعود کرتے ہیں ۔ اور عمل نیک کو وہ (خدا) بلند کر دیتا ہے ۔

لے بدلے ۔

پارسی گوییم یعنی ایں کشش — زاں طرف آمد کہ آمد ایں چشش

پارسی کہتے ہوئے عربی ہوئی — بس اُسی نے بخشش دی یہ چاشنی

چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است — کاں طرف یک روز ذوقے راندہ است

اُس طرف دوڑے گی چشم اشتیاق — جس طرف جس قوم کا ہوگا مذاق

ذوق جنس از جنس خود باشد یقیں — ذوق جزو از کل خود باشد ببیں

جنس کو ہے ذوق اپنی جنس سے — جزو کو ہے شوق کل کا دیکھ لے

تا مگر آں قابل جنسے بود — چوں بدو پیوست جنس او شود

جنس قابل ہو اگر اور ذوق نیک — مل ملا کر جنس میں ہوتا ہے ایک

ہمچو آب و ناں کہ جنس ما نبود — گشت جنس ما و اندر ما فزود

آب و ناں اک غیر جنسی چیز تھی — ہو گئی ہم جنس اور ہم میں بڑھی

نقش جنسیت ندارد آب و ناں — ز اعتبار آخر آں را جنس داں

آب و ناں میں نقش جنسیت نہیں — آخری صورت سے ہے یہ بالیقیں

ور ز غیر جنس باشد ذوق ما — آں مگر مانند باشد جنس ما

ذوق غیر جنس سے بھی ہو اگر — جنس ہو جاتی ہے وہ تو غور کر

آنکہ مانند ست باشد عاریت — عاریت باقی نماند عاقبت

عاریت ہے جنس کا یہ قاعدا — عاریت ہو جاتی ہے آخر فنا

مرغ را گر ذوق آید از صفیر — چونکہ جنس خود نیابد شد نفیر

مرغ سنتا ہے صفیر نغمہ ریز — چونکہ ہے ناجنس، کرتا ہے گریز

[1] یعنی میں تو فارسی میں مثنوی کے اشعار کہتا ہوں۔ یہ عربی کی چاشنی (وہ عربی اشعار جن کا ترجمہ اوپر کیا گیا ہے) اُسی طرف سے آئی تھی۔ جس نے ہم میں فارسی کہنے کی کشش پیدا کر دی ہے ✦

[2] مانگی ہوئی چیز ✦

تشنہ را گر ذوق آید از سراب ۔ چوں رسد در وے گریزد جوید آب

پیاسے کو دیتا ہے گو دعوت سراب[۱] ۔ بھاگتا ہے پھر وہاں سے سوئے آب

مفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب ۔ لیک آں رسوا شود در دارِ ضرب

کھوٹے سکے سے بھی گو خوش ہے غریب ۔ ہو گی پر ٹکسال میں خواری نصیب

تا زراندودیت از رہ نفگند ۔ تا خیالِ کژ ترا در چہ نفگند

یہ ملمع سازی چھپنے کی نہیں ۔ ڈال دے گی چاہ میں تجھ کو کہیں

شکاری جانور اور شیر

از کلیلہ باز خواں ایں قصہ را ۔ واں دراں قصہ طلب کن حصہ را

پھر کلیلہ دمنہ کی پڑھ داستاں ۔ لے بقدرِ ذوق حصہ بے گماں

طائفہ نخچیر در وادی خوش ۔ بودشاں با شیر دائم کشمکش

خوش تھے اس جنگل میں سارے جانور ۔ شیر کی دہشت تھی لیکن بے خطر

بسکہ آں شیر از کمیں در می ربود ۔ آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود

گھات میں رہتا تھا شیر نابکار ۔ وہ چرا گہ ہو گئی تھی ناگوار

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر ۔ کز وظیفہ ما ترا داریم سیر

حیلہ کر کے شیر کے سب آئے پاس ۔ اور کہا دیں گے وظیفہ بے قیاس

جز وظیفہ در پئے صیدے میا ۔ تلخ بر ما تا نگردد ایں گیا

بے وظیفہ تو نہ کر ہم کو شکار
تا نہ ہم پر تلخ ہو یہ مرغزار

---

[۱] وہ ریتیلی زمین جو دور سے دریا معلوم ہو۔ مگر حقیقتاً وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔

شیر کا جواب

گفت آرے گر وفا بینم نہ مکر
مکرہا بس دیدہ ام از زید و بکر

شیر بولا۔ ہاں جو مکاری نہ ہو
سینکڑوں دیکھے ہیں میں نے مکر تو

من ہلاکِ قول و فعلِ مردمم
من گزیدہ زخمِ مار و کژدمم

قول و فعلِ آدمی سے ہوں ہلاک
سانپ بچھو سے مجھے رہتا ہے باک

نفسِ ہر دم اندرونم در کمیں
از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں

میرے جی پہ میرے دل کی گھات سے
مکر و کیں میں آدمی سے ہیں بڑے

گوشِ من لا یلدغ المؤمن[۱] شنید
قولِ پیغمبر بجان و دل گزید

میں نے ہے لا یلدغ المؤمن سنا
قولِ پیغمبر پہ ہوں دل سے فدا

نخچیروں کا توکل کو کسب پر ترجیح دینا

جملہ گفتند اے حکیمِ باخبر
الحذر[۲] دع لیس یغنی عن قدر

سب یہ بولے اے حکیم باخبر
کیا حذر قسمت پہ ہوگا کارگر

در حذر شوریدنِ شور و شر است
رو توکل کن توکل بہتر است

ہے حذر میں شور و شر کی زندگی
تو توکل کر کہ بہتر ہے یہی

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز
تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز

موت سے پنجہ کشی اچھی نہیں
موت بھی تجھ سے نہ لڑ بیٹھے کہیں

[۱] حدیث شریف میں ہے۔ "لا یلدغ المؤمن من جحرٍ مرتین" یعنی مومن ایک سوراخ سے دو بارہ ڈنک نہیں کھاتا۔ (مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ایک مرتبہ کسی کے فریب میں آ جاتا ہے۔ تو پھر دو بارہ نہیں آ سکتا۔)

[۲] پرہیز۔ یہاں توکل سے پرہیز کرنا مقصود ہے

مُردہ باید بود پیشِ حکمِ حق — تا نیاید زحمت از ربّ الفلق

حکمِ حق کے سامنے مرجایئے — رحمتوں کے دام میں کیوں آیئے

شیر کا کسب کو توکّل پر ترجیح دینا

گفت آرے گر توکّل رہبرست — ایں سبب ہم سنّتِ پیغمبرست

شیر بولا ہے توکّل راہبر — جہد بھی سنّت نبیؐ کی ہے مگر

گفت پیغمبر[1] باوازِ بلند — با توکّل زانوئے اشتر بہ بند

برملا ہے یہ پیمبرؐ نے کہا — کر توکّل باندھ زانو اونٹ کا

رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو — از توکّل در سبب کاہل مشو!

جب کہ کاسب[2] دوست میں اللہ کے — کاہلی سے کیوں سبب کو چھوڑیئے

رو توکّل کن تو با کسب اے عمو — جہد می کن کسب می کن مو بمو

کسب کرکے پھر توکّل چاہیئے — دونوں، کسب وجہد ہیں تیرے لئے

جہد کن جدے نما تا وارہی — ور تو از جہدش بمانی ابلہی

جہد کر اور کسب کر۔ تا ہو نجات — ترکِ کوشش بے وقوفی کی ہے بات

نخچیروں کا پھر توکّل کو کسب پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعفِ خلق — لقمۂ تزویر داں بر قدرِ حلق

بولے وہ ہے کسب اک بودی سی بات — یہ نوالہ ہے فریبی واہیات

[1] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ اپنے اونٹ سے اُترے۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اونٹ کو باندھ دوں۔ یا اللہ کے توکّل پر چھوڑ دوں۔ کہ وہ خود حفاظت کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اعقلھا وتوکل علی اللہ یا معاذؓ یعنی اے معاذ اپنے اونٹ کو باندھ دے اور اللہ پر توکّل کر تاکہ وہ بلا ہر نہ بھاگ سکے اسکے بعد خدا اُسکا محافظ ہے۔ [2] حلال کمائی کرنے والا

پس بدانکہ کسبہا از ضعف خاست ۔ در توکل تکیہ بر غیرے خطاست

ضعف سے ہے کسب کا جذبہ بڑھا ۔ غیر پہ کرنا بھروسا ہے خطا

نیست کسبے از توکل خوب تر ۔ چیست از تسلیم خود محبوب تر

ہاں توکل کسب سے ہے خوب تر ۔ کچھ نہیں تسلیم سے محبوب تر

بس گریزند از بلا سوئے بلا ! ۔ بس جہند از مار سوئے اژدہا

کیوں بلا سے بھاگئے سوئے بلا ۔ سانپ سے چھوٹے تو جھپٹا اژدہا

حیلہ کرد انسان و حیلہ اش دام بود ۔ آنکہ جاں پنداشت خون آشام بود

حیلہ انسان کے لئے اک دام تھا ۔ جس کو جاں سمجھا وہ خون آشام تھا

در ببست و دشمن اندر خانہ بود ۔ حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

بند تھا در گھر میں دشمن تھا چھپا ۔ مکر فرعونی یہی افسانہ تھا

صد ہزاراں طفل کشت آں کینہ کش ۔ وانکہ او می جست اندر خانہ اش

لاکھوں ہی بچے کئے گو پاش پاش ۔ اور وہ تھا گھر میں جس کی تھی تلاش

دیدۂ ما چوں بسے علت در وست ۔ رو فنا کن دید خود در دید دوست

ہے ہماری دید علت آشنا ۔ اپنی آنکھیں دید حق میں کر فنا

دید ما را دید او نعم العوض ۔ ہست اندر دید او کلی غرض

دید حق ہے دید کا نعم البدل ۔ ہے اسی کی دید مقصود عمل

طفل تا گیرا و تا پویا نبود ۔ مرکبش جز گردن بابا نبود

طفل چل سکتا نہ تھا جب آپ ہی ۔ اُس کا مرکب[1] باپ کی گردن رہی

چوں فضولی کرد دستے پا نمود ۔ در عنا افتادہ در کور و کبود

جب نکالے دست و پا اور بڑھ چلا ۔ رنج و غم میں ہو گیا وہ مبتلا

[1] سواری۔

جانہائے خلق پیش از دست و پا — می پرید از وفا سوئے صفا
جب نہ جانوں کو ملے تھے دست و پا — کیا وفا سے اڑتی تھیں سوئے صفا

چوں بامرِ اھبطوا بندی شدند[1] — حبسِ خشم و حرص و خورسندی شدند
جب ہوئے قیدی بحکمِ اہبطوا — ہو گئے پابند حرص و آرزو

ما عیالِ حضرتیم و شیر خواہ — گفت الخلقُ عیالٌ للالٰہ[2]
ہم عیالِ اس کے ہیں بچے شیر خوار — خلق کنبہ ہے خدا کا دوستدار

آنکہ او از آسمان باراں دہد — ہم تواند کو ز رحمت ناں دہد
ابر سے پانی جو برساتا ہے وہ — دے گا روٹی بھی کرم والا ہے وہ

شیر کا پھر کسب کو توکل پر ترجیح دینا

گفت شیر آرے ولے ربُّ العباد — نردبانے پیشِ پائے ما نہاد
شیر بولا ہاں تو ہے سب کا خدا — اس نے اک رکھدی ہے سیڑھی پیش پا

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام — ہست جبری بودن اینجا طمعِ خام
سیڑھی سیڑھی چل کے چڑھئے بام پر — ہونا جبری خام طبعی ہے مگر

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ — دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
پاؤں ہیں تو خود کو کیوں کرتا ہے لنگ — ہاتھ ہیں تو چھپ کے کیوں کرتا ہے جنگ

خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد — بے زباں معلوم شد او را مراد
جب کرے نوکر کو آقا بیلچہ — بے کہے مقصد عیاں ہے برملا

---

[1] قولہ تعالےٰ۔ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۔ یعنی ہم نے کہا: زمین پر نکل جاؤ اس حالت میں کہ تم میں سے بعض کے بعض دشمن ہوں۔ [2] حدیث شریف میں وارد ہے: الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ۔ یعنی خلقت خدا کا عیال ہے اور خدا سب سے زیادہ محبوب اسے سمجھتا ہے جو اس کے عیال کے ساتھ نیکی کرے۔

دست ہمچوں بیل اشارتہائے اوست ‌‌ آخر اندیشی عبارتہائے اوست

ہاتھ اشارے اس کے ہیں جوں بیلچا ‌‌ آخر اندیشی ہے اصل مدعا

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی ‌‌ در وفائے آں اشارت جاں دہی

جب اشاروں پر تو اس کے ہیاں دے ‌‌ پھر عمل کرنے پہ ان کے جان دے

پس اشارتہاش اسرارت دہد ‌‌ بار بر دارد ز تو کارت دہد

ہر اشارہ بھید تجھ پہ کھول دے ‌‌ بار اٹھائے تیرا مقصد دے کرے

حاملی محمول گرداند ترا ‌‌ قابلی مقبول گرداند ترا

تو جو حامل ہے کرے محمول وہ ‌‌ تو جو قابل ہے کرے مقبول وہ

قابل امرویٔ قابل شوی ‌‌ وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی

کر قبول امر اس کا تا قابل ہو تو ‌‌ وصل اس کا کر طلب واصل ہو تو

سعی شکر نعمت قدرت بود ‌‌ جبر تو انکار آں نعمت بود

سعی، شکر قدرتِ معبود ہے ‌‌ جبر۔ کفر نعمت موجود ہے

شکر نعمت نعمتت افزوں کند ‌‌ کفر نعمت از کفت بیروں کند

شکر نعمت سے بڑھیں گی نعمتیں ‌‌ کفر نعمت سے گھٹیں گی نعمتیں

جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ ‌‌ تا نہ بینی اندر و در گہ مخسپ

جبر سو جانا ہے تو رہ میں نہ سو ‌‌ جا نہیں سکتا جو در گہ میں نہ سو

ہاں مخسپ اے جبریٔ بے اعتبار ‌‌ جز بزیر آں درخت میوہ دار

ہاں نہ سوئے جبر ہی بے اعتبار ‌‌ ہو نہ جب تک وہ درخت میوہ دار

تاکہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد ‌‌ بر سر خفتہ بریزد نقل و زاد

تا ہوا ہر لحظہ شاخوں کو ہلائے ‌‌ اور سوتے کو ثمر شیریں کھلائے

سلہ سوار ٹہاق +

جبر خفتن درمیانِ رہزناں — مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں

جبر ہے سونا ٹھگوں کے درمیاں — مرغ بے ہنگام کب پائے اماں

ور اشارتہاش را بینی زنی — مرد پنداری وچوں بینی زنی

ناک ملے گا جوان حکموں کو تو — مرد سے عورت بنے گا مو بمو

آں قدر عقلے کہ داری گم شود — سر کہ عقل از وے بپرد دُم شود

عقل ہوگی جتنی - ہو جائے گی گم — عقل جب سر سے اڑے - رہ جائے دم

زانکہ بے شکری بود شوم وشنار — می برد بے شکر را در قعرِ نار

کیونکہ بے شکری ہے بالکل عیب و ننگ — ڈالتی ہے آگ میں بے درنگ

گر توکل می کنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

ہے توکل خو، تو پہلے کام کر — بعد اس کے تکیہ کر اللہ پر

نخچیروں کا پھر توکل کو کسب پر ترجیح دینا

جملہ با وے بانگہا بر داشتند — کاں حریصاں کایں سببہا کاشتند

بولے ہو کر ہم نوا نخچیر سب — یہ حریصوں نے کئے پیدا سبب

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن — پس چرا محروم ماندند از زمن

ایسے ہیں لاکھوں ہزاروں مرد و زن — کس لئے ہیں پھر وہ محروم زمن

صد ہزاراں قرن ز آغازِ جہاں — ہمچو اژدرہا کشادہ صد دہاں

ہیں یہ انسان ابتدائے خلق سے — مثل اژدر سو زباں کھولے ہوئے

مکرہا کردند آں دانا گروہ — کہ ز بن بر کندہ شد زاں مکر کوہ

ایسے ایسے مکر اور حیلے کئے — کوہ تک اپنی جگہ سے ہل گئے

کردہ مکر و حیلہ آں قومِ خبیث — در زما باور نداری ایں حدیث

مکر و حیلہ اس جماعت نے کیا — گر نہیں تجھ کو یقیں - تو سن ذرا

کرد وصفِ مکرِ شاں ذوالجلال ۔۔۔ لتزول منہ اقلال الجبال[1]

مکر کا ان کے ہے شاہد ذوالجلال ۔۔۔ مکر دیتا ہے ہلا دشت وجبال

جز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل ۔۔۔ روئے ننمود از شگال واز عمل

تھی وہی قسمت جو تھی روزِ ازل ۔۔۔ ہو گیا مشکل پھر ان کا ہر عمل

جملہ افتادند از تدبیر کار ۔۔۔ ماندہ کار و حکمہائے کردگار

سب کی تدبیریں نکمّی ہو گئیں ۔۔۔ مرضیاں اللہ کی باقی رہیں

کسب جز نامے مداں اے نامدار ۔۔۔ جہد جز وہمے مپندار اے عیار

کسب ہے اک نام ہی اے نامدار ۔۔۔ جہد ہے اک وہم ہی وارفتہ کار

حضرت عزرائیلؑ حضرت سلیمانؑ اور ایک سادہ دل مرد

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید ۔۔۔ در سرا عدل سلیمانی دوید

صبح کو اک سادہ دل دوڑا ہوا ۔۔۔ خانۂ عدل سلیمانؑ میں گیا

رویش از غم زرد و لب ہر دو کبود ۔۔۔ پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود

ہونٹ نیلے، غم سے چہرہ زرد تھا ۔۔۔ "کیا ہے اے خواجہ" سلیمانؑ نے کہا

گفت عزرائیلؑ در من ایں چنیں ۔۔۔ یک نظر انداخت پُر از خشم و کیں

بولا، حضرت! مجھ کو عزرائیلؑ نے ۔۔۔ آج دیکھا تھا نگاہِ قہر سے

گفت ہیں اکنوں چہ می خواہی بخواہ ۔۔۔ گفت فرما باد را اے جہاں پناہ

پوچھا اب کیا چاہتا ہے تو بتا ۔۔۔ بولا، فرما دیجئے۔ مجھ کو ہوا

[1] قولہ تعالیٰ عز وجل: وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ (سورۃ ابراہیم) یعنی لوگوں نے کمال حیلہ گری کے ساتھ حیلہ کیا۔ اور ان کے حیلے کا بدلہ خدا کے پاس ہے۔ اس حال میں کہ ان کا مکر پہاڑوں کی جڑیں ہلا دیتا تھا ۔

تا مرا زیں جا بہندستاں برد | بو کہ بندہ کاں طرف شد جاں برد
جلد تر پہنچا دے ہندستان میں | جان شاید آئے میری جان میں!

تک ز درویشی گریزانند خلق | لقمۂ حرص و امل زانند خلق
فقر سے جب خلق بھاگے اس طرح | پھر نہ لقمہ حرص کا ہو کس طرح

ترسِ درویشی مثالِ آں ہراس | حرص و کوشش را تو ہندستاں شناس
خوفِ درویشی ہے مانندِ ہراس | حرص کو ہندوستان کرلے قیاس

باد را فرمود تا او را شتاب | برد سوئے خاکِ ہندستاں بر آب
باد کو فرمان ملا، تو زود تر | لائی وہ اس کو زمینِ ہند پر

روزِ دیگر وقتِ دیوان و لقا | شہ سلیمانؑ گفت عزرائیلؑ را
دوسرے دن جب وہ ملنے کو گئے | یوں سلیمانؑ نے عزرائیلؑ سے

کایں مسلماں را بخشم از چہ سبب | بنگریدی بازگو اے پیکِ رب
تو نے اس مومن پہ کیوں چشمِ غضب | ڈال دی تھی کل بتا اے پیکِ رب

اے عجب ایں کردہ باشی بہر آں | تا شود آوارہ او از خانماں
اس لئے شاید یہ کی تھیں سختیاں | تا وہ ہو آوارہ و بے خانماں

گفتش اے شاہِ جہانِ بے زوال | فہم کژ کرد و نمود او را خیال
بولے عزرائیلؑ، اے جانِ کمال | یہ کیا بالکل غلط اس نے خیال

کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں | جان او را تو بہندستاں ستاں
حکم حق تھا آج اس عنوان میں | لے اس کی جان ہندستان میں

دیدمش ایں جا و بس حیراں شدم | در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
اس کو اس جا دیکھ کر حیران تھا میں | فکر سے واللہ سرگرداں تھا میں

لہ قاصد۔

از عجب گفتم گر او را صد پرست ‏ زو بہندستاں شدن در واندست
سوچتا تھا سو بھی ہوں اُسکے جو پَرَ ‏ ہے پہنچنا ہند میں دشوار تر

چوں بامرِ حق بہندستاں شدم ‏ دیدمش آنجا و جانش بستدم
حکم تھا سے جب میں ہندوستاں گیا ‏ اُس کو دیکھا۔ اور کام[1] اپنا کیا

تو ہمہ کارِ جہاں را ہمچنیں ‏ کن قیاس و چشم بکشا و بہ بیں
تو یونہی سارے جہاں کا کاروبار ‏ کر قیاس اور کھول آنکھیں ہوشیار

از کہ بگریزیم از خود ایں محال ‏ از کہ برتابیم از حق ایں وبال
بھاگیں اپنے نفس سے یہ ہے محال ‏ حق سے منہ پھیریں۔ تو یہ ہے اکے بال

شیر کا پھر کسب کو توکّل پر ترجیح دینا

شیر گفت آرے ولیکن ہم ببیں ‏ جہدہائے انبیا و مرسلیں
شیر بولا، سچ ہے۔ لیکن غور کر ‏ انبیاؑ کے کسب و سعی و جہد پر

سعیٔ ابرار و جہادِ مومناں ‏ تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں
مومنوں کی سعی۔ نیکوں کا جہاد ‏ ابتدا سے آج تک سب کو ہے یاد

حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد ‏ آنچہ دیدند از جفا و گرم سرد
ہو گیا اللہ ان پہ مہرباں ‏ ظلم انہوں نے جھیلے ہیں، اور سختیاں

حیلہ ہاشاں جملہ حال آمد لطیف ‏ کل شیئٍ من ظریفٍ ھو ظریف
ان کے جتنے فعل تھے سب تھے لطیف ‏ اچھے لوگوں کی ہر اک شے ہے ظریف[2]

دامہاشاں مرغِ گردونی گرفت ‏ نقصہاشاں جملہ افزونی گرفت
مرغ گردوں دام میں ان کے پھنسا ‏ نقص بھی ان کا کمال نفس تھا

[1] یعنی جان لے لی ؏
[2] قابل تعریف۔ نیک اچھی ؏

جہد می کن تا توانی اے کیا — در طریق انبیاؑ و اولیاؑ
ہو سکے جب تک کئے جا کوششیں — یہ طریق انبیاء ہے دہر میں

با قضا پنجہ زدن نبود جہاد — زانکہ ایں راہم قضا بر ما نہاد
موت سے لڑنا نہیں کوئی جہاد — وہ بھی ہے حکمِ خدا اے خوش نہاد

کافرم گر من زیاں کردست کس — در رہِ ایمان و طاعت یک نفس
میں ہوں کافر گر کہوں تھے نارسا — راہِ ایمان و وفا میں انبیاء

سر شکستہ نیست ایں سر را مبند — یک دو روزے جہد کن باقی بخند
باندھتا کیوں ہے نہیں ٹوٹا جو سر — جہد کر دو روز پھر آرام کر

بد محالے جست کو دنیا بجست — نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
وہ بُرا ہے جس نے دنیا کی تلاش — نیک وہ ہے جس نے عقبیٰ کی تلاش

مکرہا در کسبِ دنیا بارد ست — مکرہا در ترکِ دنیا وارد ست
کسبِ دنیا کے تو بے جا مکر ہیں — ترکِ دنیا کے سبب

مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد — آنکہ حفرہ بست آں مکریست سرد
مکر یہ ہے قید خانہ توڑ دے — مکر ناقص ہے بڑھائے گر اُسے

ایں جہاں زندان و ما زندانیاں — حفرہ کن زندان و خود را وارہاں
ہم ہیں قیدی، قید خانہ ہے جہاں — قید خانہ توڑ، ہو آزاد یہاں

چیست دنیا از خدا غافل بدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
کیا ہے دنیا، حق سے غفلت کا چلن — مال و اسباب اور نہیں فرزند و زن

مال را کز بہرِ دیں باشی حمول — نعم مالٌ صالحٌ گفت آں رسولؐ
مال وہ ہو دینِ حق جس سے حصول — مالِ صالح اچھا ہے یہی نزدِ رسول

حدیث شریف ہے کہ: نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔ یعنی نیک مرد کے لئے پاک مال نہایت اچھی چیز ہے ۔

آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست — آب در بیرون کشتی پشتی ست

کشتی میں پانی ہو۔ تو کردے تباہ — ہو جو باہر۔ تو ہے کشتی کی پناہ

چونکہ مال و ملک را از دل براند — زاں سلیمانؑ خویش جز مسکیں نخواند

تھی سلیمانؑ کو نہ حرص مال۔ تو — کہتے تھے مسکین اپنے آپ کو

کوزۂ سر بستہ اندر آب رفت — از دلِ پُر باد فوق آب رفت

غرق کوزے کو کیا منہ باندھ کر — دل جو خالی تھا تو اُبھرا آب پر

باد درویشی چو در باطن بود — بر سرِ آبِ جہاں ساکن بود

جس کے دل میں تھی فقیری کی ہوا — آبِ دنیا پہ وہی قائم رہا

آب نتواند مر اورا غوطہ داد — کش دل از نفخہ الٰہی گشت شاد

پانی اس کو غوطہ دے سکتا نہیں — عشق رب ہے جسکے دل میں بالیقیں

گرچہ ایں جملہ جہاں ملک وَیست — ملک در چشمِ دلِ او لاشے ست

ملک اس کی گو ہے یہ سارا جہاں — ہیچ ہے سب اس کی نظروں میں یہاں

پس دہانِ دل بہ بند و مُہر کن — پُر کنش از بادِ کبر من لدن[1]

بند کرلے دل کا منہ اور مُہر کر — پھر ہوائے معرفت سے اسکو بھر

جہد حق ست و دوا حق ست و درد — منکر اندر نفی جہدش جہد کرد

کسب بھی حق ہے دوا بھی درد بھی — سعی منکر نے خلاف جہد کی

کسب کن سعیے نما و جہد کن — تا بدانی سرِّ علم من لدن

کسب کر انداز سعی وجہد سے — تا کہ علم معرفت کو جان لے

گرچہ جملہ ایں جہاں بر جہد شد — جہد کے در کام جاہل شہد شد

جہد سے معمور ہے سارا جہاں — شہد لیکن حلق جاہل میں کہاں

[1] علم معرفت ۔

زیں نمط بسیار برہاں گفت شیر — کز جواب آں جبریاں گشتند سیر
شیر نے ایسی دلیلیں خوب دیں — جبری اسکو سن کر جنہیں تھے تر ملیں

توکل پر کسب کی ترجیح کا فیصلہ

روبہ و خرگوش و آہو و شغال — جبر را بگذاشتند و قیل و قال
لومڑی، خرگوش، ہرنی، اور شغال — چھوڑ بیٹھے جبر کی سب قیل و قال

عہدہا کردند با شیر ژیاں — کاندریں بیعت نیفتد در زیاں
عہد سب نے شیر سے آخر کیا — اب نہ اس بیعت میں نقصان آئیگا

قسم ہر روزش بیاید بے ضرر — حاجتش نبود تقاضائے دگر
روز دے دیں کے وظیفہ بالیقیں — کچھ تقاضے کی اُسے حاجت نہیں

عہد چوں بستند و رفتند آں رماں — سوئے مرعی ایمن از شیر ژیاں
عہد کرکے اور بے خوف و گماں — سب چراگاہوں میں پہنچے شادماں

جمع بنشستند یکجا آں وحوش — اوفتادہ درمیانِ جملہ جوش
جمع ہوکر اک جگہ بیٹھے کہیں — جوش میں تھے سب کے سب وہ بالیقیں

ہر کسے تدبیر و رائے می زدے — ہر کسے در خویش ہر یک می شدے
ہر کوئی اک رائے دیتا تھا نئی ! — فکر تھی سب کو پرائے خون کی

عاقبت شد اتفاق جملہ شاں — تا بیاید قرعہ اندر میاں
متفق اس پہ ہوگئے وہ بے زباں — قرعہ ڈالا جائے سب کے درمیاں

قرعہ بر ہر کو زند او طعمہ است — پے سخن شیر ژیاں را لقمہ است
قرعہ آجائے گا جس کے نام پہ — شیر کا ہوگا وہ لقمہ بے خطر

ہم بریں کردند آں جملہ قرار — قرعہ آمد ہر یکے را اختیار
ہوگیا آپس میں یہ قول و قرار — قرعہ پر آخر ہوا سب کا مدار

قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز — سوئے آں شیر او دویدے ہمچو یوز
قرعہ میں جس کا نکلتا روز نام! — شیر کی جانب وہ جاتا تیز گام

خرگوش کا نخچیروں کو جواب دینا

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور — بانگ زد خرگوش کاخر چند جور
آیا جب خرگوش کے جانے کا دور — بول اٹھا وہ۔ آہ اب کب تک یہ جور
قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما — جاں فدا کردیم در عہد و وفا
قوم بولی اتنے دن تک برملا — ہم نے ہے پورا کیا عہد و وفا
تو مجو بدنامیٔ ما اے عنود — تا نرنجد شیر رو تو زود زود
اے برادر! ہم کو یوں رسوا نہ کر — شیر رنجیدہ نہ ہو۔ جا جلد تر

نخچیروں کا انکار اور خرگوش کا جواب

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید — تا بمکرم از بلا ایمن شوید
بولا، اے احباب مہلت دو مجھے — تا خلاصی پاؤ میرے مکر سے
تا اماں یابد بمکرم جان تاں — ماند ایں میراث فرزندان تاں
مکر سے میرے بچیگی سب کی جاں — ہو یہ جنگل بچوں کی میراث ہاں
ہر پیمبر امتاں را در جہاں — ہمچنیں تا مخلصی می خواندشاں
ہر پیمبر اپنی امت کے لئے — چاہتا تھا مخلصی دل کھول کے
کز فلک راہ برو نشو دیدہ بود — در نظر چوں مردمک نخچیہ بود
تھے فلک سے دیکھ آئے تھے راہ نجات — تھے نہاں پتلی کی صورت خوش صفات
مردمش چوں مردمک دیدند خرد — در بزرگی مردمک کس رہ نبرد
گرچہ لوگوں نے انہیں چھوٹا کہا — کوئی پتلی سے نہیں لیکن بڑا!

نخچیروں کا اعتراض اور خرگوش کا جواب

قوم گفتندش کہ اے خرگوش وار ‌ ‌ ‌ خویش را اندازۂ خرگوشی دار

سن ۔ ذرا سُن قوم نے اس سے کہا ‌ ‌ ‌ اپنی خرگوشی سے تو باہر نہ جا

ہیں چہ لافست ایں کہ تو از مہتراں ‌ ‌ ‌ در نیاورد ند اندر خاطر آں

ہائیں ، یہ شیخی ، جو تھے تجھ سے بڑے ‌ ‌ ‌ وہ بھی دل میں زعم یہ لاتے نہ تھے

معجبی یا خود قضاماں در پے ست ‌ ‌ ‌ ورنہ ایں دم لائق چوں تو کے ست

تو ہے مغرور ، آ گئی ہے یا قضا ‌ ‌ ‌ تیرے قابل ورنہ یہ باتیں ہیں کیا

گفت اے یاراں حقم الہام داد ‌ ‌ ‌ مر ضعیفے را قوی رائے فتاد

بولا ، مجھ کو تو ہوا ، الہام آج ! ‌ ‌ ‌ رائے اک کمزور کی ہے نام آج

آنچہ حق آموخت مر زنبور را ‌ ‌ ‌ آں نباشد شیر را و گور را

عقل جو دے دے خدا زنبور کو ‌ ‌ ‌ گورخر اور شیر کو حاصل نہ ہو

خانہا سازد پر از حلوائے تر ‌ ‌ ‌ حق برو آں علم را بکشود در

شہد کے خانے بنائے اِس قدر ‌ ‌ ‌ حق نے اس پہ علم کا کھولا ہے در

آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را ‌ ‌ ‌ ہیچ پیلے داند آں گوں حیلہ را

علم جو ریشم کے کیڑے کو دیا ‌ ‌ ‌ ہاتھیوں کو بھی نہ وہ حاصل ہوا

آدم خاکی ز حق آموخت علم ‌ ‌ ‌ تا بہ ہفتم آسماں افروخت علم

سیکھا جب انسان نے علم خدا ‌ ‌ ‌ چرخ ہفتم تک گئی اس کی ضیا

نام و ناموس ملک را در شکست ‌ ‌ ‌ کوریٔ آں کس کہ با حق در شکست

دی شکست اُس نے فرشتوں کو بجا ‌ ‌ ‌ تھا وہ اندھا حق سے جو لڑتا رہا

زاہد[۱] شش صد ہزاراں سالہ را ‌ ‌ ‌ پوز بندی ساخت آں گوسالہ را

عمر جس زاہد کی تھی چھ لاکھ سال ‌ ‌ ‌ باندھا اس کے منہ کو بچھڑے کی شکال

[۱] شیطان سے مراد ہے ۔

تا نتاند شیرِ علمِ دیں کشید ۔ تا نگردد گرد آں قصرِ مشید
تا نہ شیرِ علم بھی چلائے کہیں ۔ قصرِ محکم کے نہ پاس آئے کہیں

علمہائے اہلِ حس شد پوزبند ۔ تا نگیرد شیر زاں علمِ بلند
اہلِ ظاہر پہ دہانے چڑھ گئے ۔ تا نہ پہنچے شیران کو علم سے

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد ۔ کاں بگردوں ہا و دریا ہا نداد
قطرۂ دل کو وہ اِک موتی ملا ۔ جو نہ گردوں کو نہ دریا کو دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست ۔ جانِ بے معنیت از صورت نرست
آخر اب کب تک یہ اے صورت پرست ۔ جانِ بے معنی رہیگی تیری لیست

گر بصورت آدمی انساں بُدے ۔ احمدؐ و بوجہل خود یکساں بُدے
شکل ہی سے آدمی انساں ہو گر ۔ احمدؐ و بوجہل کیوں ہوتے دگر

احمدؐ و بوجہل در بتخانہ رفت ۔ زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
احمدؐ و بوجہل جائیں بتکدے ۔ فرق ہے حد ان کے جانے میں رہے

ایں در آید سر نہند آں را بتاں ۔ واں در آید سر نہد چوں اُمتاں
وہ جب آئیں اُن کو بت سجدہ کرے ۔ یہ جب آئے بُت کے آگے سر رکھے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست ۔ بنگر از صورت چہ چیز او را کم ست
مثلِ آدم نقش ہے دیوار پر ۔ دیکھ صورت ہے۔ کمی اس میں مگر

جاں کم ست آں صورتِ بیتاب را ۔ رو بجو آں گوہرِ نایاب را
جان کم ہے صورتِ بے تاب کی ۔ کر تلاش اس گوہرِ نایاب کی

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست ۔ چوں سگِ اصحاب[۲] را دادند دست
ہر طرف شیروں کی گردن جھک گئی ۔ جب سگِ اصحابؓ کو عزت ملی

۱ آدم علیہ السلام سے مراد ہے +
۲ یعنی سگِ اصحاب کہف کو +

چہ زیانستش ازاں نقش نفور
اُن کی شکل اچھی نہ تھی۔ تو کیا ہوا
چونکہ جانش غرق شد در بحر نور
جان تو تھی ایک بقعہ نور کا

وصف صورت نیست اندر جامہا
وصف صورت ہے لباس ظاہری
عالم و عادل بود در نامہا
عادل و عالم ہی کی ہے زندگی

عالم و عادل ہمہ معنی ست و بس
عالم و عادل ہیں معنی اور بس
کس نیابی در مکان و پیش و پس
ہے مکاں جس کا۔ نہ کوئی پیش و پس

می زند بر تن ز سوئے لامکاں
لامکاں سے ہے تنوں پہ ضوفشاں
می نگنجد در فلک خورشید جاں
کیا سما تا چرخ میں خورشید جان

ایں سخن پایاں ندارد گوش دار
انتہا اس بات کی آخر کہاں
گوش سوئے قصۂ خرگوش دار
خیر اب خرگوش کی سن داستان

خرگوش کی عقلمندی اور عقلمندی کی منفعت و فضیلت

گوش خر بفروش و دیگر گوش خر
بیچ دے یہ کان، لے لے دوسرے
کایں سخن را در نیابد گوش خر
گوش خر کس طرح یہ باتیں سنے

رو تو روبہ بازی خرگوش بیں
دیکھ حیلہ سازیاں خرگوش کی
مکر و شیر اندازی خرگوش بیں
دیکھ شیر اندازیاں خرگوش کی

خاتم ملک سلیمانؑ ست علم
خاتم ملک سلیمانؑ علم ہے
جملہ عالم صورت و جاں ست علم
سب جہاں صورت ہے اور جاں علم ہے

آدمی را زیں ہنر بیچارہ گشت
اس ہنر سے آدمی کے ہیں غلام
خلق دریاہا و خلق کوہ و دشت
دشت اور کہسار اور دریا تمام

زد پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش
زد شدہ پنہاں بشرت و کہ وحش

مثل چوہے کے ہیں لرزاں اس سے شیر
چھپتے ہیں کوہ و بیاباں میں دلیر

ز پری و دیو ساحلہا گرفت
ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت

سب کنارہ کش ہوئے دیو و پری
اختیار اک اک نے کی پوشیدگی

آدمی را دشمن پنہاں بسے ست
آدمی با حذر عاقل کسے ست

آدمی کے ہیں چھپے دشمن بہت
آدمی کھینچے ہے دامن بہت

خلق خوب و زشت ہست از ما نہاں
می زند بر دل بہر دم کوبشاں

ہم سے پوشیدہ ہے خلق اچھی بری
جسکے ڈر سے دل میں ہیبت ہے بڑی

بہر غسل ار در روی در جوئبار
بر تو آسیبے زند در آب خار

غسل کو جائے کنار جوئبار
اور کوئی آسیب ڈال دے جائے خار

گرچہ پنہاں خار در آب است پست
چونکہ در تو می خلد دانی کہ ہست

گو کہ ہے پانی میں کانٹا تہ نشین
جب چبھا تو آگیا تجھ کو یقیں!

خار خار حسہا و وسوسہ
از ہزاراں کس بود نے یک کسہ

خار حس و وسوسہ کے برملا
سو کی جانب سے ہیں، اک جانب سے کیا

باش تا حسہاے تو مبدل شود
تا ببینی شان و مشکل حل شود

حس بدل جائے تری، تو صبر کر
تاکہ تیری مشکلیں ہو سہل تر

تا سخنہائے کیاں رد کردۂ!
تا کیاں را سرور خود کردۂ

تونے کن کی گفتگو کو رد کیا
کن کو آقا کر لیا۔ کھل جائے گا

نخچیروں کا خرگوش کے راز کا پتہ چلانا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوش چست
در میاں نہ آنچہ در ادراک تست

پھر کہا اے چست خرگوش اب بتا
جو ترے دل میں ہے، کر دے برملا

اے کہ با شیرے تو در پیچیدۂ | باز گو لطفے کہ اندیشیدۂ

شیر سے الجھاؤ پیدا کر لئے | ایسے اندیشے ہیں کیا دل میں ترے

مشورت ادراک و ہشیاری دہد | عقلہا مر عقل را یاری دہد

مشورت سے بڑھتی ہیں ہشیاریاں | عقل کو دیتی ہیں عقلیں یاریاں

گفت پیغمبر بکن اے رائے زن | مشورت کالمستشار مؤتمن[1]

مشورہ کر سن پیمبر کا سخن | مشورت ہے معتبر اور مؤتمن

قول پیغمبر بجاں باید شنود | باز گو تا چیست مقصود تو زود

قول پیغمبر کا تو نے سن لیا | جلد کہہ دے اب ترا مقصد ہے کیا

خرگوش کا نخچیروں سے راز چھپانا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت | جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت

بولا ہے افشائے راز اس وقت شاق | طاق جفت آئے کبھی گہ جفت طاق

از صفا گر دم زنی با آئینہ | تیرہ گردد زود با ما آئینہ

دیکھے گا گر مار کر پھونک آئینہ | دھندلا ہو جائے گا آئینہ ترا

در بیان ایں سہ کم جنباں لبت | از ذہاب و از ذہب و ز مذہبت[2]

تین باتوں کو چھپا ممکن ہو گر | مذہب و راہِ سفر اور مال و زر

کایں سہ را خصم ست بسیار و عدو | در کمینت ایستد چوں داند او

دشمن ان تینوں کے ہیں یاں بیشمار | سازشیں سن کر کریں گے ہوشیار

لہ یعنی جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ وہ امین ہو

ٹہ حدیث شریف ہے "استر ذہبک و ذہابک و مذہبک"
یعنی سونا، راہِ سفر اور مذہب (مقصد) یا دشمنوں سے چھپا رکھ

در بدانی با یکے گو الوداع — کل سر جاوز الاثنین شاع
بات کہہ دی ایک سے اور بس پڑھی — بات ہونٹوں سے کہی کوٹھوں چڑھی

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم — بر زمیں مانند محبوس از الم
تو اگر دو تین پکڑے جانور — اور کرے پابند فرش خاک پر

مشورت دارند سر پوشیدہ خوب — در کنایت با غلط افگن مشوب
مشورہ وہ اپنا رکھتے ہیں نہاں — گر نہ دل کا بھید ناداں پر عیاں

مشورت کردے پیمبر بستہ سر — گفتہ ایشانش جواب و بے خبر
مشورت کرتے تھے چھپ کر مصطفےٰ — ہوتا تھا مخفی جواب اصحاب کا

در مثال بستہ گفتے رائے را — تا نداند خصم سر از پائے را
رکھتے تھے پنہاں مثل میں رائے کو — تا نہ دشمن کو پتہ معلوم ہو

او جواب خویش بگرفتے ازو — وز سوالش می نبردے غیر بو
لیتے تھے اپنا جواب اے خوش خصال — غیر سن سکتا نہ تھا کوئی سوال

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے خرگوش دلاور تا چہ کرد
ختم یہ باتیں نہ ہونگی دوستو — حال خرگوش دلاور کا سنو

خرگوش کا شیر سے مکر کرنا

حاصل آں خرگوش لائے خود نگفت — مکر اندیشید با خود طاق و جفت
الغرض خرگوش نے کھولا نہ راز — اپنے دل میں مکر سوچے حیلہ ساز

با دوش از فیک قید مگشاد راز — ستر خود با جان خود می راند باز
کچھ نہ کچھ دل سے کھولا اپنا راز — اور رہا وہ بھید کہہ دینے سے باز

ساعتے تاخیر کرد اندر شدن — بعد ازاں شد پیش شیر پنجہ زن
چلنے میں پہلے تو کچھ تاخیر کی — اور پھر پہنچا کچھا میں شیر کی

زاں سبب کاندر شدن واماند دیر
خاک را می کند و می غرید شیر

چونکہ آنے میں ہوئی تھی اس کے دیر
خاک اڑا کر کر رہا تھا شور شیر

گفت من گفتم کہ عہد آں خساں
خام باشد خام و زشت و نارساں

کہہ رہا تھا، میں نہ کہتا تھا قرار
ان کمینوں کا نہ ہوگا استوار

دمدمۂ ایشاں مرا از خر فگند
چند بفریبد مرا ایں دہر چند

مکر سے ان کے ہوا میں ناشکیب
یہ جہاں دیگا مجھے کب تک فریب

سخت در ماند امیر سست ریش
چوں نہ پس بیند نہ پیش از احمقیش

عاجز آتا ہے امیر اک روز بس
جو حماقت سے نہ سوچے پیش و پس

راہ ہموار ست و زیرش دامہاست
قحط معنی در میان نامہاست

راہ ہے ہموار اور نیچے ہیں دام
معرفت کا قحط ہے مشہور عام

لفظہا و نامہا چوں دامہاست
لفظ شیریں ریگ آب عمر ماست

جابجا لفظوں کے اور ناموں کے دام
ریگ آب عمر ہیں اے خوش کلام

عمر چوں آبست وقت او را چو جو
خلق باطن ریگ جوئے عمر تو

عمر پانی۔ وقت ندی جان لے
خلق باطن ریت اس کی مان لے

آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو
سخت کمیابست رو آں را بجو

ریت ہے اک جس سے جوشاں آب ہے
ڈھونڈ اُسے تو وہ بہت کمیاب ہے

منبع حکمت شود حکمت طلب
فارغ آید او ز تحصیل و سبب

گھر ہے حکمت کا ہر حکمت طلب
ہوگئے بے پروائے تحصیل و سبب

ہست آں ریگ اے پسر مرد خدا
کو بحق پیوست و از خود شد جدا

اے پسر وہ ریت ہے مرد خدا
خود سے جو ہو کر جدا حق سے ملا

آب عذب دیں ہمی جوشد ازو
طالباں را زو حیات ست و نمو

آب دیں جوشاں ہے اس سے خوش صفات
اس سے طالب کو نمو ہے اور حیات

غیر مردِ حق چو ریگِ خشک داں	کاہد عمرت را خورد او ہر زماں
غیر مردِ حق کو ریگِ خشک جان	عمر وہ تیری گھٹاتا ہے ہر آن
طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم	تا از و گردی تو بینا و علیم
طالبِ حکمت ہو دانا مرد سے	تاکہ تجھ کو علم اور دانش ملے
لوح حافظ لوحِ محفوظے شود	روح او از روح محفوظے شود
لوحِ دل اک تختی محفوظ ہو	جان اس کی روح سے محفوظ ہو
چوں معلم بود عقلش ز ابتدا	بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا
ابتدا میں گو معلم عقل تھی	بعد میں شاگرد اُس کی ہو گئی
عقل چوں جبریلؑ گوید احمدا	گر یکے گامے زنم سوزد مرا
عقلِ کل جبریلؑ بولے یا نبیؐ	میں بڑھوں آگے تو جل جاؤں ابھی
تو مرا بگذار زیں پس پیش راں	حدِ من ایں بود اے سلطانِ جاں
چھوڑیئے مجھ کو تو بڑھئے بعد ازاں	بس یہی حد تھی مری سلطانِ جان
ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر	او ہمیں داند کہ گیرد پائے جبر
کاہلی سے جو رہا بے شکر و صبر	بس یہی سمجھا کہ پکڑے پائے جبر
ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد	تا ہماں رنجوریش در گور کرد
جبر جو کرتا ہے خود رنجور ہے	دفن ہونے کے لئے مجبور ہے
گفت پیغمبرؐ کہ رنجوری بلاغ	رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ
قولِ پیغمبرؐ یہ ہے مکرِ مرض	زندگی کو خوار کرتا ہے غرض

۱ معراج کے واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ سدرۃ المنتہیٰ پہ پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام آگے نہ بڑھ سکے۔

۲ حدیث شریف میں ہے۔ ان تمارضتم تمرضوا۔ یعنی جب تم بہ تکلف اپنے آپ کو بیمار ظاہر کرو گے۔ تو واقعی بیمار ہو جاؤ گے۔

جبر چہ بود بستن اشکستہ را
یا بپیوستن رگ بگسستہ را

جبر کیا ہے باندھنا بلستہ کا
یا کوئی ٹوٹی ہوئی رگ جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود بشکستۂ
بر کہ می خندی چو پا را بستۂ

یا شکستہ ہے جو اس رستے میں تو
باندھ کر ہنستا ہے کس پہ پاؤں کو

وانکہ پایش در روش کوشش شکست
در رسید او را براق و بر نشست

سعی میں ٹوٹا جو لئے اشتیاق
بیٹھے کو مل گیا فوراً براق

حامل دیں بود او محمول شد
قابل فرماں بد او مقبول شد

تھا جو حامل ہو گیا محمول وہ
تھا جو قابل ہو گیا مقبول وہ

تاکنوں فرماں پذیرفتے ز شاہ
بعد ازاں فرماں رساند بر سپاہ

کر لیا جس نے گوارا حکم شاہ
حکم پر اس کے چلیگی [illegible] سپاہ

تاکنوں اختر اثر کردے درو
بعد ازاں باشد امیر اختر او

اب تک اس پہ تھا ستاروں کا اثر
اب وہ ہے تاروں کا حاکم سربسر

گر ترا اشکال آید در نظر
پس تو شک داری دراں شق القمر

یہ اگر محسوس ہو دشوار تر
کیا تو [illegible] شک ہے شق القمر

تازہ کن ایمان نہ از گفت زباں
اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں

تازہ کر ایماں [illegible] باتیں چھوڑ دے
حرص تازہ دل میں ہے شاید ترے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست
کیں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

حرص تازہ ہے تو [illegible] ایماں غلط
یہ ہوا ہے قفل دروازہ فقط

کردۂ تاویل حرف بکر را
خویش را تاویل کن نے ذکر را

کرتا ہے تاویل کیوں قرآن کی
اپنی سی تاویل کر اے [illegible]

مکھی کی ذلیل تاویل کی بیہودگی

بر ہوا تاویلِ قرآں می کنی — پست و کژ شد از تو معنیٔ سنی

بے تکی تاویل اور قرآن کی — تجھ سے معنی کو ہے اک شرمندگی

ماند احوالت بداں طرفہ مگس — کو ہمی پنداشت خود را ہست کس

ہے ترا بالکل اُسی مکھی کا حال — "میں بھی کچھ ہوں" جو یہ کرتی ہے خیال

از خودی سرمست گشتہ بے شراب — ذرۂ خود را شمردہ آفتاب

وہ بہکتی تھی خودی سے بے شراب — اپنے ذرّے کو سمجھ کر آفتاب

وصفِ بازاں را شنیدہ در زماں — گفتہ من عنقائے وقتم بے گماں

اُس نے بازوں کی سنی تھیں خوبیاں — بولی! عنقائے زماں ہوں بے گماں

آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر — ہمچو کشتیباں ہمی افراشت فر

برگِ کاہ و بولِ خر پہ بیٹھ کر — مثلِ کشتیباں آنی تھی مفتخر

گفت من کشتی و دریا خواندہ ام — مدّتے در فکرِ آں می ماندہ ام

کشتی و دریا کا میں سنتی تھی ذکر — ایک مدت سے یہی تھی مجھ کو فکر

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من — مردِ کشتیبان و اہلِ رائے و فن

اب یہ دریا ہے یہ کشتی اور میں — ذاتِ کشتیباں ہے میری اور میں

بر سرِ دریا ہمی راند او عمد — می نمودش ایں قدر بیروں ز حد

مارتی تھی بلیاں وہ شوق سے — بول خر اک بحر تھا اُس کے لئے

بود بے حد آں چمیں نسبت بد و — آں نظر کو بیند او را راست گو

بول دسریں کا تھا اک دریا رواں — وہ سمجھتی تھی نظر ایسی کہاں

عالمش چنداں بود کش بینش ست — چشم چندیں بحر ہم چندینش ست

اُس کی دُنیا ہے بہ اندازِ نظر — اتنا ہے دریا نظر ہے جس قدر

صاحب تاویل چوں باطل مگس
وہم او بول خر و تصویر خس

صاحب تاویل ہے مثل مگس
وہم اُس کا بول خر تصویر خس

گر مگس تاویل بگذارد برائے
آں مگس را بخت گرداند ہمائے

چھوڑ دے مکھی اگر تاویل رائے
اس کی خوش بختی ہما اس کو بنائے

آں مگس نبود کش ایں غیرت بود
روح او نے درخور صورت بود

وہ نہیں مکھی ، یہ غیرت جس میں ہو
کیا غرض صورت سے اُس کی روح کو

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کی رنجیدگی

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد
روح او کے بود اندر خورد قد

شیر کو خرگوش نے پہنچائی زد
روح اس کی تھی نہ چھوٹی مثل قد

شیر می گفت از سر تیزی و خشم
کز رہ گوشم عدو بر بست چشم

شیر کہتا تھا بصد جوش و خروش
دشمن اندھا کر گئے از راہ گوش

مکرہائے جبریانم بستہ کرد
تیغ چوبیں شان تنم را خستہ کرد

جبریوں کے مکر نے باندھا مجھے
تیغ چوبیں نے کیا خستہ مجھے !

زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ
بانگ دیو انست و غولاں آں ہمہ

اب سنوں گا میں نہ اُن کا غلغلا
وہ چھلاوے اور شیطاں کی صدا

بر دراں اے دل تو ایشاں را مایست
پوست شاں برکن کشاں جز پوست نیست

گر نہ دیا اے دل تو اُن کو پھاڑ ڈال
کھال ہیں وہ صرف کھینچ اُن سب کی کھال

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ
چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ

کھال دو نگا رنگ یہ باتیں ہیں یار
جیسے نقش آب ہو نا پائدار

ایں سخن چوں پوست معنی مغز داں
ایں سخن چوں نقش معنی ہمچو جاں

کھال ہیں باتیں تو معنی مغز جان
نقش ہے ہر بات معنی مثل جان

پوست باشد مغزِ بد را عیب پوش
مغزِ نیکو را ز غیرت غیب پوش

کھال ہے بر مغزِ بد کی عیب پوش
مغزِ مردِ نیک کا ہے غیب پوش

چوں قلم از باد بُد دفتر ز آب
ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب

جب ہوا ہو خامہ اور دفتر ہو آب
جو تو لکھے گا مٹے گا وہ شتاب

نقش آبست ار وفا خواہی ازاں
باز گردی دستہائے خود گزاں

نقش آبی میں وفاداری کہاں
ہاتھ کاٹے گا تو اپنا بعد ازاں

باد در مردم ہوا و آرزوست
چوں ہوا بگذاشتی پیغامِ ہوست

آدمی میں ہے ہوا بس آرزو
جب ہوا گذری رہا پیغامِ ہو

خوش بود پیغامہائے کردگار
کو ز سر تا پائے باشد پائدار

ہاں مبارک ہے پیامِ کردگار
جو ہے مستحکم سراسر پائدار

خطبۂ شاہاں بگردد آں کیا
جز کیا و خطبہائے انبیا

خطبے ہیں شاہوں کے فانی اے لپسر
خطبہائے انبیاء پاکیزہ تر

زانکہ بوش پادشاہاں بر کنند
بار نامہ انبیا با کبریاست

کرّ و فر شاہوں کی ہے حرص و ہوا
ہے خدا کے ساتھ اوج انبیاء

از درمہا نامِ شاہاں بر کنند
نامِ احمدؐ تا قیامت می زنند

سکوں سے مٹ جائینگے شاہوں کے نام
اور رہے گا نام احمدؐ کا مدام

نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاست
چونکہ صد آمد نود ہم پیشِ ماست

نامِ احمدؐ جملہ نبیوں کا ہے نام
سو میں ہیں نوے شریک اے شاد کام

ایں سخن پایاں ندارد اے پسر
قصّۂ خرگوش گو و شیرِ نر

یہ سخن لا انتہا ہے دوستو!
شیر اور خرگوش کا قصہ سنو

لہ پشیمان ہوگا +

خرگوش کا مکر اور اُس کے پہنچنے میں تاخیر

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد　　مکر را با خویشتن تقریر کرد
دیر کی جانے میں جب خرگوش نے　　دل ہی دل میں مکر اپنے سوچ کر

در رہ آمد بعد تاخیرِ دراز　　تا بگوشِ شیر گوید یک دو راز
راہ لی لیکن بہ تاخیرِ دراز　　تا کہے وہ شیر سے دو ایک راز

تا چہ عالمہاست در سودائے عقل　　تا چہ با پہناست ایں دریائے عقل
ہے نرالا عالمِ سودائے عقل !　　کس قدر ہے وسعتِ دریائے عقل

بحرِ بے پایاں بود عقلِ بشر　　بحر را غوّاص باید اے پسر
بحر ہے اک بیکراں عقلِ بشر　　اس میں غوطہ خور بننا ہے ہنر

صورتِ ما اندریں بحرِ عذاب　　می دود چوں کاسہا بر روئے آب
بحرِ شیریں میں ہے صورت جلوہ گر　　ہو بہالے جیسے سطحِ آب پہ

تا نشد پُر بر سرِ دریا چو طشت　　چونکہ پُر شد طشت در وے غرق گشت
طشت پہلے سطحِ دریا پہ رہا　　بھر گیا تو غرقِ دریا ہو گیا

عقل پنہاں ست و ظاہر عالمے　　صورتِ ما موج یا از وے نمے
عقل پنہاں ہم ہیں ظاہر بیش و کم　　صورت اپنی موج ہے یا اُس کی نم

ہر چہ صورت می وسیلت سازدش　　زاں وسیلت بحر دُور اندازدش
دیتی ہے صورت جسے رنگِ غرور　　وہ وسیلہ بحر سے رکھتا ہے دُور

تا نہ بیند دل دہندہ راز را　　تا نہ بیند تیر دُور انداز را
تا نہ سمجھے دل دہندہ راز کو　　تا نہ دیکھے تیر دُور انداز کو

اسپ خود را یاوہ داند و ستیز　　می دواند اسپ خود را راہ تیز
گم شدہ سمجھا ہُوا ہے اسپ کو　　اور خود دوڑا رہا ہے اسپ کو

اسپ خود را یاوہ داند آں جواد — واسپ خود او را کشاں کردہ چو باد

وہ سمجھتا ہے کہ گھوڑا کھو گیا — لے گیا گھوڑا اُسے مثلِ ہوا

در فغان و جستجو آں خیرہ سر — ہر طرف پرسان و جویاں در بدر

ہے فغان و جستجو میں خیرہ سر — پوچھتا پھرتا ہے جویاں در بدر

کانکہ دزدید ست ما را کو و کیست — اینکہ زیرِ ران تست اے خواجہ چیست

کون ہے وہ چور گھوڑے کا ارے — پوچھیے یہ کیا ہے زیرِ راں ترے

آرے ایں اسپ ست لیک آں اسپ کو — با خود آ اے شہسوارا اسپ جو

ہے یہ گھوڑا اور تو کہتا ہے کہاں — ہوش میں آ شہسوارا اسپ راں

وصفہا را مستمع گوید براز — تا شناسد مرد اسپ خویش باز

وصف سن کر کھول دے سامع جو راز — وہ کرے گھوڑے کا شاید امتیاز

جاں ز پیدائی و نزدیکیست گم — چوں شود پُر آب ولب خشکی چو خم

ہے ظہور و قرب سے یہ جان گم — خشک لیکن آب سے پُر مثلِ خم

در درونِ خود بیفزا درد را — تا ببینی سبز و سرخ و زرد را

اپنے سینے میں بڑھا لے درد کو — تا کہ دیکھے سبز، سرخ، و زرد کو

کے ببینی سرخ و سبز و بور را — تا نہ بینی پیش ازاں سہ نور را

رنگ سرخ و سبز کا ہو گیا ظہور — اُن سے پہلے گر نہ دیکھے تین نور

لیک چوں در رنگ گم شد ہوش تو — شد ز نوراں رنگہا روپوش تو

رنگ میں کھوئے گئے جب تیرے ہوش — بن گئے خود رنگ تیرے نور پوش

چونکہ شب آں رنگہا مستور بود — پس بدیدی دید رنگ از نور بود

رات کو وہ رنگ سب مستور تھے — آنکھ کے ڈھیلے پڑے بے نور تھے

نیست دیدِ رنگ بے نورِ بروں — ہمچنیں رنگِ خیالِ اندروں

نور ظاہر بن ہے بینائی محال — ہے یہی رنگِ خیالِ دل کا حال

این بروں از آفتاب و از سہاست
ظاہری مہر و سہا کا عکس ہے

واں دروں از عکس انوار علاست
باطنی نورِ خدا کا عکس ہے

نورِ نورِ چشم خود نورِ دل ست
نورِ آنکھوں کا ہے خود ہی دل کا نور

نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل ست
نورِ دل سے ہے بصارت کا ظہور

باز نورِ نورِ دل نورِ خدا ست
نورِ دل کا نور ہے نورِ خدا

کو ز نورِ عقل و حس پاک و جداست
نور سے جو عقل و حس کے ہے جدا

شب نبُد نور و ندیدی رنگ را
نور تھے شب کو نہ دیکھے رنگ ہی

پس بضدِ آں نور پیدا شد ترا
نور کی ضد سے حقیقت یہ کھلی

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بود
کب نمایاں رات کو ہوتے ہیں رنگ

رنگ چہ بود مہرۂ کور و کبود
نیلے پیلے مہرے ہیں جتنے ہیں رنگ

کہ نظر بر نور بود آنگہ برنگ
نور تھا پیدا نظر آتا تھا رنگ

ضد بضد پیدا بود چوں روم و زنگ
ضد سے ضد پیدا ہے جیسے روم و زنگ

دیدن نور ست آنگہ دید رنگ
نور کا ہوتا ہے گویا بودِ رنگ

دیں بضدِ نور دانی بے درنگ
نور کی ضد مان اس کو بے درنگ

پس بضدِ نور دانستی تو نور
نور کی ضد سے تو پہچانتے ہیں نور

ضد ضد را می نماید در صدور
ضد سے یعنی ضد کا ہوتا ہے ضرور

رنج و غم را حق پئے آں آفرید
رنج و غم کو حق نے یوں پیدا کیا

تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید
تا کہ اس ضد سے خوشی ہو ظاہرا

پس نہانہا بضد پیدا شود
ہیں یہ سب چیزیں فقط ضد سے عیاں

چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود
ضد نہیں حق کی تو رہتا ہے نہاں

نورِ حق را نیست ضدے در وجود
نورِ حق کی ضد نہیں رکھتی وجود

تا بضد او را تواں پیدا نمود
تا کہ ضد سے اس کی ہو جائے نمود

لاجرم ابصارنا لا تدرکہ[1] ‌‌ وھو یدرک بین تو از موسیٰ وکہ

درک آنکھیں اس کا کر سکتی نہیں ‌‌ دیکھ قصہ طور و موسیٰؑ کا یہیں

صورت از معنیٰ چو شیر از بیشہ داں ‌‌ یا چو آواز و سخن ز اندیشہ داں

صورت و معنی بھی شیر و بیشہ ہے ‌‌ یہ سخن ہے اور وہ اندیشہ ہے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست ‌‌ تو ندانی بحر اندیشہ کجاست

ہر سخن کی ہے بنا اندیشے پہ ‌‌ بحر اندیشہ کی تجھ کو کیا خبر

لیک چوں موج سخن دیدی لطیف ‌‌ بحر آں دانی کہ ہم باشد شریف

جب نظر موج سخن آئی لطیف ‌‌ بحر اندیشہ کو سمجھا تو شریف

چوں ز دانش موج اندیشہ بتاخت ‌‌ از سخن و آواز او صورت بساخت

موج اندیشہ جو دانش سے اٹھی ‌‌ صورت آواز و سخن کی بن گئی

از سخن صورت بزاد و باز مرد ‌‌ موج خود را باز اندر بحر برد

بات کی صورت بنی اور پھر مٹی ‌‌ موج پھر دریا میں خود کو لے گئی

صورت از بے صورتی آمد بروں ‌‌ باز شد کانا الیہ راجعون

صورت آئی غیر صورت سے بروں ‌‌ سب کو جاتا ہے اُسی کے پاس یوں

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست ‌‌ مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے ست

موت اور رجعت ہے تجھ کو ہر زماں ‌‌ مصطفیٰؐ کہتے ہیں ساعت ہے جہاں

فکر ما تیرے ست از ہُو در ہوا ‌‌ از ہوا کے پاید آید تا خدا

فکر تیر ہُو ہے پر اُن ہوا ‌‌ جو نہ ٹھہرا وہ پہنچا تا خدا

ہر نفس نو می شود دنیا و ما ‌‌ بے خبر از نو شدن اندر بقا

ہر گھڑی ہے اک نئی دنیا مگر ‌‌ جدّتِ دنیا سے ہم ہیں بے خبر

[1] قولہ تعالیٰ۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (سورۃ انعام) یعنی آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

عمر ہمچوں جوئے تو نامی رسد
عمر مثل نہر ہوتی ہے نئی
مستمری می نماید در جسد
جسم میں لیتی ہے لہریں دائمی

آں ز تیزی مستمر شکل آمد است
شکل تیزی کے سبب سے ہے نہاں
چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
تیز گھومیں جس طرح چنگاریاں

شاخ آتش را بجنبانی بساز
تو جلا کر گر کوئی لکڑی ہلائے
در نظر آتش نماید بس دراز
آگ لمبی بن کے نظروں میں سمائے

ایں درازی مدت از تیزی صنع
عمر کی لمبائی کو کر لے شمار
می نماید سرعت انگیزی صنع
سرعت و تیزئ صنع کردگار

طالب ایں سر اگر علامہ ایست
طالب ان بھیدوں کا اک علامہ ہے
نک حسام الدین[1] کہ سامی نامہ ایست
بس حسام الدین جس کا نام ہے

وصف او از شرح مستغنی بود
وصف بالاتر ہے اس کا شرح سے
رو حکایت کن کہ بے گہ میشود
وقت جاتا ہے تو قصہ چھیڑ دے

خرگوش پر شیر کا غصے ہونا

شیر اندر آتش و در خشم و شور
شیر تھا غصے سے گرم شور و شر
دید کاں خرگوش می آید ز دور
دور سے خرگوش اسے آیا نظر

می دود بے دہشت و گستاخ او
بے خطر گستاخ اتراتا ہوا
خشمگین و تیز و تند و ترش رو
بھاگتا اور تیز و تند آتا ہوا

کز شکستہ آمدن تہمت بود
سست آنا بھی ہے تہمت کی دلیل
وز دلیری دفع ہر ریبت بود
یہ دلیری رفع شک کی تھی دلیل

[1] حضرت مولانا ضیاء الحق حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

چوں رسید او پیشتر نزدیک صف — بانگ بر زد شیر ہاں اے ناخلف

پہنچا آگے بڑھ کے جب نزدیک صف — شیر گونجا اور کہا او ناخلف

من کہ گاواں را زہم بدریدہ ام — من کہ گوش شیر نر مالیدہ ام

پھینک دی ہیں میں نے گائیں پھاڑ کر — شیر نر کے کان کھینچوں بے خطر

نیم خرگوشے چہ باشد کو چنیں — امر ما را افگند اندر زمیں!

تجھ سا ہو خرگوش بھی اس تاک میں — حکم کو میرے ملائے خاک میں

ترکِ خواب و غفلت اے خرگوش کن — غرّش ایں شیر اے خرگوش کن

ترک خواب و غفلت اے خرگوش کر — شیر کی آواز سن اور ہوش کر

خرگوش کا شیر سے معذرت چاہنا اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست — گر دہد عفوِ خداوندیت دست

بولا خرگوش، الاماں، معذور تھا — عفو کر، توفیق اگر بخشے خدا

باز گویم چوں تو دستوری دہی — تو خداوندی و شاہِ من رہی

تو معافی دے تو میں پھر کچھ کہوں — تو ہے سلطاں اور میں مجبور ہوں

گفت چہ عذر اے قصورِ ابلہاں — ایں زماں آئید در پیشِ شہاں

شیر بولا بیوقوف! اب عذر کیا — سامنے شاہوں کے مانا جائے گا

مرغِ بے وقتی سرت باید برید — عذرِ احمق را نمی باید شنید

مرغ بے ہنگام کا سر کاٹئے — عذر احمق کا سننا چاہئے

عذرِ احمق بدتر از جرمش بود — عذرِ ناداں زہرِ ہر دانش شود

جرم سے بد تر ہے عذرِ بیوقوف — عذرِ ناداں زہر ہے اے فیلسوف

عذرت اے خرگوش از دانش تہی — من نہ خرگوشم کہ در گوشم نہی

عذر تیرا عقل سے ہو گا تہی! — میں نہیں خرگوش جو سن لوں تری

گفت اے شہ نک کسے را کس شمار ۔ عذرِ استم دیدگاں را گوش دار

بولا خرگوش آہ، کچھ تو مان لے ۔ عذر مظلوموں کا سننا چاہئے

خاص از بہرِ زکوٰۃ جاہِ خود ۔ گمرہے را تو مراں از راہِ خود

اپنے دقر و جاہ کا صدقہ تجھے ۔ در سے یوں دھکے نہ گمراہوں کو دے

بحر کو آبے بہر جو می دہد ۔ ہر خسے را بر سر و رو می نہد

بحر ہر ندی کو دیتا ہے جو آب ۔ خس کو بھی رکھتا ہے سر پہ بے حجاب

کم نخواہد گشت دریا زیں کرم ۔ از کرم دریا نگردد بیش و کم

کم نہ دریا کو کرے گا یہ کرم ۔ اور کرم سے کیا ہو دریا بیش و کم

گفت دارم من کرم بر جائے او ۔ جامۂ ہر کس برم بالائے تو

شیر بولا ہر کرم کا ہے مقام ۔ قد کے ہے اندازے پہ جامہ مدام

گفت بشنو گر نباشد جائے لطف ۔ سر نہادم پیش اژدرہائے عنف

بولا خرگوش اب نہیں گر وقتِ لطف ۔ سر رکھوں گا پیش اژدرہائے عنف[۱]

من بوقتِ چاشت در راہ آمدم ۔ با رفیقِ خود سوئے شاہ آمدم

صبح کے بعد آ رہا تھا میں چلا ۔ ساتھ میرے ایک ہمراہی بھی تھا

با من از بہرِ تو خرگوشے دگر ۔ جفت ہمرہ کردہ بودند آں نفر

ایک خرگوش اور تھا ہمراہ میرے ۔ تحفے دو بھجوائے تھے تیرے لئے

شیرے اندر راہ قصدِ بندہ کرد ۔ قصد ہر دو ہمرہ آئندہ کرد

راستے میں شیر اک حائل ہوا ۔ دونوں کے کھانے پہ وہ مائل ہوا

گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم ۔ خواجہ تاشانِ گہ آں درگہیم

میں یہ بولا بندۂ سلطان ہیں ہم ۔ خادمِ درگاہ دونوں ہاں ہیں ہم

[۱] غصہ۔

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار ۔۔۔ پیش من تو یاد ہر ناکس مدار

وہ لگا کہنے کہ شرم آئے تجھے ۔۔۔ نام ناکس کا مرے آگے نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بر درم ۔۔۔ گر تو با یارت بگردی از برم

تجھ کو بھی پھاڑوں ترے سلطان کو بھی ۔۔۔ لے کے ساتھی کو جو تو بھاگا کبھی

گفتمش بگذار تا بارِ دگر ۔۔۔ روئے شہ بینم برم از تو خبر

عرض کی میں نے اجازت دے اگر ۔۔۔ دے دوں اپنے شاہ کو تیری خبر

گفت ہمرہ را گرو نہ پیش من ۔۔۔ ورنہ قربانی تو اندر کیش من

بولا ہمراہی کو رکھ جا رہن یاں ۔۔۔ ورنہ تیری جان لوں گا بے گماں

لابہ کردیمش بسے سودے نکرد ۔۔۔ یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد

کی خوشامد بھی، مگر بے سود تھی ۔۔۔ مجھ کو چھوڑا لی ضمانت دوست کی

ماندہ آں ہمرہ گرو در پیش او ۔۔۔ خوں رواں شد از دلِ بیخویش او

رہ گیا یوں رہن ہمراہی وہاں ۔۔۔ ہو گیا دل سے لہو اس کے رواں

یارم از زفتی سہ چنداں بد کہ من ۔۔۔ ہم بلطف و ہم بخوبی ہم بہ تن

میرا ہمراہی تھا مجھ سے سہ گنا ۔۔۔ خوبصورت اور موٹا خوش ادا

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد ۔۔۔ حالِ ما ایں بود کت دانستہ شد

شیر نے ہے بند وہ رستہ کیا ۔۔۔ حال یہ ہے جو گذارش کر دیا

از وظیفہ بعد ازیں امید بر ۔۔۔ حق ہمی گویم ترا الحق مُر

رکھ نہ امیدِ وظیفہ بعد ازاں ۔۔۔ تلخ جو سچی بات وہ کر دی عیاں

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن ۔۔۔ ہیں بیا و دفع آں بیباک کن

گر وظیفہ چاہئے کر راہ پاک ۔۔۔ چل ابھی اس شیر کو کر دے ہلاک

شیر کا جواب اور خرگوش کے ساتھ روانگی

گفت بسم اللہ بیا تا او کجاست — پیش رو شو گر ہمی گوئی تو راست

بولا بسم اللہ! چل وہ ہے کہاں — ہے اگر سچّا تو دے اُس کا نشاں

تا سزائے او و صد چون او دہم — ور دروغ است ایں سزائے تو دہم

وہ تو کیا۔ دوں ایسے لاکھوں کو سزا — جھوٹ ہے تو آئے گی تجھ پر بلا

اندر آمد چوں قلاوزی بہ پیش — تا بروا ئدرا بسوئے دامِ خویش

پیش رو کی طرح وہ آگے چلا — دام میں تا اُس کو پھانسے برملا

سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود — چاہ مغ را دامِ جانش کردہ بود

اس کنوئیں کی سمت تھے دونوں رواں — جس کنوئیں کو تھا بنایا دامِ جاں

می شدند آں ہر دو تا نزدیکِ چاہ — اینت خرگوشی چو آب زیر کاہ

جا رہے تھے دونوں وہ نزدیکِ چاہ — تھی مگر خرگوشی آبِ[1] زیر کاہ

آب کاہے را ز ہاموں می برد — آب کوہے را عجب چوں می برد

آب لے جاتا ہے تنکے دشت سے — لے گیا وہ کوہ کیونکر کھینچ کے

دامِ مکرِ او کمندِ شیر بود — طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود

دام مکر اس کا کمندِ شیر تھا — شیر کو خرگوش نے جُل دے دیا

موسیے فرعون را تا رود نیل — می کشد با لشکر و جمعے ثقیل

ایک موسےٰ نیل میں فرعون کو — ساتھ اک لشکر کے دیتا ہے ڈبو

پشۂ نمرود را با نیم پر — می شگافد بے محابا مغزِ سر

بے حقیقت مچھر اک کمزور سا — چیرتا ہے مغزِ سر نمرود کا!

[1] گھاس کے نیچے پانی یعنی سراپا مکر و فریب، سازش۔ عیاری۔

حالِ آں کو قولِ دشمن را شنود — بیں سزائے آنکہ شد یارِ حسود

قولِ دشمن جس نے مانا بر ملا — آخر اُس کا دوست بھی دشمن ہوا

حالِ فرعونے کہ ہاماں را شنود — حالِ نمرودے کہ شیطاں را شنود

مان لی فرعون نے ہامان کی — اور سُنی نمرود نے شیطان کی

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت — دام داں گرچہ ز دانہ گویدت

بات دشمن کی اگر یارانہ ہو — دام جان اُس کو جو ذکرِ دانہ ہو

گر ترا قندے دہد آں زہر داں — گر بتو لطفے کند آں قہر داں

قند دے تجھ کو تو اُس کو زہر جان — لطف فرمائے تو اُس کو قہر جان

چوں قضا آید نہ بینی غیرِ پوست — دشمناں را باز نشناسی ز دوست

موت آئے تو نہ سوجھے غیرِ پوست — کچھ نہ پہچانے کہ دشمن ہے کہ دوست

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن — نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن

ہو جب ایسا حال تو کر التجا — نالہ کر تسبیح و روزہ کر ادا

نالہ می کن کائے تو علّام الغیوب — زیرِ سنگِ مکرِ بد مارا مکوب

رو کے کہہ اے غیب دانِ کائنات — مکر کے پتھر سے ہم کو دے نجات

یا کریم العفو ستّار العیوب — انتقام از ما مکش اندر ذنوب

اے کریم اے پردہ پوشِ خاص و عام — بے گناہوں کا نہ ہم سے انتقام

آنچہ در کونست ز اشیا آنچہ ہست — وانما جاں را بہر حالت کہ ہست

ساری چیزیں ہیں یہاں نا پائدار — روح کی حالت ہے اس پہ آشکار

گر سگی کردیم اے شیر آفریں — شیر را مگمار بر ما زیں کمیں

کی سگی اے شیر آفریں! ہم نے اگر — حکمراں تو شیر کو ہم پہ نہ کر

آبِ خوش را صورتِ آتش مدہ — اندر آتش صورتِ آبی منہ

آگ کی صورت نہ پانی کو اُبال — آگ میں یہ صورتِ آبی نہ ڈال

از شراب قہر چوں مستی دہی
نیست ہا را صورتِ ہستی دہی

جب بڑھی مستی شرابِ قہر کی
نیستوں کو صورتِ ہستی ملی

چیست مستی بند چشم از دید چشم
تا نماید سنگ گوہر پشم یشم

کیا ہے مستی اک حجابِ دیدِ چشم
سنگ نظروں میں ہے گوہر یعنی یشم[1]

چیست مستی حسہا مبدل شدن
چوب گز اندر نظر صندل شدن

کیا ہے مستی! بس بدلنا آنکھ کا
جھاڑ کی لکڑی کو صندل جاننا

حضرت سلیمانؑ اور ہُدہُد کا قصہ

چوں سلیمانؑ را سراپردہ زدند
جملہ مرغانش بخدمت آمدند

بادشاہی جب سلیمانؑ کو ملی
سب پرندوں نے مبارک باد دی

ہمزبان و محرم خود یافتند
پیش او یک یک بجاں بشتافتند

پاکر اُن کو ہمزبان و رازدار
ہو گئے ایک ایک کر کے سب نثار

جملہ مرغاں ترک کردہ جیک جیک
با سلیماں گشتہ افصح من اخیک

چھوڑ کر اپنی زبانِ بے اثر
بن گئے شیریں بیاں وہ جانور

ہمزبانی خویشی و پیوندیست
مرد با نامحرماں چوں بندیست

ہمزبانی رشتہ و پیوند ہے
صحبتِ نامحرماں اک بند ہے

اے بسا ہندو و ترک ہمزباں
اے بسا دو ترک چوں بیگانگاں

بس کہیں ہندی و ترکی ہمزبان
اور کہیں دو ترک بیگانے یہاں

پس زبانِ محرمی خود دیگرست
ہمدلی از ہمزبانی بہترست

محرمی کی ہے زباں کچھ اور ہی
ہم زبانی سے ہے بہتر ہم دلی

[1] ایک قسم کا قیمتی پتھر جس کے موجود ہونے سے مکان میں بجلی نہیں گرتی۔

صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل	غیرِ نطق و غیرِ ایما و سجل
ترجماں اٹھتے ہیں دل سے بے حساب	بے کلام و بے اشارہ بے کتاب
از ہنر وز دانش و از کارِ خود	جملہ مرغاں ہر یکے اسرارِ خود
اور ہنر اور عقلمندی اور بیاں	جانور جتنے تھے راز اپنے نہاں
از برائے عرضہ خود را می ستود	با سلیماں یک بیک وا می نمود
کرتے تھے تعریف تا ہو کچھ وقار	کرتے تھے پیش سلیمانؑ آشکار
بہرِ آں تا رہ دہد او را بہ پیش	از تکبر نے و از ہستیِ خویش
بلکہ اُس تک بار پا جائیں کہیں	خود ستائی اور تکبر سے نہیں
عرضہ دارد از ہنر دیبا چہ!	چوں بیاید بندۂ را خواجہ
عرض کرتا ہے ہنر اور اپنے کام	جب کسی آقا کو ملتا ہے غلام
خود کند بیمار و شل اور کور و لنگ	چونکہ دارد از خریدارش ننگ
بنتے ہیں بیمار و شل اور کور و لنگ	اور جو ہو اُس کی خریداری سے تنگ
واں بیان صنعت و اندیشہ اش	نوبت ہدہد رسید و پیشہ اش
تا سنائے اپنی وہ صنعت گری	آئی باری ہدہد ذی ہوش کی
باز گویم گفت کوتہ بہتر است	گفت اے شہ یک ہنر کاں کہتر است
عرض کرتا ہوں میں اپنا اک ہنر	بولا یا حضرت! نہایت مختصر
گفت من آنگہ کہ باشم اوج بر	گفت برگو تا کدام ست آں ہنر
بولا میں ہوتا ہوں جس دم اوج پر	پوچھا حضرت نے کہ وہ ہے کیا ہنر
من بہ بینم آب در قعرِ زمین	بنگرم از اوج با چشمِ یقین
پانی کو زیرِ زمیں بہتے ہوئے!	دیکھ لیتا ہوں یقیں کی آنکھ سے
از چہ می جوشد ز خاکے یا ز سنگ	تا کجا ہست و چہ عمقش چہ رنگ
منبع اُس کا خاک ہے یا کوئی سنگ	ہے کہاں تک کیا ہے عمق اور کیا ہے رنگ

اے سلیمانؑ بہر لشکر گاہ را — در سفر می دار ایں آگاہ را

جب مع لشکر کریں حضرت سفر — مجھ کو رکھیں ساتھ ہوں میں باخبر

پس سلیمانؑ گفت شو ما را رفیق — در بیاباں ہائے بے آب عمیق

بولے حضرت تم مرے ساتھی رہو — جنگلوں میں جس جگہ پانی نہ ہو

ہمرو ما باشی وہم پیشوا — تا کنی تو آب پیدا بہر ما

ساتھ رہنا اور بننا پیشوا — اور دینا ہم کو پانی کا پتا

تا بیابی بہر لشکر آب را — در سفر سقا شوی اصحاب را

دینا لشکر کو ذخیرہ آب کا — سقا بن جانا مرے اصحاب کا

باش ہمراہ من اندر روز و شب — تا نہ بیند از عطش لشکر تعب

تم مرے ہمراہ روز و شب رہو — تاکہ لشکر پیاس سے غمگین نہ ہو

بعد ازاں ہُدہُد و ہمراہ بود — زانکہ از آب نہاں آگاہ بود

آپ کے ہمراہ وہ ہُدہُد رہا — آب پوشیدہ سے جو آگاہ تھا

کوّے کا ہُدہُد کے دعوے پر طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد در حسد — با سلیمانؑ گفت کو کج گفت و بد

سنتے ہی کوّا حسد سے جل گیا — "ہے غلط دعوے" سلیمانؑ سے کہا

از ادب نبود بہ پیش شہ مقال — خاصہ خود لاف دروغین و محال

آپ کے آگے ہے کب تاب مقال — اُس پہ اتنی لغو گوئی ہے محال

گر مر او را ایں نظر بودے مدام — چوں ندیدے زیر مشت خاک دام

یہ نظر اُس کی اگر رہتی مدام — کیوں نظر آتا نہ زیر خاک دام

چوں گرفتار آمدے در دام او — چوں قفس اندر شدے ناکام او

دام میں ہوتا گرفتار آپ کیوں — پنجرے میں رہتا وہ بیکار آپ کیوں

پس سلیماں گفت اے ہدہد رواست — کز تو در اول قدح ایں قے بخاست

بولے حضرت، بات کیا ہُد ہُد یہ کی — پہلے ہی ساغر میں تلچھٹ تو نے دی

چوں نمائی مستی اے توخوردہ دوغ — پیش من لافے زنی آنگہ دروغ

چھاچھ پی کر ہو رہا ہے مست تو — لاف ہے جھوٹی ہے تیری گفتگو

ہُد ہُد کا حضرت سلیمانؑ کو جواب دینا

گفت اے شہ بر من عور گدا — قول دشمن مشنو از بہر خدا

بولا ہُد ہُد میں ہوں بے ساماں گدا — قول دشمن کا نہ سن بہر خدا

گر بہ بطلان ست دعویٰ کردنم — نک نہادم سر ببر از گردنم

جھوٹ ثابت ہو جو یہ دعویٰ مرا — کاٹ سر اے مرے آقا مرا

زاغ کو حکم خدا را منکرست — گر ہزاراں عقل دارد کافرست

ہے یہ کوا منکر حکم خدا — باوجود عقل کافر ہے نرا

در تو تا کافے بود از کافراں — جائے گند و شہوتے چوں کافِ راں[1]

ہے اگر تجھ میں یہ کافِ کافراں — تو بھی گندہ ہے مثالِ کافِ راں

من بہ بینم دام را اندر ہوا — گر نپوشد چشم عقلم را ہوا

آسماں پہ دیکھ لوں میں دام کو — گر قضا سے بند آنکھ اُس دم نہ ہو

چوں قضا آید شود دانش بخواب — مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب

موت سے پڑتا ہے دانش پہ حجاب — چاند ہو کالا، گہن میں آفتاب

از قضا ایں تعبیہ[2] کے نادرست — از قضا داں کو قضا را منکرست

ہے قضا کا تعبیہ کیوں نا روا — خود قضا ہے یعنی انکارِ قضا

---

[1] کافِ ران: یعنی وہ سوراخ جو ران کی جڑ کے پاس ہے۔ شرم گاہ۔

[2] پوشیدہ، عقیدہ۔ اقرار پوشیدہ۔

حضرت آدمؑ کا قصہ

بوالبشر[۱] کو علّم الاسما بگ ست — صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست

بوالبشرؑ دانائے اسماء ذی وقار — علم تھے ہر رگ میں اُن کی سو ہزار

اسم ہر چیزے چناں کاں چیز ہست — تا بپایاں جان او را داد دست

نام ہر شے کا کہ ایسی ہے وہ چیز — بوالبشرؑ کو تھا سکھایا اے عزیز

ہر لقب کو داد آں مبدل نشد — آنکہ چستش خواند او کاہل نشد

وہ نہ بدلا جو لقب جس کو دیا — تھا نہ کاہل چست جس کو کہہ دیا

ہر کرا او مقبل و آزاد خواند — او عزیز و خرّم و دلشاد ماند

مقبل و آزاد پھر جس کو کہا — وہ عزیز و شاد اور خوشدل رہا

ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید — ہر کہ آخر کافر او را شد پدید

تھا جو آخر مومن اوّل کھل گیا — تھا جو آخر کافر اُن پہ کب چھپا

ہر کہ آخر بیں بود او مومن ست — ہر کہ آخور بیں بود او بیدنست

جو کہ آخر بیں ہو مومن ہے وہی — ہے جو آخور[۲] بیں وہ ہے بے دین ہی

اسم ہر چیزے تو از دانا شنو — رمز و سر علّم الاسما شنو

نام ہر اک چیز کا دانا سے سن — راز اُس کا علّم الاسماء سے سن

لہ قولہ تعالےٰ عز وجل وعلم ادم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکۃ الآیۃ (سورہ بقرہ) یعنی آدمؑ کو وہ تمام اسماء جو علم الٰہی میں تھے سکھا دیئے گئے اس سے تمام فرشتے حیران رہ گئے۔ اور انہوں نے اپنے اعتراض کو واپس لے لیا۔

۲ۓ آخور۔ گھوڑوں کے چرنے کی جگہ۔ مجازاً لذاتِ دنیوی۔

اسم ہر چیزے بر ما ظاہرش — اسم ہر چیزے بر خالق سرش

نام ہر شے[1] ہم ہیں خود اُس کے مجاز — نام ہر شے علم حق میں اُس کا راز

نزدِ موسیٰؑ نام چوبش بُد عصا — نزدِ خالق بود نامش اژدہا

نام تھا موسیٰؑ کی لکڑی کا عصا — اور خدا نے نام رکھا "اژدہا"[2]

بُد عمرؓ را نام ایں جا بت پرست — لیک مومن بود نامش در الست

اس جگہ پہلے عمرؓ تھے بت پرست — حق نے پر مومن کہا روزِ الست

آنکہ بد نزدیکِ ما نامش منی — پیشِ حق ایں نقش بُد کہ با منی

نام جس کا ہم نے رکھا ہے منی — علمِ حق میں ہے انانیت وہی

صورتے بُد ایں منی اندر عدم — پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم

تھی عدم میں ایک صورت یہ منی — پیشِ حق موجود اُسی صورت میں تھی

حاصل آمد آں حقیقت نام ما — پیشِ حضرت کاں بود انجام ما

یعنی اپنا وہ حقیقی نام ہے — جو خدا کے علم میں انجام ہے

مرد را بر عاقبت نامے نہند — نے بداں کاں عاریت[3] نامے نہند

نام انسان چاہیئے انجام پر — عارضیت کی کیا رعایت نام پر

چشمِ آدمؑ کو بنورِ پاک دید — جان و سرِّ نامہا گشتش پدید

نورِ حق دیکھا صفیؑ[4] اللہ نے — روح اور اسرار ناموں کے کھلے

[1] یعنی ہم ہر چیز کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا نام رکھ دیتے ہیں۔ مگر خدا کے یہاں ہر چیز کا نام اُس کا باطن دیکھ کر رکھا گیا ہے۔

[2] اس لئے کہ گو وہ لکڑی بظاہر عصائے کلیم اللہ تھی۔ مگر آخر کار جیسا کہ علمِ الٰہی میں اس کا نام اور فعل پوشیدہ تھا، وہ اژدہا بن کر دشمنوں پر غالب آئی۔

[3] مانگے کی چیز۔

[4] حضرت آدمؑ کا لقب۔

چوں ملک انوارِ حق در وے بیافت ۔ در سجود افتاد و در خدمت شتافت

نورِ حق کی دیکھ کر اُن میں چمک ! ۔ گر پڑے سجدے میں خدمت کو ملک

چوں ملائک نورِ حق دیدند ازو ۔ جملہ افتادند در سجدہ برو

ان میں جب دیکھا فرشتوں نے وہ نور ۔ سب نے سجدہ کر لیا اُن کے حضور

مدح ایں آدمؑ کہ نامش می برم ۔ قاصرم گر تا قیامت بشمرم

مدح آدمؑ کی، لیا ہے جن کا نام ۔ تا قیامت ہو نہیں سکتی تمام

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا ۔ دانشِ یک نہی[۱] شد بر وے غطا

باوجود علم جب آئی قضا ۔ عقل پہ اک نہی کا پردہ پڑا

کائے عجب نہی از پئے تحریم بود ۔ یا بتاویلے بد و توہیم بود

یعنی نہی حق تھی از بہرِ حرام ۔ یا فقط تاویل تھی اور وہم خام

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت ۔ طبع در حیرت سوئے گندم شتافت

دل میں جب تاویل کو وسعت ہوئی ۔ مائلِ گندم طبیعت ہو گئی

باغباں را خار چوں در پائے رفت ۔ دزد فرصت یافت کالا برد تفت

باغباں کے پاؤں میں کانٹا چبھا ۔ چور نے پھولوں کا لوٹا ٹوکرا

چوں ز حیرت رست باز آمد براہ ۔ دید بردہ دزد رخت از کارگاہ

ہوش جب آیا تو میداں صاف تھا ۔ چور سب اسباب اُٹھا کر لے گیا

[۲] رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و آہ ۔ یعنی آمد ظلمت و گم گشت راہ

ہم نے اے رب خود کیا ہے ظلم آہ ۔ چھائی ظلمت اور کھو بیٹھے ہیں راہ

---

۱ کسی کام کے نہ کرنے کا حکم۔

۲ قولہ تعالےٰ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ (سورۃ بقرہ) یعنی اے ہمارے رب! بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو ہمارے گناہ نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو ہم خسارے میں رہیں گے۔ یہ حضرت آدمؑ کی دعا ہے۔

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش	شیر و اژدرہا شود زو ہمچو موش
یہ قضا اک ابر ہے خورشید پوش	شیر و اژدر اس سے بن جاتے ہیں موش
من اگر دامے نہ بینم گاہ حکم	من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم
حکمِ خالق سے نہ دیکھوں دام اگر	کیا خطا ہے صرف میری، غور کر
اے خنک آں کو نکوکاری کند	زور را بگذارد و زاری کند
وہ مبارک جو نکوکاری کرے	ترک کر دے زور اور زاری کرے
گر قضا پوشد سیہ ہمچوں شبت	ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
گر قضا تجھ کو کرے غم میں اسیر	ہو وہی آخر میں بھی پھر دستگیر
گر قضا صد بار قصد جاں کند	ہم قضا جانت دہد درماں کند
گر قضا سو بار قصدِ جاں کرے	پھر وہی جاں بخشے اور درماں کرے
ایں قضا صد بار اگر راہت زند	بر فرازِ چرخ خرگاہت زند
راستہ سو بار یہ روکے۔ مگر	ایک دن لے جائے گی افلاک پر
از کرم داں اینکہ می ترساندت	تا بملکِ ایمنی بنشاندت
یہ کرم ہے وہ ڈراتا ہے۔ اگر	تا تجھے ایمن کرے اور بے خطر
چوں بترساند ترا آگہ شوی	ور نترساند ترا گمرہ شوی
گر ڈرے گا باخبر ہو جائے گا	ورنہ گمرہ اور نڈر ہو جائے گا
ایں سخن پایاں ندارد گشت دیر	گوش کن تو قصۂ خرگوش و شیر
طول پکڑا بات نے ہوتی ہے دیر	پھر سنو اب قصۂ خرگوش و شیر

لہ ان اشعار میں جہاں جہاں لفظ "قضا" آیا ہے۔ وہاں "حکمِ خدا" سے مراد ہے نہ کہ محض موت سے۔ موت کو قضا اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ بھی حکم خدا ہے۔

خرگوش کا شیر سے الگ ہو جانا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد
شیر جب خرگوش کے ہمراہ گیا
پر غضب پر کینۂ بدخواہ شد
پر غضب بدخواہ کے کینے سے تھا

بود پیشا پیش خرگوش دلیر
یا تو آگے آگے وہ خرگوش تھا
ناگہاں پا واکشید از پیش شیر
شیر کے آگے سے یا پیچھے ہٹا

چونکہ نزدِ چاہ آمد شیر دید
شیر نے دیکھا کنوؤں آیا جو پاس
کز رہ آں خرگوش ماند و پا کشید
رہ گیا خرگوش پیچھے بدحواس

گفت پا واپس کشیدی تو چرا
پوچھا تو کیوں چلتے چلتے رک گیا
پائے را واپس مکش پیش اندر آ
ساتھ چل، پیچھے نہ ہٹ آگے تو آ

گفت کو پایم کہ دست و پائے رفت
بولا کیا ٹھہروں کہ ہوں بے دست و پا
جانِ من لرزید و دل از جائے رفت
جان ہے لرزش میں دل ہے کانپتا

رنگِ رویم را نمی بینی چو زر
دیکھ میرا زرد چہرہ مثل زر
ز اندروں خود می دہد رنگم خبر
دے رہا ہے رنگ خود دل کی خبر

حق چو سیما را معرّف[۱] خواندہ است
ہے علامت جب معرّف سربسر
چشم عارف سوئے سیما ماندہ است
عارفوں کی ہے علامت پر نظر

رنگ و بو غماز آمد چوں جرس
رنگ و بو مثل جرس غماز ہے
از فرس آگہ کند بانگِ فرس
مخبر اسپ اس کی ہر آواز ہے

بانگِ ہر چیزے رساند زو خبر
ہر صدا دیتی ہے ہر شے کی خبر
تا بدانی بانگِ خر از بانگِ در
تاکہ سمجھے بانگ خر آواز در

[۱] تعارف کرانے والی +

گفت پیغمبرؐ بہ تمییز کساں — مَرْءُ مَخْفِیٌّ لَدٰی طَیِّ اللِّسَان
ہے یہ قولِ سرورِ ہر انس و جاں — سرِّ[۱] مخفی کی ہے شاہد یہ زباں

رنگِ رو از حالِ دل دارد نشاں — رحمتم کن مہرِ من در دل نشاں
رنگِ رُخ میں دل کا ملتا ہے نشاں — رحم کر اور مجھ پہ ہو جا مہرباں

رنگِ روئے سُرخ دارد بانگِ شکر — رنگِ روئے زرد دارد صبر و فکر
سُرخرو چہرے میں شانِ شکر ہے — زرد رنگت خود نشانِ فکر ہے

در من آمد آنچہ در وے گشت مات — آدمی و جانور جامد نبات
مجھ پہ جو گذری ہے اُس سے سب ہیں مات — آدمی اور جانور پتھر نبات[۲]

در من آمد آنکہ دست و پا برد — رنگِ روئے و قوتِ سیما برد
وہ پڑی مجھ پہ کہ دست و پا گئے — رنگ و روئے قوت و سیما گئے

آنکہ در ہر چہ در آمد بشکند — ہر درخت از بیخ و بن او بر کند
یہ بڑے جس پہ اسے دے دے شکست — جڑ سے پیڑوں کو اکھاڑے کر کے پست

ایں خود اجزا اند کلیات از او — زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بو
یہ تو سب ہیں جزو کلیات کے — جن میں بو ہے، رنگ ہیں جن کے برے

تا جہاں گہ صابر است و گہ شکور — بوستاں گہ حلہ پوشد گاہ عور
کوئی شاکر ہے۔ کوئی ہے صبر دار — ہے کبھی پت جھڑ چمن میں گہ بہار

آفتابے کو بر آید نار گوں ! — ساعتے دیگر شود او سرنگوں
آگ کی صورت ہو سورج آشکار — سرنگوں ہو دوسرے وقت ایک بار

[۱] یہ اس حدیث شریف کا اقتباس ہے فرمایا جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "المرء مخبوء تحت لسانہ" یا "فی طی لسانہ" یعنی مرد اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ یا زبان سے پہچانا جاتا ہے +
[۲] نباتات +

اختران تافتہ بر چار طاق — لحظہ لحظہ مبتلائے احتراق

آسمان پر ہیں جو تارے سے کھلے — دمبدم جلتے ہیں یہ اور ڈوبتے

ماہ کو افروز دا ختر در جمال — شد ز رنج دق او ہمچوں ہلال

چاند کا تاروں سے ہے بڑھکر جمال — ہے فنا کے خوف سے گھٹ کر ہلال

ایں زمین با سکون با ادبا — اندر آید زلزلہ اش در لرزہ تب

یہ زمیں جو ہے سکوں سے آشنا — کانپ اٹھتی ہے جب آئے زلزلہ

اے بسا کہ زیں بلائے مردہ ریگ — گشتہ است اندر جہاں خوردہ ریگ

خوف ا ہے یہ بلائے پُر شکوہ — ریت کے ذرے بنے ہیں اس سے کوہ

ایں ہوا با روح آمد مقترن — چوں قضا آید وبا گشت و عفن

یہ ہوا کہتے ہیں جس کو جاں فزا — جب قضا آئے تو بن جائے وبا

آب خوش کو روح را ہمشیرہ شد — در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد

صاف پانی تھا جو ساتھی روح کا — تلخ و تیرہ حوض میں رہ کر ہوا

آتشے کو باد دارد در بروت — ہم یکے بادے برو خواند موت

آگ کو ہے تیز و مغرور یہ ہوا — ایک ہی جھونکے سے ہوتی ہے فنا

خاک کو شد مایۂ گل در بہار — ناگہاں پائے برآرد زود مار

مایۂ گل خاک ہے وقت بہار — پھر وہی فصل خزاں کا ہے شکار

حال دریا ز اضطراب و جوش او — فہم کن تبدیلہائے ہوش او

اضطراب و جوش جو دریا میں تھے — رنگ بدلے دیکھ اُس سے ہوش کے

چرخ سرگرداں کہ اندر جستجو ست — حال او چوں حال فرزندان اوست

چرخ سرگرداں کا ہے وہ ماجرا — یعنی جو کچھ حال ہے اولاد کا

ـــــــــ

؎ یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات جو موالید ثلاثہ کہلاتے ہیں۔

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج ‌ ‌ ‌ اندروں از سعد و نحسے فوج فوج

اوج دیتی ہے کبھی ہے اعتدال ‌ ‌ ‌ اور نیک و زشت کا پھیلا ہے جال

گہ شرف گاہے صعود و گہ فرح ‌ ‌ ‌ گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح

گہ بھلائی، گہ ترقی، گہ سرور ‌ ‌ ‌ گہ وبال، اور گہ تنزل گہ بجور

از وجودے جزوے پہ کلہا مختلط[1] ‌ ‌ ‌ فہم می کن حالتِ ہر منبسط[2]

تو بھی ہے اسے جز و کل سے مختلط ‌ ‌ ‌ دیکھ کس حالت میں ہے ہر منبسط

چوں نصیبِ مہتراں درد ست و رنج ‌ ‌ ‌ کہتراں را کے توانند بود گنج

جب بڑوں کو ہے میسر درد و رنج ‌ ‌ ‌ چھوٹوں کو حاصل ہو کیونکر مال و گنج

چونکہ کلیات را رنج ست و درد ‌ ‌ ‌ جزو ایشاں چوں نباشد روئے زرد

جب کہ کلیات کو ہے رنج و درد ‌ ‌ ‌ کیوں نہ جزئیات کا چہرہ ہو زرد

خاصہ جزوے کو ز اضداد ست جمع ‌ ‌ ‌ ز آب و خاک و آتش و باد ست جمع

خاصکر وہ جن میں ہیں اضداد جمع ‌ ‌ ‌ آب، خاک اور نیز آتش باد جمع

ایں عجب نبود کہ میش از گرگ جست ‌ ‌ ‌ ایں عجب کیں میش دل در گرگ بست

بھیڑ بھاگے بھیڑیے سے کیا عجب ‌ ‌ ‌ لیکن الفت ان میں سرتاپا عجب

زندگانی آشتیٔ ضدہا ست ‌ ‌ ‌ مرگ آں کاندر میان شاں جنگ خاست

زندگی مجموعۂ اضداد ہے ‌ ‌ ‌ جنگِ باہم سے ہوئی برباد ہے

صلحِ اضداد ست ایں عمرِ جہاں ‌ ‌ ‌ جنگِ اضداد ست عمرِ جاوداں

صلح ہے اضداد کی عمرِ جہاں ‌ ‌ ‌ اور ان کی جنگ عمرِ جاوداں

زندگانی آشتیِ دشمناں ‌ ‌ ‌ مرگ وا رفتن با صلِ خویش داں

زندگانی دشمنوں کی ہے ولا[3] ‌ ‌ ‌ موت اپنی اصل پر ہے لوٹنا

[1] مرکب۔ ملا ہوا + [2] اشیائے غیر مرکب۔ مفرد +
[3] محبت۔ صلح +

صلح دشمن دار باشد عاریت — دل لبسوئے جنگ دارد عاقبت
دشمنوں کی صلح تو ہے مستعار — دل میں عزم جنگ ہے انجام کار

روزکے چند از برائے مصلحت — باہم اندر وفا و مرحمت
مصلحت کے ساتھ کچھ دن کے لئے — ان میں رحم و لطف کے ہیں سلسلے

عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت — ہر یکے با جنس خود انباز گشت
کرتے ہیں جوہر کی جانب واپسی — جنس بن جاتے ہیں اپنی جنس کی

لطف باری ایں پلنگ و رنگ را — الف داد و بُرد از ایشاں جنگ را
لطفِ حق یہ ہے کہ بکری اور پلنگ — دوستی سے کر نہیں سکتے ہیں جنگ

لطف حق ایں شیر را و گور را — الف داد ست ایں دو ضد دور را
رحمتِ باری سے شیر و گور و خر — دوست بن کر ہیں رفیق یک دگر

چوں جہاں رنجور و زندانی بود — چہ عجب رنجور اگر فانی بود
ہے مقید اور غمگیں یہ سرا — کیا تعجب ہے جو ہو غمگیں فنا

شیر اور خرگوش میں سوال وجواب

خواند بر شیر او ازیں رو چند ہا — گفت من پس ماندہ ام زیں بند ہا
چند پند اُس نے سُنا کر شیر سے — یوں کہا مجبور ہوں میں اس لئے

شیر گفتش تو ز اسباب مرض — ایں سبب گو خاص کاینستم غرض
شیر بولا یہ مرض سمجھا میں ہاں — جو سبب ہے خاص وہ کر دے بیاں

پلٹے را واپس کشیدی تو چرا — می دہی بازیچہ واہی مرا
کیوں ہوا جاتا ہے واپس اپنے گھر — مجھ کو دیتا ہے فریب اے حیلہ گر

سے اصل •

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست — اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست

بولا خرگوش اس کنوئیں میں ہے وہ شیر — قلعے میں رہتا ہے ایمن اور دلیر

یارِ من بستد ز من در چاہ بُرد — بر گرفتش از رہ و بے راہ بُرد

اس کنوئیں میں دوست کو ہے لے گیا — چھین کر رستے سے بے رستے کیا

قعرِ چہ بگزید ہر کو عاقل ست — زانکہ در خلوت صفاہائے دل ست

چاہ کا گوشہ ہے عاقل کو پسند — دل کو خلوت میں جلا ہے ارجمند

ظلمتِ چہ بہ کہ ظلمتہائے خلق — سر نبرد آں کس کہ گیرد پائے خلق

ظلمتِ عالم سے بہتر ہے کنواں — تابع مخلوق کو کب ہے اماں

گفت پیش آ زخمم او را قاہر ست — تو ببیں کاں شیر در چہ حاضر ست

بولا، ہے اک قہر میرا زخم کیں — دیکھ وہ شیر اس کنوئیں میں ہے کہیں

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشے — تو مگر اندر برِ خویشم کشے

بولا میں جلتا ہوں، اس کی آگ سے — گود میں لے لے مگر اپنی مجھے

تا بہ پشتی تو اے کانِ کرم — چشم بکشایم بچہ در بنگرم

تا حمایت سے تری تسکین ہو — کھول کر آنکھیں میں دیکھوں چاہ کو

من بہ پشتی تو تانم آمدن — کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن

تو حمایت کرے تو دیکھوں بالیقیں — اُس کنوئیں کو جس میں رسی تک نہیں

شیر کا کنوئیں میں جھانکنا اور گر پڑنا

چونکہ شیر اندر برِ خویشش کشید — در پناہِ شیر تا چہ می دوید

شیر نے اُس کو بغل میں دی پناہ — وہ اماں لیتے ہی دوڑا سوئے چاہ

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب — اندر آب از شیر و او در تافت تاب

چاہ میں جھانکا تو پانی میں صفا — عکس دیکھا شیر اور خرگوش کا

شیر عکس خویش دید از آب تفت　　شکل شیر و در برش خرگوش زفت

عکس دیکھا اس نے اپنا واقعی　　شیر کے پہلو میں تھا خرگوش بھی

چونکہ خصم خویش را در آب دید　　مر ورا بگذاشت اندر چہ دوید

اپنے دشمن کو جو دیکھا چاہ میں　　چھوڑ کر خرگوش، جھپٹا چاہ میں

در فتاد اندر چہے کو کندہ بود　　زانکہ ظلمے بر سرش آئندہ بود

جو کنواں کھودا اُسی میں خود گرا　　ظلم اُس کا اُس کے سر پہ آ پڑا

چاہِ مظلم گشت ظلم ظالماں　　ایں چنیں گفتند جملہ عالماں

ظالموں کا ظلم ہے اندھا کنواں　　عالموں کا قول ہے یہ جانِ جاں

ہر کہ ظالم تر چہش با ہول تر　　عدل فرمود ست بدتر را بتر

ظالموں کا ہے کنواں پُر ہول سا　　عدل میں بدتر ہے بدتر کا صلا

اے کہ تو از ظلم چاہے می کنی　　از برائے خویش دامے می تنی

کھودتا ہے گر کنواں تو ظلم سے　　کرتا ہے تیار دام اپنے لئے

بر ضعیفاں گر تو ظلمے می کنی　　دان کہ اندر قعر چاہے بے نہی

ظلم کرتا ہے جو کمزوروں پہ تو　　یہ سمجھ لے ہے کنوئیں میں مو بمو

گردِ خود چوں کرم پیلہ[۱] بر متن　　بہر خود چہ می کنی اندازہ کن

تن نہ مثل کرم پیلہ تار سے　　سوچ، کیا کرتا ہے تو اپنے لئے

مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں　　از نبی اذ جاء[۲] نصر اللہ بخواں

تو نہ بے کس کو سمجھ بے کار ساز　　اور سمجھ اذ جاء نصر اللہ کا راز

۱ ریشم کا کیڑا ۔ ۲ قولہ تعالیٰ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا (سورہ نصر) یعنی اے پیغمبر جب خدا کی مدد آئی اور فتح (مکہ) حاصل ہوئی تو نے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں پس خدا کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کر (بقیہ بر صفحہ ۱۵۹)

گر تو پیلی خصم تو از تو رمید — نک جزا طیرًا ابابیلت رسید

ہے جو تو فیل اور دشمن ناتواں — ہے سزا طیراً ابابیل اے جواں

گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں — غلغل افتد در سپاہ آسماں

مانگتا ہے جب کوئی بیکس اماں — شور ہوتا ہے فرشتوں میں عیاں

گر بدندانش گزی پرخوں کنی — درد دندانت بگیرد چوں کنی

دانت سے گر زخم تو پہنچائے گا — درد دنداں میں تو خود گھر جائے گا

شیر خود را دید در چہ وز غلو — خویش را نشناخت آں دم از عدو

عکس اپنا شیر نے دیکھا مگر — خود کو پہچانا نہ وہ بیداد گر

عکس خود را او عدوِ خویش دید — لاجرم بر خویش شمشیرے کشید

اپنا دشمن سمجھا اپنے عکس کو — مار لی تلوار خود اپنے، سُنو

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں — خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں

دوسروں میں دیکھتا ہے جو ستم — وہ تری عادت میں داخل ہیں بہم

اندر ایشاں تافتہ ہستی تو — از نفاق و ظلم و بدمستی تو

تیری ہستی میں ہیں سب جلوہ کناں — یہ نفاق اور ظلم اور بدمستیاں

آں توئی واں زخم بر خود می زنی — بر خود آں دم تارِ لعنت می تنی

زخمی کرتا ہے مجھے تیرا ہی زار — تنتا ہے اپنے پہ خود لعنت کے تار

در خود آں بد را نمی بینی عیاں — ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں

ہے بدی تیری نہ تیرے روبرو — ورنہ اپنا آپ ہی دشمن ہے تو

(بقیہ حاشیہ ۱۵۸) اور استغفار کر، وہ یقیناً توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

ك قولہ تبارک و تعالےٰ عزوجل :- وَاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ (سورۂ فیل) یعنے خدا نے اصحابِ فیل پر ایک چڑیا بھیج دی، جسے ابابیل کہتے ہیں ٭

حملہ بر خود می کنی اے سادہ مرد | ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

تو تو اپنے آپ پر حملہ کرے | شیر جیسے خود پہ حملہ بول دے

چوں بقعر خوے خود اندر رسی | پس بدانی کز تو بود آں ناکسی

قعر میں اپنی بدی کے جب گرے | ناکسی اپنی نظر آئے تجھے

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود | نقش او آں کش دگر کس می نمود

شیر نے دیکھا کنوئیں میں برملا | نقش جو تھا دوسرا دکھلا رہا

ہر کہ دندان ضعیفے می کند | کار آں شیر غلط بیں می کند

بیکسوں کو جو ستاتا ہے کبھی | کرتا ہے تقلید وہ اس شیر کی

اے بدیدہ خال بد بر روئے عم | عکس خال تست آں از عم مرم

روئے عم پہ تو نے دیکھا ہے جو تل | تیرے تل کا عکس ہے اے مردہ دل

مومناں آئینۂ یک دیگر اند[1] | ایں خبر را از پیمبر آورند

ایک کا آئینہ مومن دوسرا | قول ہے یہ احمدِ مختار کا

پیش چشمت داشتی شیشہ کبود | زاں سبب عالم کبودت می نمود

سامنے آئینہ تیرے تھا سیاہ | اس لئے آئی نظر دنیا سیاہ

گر نہ کوری ایں کبودی داں ز خویش | خویش را بد گو مگو کس را تو بیش

گر نہیں اندھا تو واقف خود سے ہو | اور دے الزام اپنے آپ کو

مومن ار ینظر بنور اللہ نبود | عیب مومن را برہنہ چوں نمود

گر نہ مومن نور حق سے دیکھتے | عیب کیوں مومن کے ننگے دیکھتے

چونکہ تو ینظر بنار اللہ بدی | نیکوئی را وا ندیدی از بدی

تیری نظروں میں خدا کی آگ تھی | تو نے کچھ سمجھی نہ یوں نیکی بدی

[1] حدیث نبوی صلعم میں ہے، اتقوا من فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ نورِ خدا کے ذریعے سے دیکھتا ہے!

اندک اندک آب بر آتش بزن
تا شود نارِ تو نور اے بوالحزن

آگ پر تو ڈال چھینٹے ذی شعور
تاکہ تیری نار ہی بن جائے نور

تو بزن یا ربنا آبِ طہور
تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور

گر کہ برسا دے خدا آبِ طہور
نارِ عالم سب کی سب ہو جائے نور

آب و دریا جملہ در فرمانِ تست
آب و آتش اے خداوند آنِ تست

آب و دریا ہے تیرا اختیار
تیرے قبضے میں ہیں یارب آب و نار

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود
ور نخواہی آب ہم آتش شود

تو اگر چاہے ہو پانی آگ بھی
ورنہ پانی آگ بن جائے ابھی

بے طلب تو ایں طلب مان دادۂ
بے شمار و حد عطا بنہادۂ

بے طلب سب کچھ دیا اے کردگار
بخششیں تیری ہیں ہم پر بے شمار

با طلب چوں ندہی اے حیّ ودود
کز تو آمد جملگی جود و وجود!

مانگنے سے کیوں نہ دیگا اے ودود
تجھ سے ہے دنیا کا یہ جود و وجود

در عدم کے بود ما را خود طلب
بے سبب کردی عطاہائے عجب

تھی عدم میں خود طلب ہم کو کہاں
بے سبب کیں بخششیں تو نے وہاں

جان و ناں دادی و عمرِ جاوداں
سائرِ نعمت کہ ناید در بیاں

جان دی اور رزق و عمرِ جاوداں
نعمتیں اتنی نہ ہو جن کا بیاں

ایں طلب ہم ما ازیں جا[1] جستہ
رستن از بیدادِ یارب[2] دادست

یہ طلب بھی ہے تری بخشی ہوئی
ہے نجاتِ ظلم تیری دی ہوئی

بے طلب ہم می دہی گنجِ نہاں
رائگاں بخشیدۂ جانِ جہاں

بے طلب دیتا ہے تو گنجِ نہاں
مفت بخشی تو نے جاں اے مہرباں

---

[1] دوست۔ محبّا۔ اسمائے الٰہی میں سے ایک نام ۔

ہکذا نعم الی دار السلام ‏ بالنبی المصطفٰی خیر الانام

نعمتیں ایسی ہی جنت میں بھی دے ‏ مصطفےٰ خیر الوریٰ کے واسطے

خرگوش کا نخچیروں کو خوشخبری پہنچانا

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت ‏ سوئے نخچیراں رواں شد تا بدشت

جب رہائی سے ہوا خرگوش شاد ‏ لوٹا نخچیروں کی جانب بامراد

شیر را چوں دید محوِ ظلم خویش ‏ سوئے قوم خود دوید او پیش پیش

شیر کو پا کر ستم میں مبتلا ‏ قوم کی جانب چلا بھاگا ہوا

شیر را چوں دید کشتہ ظلم خود ‏ می دوید او شادمان و پار شد

پھنس گیا شیر اپنے ہی جب ظلم سے ‏ شادماں خرگوش آیا بھاگ کے

شیر را چوں دید در چہ کشتہ زار ‏ چرخ می زد شادماں تا مرغزار

شیر کو دیکھا کنوئیں میں جب نزار ‏ جھومتا آیا وہ سوئے مرغزار

دست می زد چوں رہید از دستِ مرگ ‏ سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ

جا رہا تھا وجد میں بے خوفِ مرگ ‏ جیسے رقصاں ہوں ہوا میں شاخ و برگ

شاخ و برگ از حبسِ خاک آزاد شد ‏ سر برآورد و حریفِ باد شد

شاخ و برگ آزاد حبسِ خاک سے ‏ ہو کے نکلے اور ہوا میں آ گئے

برگہا چوں شاخ را بشگافتند ‏ تا بہ بالائے درخت اشتافتند

پھاڑ دی پتوں نے آخر شاخِ سخت ‏ پہنچے دے کر زور بالائے درخت

با زبانِ شطأه شکرِ خدا ‏ می سراید ہر بر و برگ جدا

پھر زبانِ شاخ سے شکرِ خدا ‏ کرتا ہے ہر پھول ہر پتہ جدا

بے زباں ہر بار و برگ و شاخہا ‏ می سراید ذکر و تسبیحِ خدا

بے زباں ہر شاخ اور ہر برگ و بار ‏ کرتا ہے تسبیح و ذکرِ کردگار

کہ بپرورد اصل مارا ذوالعطا — تا درخت استغلظ آمد فاستوٰی
جڑ ہماری پالتا ہے وہ خدا — اور کرتا ہے قوی دے کر غذا

جانہائے بستہ اندر آب و گل — چوں رہند از آب و گلہا شاد دل
جتنی جانیں آب و گل میں تھیں نہاں — چھوٹ کے آب و گل سے نکلیں شادماں

در ہوائے عشق حق رقصاں شوند — ہمچو قرص بدر بے نقصاں شوند
سب ہوائے عشق میں رقصاں ہوئیں — اور مثل بدر بے نقصاں ہوئیں؛

جسم شاں در رقص و جانہا خود مپرس — وانکہ گرد جاں از انہا خود مپرس
جسم تو رقصاں ہیں جانوں کی نہ پوچھ — جو ہوا جان۔ اس کی حالت بھی نہ پوچھ

شیر را خرگوش در زنداں نشاند — ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند
شیر کو قیدی کیا خرگوش نے — شیر پانی ہو گیا خرگوش سے

در چنیں ننگے و آنگہ ایں عجب — فخر دیں خواہی کہ گویندت لقب
شرم کے اس حال میں بھی یا عجب — چاہتا ہے فخر دیں کا ہے لقب

اے تو شیری در تگ ایں چاہ فرد — نفس چوں خرگوش خونت ریخت خورد
ہے کنوئیں کی دھن میں مثل شیر تو — نفس ہے خرگوش پیتا ہے لہو

نفس خرگوشت بہ صحرا در چرا — تو بقعر ایں چہ چون و چرا
نفس کا خرگوش ہے خوش چر رہا — اور ہے تو چاہ ذلت میں پھنسا

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر — کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
پہنچا نخچیروں میں جا کر شیر کو — مژدہ ہو اے قوم آ پہنچا بشیر

مژدہ مژدہ اے گروہ عیش ساز — کاں سگ دوزخ بدوزخ رفت باز
مژدہ ہو اے عیش مندو مرحبا — دوزخی کتا وہ دوزخ میں گیا

مژدہ مژدہ کان عدو جانہا — کند قہر خالقش دندانہا
مژدہ ہو اس دشمن جاں سے چھٹے — توڑے حق نے دانت اس کے قہر سے

مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ
او فتاد از عدل و لطفِ پادشاہ

مژدہ ہو مژدہ کنوئیں میں پڑ خطا
عدل و لطفِ بادشاہ سے گر پڑا

آنکہ از پنجہ بسے سر ہا بکوفت
ہمچو خس جاروبِ مرگش ہم بروفت

جس نے پنجے سے اڑائے لاکھ سر
مثلِ خس ہے موت سے بیرونِ در

آنکہ جز ظلمش دگر کارے نبود
آہِ مظلومش گرفت و کوفت زود

وہ کہ شغل اک ظلم ہی کا تھا اُسے
آہ نے مظلوم کی مارا اُسے

گردنش بشکست و مغزش بر درید
جانِ ما از قیدِ محنت وارہید

ٹوٹی گردن اُس کی اور بھیجا پھٹا
ہو گئی جان اپنی مشکل سے رہا

گم شد و نابود شد از فضلِ حق
بر ہمہ دشمن شمار اشد سبق

فضلِ حق سے ہو گیا نابود شیر
فتحِ حق سے ہو گئے ہم سب سپر

نخچیروں کا خرگوش کی تعریف کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش
شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش

ہو گئے نخچیر اُس دم جمع سب
شاد اور خنداں تھے با جوشِ طرب

حلقہ کردند او چو شمعے درمیاں
سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں

شمع سا خرگوش بیٹھا درمیاں
جانور کرتے تھے سجدے بیگماں

تو فرشتہ آسمانی یا پری!
یا تو عزرائیلِ شیرانِ نری

تو پری ہے یا فرشتہ ہے ارے
یا ہے عزرائیل شیروں کے لئے

ہرچہ ہستی جانِ ما قربانِ تست
دست بردی دست و بازویت درست

کچھ بھی ہو قربان ہم تجھ پر ہوئے
ہیں توانا ہاتھ اور بازو تیرے

راند حق ایں آب را در جوئے تو
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حق نے یہ طاقت تجھے دی بالیقیں
ہاتھ اور بازو پہ تیرے آفریں

باز گو تا قصہ درمانہا شود | باز گو تا مرہم جانہا شود
کیسی گذری کیا ہوا ہم بھی سنیں ! | مرہم جاں اس طرح حاصل کریں

باز گو تا چوں سگالیدی بمکر | آں عواں را چوں بمالیدی بمکر
ہاں سنا کیا مکر تھا کرنا پڑا | کس طرح مغلوب ظالم کو کیا

باز گو کز ظلم آں استم نما | صد ہزاراں زخم دارد جان ما
کچھ نہ کچھ روداد ظالم سن تو لیں | زخم ہیں لاکھوں ہی اپنی جان میں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزاست | روح مارا قوت و دلہا را غذاست
پھر وہ قصہ کہ جو ہے فرحت فزا | ہے غذائے روح اور دل کی دوا

گفت تائید خدا بود اے مہاں | ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
بولا یہ تھی صرف تائید خدا | ورنہ اک خرگوش کی ہستی ہی کیا

قوتم بخشید و دل را نور داد | نور دل مر دست و پا را زور داد
جس نے مجھ کو قوتیں دیں اور نور | دست و پا کو نور دل سے ہے سرور

خرگوش کا نخچیروں کو نصیحت کرنا

از بر حق می رسد تفضیلہا | باز ہم از حق رسد تبدیلہا
ہر فضیلت حق سے ہوتی ہے عیاں | حق ہی کر دیتا ہے پھر تبدیلیاں

حق بدور و نوبہ ایں تائید را | می نماید اہل ظن و دید را
دورہ و نوبت میں اس تائید کو | حق دکھا دیتا ہے ۔ اہل دید کو

ہیں بملک نوبتی شادی مکن | اے تو بستہ نوبت آزادی مکن
نوبتی دنیا ہے پھر شادی کہاں | بستہ نوبت ہے آزادی کہاں

آنکہ ملکش برتر از نوبت تنند | برتر از ہفت انجمش نوبت زنند
جو ہیں دوروں سے نکلکر ارجمند | ان کی نوبت ہے ستاروں سے بلند

برتر از نوبت ملوک باقی اند
دورِ دائم روحہا را ساقی اند

ایسے عالی مرتبہ باقی رہے
اور دورِ روح کے ساقی رہے

چوں بنوبت می دہند ایں دولتت
از چہ شد پس باد آخر سبلتت

جبکہ یہ دولت تری ہے عارضی
پھر تنی رہتی ہیں کیوں مونچھیں تری

ترکِ ایں شرب ار بگوئی یکدو روز
درکنی اندر شرابِ خلد پوز

گر کریگا ترک دو اک دن شراب
ہوگا شربِ خلد سے تو کامیاب

یکدو روزے چیست دنیا ساعتیست
ہر کہ ترکش کرد اندر راحتیست

ایک دو دن کیا ہے دنیا اک گھڑی
جس نے چھوڑا اس کو راحت مل گئی

معنئے الترک راحۃ گوش کن
بعد ازاں جامِ بقا را نوش کن

ترک راحت کے سبق پہ غور کر
ہونگے پھر جامِ بقا سے ہونٹ تر

با سگاں بگذار ایں مردار را
خرد بشکن شیشۂ پندار را

چھوڑ دے کتوں میں اس مردار کو
چور کر اس شیشۂ پندار کو

چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع

اے شہاں کشتیم ما خصمِ بروں
ماند خصمے زاں بتر در اندروں

ظاہری دشمن کی ہم نے جان لی
اس سے بدتر اک ہے دشمن باطنی

کشتنِ ایں کارِ عقل و ہوش نیست
شیرِ باطن سخرۂ خرگوش نیست

مر نہیں سکتا یہ عقل و ہوش سے
شیرِ باطن کیا دبے خرگوش سے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست
کو بدریاہا نگردد کم و کاست

نفس اک دوزخ ہے دوزخ اژدہا
جو نہیں دریاؤں سے گھٹتی ذرا

ہفت دریا را درآشامد ہنوز
کم نگردد سوزشِ آں خلق سوز

سات دریا پی چکے لیکن ہنوز
کم نہ ہو گرمی و سوزِ خلق سوز

سنگہاؤ کافران سنگدل
اندر آیند اندروزار و خجل

خاک پتھر کافران سنگ دل
گر پڑیں گے اس میں ہو ہو کر خجل

ہم نگردد ساکن از چندیں غذا
تا ز حق آید مرا ورا ایں ندا

پر اسے کافی نہ ہوگی یہ غذا
اور حق سے آئے گی اس کو ندا

سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز
اینت آتش اینت تابش اینت سوز

سیر ہے تو اور وہ بولے گی نہیں
آگ، گرمی، سوز ہے یہ بدترین

عالمے را لقمہ کرد و درکشید
معدہ اش نعرہ زناں ھل من مزید

اک جہاں کو لقمہ کرکے کھا گئی
پھر بھی لاؤ اور کچھ کہتی رہی!

حق قدم برو ے نہد از لامکاں
آنکہ او ساکن شود از کن فکاں

لامکاں سے حق جو رکھے گا قدم
کن فکاں سے ہوگی اس کی آگ کم

چونکہ جزو دوزخ ست ایں نفس ما
طبع کل دارد ہمیشہ جزو ہا

جزو دوزخ نفس ہے اسے بے خبر
جزو میں بھی کُل کا ہوتا ہے اثر

ایں قدم حق را بود کو را کشد
غیر حق خود کہ کمان او کشد

پائے حق ہی اس کو مارے گا وہاں
غیر حق کھینچیگا کون اس کی کماں

در کماں ننہند الا تیر راست
ایں کماں را بازگوں کژ تیرہاست

تیر ہوں سیدھے کماں کے واسطے
ہیں کماں میں تیر کج رکھے ہوئے

راست شو چوں تیر و وارہ از کماں
کز کماں ہر راست بجہد بیگماں

راست ہو کر تو کماں سے چھوٹ جا
راست جو ہے۔ وہ کماں سے چل دیا

چونکہ وا گشتم ز پیکار بروں
روئے آوردم بہ پیکار دروں

کر چکا ہوں جنگ ظاہر کا میں ذکر
مجھ کو اب پیکار باطن کی ہے فکر

قد رجعنا من جہاد الاصغریم
با نبی اندر جہاد اکبریم

ختم کر آئے جہادِ اصغری
ایک بت سے ہے جہاد اکبری

قوت از حق خواہم و دریا شگاف
تا بسوزن بر کنم این کوہ قاف

چاہتا ہوں قوت دریا شگاف
تا اکھاڑوں سوئی سے یہ کوہ قاف

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند
شیر آن ست آنکہ خود را بشکند

شیر کو آسان ہے صف سے چھیڑ چھاڑ
شیر وہ ہے اپنے کو ڈالے جو پچھاڑ

تا شود شیر خدا از عون او
وا رہد از نفس و از فرعون او

شیر ہو جائے جو حق کی عون سے
چھوٹ جائے نفس کے فرعون سے

قیصر رُوم کا سفیر حضرت عمرؓ کی خدمت میں

در بیان این شنو یک قصہ
تا بری از سر گفتم حصہ

قصہ میں سن ایک قصہ خوش گوار
تا کہ حصہ بھید کا ہو آشکار

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول
در مدینہ از بیابان نغول

بھیجا شاہ روم نے نزد عمرؓ
دور کے جنگل سے اک پیغامبر

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم
تا من اسپ و رخت را آنجا کشم

بولو چھاؤں ہے خلیفہ کا کہاں
گھوڑے اور اسباب پہنچا دوں جہاں

قوم گفتندش کہ او را قصر نیست
مر عمرؓ را قصر جان روشنی ست

قوم بولی قصر تو اُن کا نہیں
قصر جان پر ضیا میں ہیں مکیں

گرچہ از میری ورا آوازہ ایست
ہمچو درویشاں مر او را کاژہ ایست

گو امیری اُن کی ہے مشہور سی
ہے فقیروں کی طرح اک جھونپڑی

اے برادر چوں ببینی قصر او
چونکہ در چشم دلت رستست مو

قصر جاں آئے نظر کیونکر تجھے
تیرے دل کی آنکھ میں تو بال ہے

چشم دل از موئے علت پاک دار
وانگہاں دیدار قصرش چشم دار

چشم دل سے بال علت کے نکال
اور پھر ایواں پہ اُن کے آنکھ ڈال

ہر کرا ہست از ہوسہا جان پاک | زود بیند حضرت و ایوان پاک

روح جس کی ہے ہوس سے پاک صاف | قصر وہ دیکھے گا اُن کا صاف صاف

چوں محمد پاک شد از نار و دود | ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود

پاک نار و دود سے تھے مصطفیٰ[1] | جس طرف دیکھا خدا موجود تھا

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را | کے بہ بینی ثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ را

وسوسہ بدخواہ ہے ساتھی ترا | کیا تو دیکھے نور وجہ اللہ کا

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب | او ز ہر ذرہ بہ بیند آفتاب

کشف سے حاصل ہو جس کو فتح باب | وہ ہر اک ذرّے میں دیکھے آفتاب

حق پدیدا است از میان دیگراں | ہمچو ماہ اندر میان اختراں

دوسروں میں حق ہے یوں دیدار ریز | جیسے تاروں میں ہو چاند انوار ریز

دو سر انگشت بر دو چشم نہ | ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ

رکھ کے دو آنکھوں پہ دونوں انگلیاں | پھر بتا انصاف سے کیا ہے عیاں

ور نہ بینی ایں جہاں معدوم نیست | عیب جز انگشتِ نفسِ شوم نیست

تو نہ دیکھے تو جہاں معدوم کیوں | کیا نہیں یہ عیب نفس شوم ۔ کیوں

تو ز چشم انگشت را بردار ہیں ! | و آنگہانے ہرچہ می خواہی بہ بیں

انگلیاں پہلے ہٹا لے آنکھ سے | اور پھر جو چاہتا ہے دیکھ لے

نوح را گفتند امت کو ثواب | گفت او زانسوئے وَاسْتَغْشَوْا ثِیَاب

نوح[2] سے پوچھی گئی راہِ ثواب | بولے حق کی سمت وَاسْتَغْشَوْا ثِیَاب

(۱) قولہ تعالیٰ:- وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ)
یعنی مشرق اور مغرب صرف خدا کے لئے ہیں۔ پس جدھر رُخ کرو۔ خدا کی صورت درخشاں ہے۔

(۲) قولہ تعالیٰ:- وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُہُمْ لِتَغْفِرَ لَہُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَہُمْ فِیْٓ اٰذَانِہِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا۔ (سورۂ نوح ۲) یعنی (باقی بر صـ۱۷)

رو و سر در جامہا پیچیدہ اید — لاجرم با دیدہ و نادیدہ اید

کپڑے سے سب ڈھک لئے منہ اور سر — آنکھیں ہیں اور کچھ نہیں آتا نظر

آدمی دید ست باقی پوست ست — دید آنست آنکہ دید دوست ست

آدمی ہے دید باقی پوست ہے — دید وہ ہے بس جو دید دوست ہے

چونکہ دید دوست نبود کور بہ — دوست کو باقی نباشد دور بہ

ہو نہ دید دوست تو اندھا بھلا — دوست جو باقی نہ ہو پائے فنا

چوں رسول روم ایں الفاظ تر — در سماع آورد شد مشتاق تر

جب سنا یہ کچھ سفیر روم نے — اور بڑھا یا اشتیاق دید سے

دیدہ را بر جستن عمرؓ گماشت — رخت را و اسپ را ضائع گذاشت

کی عمرؓ کے دیکھنے کی آرزو — چھوڑے اسباب اور گھوڑے بھی

ہر طرف اندر پئے آں مرد کار — می شدے پرساں او دیوانہ وار

ہر طرف اُن کے لئے وہ مرد کار — پوچھتا پھرنے لگا دیوانہ وار

کایں چنیں مردے بود اندر جہاں — وز جہاں مانند جاں باشد نہاں

ہائے الیہا مرد مقبول جہاں ! — ہو مثال روح دنیا سے نہاں

سفیر قیصر روم کا حضرت عمرؓ کو پالینا

جست او را تاش چوں بندہ بود — لاجرم جویندہ یابندہ شود

ڈھونڈ پایا تا بنے خادم بجاں ! — ہے مثل "جیں ڈھونڈیاں تن پائیاں"

دید اعرابی زنے او را دخیل — گفت عمرؓ اینک بزیر آں نخیل

اک عرب عورت یہ بولی دیکھ کر — سو رہے ہیں وہ کھجوروں میں عمرؓ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۹) میں نے جسقدر قوم کو دعوت دی، کہ تو اسکو بخشش دے انہوں نے اپنی انگلیوں کو کان میں دے لیا اور اپنے کپڑوں کو پردہ بنا لیا اور اصرار کفر اور سرکشی کرنے لگے +

زیر خرما بن ز خلقاں او جدا   زیر سایہ خفتہ بیں سایۂ خدا

سایۂ خرما میں لوگوں سے جدا   سو رہا ہے دیکھ وہ ظلِ خدا

آمد آنجا و از دور ایستاد   مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد

پہنچا اور کچھ دور ٹھہرا باخدا   وہ عمرؓ کو دیکھ کر لرزاں ہوا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول   حالتے خوش کرد بر جانش نزول

سونے والے سے وہ قاصد ڈر گیا   وجد سا اک روح میں پیدا ہوا

مہر و ہیبت ہست ضدِ یکدگر   ایں دو ضد را دید جمع اندر جگر

مہر و ہیبت دو ضدیں ہیں بالیقیں   دونوں ضدیں جمع اس کے دل میں تھیں

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام   پیش سلطاناں خوش و بگزیدہ ام

بولا دیکھے ہیں ہزاروں بادشاہ   ان کی صحبت میں رہا ہوں بارہا

از شہانم ہیبت و ترسے نبود   ہیبتِ ایں مرد ہوشم در ربود

بادشاہوں سے نہ تھا کچھ ڈر مجھے   اسکی ہیبت سے ہیں میرے ہوش اڑے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ   روئے من ز ایشاں نگردانید رنگ

شیروں اور چیتوں میں ہوں برسوں رہا   رنگ چہرے کا نہ تھا میرے اڑا

بس شدستم در مصاف و کارزار   ہمچو شیر آں دم کہ باشد کارزار

میں رہا ہوں مردِ جنگ و کارزار   شیر کی مانند جب برہم ہو کار

بسکہ خوردم بس زدم زخمِ گراں   دل قوی تر بودہ ام از دیگراں

کھائے زخم اکثر تو اکثر ہی دیئے   دل قوی تر دوسروں سے تھا مرے

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں   من بہ ہفت اندام لرزاں چیست ایں

وہ ہے بے ہتھیار سوتا خاک پر   میں ہوں ہفت[1] اندام سے لرزاں مگر

---

[1] سات عضو (ظاہری) سر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔ (باطنی) دماغ۔ دل۔ جگر۔ تلی۔ پھیپھڑا۔ پتّا۔ معدہ ●

هیبت حق است ایں از خلق نیست
رعبِ حق ہے۔ سطوتِ خلقت نہیں

ہیبت آں مردِ صاحب دلق نیست
گدڑی والے کی یہ کچھ ہیبت نہیں

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید
حق سے ڈر کر جو ہوا پرہیزگار

ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید
اُس سے لرزاں انس و جن ہیں بار بار

اندریں فکرت بخدمت دست بست
ہاتھ باندھے وہ رہا آخر کھڑا

بعد یک ساعت عمرؓ از جائے جست
نیند سے اُٹھے عمرؓ۔ کلمہ پڑھا

کرد خدمت مر عمرؓ را و سلام
جب عمرؓ اُٹھے۔ کیا اُس نے سلام

گفت پیغمبرؐ سلام آنگہ کلام
ہے روا پہلے سلام اور پھر کلام!

پس علیکش گفت و او پیش خواند
دیکے حضرت نے جواب بے ہراس

ایمنش کرد و بہ پیش خود نشاند
بیٹھنے کو دی جگہ بھی اپنے پاس

ہر کہ ترسد مرورا ایمن کنند
جو کوئی ہوتا ہے ڈر سے مضمحل

مرد دل ترسندہ را ساکن کنند
دیتے ہیں تسکیں اُس کو مرد دل

لا تخافوا ہست نزلِ خائفاں
مت ڈرو جو حکم ہے قرآن میں

ہست درخور از برائے خائف آں
ہے یہ ڈرنے والوں کی آیا شان میں

آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس
کیوں نڈر کو کر رہا ہے۔ تو نہ ڈر

درس چہ دہی نیست او محتاجِ درس
درس کس کو دے رہا ہے بے خبر

لہ قولہ تبارک و تعالیٰ :- إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۔ (حٰم سجدہ) یعنی جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ پھر اس پر قائم رہے ہیں۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نہ ڈرو۔ اور نہ رنج کرو۔ تمہیں بہشت کا مژدہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے۔

خاطرِ ویرانش را آباد کرد ! — آں دل از جارفتہ را دل شاد کرد
اُس کا دل آباد حضرت نے کیا — دی تسلّی شاد اُس کو کر دیا

حضرتِ عمرؓ اور سفیرِ قیصرِ رُوم کی گفتگو

بعد از اں گفتش سخنہائے دقیق — در صفاتِ پاکِ حق نعم الرفیق
پھر سُنائیں کچھ اُسے باتیں دقیق — حمد خالق کی جو ہے بہتر رفیق
وز نوازشہائے حق ابدال را — تا بداند او مقام و حال را
پھر جتایا حالتِ ابدال کو — تا کہ وہ سمجھے مقام و حال کو
حال چوں جلوہ ست زاں زیبا عروس — ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
حال جلوہ ہے عروسِ ناز کا — اور مقام اک پردہ ہے ہمراز کا
جلوہ بیند شاہ و غیرِ شاہ نیز — وقتِ خلوت نیست جز شاہِ عزیز
دیکھتا ہے جلوہ شاہ و غیرِ شاہ — شاہ کو خلوت میں بھی ہے دستگاہ
جلوہ کردہ عام و خاصاں را عروس — خلوت اندر شاہ باشد با عروس
جلوہ اُس کا دیکھتے ہیں عام و خاص — شاہ سے خلوت میں ہے اک اختصاص
ہست بسیار اہلِ حال از صوفیاں — نادر ست اہلِ مقام اندر میاں
صوفیوں میں ہیں بہت سے اہلِ حال — چند ہیں اہلِ مقام اے خوش مقال
از منازلہائے جانش یاد داد — وز سفرہائے روانش یاد داد
روح کی اُس کو بتائیں منزلیں — کیا ہیں درجے رہگذرِ روح میں !
وز زمانے کز زماں خالی بُدست — وز مقامِ قدسِ اجلالی شدست
وقت سے خالی کبھی تھا یہ جہاں — پھر مقامِ قدس کا چھیڑا بیاں
وز ہوائے کاندرو سیمرغِ روح — پیش ازیں دیدست پروازِ فتوح
اُس ہوا کا ذکر جس میں مرغِ روح — بار ہا تھا پہلے محوِ کرّ فتوح

هر یکے پروازش از آفاق بیش — وز امید و همت مشتاق بیش

تھی ہر اک پرواز دنیا سے فزوں — اور امید و تمنا سے فزوں

چوں عمرؓ اغیار رو را یار یافت — جان او را طالب اسرار یافت

اجنبی پایا عمرؓ نے راز دار — روح دیکھی طالب اسرار یار

شیخ کامل بود و طالب مشتہی — مرد چابک بود و مرکب درگہی

شیخ تھا کامل تو طالب مشتہی[1] — مرد تھا چالاک گھوڑا درگہی[2]

دید آں مرشد کہ او ادراک داشت — تخم پاک اندر زمین پاک داشت

دیکھا مرشد نے کہ با ادراک ہے — اس کے آب و گل میں تخم پاک ہے

مرد گفتش کاے امیر المومنین — جاں ز بالا چوں در آمد در زمیں

پوچھا حضرت! کیجیے آگہ مجھے — روح کیوں آئی زمیں پہ چرخ سے

مرغ بے اندازہ چوں شد در قفص — گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص

کیوں قفس میں ہیں یہ طائر بے شمار — بولے ہیں مسجود حکم کردگار

بر عدمہا کاں ندارد چشم و گوش — چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش

وہ عدم ہے جو نہیں با چشم و گوش — جب فسوں پڑھتا ہے آجاتا ہے جوش

از فسون او عدمہا زود زود — خوش معلق می زند سوئے وجود

اس کے افسوں سے عدم آگے بڑھا — سوئے ہستی لوٹنی کھاتا ہوا

باز بر موجود افسونے چو خواند — زود و در او در عدم دو اسپہ راند

پھر جو اک افسوں پڑھا موجود پہ — چل دیا شے عدم وہ زود تر

گفت با جسم آیتے تا جاں شد او — گفت با خورشید تا رخشاں شد او

جسم سے جب کچھ کہا جاں ہو گیا — کچھ کہا سورج سے تاباں ہو گیا

[1] صاحب ذوق۔ خواہشمند۔

[2] وہ گھوڑا جو دربار سلطانی کے قابل ہو۔

باز در گوشش دمد نکتۂ مخوف | در رخِ خورشید افتد صد کسوف
ڈال کر کانوں میں پھر رازِ مخوف | چہرے پر سورج کے ڈالے سو کسوف

گفت در گوشِ گل و خندانش کرد | گفت با لعل خوش و تابانش کرد
پھول کو کچھ کہہ کے خنداں کر دیا | لعل کو کچھ کہہ کے رخشاں کر دیا

تا بگوشِ خاک حق چہ خواندہ است | کو مراقب گشت و خامش ماندہ است
خاک سے کیا جانے کیا ہے کہہ دیا | وہ مراقب اور چپ ہے دیکھتا

تا بگوشِ ابر آں گویا چہ خواند | کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
جانے کہہ دی ابر سے کیا بات تیز | مشک کی صورت ہوا وہ آب ریز

در تردد ہر کہ او آشفتہ است | حق بگوشِ او معما گفتہ است
فکر سے جو کوئی ہو آشفتہ حال | اس سے کہتا ہے معما ذو الجلال

تا کند محبوسش اندر دو گماں | آں کنم کو گفت یا خود ضدِ آں
دو گمانوں میں پھنسا رہتا ہے وہ | یہ کروں یا وہ کروں کہتا ہے وہ

ہم ز حق ترجیح یابد یک طرف | زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
بنتی ہے ترجیح حق حسنِ امل | ایک پر دونوں سے کرتا ہے عمل

گر نخواہی در تردد ہوشِ جاں | کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں
گر تردد سے ہے رنج اے خوش خصال | گوشِ جاں سے روئی کا پھویا نکال

پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش | تا بگوشت آید از گردوں خروش
پنبۂ وسواس کانوں سے نکال | تا سنائی دے خدا کی بول چال!

تا کنی فہم آں معماہاش را | تا کنی ادراک رمزِ فاش را
تا کہ تو سمجھے معمے صاف صاف | تا ذکا ادراک پہ ہو انکشاف

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں | وحی چہ بود گفتنی از حس نہاں
وحی آنے کی جگہ ہے گوشِ جاں | وحی کیا ہے! خطبۂ حسِ نہاں

گوش جان و چشم جاں جز ایں حس ست — گوش عقل و چشم ظن زیں مفلس ست

بہرہ ور اس حس سے گوش و چشم جاں — عقل و ظن کا اس میں حصہ ہے کہاں

لفظ جبرم عشق را بے صبر کرد — وآنکہ عاشق نیست حبس جبر کرد

دے گیا ہے میرا جبر عشق صبر — جو نہیں عاشق وہ ہے محبوس جبر

ایں معیت با حق ست و جبر نیست — ایں تجلی مہ ست ایں ابر نیست

جبر کب ہے یہ ہے قرب ایزدی — ابر ہے کب۔ ہے تجلی چاند کی

ور بود ایں جبر جبر عامہ نیست — جبر آں امارۂ خود کامہ نیست

جبر ہے تو غیر جبر عام ہے ! — کب یہ جبر نفس نافرجام ہے

جبر را ایشاں شناسند اے پسر — کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر

جبر کو پہچانتے ہیں وہ پسر! — جن کو دیتا ہے خدا دل کی نظر

غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش — ذکر ماضی پیش ایشاں گشت لاش

غیب و مستقبل ہے اُن پہ آشکار — ذکر ماضی ہیچ ہے۔ از رفتہ کار

اختیار و جبر ایشاں دیگر ست — قطرہا اندر صدفہا گوہر ست

اختیار و جبر اُن کا ہے جدا — سیپ میں قطرے میں گوہر بلا

ہست بیروں قطرۂ خرد و بزرگ — در صدف آں دُرِ خرد ست و سترگ

قطرے باہر جتنے تھے چھوٹے بڑے — سیپ میں چھوٹے بڑے موتی بنے

طبع ناف آہو ست آں قوم را — از بروں خوں و ز دروں شاں مشکہا

طبع عارف ناف آہو مو بمو ! — مشک ہے اندر سے باہر سے لہو

تو مگو کایں نافہ بیروں خوں بود — چوں رود در ناف مشکے چوں شود

تو نہ کہہ۔ نافہ ہے یہ باہر سے خون — ناف میں جا کر بنے گا مشک کیوں

تو مگو کایں مس بدوں بُد محتقر ‏ ‏ در دلِ السیر چوں گشت ست زر
تو نہ کہہ تانبا تھا جنسِ محتقر[۱] ‏ ‏ ہو گیا اکسیر میں کس طرح زر

اختیار و جبر در تو بُد خیال ‏ ‏ چوں در ایشاں رفت شد نورِ جلال
اختیار و جبر دونوں تھے خیال ‏ ‏ ان میں جا کر بن گئے نورِ جلال

ناں چو در سفرہ ست، او باشد جماد ‏ ‏ در تنِ مردم شود او روحِ شاد
خوان پر روٹی ہے اک بے جان شے ‏ ‏ جسم میں جا کر سرورِ رُوح ہے

در دلِ سفرہ نگردد مستحیل ‏ ‏ مستحیلش جان کند از سلسبیل
خوان کی تقسیم ناممکن۔ وہ ‏ ‏ رُوح کرتی ہے وہاں تقسیم اُسے

قوتِ جاں ست ایں اے راست خواں ‏ ‏ تا چہ باشد قوتِ آں جانِ جاں
جان میں قوت ہے جب ایسی نہاں ‏ ‏ ہو گا قادر کس قدر وہ جانِ جاں

ناں ست قوتِ تن ولیکن در نگر ‏ ‏ تا چہ قوتِ جانش باشد اے پسر
جسم کی روٹی غذا ہے، اے پسر ‏ ‏ جان کی ہے کیا غذا کچھ غور کر

گوشت پارہ آدمی با عقل و جاں ‏ ‏ می شگافد کوہ را با بحر و کاں
لوتھڑا ہے گوشت کا یہ آدمی ‏ ‏ کھودتا ہے کان دریا کوہ بھی

زورِ جانِ کوہ کن شق الحجر ‏ ‏ زورِ جانِ جاں دراں شق القمر
کوہ کن کے زور نے توڑے حجر[۲] ‏ ‏ زورِ جانِ جاں سے ٹکڑے تھا قمر

گر گشاید دل سرِ انبانِ راز ‏ ‏ جاں بسوئے عرش سازد ترک تاز
دل جو کھل کر کھول دے زنبیلِ راز ‏ ‏ عرش پہ ہو جان صرفِ ترک تاز

گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں ‏ ‏ آتش افروزد بسوزد ایں جہاں
گر زباں کھولے وہ اسرارِ نہاں ‏ ‏ آگ لگ جائے ہو خاکستر جہاں

۱ بے حد حقیر

۲ پتھر

قولِ آدمؑ اور قولِ ابلیس

فعلِ حق و فعلِ ما ہر دو ببیں — فعلِ مارا ہست دان پیداست ایں

اپنے اور خالق کے کر فعلوں پہ دھیان — فعل کو بندوں کے پھر تو ہست مان

گر نہ باشد فعلِ خلق اندر میاں — پس مگو کس را چرا کردی چناں

کچھ نہیں گر دخل فعلِ خلق کا — پھر نہ کہہ یہ کیوں کیا وہ کیوں کیا

خلقِ حق افعالِ مارا موجدست — فعلِ ما آثارِ خلقِ ایزدست

ہے تمام افعال کا فاعل وہی — ہیں یہ فعل آثار خلق ایزدی

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ ما — زد جزا آگہ مارِ ما گہ یارِ ما

لیکن اپنے فعل پر ہے اختیار — اس لئے ہے ہم پہ بدلے کا مدار

زانکہ ناطق حرف بیند یا غرض — کے شود یکدم محیطِ دو عرض

حرفؔ[1] کو دیکھے گا ناطق یا غرض — ہو نہیں سکتا محیطِ دو عرض

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف — پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف

حرف سے غافل گیا معنی میں گھر — پیش و پس دیکھے کسی جانب نہ پھر

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں — تو پسِ خود کے بہ بینی ایں بداں

سامنے تیری نظر ہو گی اگر — پیچھے جا سکتی ہے پھر کیونکر نظر

چوں محیطِ حرف و معنی نیست جاں — چوں بود جاں خالقِ ایں ہر دواں

حرف و معنی پہ نہیں حادی جو جاں — جان کو دونوں پہ پھر قابو کہاں

[1] یعنی جس طرح بولنے یا پڑھنے والا آدمی یا تو حرف کو دیکھے گا، یا معنی کو۔ ایک ہی وقت میں دونوں چیزوں کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ عرض اُسے کہتے ہیں۔ جو دوسری چیز کے سبب قائم ہو ٭

حق محیطِ جملہ آمد اے پسر — واندرآرد کارش از کارِ دگر

حق محیط ان سب پہ ہے اے بے خبر — کرتا ہے اک کام میں کارِ دگر!

گفت ایزد جانِ ما را مست کرد — چوں ندا ندآں کرا خود ہست کرد

مست ہم کو قول[1] ایزد نے کیا — رُوح دی جس نے نہ وہ کیوں جانتا

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی[2] — کرد فعلِ خود نہاں دیوِ دنی

بولا شیطاں تو نے گمراہ کردیا — اُس نے فعل اپنے لئے اس میں چھپا

گفت آدمؑ کہ ظلمنا انفسنا[3] — او ز فعلِ حق نبُد غافل چو ما

بولے آدمؑ ظلم مجھ سے ہو گیا — کیونکہ فعلِ حق سے تھے وہ آشنا

در گنہ او از ادب پنہانش کرد — زاں گنہ بر خود زدن او بر بخورد

جرم میں اُس کو ادب سے چھوڑ کر — پایا پھل لے کر گنہ کو دوش پر

بعد توبہ گفتش اے آدمؑ نہ من — آفریدم در تو آں جرم و محن

بعد توبہ حق نے آدمؑ سے کہا — میں نے کیا ڈالی نہ تھی تجھ پہ بلا

نے کہ تقدیر و قضائے من بُداں — چوں بوقتِ عذر کردی آں نہاں

کیا نہ تقدیر و قضا تھی وہ مری — جو بوقتِ عذر پنہاں تو نے کی

گفت ترسیدم ادب نگذاشتم — گفت من ہم پاس آنت داشتم

بولے میں کانپا۔ نہ پر چھوڑا ادب — حکم آیا ہے یہ رحمت کا سبب

---

[1] اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ۔ [2] قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ وتبارک شانہٗ۔ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (اعراف) یعنی (شیطان نے کہا) اے خدا چونکہ تو نے مجھکو بہکایا ہے۔ اس لئے میں فرزندانِ آدم کے رستے میں بیٹھتا ہوں۔ تاکہ انہیں گمراہ کروں ۔

[3] قولہ تعالیٰ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ بقرہ) یعنی آدم علیہ السّلام نے کہا) یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا ہے۔ پس اگر تو ہمیں نہ بخشے گا۔ اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو ہم زیاں کار ثابت ہونگے ۔

ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد
چو کرے حرمت ملے عزت اسے
ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
قند جو لائے وہ حلوا کیوں نہ لے

طیبات از بہر کہ للطیبین
اچھی چیزیں ہیں بھلوں کے واسطے
یار را خوش کن مرنجاں و ببیں
یار کو خوش رکھ پھر اس کو دیکھ لے

مثال

یک مثال اے دل پئے فرقے بیار
دے مثال اے دل کہ ہو فرق آشکار
تا بدانی جبر را از اختیار
تا کہ ہو تمییز جبر و اختیار

دست کو لرزاں بود از ارتعاش
ہاتھ اک جو رعشہ سے کانپے ہلے
وانکہ دستے را تو لرزانی ز جاش
ایک کو تو خود ہلا دے ہاتھ سے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس
جنبشیں دونوں ہیں مخلوق خدا
لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس
ہے مگر پھر فرق دونوں میں بڑا

زیں پشیمانی کہ لرزانیدیش
تو ہے یوں نادم کہ خود لرزا دیا
چوں پشیماں نیست مرد مرتعش
رعشہ والا کچھ نہیں نادم ذرا

مرتعش را کے پشیماں دیدۂ
رعشہ والے کو نہ دیکھو گے خجل
بر چنیں جبرے چہ بر چسپیدۂ
جبر سے ناحق ہے پھر تو متصل

بحث عقل ست ایں چہ عقل آں حیلہ گر
عقل کی ہے بحث عقل ایسی مگر
تا ضعیفے رہ برد آں جا مگر
جو ضعیفوں کو بھی کر دے باخبر

بحث عقلی گر دُر و مرجاں بود
بحث عقلی گو ہو در مرجاں سہی
آں دگر باشد کہ بحث جاں بود
اور ہی بحث لیکن جان کی

بحث جاں اندر مقام دیگر ست
بحث جاں کا دوسرا ہے اک مقام
بادۂ جاں را قوام دیگر ست
بادۂ جاں کا انوکھا ہے قوام

آں زماں کہ بحثِ عقلی ساز بود
این عمرؓ با بوالحکم ہمراز بود

جب وہ بحثِ عقل سے ممتاز تھا
یہ عمرؓ بوجہل کا ہمراز تھا

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں
بوالحکم بوجہل شد در بحثِ آں

عقل سے آئے عمرؓ جب سوئے جاں
بوالحکم بوجہل ٹھہرا بیگماں!

سوئے عقل و سوئے حس او کامل ست
گرچہ خود نسبت بجاں او جاہل ست

عقل و حس میں گو بہت کامل تھا وہ
جان کی نسبت مگر جاہل تھا وہ

بحثِ عقل و حس اثر داں یا سبب
بحثِ جانی یا عجب یا بوالعجب

بحثِ عقل و حس اثر ہے یا سبب
بحثِ جاں لیکن ہے اِن سب سے عجب

ضوءِ جاں آمد نماند ایں مستضی
لازم و ملزوم و نافی مقتضی

روشنی میں روح کی کم ہیں سبھی
لازم و ملزوم نافی[1] مقتضی[2]!

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست
از عصا و از عصا کش فارغ ست

جس کی دو آنکھیں ہوں روشن نور سے
وہ عصا کش اور عصا کو کیا کرے

تم جہاں ہو، حق تمہارے ساتھ ہے

بارِ دیگر ما بقصّہ آمدیم
ما ازیں قصّہ بروں خود کے شدیم

آگئے پھر ہم اُسی قصّے پہ لے
خود ہم اس قصے سے باہر کب گئے

گر بجہل آئیم آں زندانِ اوست
ور بعلم آئیم آں ایوانِ اوست

جہل ہو ہم میں تو ہے زندانِ حق
علم ہو تو ہے وہی ایوانِ حق

گر بخواب آئیم مستانِ وئیم
ور بہ بیداری بدستانِ وئیم

خواب میں ہیں ہم اُسی کے مستِ جام
اور بیداری میں ذکر اُس کا مدام

[1] مٹانے والا +
[2] سبب پیدا کرنے والا +

در بگریم ابر پُر زرق ویم
در بخندیم آں زماں برق دیم

ہم اگر روئیں تو ابر زرق ہیں
اور اگر ہنس دیں تو اُس کی برق ہیں

در بخشم و جنگ عکس قہر اوست
در بصلح و عذر عکس مہر اوست

خشم و جنگ اک عکس اُس کے قہر کا
صلح و عذر اک عکس اس کی مہر کا

ما کہ ایم اندر جہان پیچ پیچ !
چوں الف او خود چہ دارد ہیچ ہیچ

ہم ہیں کیا اندر جہانِ پیچ پیچ !
ایک الف ہیں جو ہے خود ہی ہیچ ہیچ

چوں الف گر تو مجرّد می شوی
اندریں رہ مرد مفرد می شوی

تو الف کی طرح گر تنہا رہے
تو ہی اس رستے میں پھر یکتا رہے

جہد کن تا ترکِ غیرِ حق کنی
دل ازیں دنیائے فانی بر کنی

جہد کر تا ترک ہو غیرِ خُدا
دل کو اس دنیائے فانی سے اٹھا

ایں سخن را نیست پایاں اے پسر
اندر سول روم پر گو وز عمرؓ

ختم یہ باتیں نہ ہوں گی بے گماں
کہہ عمرؓ کا حال قاصد کا بیاں

از عمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید
روشنیٔ در دلش آمد پدید

جب عمرؓ سے اُس نے یہ باتیں سنیں
ہو گیا دل نور سے روشن وہیں

محو شد پیشش سوال و ہم جواب
گشت فارغ از خطا و از صواب

مِٹ گئے دل سے سوال اور سب جواب
تھی خطا کی دھن نہ تھا فکرِ صواب

اصل را در یافت بگذشت از فروع
بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع

اصل پہ پہنچا کیا ترکِ فروع
اس نے کی حکمت کی پرسش بھی شروع

با عمرؓ گفت او چہ حکمت بود و سر
حبس آں صافی درین خاک کدر

پوچھا اس میں کیا تھی حکمت اے امام
روح پاک اور اس قدر میلا مقام

سلہ صاف پانی +

آب صافی در گلے پنہاں شدہ — جانِ صافی بستۂ ابداں شدہ

آب صاف اس طرح مٹی میں نہاں — روحِ صافی بستۂ جسم زیاں

فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود — مرغ را اندر قفس کردن چہ سود

کیا ہے اس میں فائدہ حکمت ہے کیا — کیوں قفس میں بند یہ طائر کیا!

گفت تو بحث شگرفے می کنی — معنیے را بند حرفے می کنی

بولے حضرتؒ بحث ہے تیری عجیب — قید حرفوں میں ہوں کیوں معنی غریب

حبس کردی معنیِ آزاد را — بند حرفے کردۂ تو باد را

قید کرنا معنیٔ آزاد کا! — بند حرفوں میں ہے کرتا باد کا

از برائے فائدہ ایں کردۂ — تو کہ خود از فائدہ در پردۂ

فائدہ اپنا تجھے مقصود ہے — فائدہ تجھ سے مگر مقصود ہے

آنکہ از وے فائدہ زائیدہ شد — چوں نہ بیند آنچہ ما را دیدہ شد

وہ ہے جس سے فائدہ پیدا ہوا — جس کو ہم دیکھیں اُسے دیکھے نہ کیا

صد ہزاراں فائدہ ست و ہر یکے — صد ہزاراں پیشِ آں یک اندکے

گو ہیں لاکھوں اس کے اندر فائدے — پھر بھی تھوڑے سے ہیں اسکے سامنے

آں دمِ نطقت کہ جانِ جانہاست — چوں بود خالی ز معنی گوئی راست

نطق تیرا ہے جو سب جانوں کی جاں — ہوگا کیوں معنی سے خالی بے گماں

آں دمِ نطقت کہ جزو جزوہاست — فائدہ شد کل و کل خالی چراست

نطق تیرا جزو ہے اک جزو کا — کل سے پھر ہو دور کیوں کر فائدا

تو کہ جزوی کارِ تو با فائدہ است — پس چرا در طعنِ کل آری تو دست

جزو ہے تو فائدے سے تجھ کو کام — کل پہ پھر کیوں طعن کرتا ہے مدام

گفت را گر فائدہ نبود مگو — ور بود ہل اعتراض و شکر گو

ہیں عبث باتیں تو ان سے درگذر — چھوڑ ورنہ اعتراض اور شکر کر

شکرِ حق چوں طوق بر گردن بود — نے جدال و رد و ترش کردن بود

شکر بر گردن میں ہے طوقِ کمال — شکر کب ہے غصہ و جنگ و جدال

گر ترش رو بودن آمد شکر و بس — ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس

ترش رُو ہونا نہیں ہے شکر بس — ورنہ تھا سرکہ بڑا شاکر نفس

سرکہ را گر راہ باید در جگر — گو برو سر کنگبیں شو از شکر

سرکہ کو رہنا جگر میں ہو اگر — تو بنے سرکنگبیں لے کر شکر

معنی اندر شعر جز باخبط نیست — چوں فلاسنگ ست آں را ضبط نیست

شعر میں معنی سمائیں سب ہے یہ خبط — جیسے پتھر دشت کا بے حد و ضبط

قربِ الٰہی قربِ صوفیہ سے حاصل ہوتا ہے

آں رسول ایں جا رسید و شاہ شد — والہ اندر قدرتِ اللہ شد

وہ پیامی آکے شاہ اس جا ہوا — قدرتِ اللہ کا شیدا ہوا!

آں رسول از خود بشد زیں یک دو جام — نے رسالت یاد ماندش نے پیام

پی کے اک دو جام بے خود ہو گیا — نامہ و پیغام کیا۔ خود کھو گیا

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت — دانہ چوں آمد بمزرع گشت گشت

سیل دریا سے ملا دریا بنا — کھیت میں دانہ پڑا مزرع ہوا

چوں تعلق یافت ناں با بوالبشر — نانِ مردہ زندہ گشت و باخبر

پایا آدم سے تعلق جس گھڑی — نانِ مردہ نے بھی پائی زندگی

موم و ہیزم چوں فدائے نار شد — ذاتِ ظلمانی او انوار شد

موم لکڑی آگ سے جس دم ملے — بدلیں وہ تاریکیاں انوار سے

سنگِ سرمہ چونکہ شد در دیدگاں — گشت بینائی شد آنجا دیدہ باں

سنگِ سرمہ جبکہ آنکھوں میں پڑا — ہو گیا وہ آکے بینائی فزا

اے خنک آں مردہ کز خود رستہ شد
در وجودِ زندہ پیوستہ شد

اے خوشا وہ مردہ جو ہو کر رہا
پھر وجودِ زندہ میں داخل ہوا

وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست
مردہ گشت و زندگی از وے بجست

ہائے وہ زندہ جو ہا کر مردنی
مر گیا اور زندگی اس سے گئی

چوں تو در قرآنِ حق بگریختی
با روانِ انبیاء آمیختی!

غور کرکے تو نے گر قرآن پڑھا
انبیاءؑ کی روح سے مل جائے گا

ہست قرآں حالہائے انبیاء
ماہیانِ بحرِ پاکِ کبریا

حال نبیوں کا ہے قرآں میں بیاں
جو ہیں دریائے خدا کی مچھلیاں

ور بخوانی و نہٴ قرآں پذیر
انبیاء و اولیا را دیدہ گیر

پڑھنا اس قرآن کا بے سمجھے ہوئے
دیکھنا ہے انبیاءؑ کا دور سے

ور پذیرائی چو برخوانی قصص
مرغِ جانت تنگ آید در قفص

ہو معانی پر جو تجھ کو دسترس
مرغِ جاں پر تنگ ہو جائے قفس

مرغ کو اندر قفس زندانی ست
می نجوید رستن از نادانی ست

مرغ جو وقفِ قفس ہر آن ہے
گر نہ ڈھونڈے راہ تو نادان ہے

روحہائے کز قفسہا رستہ اند
انبیاء و رہبرِ شائستہ اند

اس قفس سے ہیں جو روحیں رستگار
انبیاءؑ و اولیاءؒ ہیں باوقار

از بروں آوازِ شاں آید بریں
کہ رہِ رستن ترا اینست ایں

آتی ہیں اُن کی صدائیں پُر صفات
آ یہاں آ ہے ادھر راہِ نجات

ما بدیں رستیم زیں تنگیں قفس
غیر ایں رہ نیست چارہ ایں قفس

ہم نے بھی لی ہے اسی رستے پناہ
اس قفس کی ہے یہی صرف ایک راہ

خویش را رنجور سازد زار زار
تا ترا بیروں کنند از اشتہار

اپنے کو رنجور کر دے اور نڈھال
تا تجھے دیں اشتہاروں سے نکال

کاشتہارِ خلق بندِ محکم است
شہرتِ خلقت ہے بندِ آہنیں

در رہ ایں از بندِ آہن کے کم است
لوہے کی کڑیوں سے ہرگز کم نہیں

یک حکایت بشنو اے زیبا رفیق
ایک قصہ اور سُن مردِ خدا

تا بدانی سِرِّ ایں بحرِ عمیق
سمجھے تا اس بحر کی آب و ہوا

ایک تاجر اور اُس کا طوطی

بود بازرگانے اورا طوطیے
پاس اک تاجر کے طوطی ایک تھا

در قفس محبوس زیبا طوطیے
قید تھا پنجرے میں لیکن خوش ادا

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد
باندھی سوداگر نے جب اپنی کمر

سوئے ہندستاں شدن آغاز کرد
سوئے ہندستاں کیا عزمِ سفر

ہر غلام و ہر کنیزک را ز جود
ہر غلام اور ہر کنیزک سے کہا

گفت بہرِ تو چہ آرم گوئی زود
لاؤں کیا تیرے لئے جلدی بتا

ہر یکے از وے مرادے خواست کرد
سبنے اس سے کچھ نہ کچھ درخواست کی

جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
سب سے وعدہ کر لیا تاجر نے بھی

گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں
پوچھا پھر طوطی سے ہاں تو بھی بتا

کآرمت از خطۂ ہندوستاں
ہند سے تیرے لئے لاؤں میں کیا

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں
یہ کہا طوطے نے جب طوطے وہاں

چوں ببینی کن ز حالِ من بیاں
کچھ ملیں تو حال کر دینا بیاں

کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست
ایک طوطا یاد کرتا تھا تمہیں

از قضائے آسماں در حبسِ ماست
پر قضا سے ہے وہ میری قید میں

بر شما کرد او سلام و داد خواست
اس نے بھیجا ہے سلام و دادخواہ

وز شما چارہ رہ و ارشاد خواست
اور پوچھی ہے رہا ہونے کی راہ

گفت می شاید کہ من در اشتیاق — جاں دہم ایں جا بمیرم در فراق
پوچھتا ہے وہ کہ با ایں اشتیاق — کیا میں کر دوں جان ہی نذرِ فراق

ایں روا باشد کہ من در بند سخت — گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
کیا روا ہے یہ کہ میں اور قید سخت — اور تم شاداب سبزہ اور درخت

ایں چنیں باشد وفائے دوستاں — من دریں حبس و شما در بوستاں
اس کو کہتے ہیں وفائے دوستاں — میرا گھر پنجرا - تمہارا بوستاں

یاد آرید اے مہاں زیں مرغ زار — یک صبوحی درمیانِ مرغزار
یاد رکھنا دوستو یہ مرغِ زار — اک صبوحی[1] - درمیانِ مرغزار

یادِ یاراں یار را میموں بود — خاصہ کاں لیلیٰ و ایں مجنوں بود
یادِ یاروں کی ہے خوشتر یار کو — جبکہ وہ لیلا ہو اور مجنوں یہ ہو

اے حریفاں با بتِ موزونِ خود — من قدحہا می خورم از خونِ خود
تم ہو آزادی کے بت سے شادکام — اور میں اپنے خون کے پیتا ہوں جام

یک قدح مے نوش کن در یادِ من — گر ہمی خواہی کہ بدہی دادِ من
ہاں پیو اک جام میری یاد میں — دل جو ہو پُرشوق میری داد میں

یا بیادِ ایں فتادہ خاک بیز — چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز
یا ہماری یاد میں با چشمِ تر — چند بوندیں ہی گرا دو خاک پر

اے عجب آں عہد و آں سوگند کو — وعدہائے آں لبِ چوں قند کو
وہ قسم اور قول اگلے کیا ہوئے — وہ لبِ شیریں کے وعدے کیا ہوئے

در فراقِ بندہ از بد بندگی ست — چوں تو با بد بد کنی پس فرق چیست
پھر اگر بد بندگی کا ہے صلا — تو نے بد سے کی بدی - پھر فرق کیا

اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ — با طرب تر از سماع و بانگ چنگ
جنگ میں بھی تو بدی کرتا ہے گر — ہے سماعِ چنگ سے پُر لطف تر

[1] صبح کے وقت شراب پینا۔

اے جفائے تو ز راحت خوب تر — وانتقام تو ز جاں محبوب تر
ہے جفا تیری وفا سے خوب تر — اور بدلہ جاں سے محبوب تر

نارِ تو ایں است نورت چوں بود — ماتم ایں تا خود سرودت چوں بود
نار یہ ہے کیسا ہوگا تیرا نور — سوگ جب یہ ہے تو کیا ہوگا سرور

از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو — وز لطافت کس نیابد غورِ تو
جو مزہ پنہاں ہے تیرے جور میں — آئے کیونکر وہ طاقت غور میں

فی المثل جورت اگر عریاں شود — عالم ار گریاں بود خنداں شود
فی المثل گر ہو جفا عریاں تری — ہو جہاں نالاں تو آ جائے ہنسی

یاد آور از محبتہائے ما — حق مجلسہا و صحبتہائے ما
یاد کر میری محبت یاد کر — حق مجلس اور صحبت یاد کر

نالم و ترسم کہ او باور کند — وز ترحم جور را کمتر کند
ڈر رہا ہوں وہ گلہ باور کرے — رحم کرکے ظلم کو کمتر کرے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد — اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد
اُس کے لطف و قہر کا شیدا ہوں میں — دو ضدوں پر لوٹ ہوں کیسا ہوں میں

عشق من بر مصدر ایں ہر دو شد — چوں نباشد عشق کر ہستیت بد
ہوں میں ان دونوں پہ عاشق بالیقیں — کیوں نہ ہو ہے عشق کے چارہ نہیں

واللہ ار زیں خار در بستاں شوم — ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
جاؤں اس صحرا سے گر سوئے چمن! — مثل بلبل کے رہوں میں نالہ زن

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں — تا خورد او خار را با گلستاں
ہے عجب عاشق کہ جب منہ کھولے — خار کو بھی ساتھ کھائے باغ کے

ایں بلبل ایں نہنگ آتشی است — جملہ ناخوشہائے عشق او را خوشی ست
کب ہے بلبل۔ ہے نہنگ آتشی — عشق کا غم ہے اسے گویا خوشی

اے جفائے تو ز راحت خوبتر
وانتقامِ تو ز جاں محبوب تر

ہے جفا تیری وفا سے خوب تر
اور بدلہ جان سے محبوب تر

نارِ تو این ست نورت چوں بود
ماتمِ ایں تا خود سرورت چوں بود

نار یہ ہے کیسا ہوگا تیرا نور
سوگ جب یہ ہے تو کیا ہوگا سرور

از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو
وز لطافت کس نیابد غورِ تو

جو مزہ پنہاں ہے تیرے جور میں
آئے کیونکر وہ لطافت غور میں

فی المثل جورت اگر عریاں شود
عالم ار گریاں بود خنداں شود

فی المثل گر ہو جفا عریاں تری
ہو جہاں نالاں تو آجائے ہنسی

یاد آور از محبتہائے ما
حقِ مجلسہا و صحبتہائے ما

یاد کر میری محبت یاد کر
حقِ مجلس اور صحبت یاد کر

نالم و ترسم کہ او باور کند
وز ترحّم جور را کمتر کند

ڈر رہا ہوں وہ گلہ باور کرے
رحم کرکے ظلم کو کمتر کرے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد
اے عجب من عاشقِ ایں ہر دو ضد

اس کے لطف و قہر کا شیدا ہوں میں
دو ضدوں پہ لوٹ ہوں کیسا ہوں میں

عشقِ من بر مصدرِ ایں ہر دو شد
چوں نباشد عشق کز وے چارہ نیست

ہوں میں ان دونوں پہ عاشق بالیقیں
کیوں نہ ہو بے عشق کے چارہ نہیں

واللہ ار زیں خار در بستاں شوم
ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم

جاؤں اس صحرا سے گر سوئے چمن
مثل بلبل کے رہوں میں نالہ زن

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں
تا خورد او خار را با گلستاں

ہے عجب عاشق کہ جب منہ کھولدے
خار کو بھی ساتھ کھائے باغ کے

ایں نہ بلبل ایں نہنگِ آتشی ست
جملہ ناخوشہا ز عشق او را خوشی ست

کب ہے بلبل ہے نہنگِ آتشی
عشق کا غم ہے اسے گویا خوشی

اے جفائے تو ز راحت خوبتر
وانتقام تو ز جاں محبوب تر

ہے جفا تیری وفا سے خوب تر
اور بدلہ جان سے محبوب تر

نار تو این ست نورت چوں بود
ماتم ایں تا خود سرودت چوں بود

نار یہ ہے کیسا ہوگا تیرا نور
سوگ جب یہ ہے تو کیا ہوگا سرود

از حلاوتہا کہ دارد جور تو
وز لطافت کس نیابد غور تو

جو مزہ پنہاں ہے تیرے جور میں
آئے کیونکر وہ طافت غور میں

فی المثل جورت اگر عریاں شود
عالم ار گریاں بود خنداں شود

فی المثل گر ہو جفا عریاں تری
ہو جہاں نالاں تو آ جائے ہنسی

یاد آور از محبتہائے ما
حق مجلسہا و صحبتہائے ما

یاد کر میری محبت یاد کر
حق مجلس اور صحبت یاد کر

نالم و ترسم کہ او باور کند
وز ترحم جور را کمتر کند

ڈر رہا ہوں وہ گلہ باور کرے
رحم کر کے ظلم کو کمتر کرے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد
اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد

اُس کے لطف و قہر کا شیدا ہوں میں
دو ضدوں پہ لوٹ ہوں کیسا ہوں میں

عشق من بر مصدر ایں ہر دو شد
چوں نباشد عشق کرد مجنیست بد

ہوں میں ان دونوں پہ عاشق بالیقیں
کیوں نہ ہو بے عشق کے چارہ نہیں

واللہ ار زیں خار در بستاں شوم
ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم

جاؤں اس صحرا سے گر سوئے چمن!
مثل بلبل کے رہوں میں نالہ زن

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں
تا خورد او خار را با گلستاں

ہے عجب عاشق کہ جب منہ کھول دے
خار کو بھی ساتھ کھائے باغ کے

ایں بلبل ایں نہنگ آتشی ست
جملہ ناخوشہائے عشق او را خوشی ست

کب ہے بلبل۔ ہے نہنگِ آتشی
عشق کا غم ہے اسے گویا خوشی

عاشقِ گل مست و خود گل ہست او	عاشقِ خویش ست و عشقِ خویش جو
خود ہے گل اور خود ہے گل کی آرزو	عاشق اپنا اور اپنا عشق جو

طیورِ عقولِ الٰہی کی تعریف

قصۂ طوطیِ جاں زیں ساں بود	کو کسے کو محرمِ مرغاں بود
طوطیِ جاں کا بھی ہے ایسا ہی حال	کون جانے بھید ان کے سب محال
کو یکے مرغے ضعیفے بے گناہ	و اندرونِ او سلیمان با سپاہ
مرغ اک کمزور ہے اور بے گناہ	اور باطن میں سلیماں با سپاہ
چوں بنالد زار بے شکر و گلہ	افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
جب کرے نالہ وہ بے شکر و گلہ	ڈال دے سات آسماں میں غلغلہ
ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا	یا ربے زو شصت لبیک از خدا[1]
آتے ہیں پیغام اس کو بارہا	ایک یارب ساٹھ لبیکِ خدا
زلتِ او بہ ز طاعت پیشِ حق	زو کفرش جملہ ایمانہا خلق
اس کی لغزش بندگی سے بھی روا	کفر ایمانوں سے بھی اس کا بڑا
ہر دمے او را یکے معراجِ خاص	بر سرِ فرقش نہد حق تاجِ خاص
اس کو ہر لحظہ ہے اک معراجِ خاص	اس کے سر پہ ہے خدا کا تاجِ خاص
صورتش بر خاک و جاں در لامکاں	لامکانے فوقِ وہمِ سالکاں
لامکاں میں جان صورت خاک پر	سالکوں کے وہم سے ہے فوق تر
لامکانے نے کہ در وہم آیدت	ہر دمے در وے خیالے زایدت
لامکاں کا وہم میں آنا محال	گو تجھے ہر دم نیا ہو اک خیال

[1] یعنی اگر وہ ایک مرتبہ "یا رب" کہتا ہے تو خدا ساٹھ مرتبہ "لبیک" کہتا ہے یعنی اے بندے میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔

بل مکان و لامکاں در حکمِ او — ہمچو در حکمِ بہشتی چار جو

حکم میں اس کے مکان و لا مکاں — جیسے نہریں تابع اہلِ جناں

شرح ایں کوتہ کن و رخ زیں متاب — دم مزن واللہ اعلم بالصواب

شرح کوتہ کر کر اس سے اجتناب — دم نہ مار اللہ اعلم بالصواب

تاجر کا طوطیوں کو اپنے طوطی کا پیغام پہنچانا

باز می گوئیم ازیں اے دوستاں — سوئے مرغ و تاجرِ ہندوستاں

پھر سناتے ہیں وہی ہم داستان — طوطی و سوداگرِ ہندوستاں

مرد بازرگاں پذیرفت آں پیام — کو رساند سوئے جنس از وے سلام

سن لیا تاجر نے اس کا وہ پیام — یعنی ہم جنسوں کو پہنچائے سلام

چونکہ تا اقصائے ہندستاں رسید — در بیاباں طوطیے چندے بدید

جب وہ ہندستان پہنچا اے پسر — چند طوطی دشت میں آئے نظر

مرکب استانید و پس آواز داد — آں سلام و آں امانت باز داد

گھوڑا ٹھہرا کر صدا دی لا کلام — پھر سنایا وہ سلام اور وہ پیام

طوطیے از طوطیاں لرزید و پس — اوفتاد و مرد و بگسستش نفس

ایک طوطی اُن میں سے لرزاں ہوا — سانس ٹوٹی گر پڑا اور مر گیا

شد پشیماں خواجہ از گفتِ خبر — گفت رفتم در ہلاکِ جانور

تھا بہت نادم سُنا کر یہ خبر — بولا کیوں لی میں نے جانِ جانور

ایں مگر خویشست با آں طوطیک — ایں مگر دو جسم بود و روح یک

شاید اس طوطی کا تھا یہ خویش نیک — جسم دو تھے اور ان میں جان ایک

ایں چرا کردم چرا دادم پیام — سوختم بیچارہ را زیں گفتِ خام

کیوں کیا ایسا سنایا کیوں پیام — جل گیا بیچارہ سُن کر گفتِ خام

ایں زباں چوں سنگ و فم آہن وشست ... وآنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست

منہ، زباں ہیں سنگ و آہن کی ہے لاگ ... ان سے جو کچھ نکلے۔ وہ بنتا ہے آگ

سنگ و آہن رامزن برہم گزاف ... گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف

سنگ پر آہن نہ مارو دوستو ... خواہ کوئی نقل ہو۔ یا لاف ہو

زانکہ تاریک ست وہر سو پنبہ زار ... درمیان پنبہ چوں باشد شرار

ہے اندھیرا اور جہاں ہے پنبہ زار ... پھر روئی کے ڈھیر میں کیسا شرار

ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند ... وز سخنہا عالمے را سوختند

وہ ہے ظالم قوم۔ کیں بند آنکھڑیاں ... اور باتوں سے جلا ڈالا جہاں!

عالمے را یک سخن ویراں کند ... روبہان مردہ را شیراں کند

ساری دنیا کو کرے اک بات ڈھیر ... لومڑی مردہ کو کر دیتی ہے شیر

جانہا در اصل خود عیسیٰ دمند ... یک زماں زخم اند و دیگر مرہم اند

جانوں میں دراصل ہے عیسیٰ دمی ... جو کبھی ہیں زخم اور مرہم کبھی

گر حجاب از جانہا برخواستے ... گفت ہر جانے مسیح آسا ستے

پس اگر جانوں سے اٹھ جاتا حجاب ... بات کو ملتا مسیحا کا خطاب!

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر ... صبر کن از حرص و ایں حلوا مخور

بات کرنی ہو اگر مثل شکر ... حرص کا حلوا نہ کھا اور صبر کر

صبر باشد مشتہائے زیرکاں ... ہست حلوا از برائے کودکاں

صبر سے رکھتے ہیں رغبت عقلمند ... اور حلوا چھوٹے بچوں کو پسند

ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود ... ہر کہ حلوا خورد واپس تر شود

صبر کرنے والا پہنچا چرخ پہ!
کھائے جو حلوا، وہی ہو پست تم

تشریح قولِ شیخ فرید الدین عطارؒ

"تو صاحب نفسی اے غافل میانِ خاک خوں می خور
کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد"

تُو صاحب دل ہے اے غافل! پیا کر خون دنیا میں
کہ صاحبِ دل پئے گر زہر بھی تو شہد ہو جائے

صاحبِ دل را ندارد آں زیاں — گر خورد او زہر قاتل را عیاں
صاحب دل کو نہیں نقصان ذرا — چاہے کھالے زہرِ قاتل برملا

آنکہ صحت یافت از پرہیز رست — طالبِ مسکیں میانِ تب درست
ہو گئی صحت تو پھر پرہیز کیا — طالبِ مسکیں ہے تپ میں مبتلا

گفت پیغمبرؐ کہ اے طالب جری — ہاں مکن با ہیچ مطلوبے مری
ہے نبیؐ کا قول اے طالب جری — ہاں نہ کر مطلوب سے تو ہمسری

در تو نمرودیست آتش در مرو — رفت خواہی اوّل ابراہیمؑ شو
تجھ میں نمرودی ہے آتش میں نہ جا. — پہلے ابراہیمؑ تو بن کر دکھا.

چوں نۂ سباح نے دریائے — در میفگن خویش از خود رائے
جب نہیں پیراک دریا میں نہ ڈوب — ایسی خود رائی کہاں ہے کارِ خواب

او ز قعرِ بحر گوہر آورد — از زیانہا سود بر سر آورد
وہ تہِ دریا سے لائے دُرِ ناب — اور ہو۔ نقصان اٹھا کر کامیاب

کاملے گر خاک گیرد زر شود — ناقص از زر برد خاکستر شود
خاک اگر کامل اٹھائے. زر بنے — لے جو زر ناقص تو خاکستر بنے

چوں قبول حق بود آں مرد راست　　دست او در کارہا دست خداست
ہے قبولِ حق یہ مردِ بے ریا　　کام میں ہاتھ اس کا ہے دستِ خدا

دستِ ناقص دستِ شیطانست و دیو　　زانکہ اندر دامِ تلبیس ست و ریو
دست ناقص ہاتھ ہے شیطان کا　　کیونکہ وہ ہے بندۂ حرص و ہوا

جہل آید پیش او دانش شود　　جہل شد علمے کہ در ناقص رود
پیش کامل جہل بھی دانش ہے　　پیش ناقص علم بدلے جہل سے

ہر چہ گیرد علتی علت شود　　کفر گیرد کاملے ملت شود
وہ ہو علت علتی جو کچھ بھی لے　　کفر بھی مذہب ہے کامل کے لئے

اے مری کردہ پیادہ با سوار　　سر نخواہی برد اکنوں پائدار
اے پیادہ! ہمسری اسوار سے　　یوں نسلامت تیرا سر کیونکر رہے

جادوگر اور حضرت موسیٰؑ

ساحراں در عہد فرعون لعیں　　چوں مری کردند با موسیٰؑ زکیں
عہد فرعونی کے ساحر من چلے　　ہمسری موسےٰؑ سے جب کرنے لگے

لیک موسیٰؑ را مقدّم داشتند　　ساحراں اورا مکرّم داشتند
رکھا بس تقدیر موسےٰؑ کا خیال　　ساحروں کو مکرمت کا تھا خیال

زانکہ گفتندش کہ فرماں آن تست　　گر تو می خواہی عصا بفگن نخست
کر رہے تھے سب کہ ہے حکم آپ کا　　ہے جو خواہش پہلے ڈالیں خود عصا

گفت نے اوّل شما اے ساحراں　　افگنید آں مکرہا را درمیاں
بولے موسےٰؑ پہلے تم اے ساحرو　　مکر کو میداں میں اپنے ڈالیں خود عصا

ایں قدر تعظیم دین شاں را خرید　　وز مری آں دست و پاہا شاں برید
اس ادب سے گو وہ اعلیٰ ہوگئے　　ہمسری سے دست و پا لیکن گئے

ساحراں چوں قدرِ او نشناختند
دست و پا در جرمِ آں در باختند

قدرِ موسیٰؑ وہ نہیں سمجھے جانتے
اس خطا میں ان کے دست و پا کٹے

لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال
تو نۂ کامل مخور مے باش لال

لقمہ اور نکتہ ہے کامل کو حلال
تو نہیں کامل نہ کھا اے خوش خصال

تو چو گوشی او زباں نے جنسِ تو
گوشہا را حق بفرمود اَنْصِتُوْا

وہ زبان اور کان ہے بے جنس تو
حکم کانوں کے لئے ہے انصتوا

کودک اوّل چوں بزاید شیر نوش
مدتے خامش بود او جملہ گوش

ہوتا ہے پیدا جو بچہ شیر نوش
مدتوں رہتا ہے چپ وہ بن کے گوش

مدتے می بایدش لب دوختن
از سخن گویاں سخن آموختن

چاہیئے وہ مدتوں تک چپ رہے
اور سنے باتیں سخن آراؤں سے

تا نیاموزد نگوید صد یکے
ور بگوید حشو گوید بے ٹکے

کوئی بے سیکھے کرے کیا گفتگو
اور کرے تو بیہودہ مہمل ہو بہو

ور نباشد گوش تی تی می کند
خویشتن را گنگ گیتی می کند

"تی تی" کرتا ہے وہ بہرا مدتوں
اور بیمار رہتا ہے گو نگا مدتوں

کراصلی کش نبود آغاز گوش
لال باشد کے کند در نطق جوش

اصلی بہرا وہ نہیں رکھتا جو کان
بولے کیا جب گنگ ہو جائے زبان

زانکہ اوّل سمع باید نطق را
سوئے منطق از رہِ سمع اندر آ

بے سماعت نطق کو لازم ضرور
بولنا سننے سے ہے اے ذی شعور

اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِھَا
وَاطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِھَا

گھر کو دروازوں میں ہو کر جائیے
اور سبب سے سعی روزی چاہیے

قولہ تعالےٰ۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اعراف)
یعنی جب قرآن شریف پڑھا جاوے۔ تو اُسے سنو اور چپ رہو۔ شاید تم پر رحم کیا جاوے

نطق کاں موقوف راہ سمع نیست
جز کہ نطق خالق بے طمع نیست
نطق اور وہ جو بے نیاز سمع ہے
صرف نطق خالق بے طمع ہے

مبدع است و تابع استاد نے
مسند جملہ ورا اسناد نے
مُوجد، اور تابع نہیں استا کا
مسند، اور بندہ نہیں اسناد کا

باقیاں در حرف ہم ہم در مقال
تابع استاد و محتاج مثال
اور جو باقی ہیں سب بے قیل وقال
وہ ہیں بس محتاج استاد و مثال

زیں سخن گر نیستی بیگانہؑ
دلق و اشکے گیر در ویرانہؑ
تُو اگر ہے اس سخن سے آشنا
لے کے دلق[1] و اشک سوئے دشت جا

زانکہ آدمؑ زاں عتاب از اشک رست
اشک تر باشد دمِ توبہ پرست
اشک سے آدمؑ ہوئے تھے شادماں
اشک تائب کے ہیں گویا اک زباں

بہر گریہ آدمؑ آمد بر زمیں
تا بود گریان و نالاں و حزیں
رونے کو آدمؑ زمیں پہ آئے تھے
غمزدہ گریان و مضطر آئے تھے

آدمؑ از فردوسؑ و از بالائے ہفت
پائے ماچاں از برائے عذر رفت
آدمؑ آئے آسمان و خُلد سے
اس جہاں میں عذر کرنے کے لئے

گر ز پشتِ آدمی وز صلب او
در طلب می باش ہم در طلب او
تُو جو ہے آدمؑ کی پشت و صلب سے
اُن کا طالب بن کے رہنا چاہیئے

ز آتشِ دل و آب دیدہ نقل ساز
بوستاں از ابر و خورشید ست ناز
قلب سوزاں چاہیئے چشم پُر آب
رونق گلشن ہیں ابر و آفتاب!

تو چہ دانی ذوقِ آب دیدگاں
عاشق نانی توچوں نادیدگاں
کیا تو جانے اشک باری کا مزہ
تو ندیدہ اور رسیا نان کا!

[1] گدڑی اور آنسو یعنی بوریا بدھنا +

گر تو ایں انباں ز ناں خالی کنی | پُر ز گوہر ہائے اجلالی کنی

ناں سے جھولی جو تُو خالی کرے | گوہرِ عرفاں سے وہ اک دم بھرے

طفلِ جاں از شیرِ شیطاں باز کن | بعد ازانش با ملک انباز کن

طفلِ جاں کو شیرِ شیطاں سے بچا | اور پھر اس کو فرشتوں سے ملا

تا تو تاریک و ملول و تیرۂ | داں کہ با دیو لعیں ہمشیرۂ

ہے اگر تاریک و غمگیں دل ترا | تو رضاعی بھائی ہے شیطان کا

لقمہ کاں نور افزود و کمال | آں بود آوردہ از کسبِ حلال

جس نوالے سے بڑھے نور و کمال | ہے ذریعہ اُس کا بس کسبِ حلال

روغنے کاید چراغ ما کشد | آب خوانش چوں چراغے را کشد

تیل جو آئے بجھانے کو چراغ ! | پانی جان اُس کو کرنے گل جو چراغ

علم و حکمت زاید از لقمہ حلال | عشق و رقت زاید از لقمۂ حلال

علم و حکمت لقمۂ حلت سے ہے | عشق و رقت لقمۂ حلت سے ہے

چوں ز لقمہ تو حسد بینی و دام | جہل و غفلت زاید آں را داں حرام

جہل و غفلت اور حسد جس کا ہو کام | جان اس لقمے کو تو بالکل حرام

ہیچ گندم کاری و جو بر دہد | دیدۂ اسپے کہ کرّہ خر دہد

گیہوں بو کر آسرا جو کا ہو کب | بچۂ خر اسپ سے پیدا ہو کب

لقمہ تخم ست و برش اندیشہا | لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا

لقمہ ہے بیج اور اندیشے ثمر | لقمہ دریا اور اندیشے گہر

زاید از لقمہ حلال اندر دہاں | میلِ خدمت عزمِ رفتن آں جہاں

پاک لقمے سے ملے گا عاقبت | بندگی کا شوق - بزمِ آخرت

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور | در دلِ پاک تو و در دیدہ نور

ہو گا حاصل پاک لقمے سے حضور | تیرے دل کو اور تیری آنکھوں کو نور

این سخن پایاں ندارد اے کیا | بحثِ بازرگان و طوطی کن بیا
اس سخن کی تو نہیں کچھ انتہا | طوطی و تاجر کا قصہ پھر سنا

تاجر کی واپسی

کرد بازرگاں تجارت را تمام | باز آمد سوئے منزل شادکام
کرکے وہ تاجر تجارت کو تمام | اپنے گھر پھر لوٹ آیا شادکام

ہر غلامے را بیاورد ارمغاں | ہر کنیزک را بہ بخشید او نشاں
سب غلاموں کو دیئے تحفے نئے | ہر کنیزک کو کئی ہیرے دیئے

گفت طوطی ارمغان بندہ کو | آنچہ دیدی آنچہ گفتی باز گو
بولا طوطی میرا تحفہ ہے کہاں | جو کہا اور جو سنا کر دو بیاں

گفت نے من خود پشیمانم ازاں | دست خود خایان و انگشتاں گزاں
بولا تاجر۔ ہے پشیمانی مجھے | کاٹتا ہوں انگلیاں افسوس سے

کہ چرا پیغام خامے از گزاف | بردم از بیدانشی و از نشاف
کیوں ترا پیغام جو پُر درد تھا | از رہِ دیوانگی میں لے گیا

گفت اے خواجہ پشیمانی ز چیست | چیست این کیں خشم و غم را مقتضی ست
بولا طوطی، وہ پشیمانی ہے کیا | غصہ و غم سے پریشانی ہے کیا

گفت گفتم آں شکایتہائے تو | با گروہِ طوطیاں ہمتائے تو
بولا میں نے جب گلے شکوے کئے | طوطیوں سے جو ترے ہم جنس تھے

آں یکے طوطی ز دردت بوئے برد | زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد
ایک طوطا درد کی بو پا گیا | پھٹ گیا پِتا، تو کانپا اور مرا

من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود | لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
میں پشیماں تھا کہ ایسا کیوں کہا | کر چکا۔ تو تھی ندامت ناروا

نکتہ کاں جست ناگہ از زباں
بات وہ جو منہ سے نکلی ناگہاں

ہمچوں تیرے داں کہ جست آں از کماں
تیر جان اس کو کہ چھوٹ آیا کماں

وانگردد از رہ آں تیر اے پسر
تیر اب وہ واپس آ سکتا نہیں

بند باید کرد سیلے را ز سر
سَیل کو پہلے ہی باندھ اے ہمنشیں

چوں گذشت از سر جہانے را گرفت
سر سے جب گذرا۔ تھکا تا پھر کہاں

گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
کیا عجیب کر دے اگر ویراں جہاں

فعل را در غیب اثر ہا زادنیست
غیب میں ہر فعل جنتا ہے اثر

واں موالیدش بحکم خلق نیست
وہ نہیں خلقت کے فرمان میں مگر

بے شریکے جملہ مخلوق خدا ست
وہ نتائج سب ہیں مخلوق خدا

آں موالید ارچہ نسبت شاں بماست
گرچہ ہیں منسوب ہم سے اے فتا

زید پرانید تیرے سوئے عمرو
زید نے اک تیر مارا عمرو کے

عمرو را بگرفت تیرش ہمچو نمر
بَن کے چیتا تیر نے پکڑا اُسے

مدت سالے ہمی زائید درد
سال بھر وہ درد سے تڑپا کیا

دردہا را آفریند حق نہ مرد
بندہ کیا ہے درد کا خالق خدا

عمرو دائم ماند در درد و وجل
مبتلائے درد وہ دائم رہا!

دردہا می زاید آں جا تا اجل
درد وقتِ مرگ تک قائم رہا

زاں موالید وجع چوں مُرد او
عمرو گو اس کے نتیجے سے مرا

زید را ز اول سبب قتّال گو
فی الحقیقت زید ہی قاتل رہا

آں وجعہا را بدو منسوب دار
زید سے منسوب ہوگا یہ سبب

گرچہ ہست آں جملہ صنع کردگار
گرچہ جو کچھ ہے وہ ہے سب فعلِ رب

ہمچنیں کشت و دم و دام و جماع
کام ہو یا دام۔ دم ہو یا جماع

آں موالید ست حق را مستطاع[1]
سب نتائج ہیں یہ حق کے مستطاع

[1] مطیع۔ فرمانبردار

بستہ در پائے موالید از سبب ‖ چوں پشیماں شد ولی از دستِ رب
بند کرتا ہے درِ اسباب بھی ‖ جب پشیماں رب سے ہوتا ہے ولی

اولیا را ہست قدرت از الٰہ ‖ تیر جستہ باز آرندش ز راہ
اولیاء کو زور دیتا ہے خدا ‖ تیر ٹوٹے راہ سے چھوٹا ہوا

گفتہ ناگفتہ کند از فتحِ باب ‖ تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
گفتہ ناگفتہ ہو یہ ہے فتحِ باب ‖ سیخ جلتی ہے نہ پھر اس سے کباب

از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید ‖ آں سخن را کرد محو و ناپدید
سب دلوں سے جب یہ نکتہ سُن لیا ‖ اس سخن کو محو دل سے کر دیا

گرت برہاں باید و حجت مہا ‖ از نبی خواں آیۂ اَوْ نُنْسِہَا[۱]
چاہتا ہے گر دلیلِ مدعا! ‖ غور سے پڑھ آیۂ اَوْ نُنْسِہَا

آیۂ اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِیْ بخواں ‖ قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
آیۂ انسوکم ذکری بھی دیکھ ‖ بھولنے کی قوتِ یکتا بھی دیکھ

چوں بتذکیر و بہ نسیاں قادرند ‖ بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
یاد اور نسیاں پہ جب قادر ہیں وہ ‖ ہر دلِ مخلوق پر قاہر ہیں وہ

چوں بہ نسیاں بست او راہِ نظر ‖ کار نتواں کرد ور باشد ہنر
بھول پہ جب اُن کی جا پہنچی نظر ‖ کر نہیں سکتے وہ کچھ گو ہو ہنر

خِلْتُمُوْا سُخْرِیَّۃً اَہْلَ السُّمُوْ ‖ از نبی خوانید تا اَنْسَوْکُمُوْ[۲]
تم نے کی اُن سے ہنسی اہلِ علو ‖ دیکھو تو قرآن میں انسوکمو!

[۱] قولہ تبارک و تعالیٰ، مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا
یعنی ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے۔ یا نہیں بھلا دیتے۔ مگر یہ کہ اس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کر دیتے ہیں +

[۲] قولہ تبارک و تعالیٰ، اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا

صاحب دہ بادشاہ جسمہا ست
ملک والا تو ہے جسموں کی پناہ
صاحب دل شاہِ دلہائے شما ست
صاحب دل ہے دلوں کا بادشاہ

فرع دید آمد عمل بے ہیچ شک
فرع بینش ہے عمل بے ریب و شک
پس نباشد مردم الا مردمک
اس لئے مردم ہے گویا مردمک

مردمش چوں مردمک دیدند خرد
سمجھے مثلِ مردمک وہ بدتریں
در بزرگی مردمک کس پے نبرد
اور پتلی سے بڑا کوئی نہیں

من تمام ایں را نیارم گفت زاں
راز کر سکتا نہیں پورا میں عام
منع می آید ز صاحب مرکزاں
منع کرتے ہیں مجھے اہل مقام

چوں فراموشی خلق و یادِ شاں
بھول اسی سے ہے اسی سے یادِ خلق
باولیست و می رسد فریادِ شاں
اس لئے سنتا ہے وہ فریادِ خلق

صد ہزاراں نیک و بدرا آں بہی
لاکھوں ہی نیکی بدی سے وہ ولی
می کند ہر دم ز دلہا شاں تہی
ہر دم اُن کے دل کو رکھتا ہے تہی

روز دلہا را ازاں پُر می کند
روز کرتا ہے دلوں کو اُن سے پُر
آں صدفہا را پُر از دُر می کند
سیپیوں کو بخشتا ہے روز دُر

آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا
جس قدر افعال آنے کو ہیں پیش
می شناسد از ہدایت جانہا
روح ہے پہچان لیتی بیش بیش

پیشہ و فرہنگ تو آید بہ تو!
پیشہ علم و ہنر پیش آئیں گے
تا در اسباب بکشاید بہ تو
تاکہ کھولیں تجھ پہ درِ اسباب کے

پیشۂ زرگر باہنگر نشد
پیشہ زرگر کو پہنچے کب لہار
خوئے ایں خوش خو بداں منکر نشد
نیک خوئی کو نہ پائے بد شعار

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۹۹) فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ، فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ، (مومنون) یعنی بیشک میرے بندوں کا

پیشہا و خلقہا ہمچو جہیز — سوئے خصم آیند روز رستخیز

پیشے اور عادات روزِ رستخیز — پیش مالک آئیں گے مثلِ جہیز

صورتے کاں بر نہادت غالب ست — ہم براں تصویر حشرت واجب ست

جو تری حالت پہ غالب آئے گی — ہوگا اس صورت پہ تیرا حشر بھی

پیشہا و خلقہا از بعدِ خواب — واپس آید ہم بہ خصم خود شتاب

عادتیں اور سارے پیشے بعد خواب — سامنے آتے ہیں مالک کے شتاب

پیشہا و اندیشہا در وقت صبح — ہم بدانجا شد کہ بود آں حسن و قبح

پیشے اور اندیشے ہنگام سحر — پہنچے سب اپنی جگہ، اے بے خبر

چوں کبوترہائے پیک از شہرہا — سوئے شہر خویش آرد بہرہا

جس طرح قاصد کبوتر شہر سے — لے کے حصے آتے ہیں گھر لوٹ کے

ہر چہ بینی سوئے اصلِ خود رود — جزو سوئے کُل خود راجع شود

ہیں یہاں سب اصل کی جانب رواں — کُل کی جانب جزو رہتا ہے رواں

طوطی کی موت اور تاجر کا ماتم

چوں شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد — ہم بلرزید اوفتاد و گشت سرد

طوطی نے جب حال طوطی کا سُنا — دفعتہً کانپا، گرا، ٹھنڈا ہوا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ہمچنیں — بر جہید و زد کلہ را بر زمیں

دیکھا جب تاجر نے طوطی کا یہ حال — پھینک دی ٹوپی زمیں پر با ملال

چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید — خواجہ بر جست و گریباں را درید

دیکھ کر یہ رنگ و حال دردناک — کر لیا اس نے گریباں اپنا چاک

ایک گروہ کہتا تھا۔ کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی بہتر رحم کرنے والا ہے پس تم نے ان کو ایک مضحکہ بنا لیا۔ یہاں تک کہ میں نے تمکو اپنا ذکر بھلا دیا۔ اور تم ان سے دل لگی کر رہے تھے ۔

گفت اے طوطیٔ خوب خوش حنین — ہی چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں

بولا اے طوطیٔ خوب و خوش نوا — کیا ہؤا تو، یہ تجھے کیا ہو گیا

اے دریغا مرغ خوش آوازِ من — اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من

ہائے میرے مرغ خوش آواز ہائے — ہائے میرے ہمدم و ہم راز ہائے

اے دریغا مرغ خوش الحانِ من — راحِ روح و روضۂ رضوانِ من

آہ! اُف! اے مرغ خوش الحاں مرے — راحتِ جاں! روضۂ رضواں مرے

گر سلیمانؑ را چنیں مرغے بُدے — کے دگر مشغولِ آں مرغاں شدے

گر سلیماںؑ مرغ ایسا دیکھتے — کب پسند آتے پرندے دوسرے

اے دریغا مرغ کارزاں یافتم — زود رُو از روئے او بر تافتم

مفت ایسا مرغ تھا ہاتھ آ گیا — پھیر کر منہ ہائے مجھ سے چل دیا

اے زباں تو بس زیانی مر مرا — چوں توئی گویا چہ گویم مر ترا

اے زباں تو ہے زیاں میرے لئے — تو ہے گویا، کیا کہوں میں اب تجھے

اے زبان ہم آتش و ہم خرمنی — چند ایں آتش دریں خرمن زنی

آگ بھی ہے اور خرمن بھی ہے تو — پھونکے گی خرمن کو کب تک شعلہ رُو

در نہاں جاں از تو افغاں می کند — گرچہ ہرچہ گوئیش آں می کند

روح تجھ سے ہو گئی ہے مشتعل — گو ترے کہنے پہ کرتی ہے عمل

اے زباں ہم گنج بے پایاں توئی — اے زباں ہم رنج بے درماں توئی

اے زباں تو گنج بے پایاں بھی ہے — ساتھ ہی پھر رنج بے درماں بھی ہے

ہم صفیر خدعۂ مرغاں توئی — ہم بلیس و ظلمت کفراں توئی

تو صدائے طائرانِ ناشکیب
ظلمتِ ناشکری و مکر و فریب

ہم خفیر و رہبرِ مرغان توئی ہم انیسِ وحشتِ ہجراں توئی

پاسبان و رہبرِ مرغاں ہے تو غمگسارِ وحشتِ ہجراں ہے تو

چند امانم می دہی اے بے اماں اے توزہ کردہ بکین من کماں

کیا مجھے دے گی اماں اے بے اماں میرے کینے پر جو کھینچی ہے کماں

نک بپرانیدہٗ مرغِ مرا! ور چرا گاہِ ستم کم کن چرا

تونے وہ طوطی اڑا یا ہے ابھی کر نہ اتنی سیر دشتِ ظلم کی

یا جواب من بگو یا داد دہ یا مرا اسبابِ شادی یاد دہ

یا تو مجھ کو داد دے یا دے جواب یا بتا۔ تو کیوں ہے خوش اور کامیاب

اے دریغا نورِ ظلمت سوز من اے دریغا صبح روز افروزِ من!

ہائے میرا نورِ ظلمت سوز وہ ہائے میری صبح روز افروز وہ

اے دریغا مرغ خوش پروازِ من ز انتہا پریدہ تا آغازِ من

ہائے خوش پرواز وہ چڑیا مری اب ہمیشہ کے لئے ہے اڑ گئی

عاشقِ رنج است نادان تا ابد خیز و لا اُقسِم بخواں تا فی کبد[1]

رنج کا عاشق ہے ناداں تا ابد پڑھ ذرا لا اُقسِم سے تا کبد

از کبد فارغ شدم با روئے تو وز زبد صافی شدم در جوئے تو

رنج بھولا تھا میں تجھ کو دیکھ کے جھاگ تیری نہر میں تھے دھل گئے

اے دریغا ہا خیالِ دیدن ست وز وجود نقد خود ببریدن ست

ہائے مجھ کو ہے خیالِ دیدِ یار کاش ہو ہستی کا جامہ تار تار

غیرتِ حق بود و باحق چارہ نیست کو دلے کز حکمِ حق صدپارہ نیست

غیرتِ حق سے کوئی چارہ نہیں کون سا دل ہے جو صدپارہ نہیں

---

[1] قولہ تعالےٰ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (بلد) یعنی ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے +

غیرت آں باشد کہ آں غیرِ ہمہ است
غیر وہ سب کا ہے غیرت دیکھئے

آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
جو فزوں تر ہے بیان و دمدمے

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
کاش دریا ہوتے میرے اشک تر

تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے
یوں بہاتا دلبر و محبوب پر!

طوطیِ من مرغِ زیرک سارِ من
میری مینا! طوطیِ دانا مرے

ترجمانِ فکرت و اسرارِ من
ترجماں میرے خیال و راز کے

ہر چہ روزی داد و ناداد آیدم
اس نے جو روزی بھی دی میں خوش ہوا!

روزِ اوّل گفت تا یاد آیدم
قولِ روزِ اوّلیں یاد آ گیا!

طوطیے کاید ز وحی آوازِ او
ایسا طوطی وحی ہے جس کی صدا

پیش از آغازِ وجود آغازِ او
ہے ازل سے پہلے جس کی ابتدا

اندرونِ تست آں طوطی نہاں
جسم میں تیرے وہ طوطی ہے نہاں

عکسِ او را دیدہ تو بر این و آں
اِس پہ اُس پہ عکس ہے اُس کا عیاں

می برد شادیت را تو شاد ازو
وہ تری راحت مٹائے تو نہاں

می پذیری ظلم را چوں داد ازو
ظلم کو تو داد کرتا ہے خیال

اے کہ جاں از بہرِ تن می سوختی
جان بہرِ جسم دی تو نے جلا

سوختی جاں را و تن افروختی
جی جلا کر جسم کو روشن کیا!

سوختم من سوختہ خواہد کسے
جل رہا ہوں آگ کوئی مجھ سے لے

تا ز من آتش زند اندر خسے
اور خس و خاشاک سارے پھونک دے

سوختہ چوں قابلِ آتش بود
سوختہ سے کوئی نئے کیونکر جلے!

سوختہ بستاں کہ آتش کش بود
سوختہ ڈھونڈ آگ کو جو کھینچ لے

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
ہائے وا ویلا دریغا حسرتا

کاں چناں ماہے نہاں شد زیرِ میغ
ابر میں اک چاند ایسا چھپ گیا

چوں زنم دم کآتش دل تیز شد
شیر ہجر آشفتہ و خونریز شد

سانس کیا لوں، آتش دل تیز ہے
شیر ہجر آشفتہ و خوں ریز ہے

آنکہ او ہشیار خود تندست و مست
چوں بود چوں او قدح گیرد بدست

ہوش کی حالت میں ہو جو تند و مست
کیا کرے گا ہو کے وہ ساغر بدست

شیر مستے کز صفت بیروں بود
از بسیط مرغزار افزوں بود

مست شیر اصلی صفت سے ہے بروں
اور جنگل کی فضاؤں سے فزوں

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
گویدم مندیش جز دیدار من

مجھ کو فکرِ قافیہ ہے اور یار
کہہ رہا ہے دیکھ مجھ کو بار بار

خوش نشیں اے قافیہ اندیش من
قافیہ دولت توئی در پیشِ من

قافیہ اندیش ہو دل شاد تو!
قافیہ ہے ہیچ - تو ہے روبرو

حرف چہ بود تا تو اندیشی ازاں
صورت چہ بود خارِ دیوارِ رزاں

حرف کیا ہے، جسکا ہے اندیشہ دار
صوت ہے دیوارِ انگوری پہ خار

حرف و صوت و گفت را برہم زنم
تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم

حرف و صوت، و گفتگو سب کو سلام
تا بغیر ان کے کروں تجھ سے کلام!

آں دمے کز آدمش کردم نہاں
با تو گویم اے تو اسرارِ جہاں

بھید جو آدمؑ سے رکھا تھا نہاں
کر دیا ہے تجھ سے اے جانِ جہاں

آں دمے را کہ نگفتم با خلیلؑ
واں دمے را کہ نداند جبرئیلؑ

بھید وہ جس سے نہیں واقف خلیلؑ
اور نہیں آگاہ جس سے جبرئیلؑ

آں دمے کز وے مسیحا دم نزد
حق غیرت نیز بے ما دم نزد

بھید وہ جس سے مسیحا ہے خموش
کب ملا ہے نفی کے اے اہل ہوش

ما چہ باشد در لغت اثبات نفی　　من نہ اثباتم منم بے ذات نفی

ہے[1] لغت میں لفظ "ما" اثباتِ نفی　　میں نہیں اثبات۔ ہوں بے ذات نفی

من کسی در ناکسی دریافتم　　پس کسی در ناکسی در تافتم

ناکسی میں مجھ کو اہلیت ملی!　　اہلیت وہ ناکسی میں صرف کی

جملہ شاہاں پستِ پستِ خویش را　　جملہ مستاں مستِ مستِ خویش را

پستیوں سے اپنی ہیں سلطان پست　　اپنے مستوں سے ہیں سارے مست مست

جملہ شاہاں بندۂ بندہ خودند　　جملہ خلقاں مردۂ مردہ خودند

شاہ ہیں اپنے غلاموں کے غلام　　مرنے والوں پہ ہیں مرتے خاص و عام

می شود صیّاد مرغاں را شکار　　تاکند ناگاہ ایشاں را شکار

بنتا ہے صیّاد چڑیوں کا شکار　　تا کرے اُن کو شکار اے ہوشیار

دلبراں بر بیدلاں فتنہ بجاں　　جملہ معشوقاں شکارِ عاشقاں

سب یہ دلبر بے دلوں پہ ہیں نثار　　اور ہر معشوق عاشق کا شکار

ہر کہ عاشق دیدیش معشوق داں　　کو بنسبت ہست ہم ایں ہم آں

جان تُو عاشق کو بھی معشوق ہاں　　ہے فقط نسبت میں یہ اور وہ نہاں

تشنگاں گر آب جویند از جہاں　　آب ہم جوید بعالم تشنگاں

کرتے ہیں پانی کی پیاسے جستجو!　　پانی اُن کو ڈھونڈتا ہے چارسو

چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش　　او چو گوشت می دہد تو گوش باش

چونکہ وہ عاشق ہے تو خاموش رہ　　وہ ہے سامع، پس تو یکسر گوش رہ

---

[1] "اثبات نفی" میں اضافت مقلوب ہے یعنی "نفی اثبات" مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ "ما" عربی میں نفی اثبات کے لئے آتا ہے، لیکن میں تو اثبات ہی نہیں جو میری نفی کی جائے۔ میں تو بے ذات نفی یعنی نفی ہی نفی ہوں۔ گویا اپنے آپ کو نیست و نفی کرکے محو کر چکا۔ اور مٹا دیا۔

بند کن چوں سیل سیلانی کند ورنہ رسوائی و ویرانی کند
بند کر، جب سیل طغیانی[1] کرے ورنہ رسوائی و ویرانی کرے

من چہ غم دارم کہ ویرانی بود زیرِ ویراں گنج سلطانی بود
مجھ کو ویرانی کا اندیشہ کہاں! زیرِ ویرانہ خزانہ ہے نہاں

غرقِ حق خواہد کہ باشد غرق تر ہمچو موجِ بحر جاں زیر و زبر
چاہتا ہے غرقِ حق۔ ہوں غرق تر جان مثلِ موج ہو زیر و زبر

زیرِ دریا خوشتر آید یا زبر تیر اُو دلکش تر آید یا سپر
ہو تہِ دریا کہ سطحِ آب ہو! تیر ہو یا ڈھال ہر دم خوش رہو

پس زبون وسوسہ باشی دلا گر طرب را باز دانی از بلا
وسوسوں میں ہو گا اے دل مبتلا گر کرے گا غم سے راحت کو جدا

گر مرادت را مذاقِ شکر ست بے مرادی نے مرادِ دلبر ست
فی المثل شکر ہے گر تیری مراد بے مرادی کب ہے دلبر کی مراد

ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال خونِ عالم ریختن اُو را حلال
ہر تجلی خون بہائے صد ہلال خونِ عالم ہے اُسے بالکل حلال

ما بہاد خوں بہا را یافتیم جانبِ جاں باختن بشتافتیم
جب بہاد خون بہا حاصل ہوئے ہم بھی دوڑے جاں نثاری کیلئے

اے حیاتِ عاشقاں در مردگی دل نیابی جز کہ در دلبردگی
زندگیٔ عشق ہے مرنا ترا! بے دلی میں پائے گا دل کا پتا

من دلش جستہ بصد ناز و دلال او بہانہ کردہ با من از ملال
دل ٹٹولا میں نے اس کا وہ بناز اک بہانہ کر گیا اور احتراز

[1] جوشش ؛

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جاں — گفت رَو کو رو بر من ایں افسوں مخواں
عرض کی، ہیں غرق تجھ میں دل جگر — بولا چل، چل، مجھ پہ یہ جادو نہ کر

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ — اے دو دیدہ دوست راچوں دیدۂ
کیا خبر ہے، تُو نے کچھ سوچا بھی ہے — اے دو دیدہ دوست کو دیکھا بھی ہے

اے گراں جاں خوار دیدستی مرا — زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا
اے گرانجاں، تُو نے سمجھا مجھ کو خوار — کیونکہ ارزاں مل گیا یہ بے قرار

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد — گوہرے طفلے بقرصِ ناں دہد
چیز جو ارزاں ہو، ارزاں جائے گی — طفل موتی دے جو روٹی دے کوئی

غرق عشقے شو کہ غرق است اندریں — عشقہائے اوّلیں و آخریں
ڈوب جا اس عشق میں اے مہرباں — غرق ہیں عشق اگلے پچھلوں کے جہاں

مجملش گفتم نکردم من بیاں — ورنہ ہم بہا بسوزد ہم زباں
مختصر میں نے یہ باتیں کیں بیاں — ورنہ جل جاتے مرے لب اور زباں

من چو لب گویم لب دریا بود — من چو لا گویم مراد الّا بود
لب کہوں تو ہو لب دریا مراد — اور جو "لا" کہ دوں تو ہو "الّا" مراد

من ز شیرینی نشینم رو ترش — من ز بسیاریِ گفتارم خمش
میں ہوں شیرینی سے بیٹھا ترش رو — چپ ہوا ہوں کرکے زائد گفتگو

تا کہ شیرینیِ ما از دو جہاں — در حجابِ رو ترش باشد نہاں
تا کہ شیرینی رہے اے جانِ جاں — ترش روئی کے حجابوں میں نہاں

تا کہ در ہر گوش ناید ایں سخن — یک ہمی گویم ز صد سِرِّ لدن

تا نہ کوئی سُن سکے گوش خباز
اک سخن یہ سَو حقیقت کا ہے راز

تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

بہر چہ از راہ دا مانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں
بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

یعنی جس حرف کے سبب تو راستے سے بھٹک جائے، وہ حرفِ کفر ہو۔ یا حرفِ ایمان ہو۔ بیہودہ ہے۔ اور جس کے ذریعے سے تو اپنے دوست سے بچھڑ جائے۔ نقش بُرا ہو یا اچھا، بُرا ہی ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قولِ ذیل کی تفسیر

"اِنَّ سَعْدَ الْغَیُوْرُ وَاَنَا اَغْیَرُ مِنْہُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَغْیَرُ مِنِّیْ وَمِنْ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ"

فرمایا، بیشک سعدؓ بڑا غیرت والا ہے۔ اور میں اُس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالٰے مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔ یہ اُس کی غیرت ہی کا مقتضا ہے۔ کہ اُس نے تمام ظاہری و باطنی بُری باتوں کو حرام کردیا ہے +

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق	بردو در غیرت بریں عالم سبق
سارا عالم ہے غیور۔ اور خود خدا	سب سے غیرت میں ہے سبقت لے گیا

او چوں جانست و جہاں چوں کالبد | کالبد از جاں پذیرد نیک و بد
جان ہے وہ جسم ہے سارا جہاں | جسم کا ہے نیک و بد تابعِ جاں

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین | سوئے ایماں رفتنش می داں تو شین
جس کی محرابِ نظر ہے ذاتِ عیب | اُس کا جانا جانبِ ایماں ہے عیب

ہر کہ شد مر شاہ را او جامہ دار | ہست خسراں بہرِ شاہش اتجار
شاہ کا جو بن گیا ہو جامہ دار | ہے تجارت اُس کو بیشک ننگ و عار

ہر کہ با سلطان شود او ہمنشیں | بر درش شستن بود حیف و غبیں
جو کوئی سلطان کا ہو ہم نشیں | بیٹھنا در پر اُسے واجب نہیں

دست بوسش چوں رسید از بادشاہ | گر گزیند بوس پا باشد گناہ
ہاتھ جس کے چومتا ہو بادشاہ | وہ جو چومے پاؤں ہے ظاہر گناہ

گرچہ سر بر پا نہادن خدمت ست | پیشِ آں خدمت خطا و زلت ست
پاؤں پہ سر رکھنا خدمت ہے مگر | ایسے موقع پہ خطا ہے بے خبر

شاہ را غیرت بود بر ہر کہ او | بو گزیند بعد ازاں کہ دید رو
کیوں نہ آئے اس پہ غیرت شاہ کو | جو اُسے دیکھے طلب غیروں کی ہو

غیرتِ حق بر مثل گندم بود | کاہ خرمن غیرتِ مردم بود
غیرتِ حق کی ہے گیہوں سے مثال | اور بھُس ہے غیرتِ انساں کا حال

اصل غیرتہا بدانید از الہٰ | آں خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ
اصل غیرت، غیرتِ اللہ ہے | فرع شرمِ خلقتِ اللہ ہے

شرح ایں بگذارم و گیرم گلہ | از جفائے آں نگارِ دہ دلہ
شرح میں اس بات کی اب چھوڑ دوں | شکوہ کچھ اس کی جفاؤں کا کروں

نالم ایرا نالہا خوش آیدش | از دو عالم نالہ و غم بایدش
اس لئے روتا ہوں میں اے دردمند | ہے غم و نالہ بہت اس کو پسند

چوں نالم تلخ از دستانِ او — چوں نیم در حلقۂ مستانِ او

کیوں نہ اس کی بات سے گریاں رہوں — دور اس کے مستوں کے حلقے سے ہوں

چوں نباشم ہمچو شب بے روز او — بے وصال روئے روز افروز او

کیوں نہ بن جاؤں شب بے روز میں — بے وصال روئے روز افروز میں

ناخوش او خوش بود در جانِ من — جاں فدائے یارِ دل رنجانِ من

ناخوشی اُس کی، خوشی ہے سربسر — جان صدقے یارِ دل آزار پر

عاشقم بر رنج خویش و دردِ خویش — بہرِ خوشنودیٔ شاہِ فردِ خویش

اپنے رنج و درد پہ میں ہوں فدا — ہوں رضاجُو اپنے یکتا شاہ کا

خاکِ غم را سرمہ سازم بہرِ چشم — تا ز گوہر پُر شود دو بحرِ چشم

خاکِ غم کو سُرمہ کروں بے خطر — دونوں دریا آنکھ کے ہوں پُر گہر

اشک کان از بہر او بارند خلق — گوہر ست و اشک پندارند خلق

روتا ہے سارا جہاں اُس کے لئے — وہ ہے موتی، اشک کہتے ہیں جسے

من ز جانِ جاں شکایت می کنم — من نیم شاکی روایت می کنم

جانِ جاں سے اک شکایت ہے مری — یہ نہیں شکوہ حکایت ہے مری

دل ہمی گوید از و رنجیدہ ام — وز نفاقِ سست من خندیدہ ام

دل یہ کہتا ہے کہ رنجیدہ ہوں میں — اس شکر رنجی پہ ہنس دیتا ہوں میں

راستی کن اے تو فخرِ راستاں — اے تو صدر و من درت را آستاں

اے خدا کر سیدھے رستے پہ رواں — صدر ہے تو میں ہوں تیرا آستاں

آستان و صدر در معنی کجا ست — ما و من کو آں طرف کاں یار ما ست

صدر کیسا اور کیسا آستاں — جس طرف ہے یار۔ ما و من کہاں

اے رہیدہ جانِ تو از ما و من — اے لطیفہ روح اندر مرد و زن

اے کہ ما و من سے تیری جاں رہا — مرد و زن میں اے لطیفہ روح کا

مرد و زن چوں یک شود آں یک توئی	چونکہ یک ہا محو شد آنک توئی!
مرد و زن ہوں ایک، تو ہے تو ہی تو	جب ہوئی وحدت، ہو تو ہی چار سُو
ایں من و ما بہر آں بر ساختی	تا تو با خود نردِ خدمت باختی
ما و من یہ اس لئے پیدا ہوئی	نردِ خدمت تھی تجھے یہ کھیلنی
تا تو با ما و تو یک جوہر شوی	عاقبت محوِ چناں دلبر شوی
تاکہ مل کر جوہرِ یکتا بنے	آپ اپنا دلبرِ رعنا بنے
تا من و تو ہا ہمہ یک جاں شوند	عاقبت مستغرق جاناں شوند
یہ من و تو تاکہ سب یک جان ہوں	محو ہو کر یار پر قربان ہوں
ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن	اے منزہ از بیان و از سخن
سچ ہے یہ، لیکن تو آ اے امر کن[1]	اے بیاں سے پاک، بالائے سخن
چشم جسمانہ تواند دیدنت	در خیال آرد غم و خندیدنت
تجھ کو دیکھے آنکھ جسمانی کہاں	اور غم و خندہ ترا پائے کہاں
دل کہ او بستہ غم و خندیدن ست	تو بگو کے لائق ایں دیدن ست
دل ہے جو شادی و غم میں مبتلا	تو ہی کہہ، پائے گا اسکی دید کیا
آنکہ او بستہ غم و خندہ بود	او بدیں دو عاریت زندہ بود
جو ہے پابندِ غم و خندہ یہاں	زندہ ہے ان عارضی چیزوں پہ ہاں
باغ سبز عشق کو بے منتہاست	جز غم و شادی درو بس میوہاست
باغِ سبزِ عشق ہے بے منتہا	پُر ثمر ہے شادی و غم کے سوا
عشق از ایں ہر دو حالت برترست	بے بہار و بے خزاں سبز و ترست
عشق ان حالوں سے برتر ہے مگر	بے بہار و بے خزاں اور سبز و تر

[1] یعنی اے حکم خدا۔ اے خدا

وہ زکوٰۃ روئے خوب اے خوبرو
شرح جان شرحہ شرحہ باز گو

ہاں زکوٰۃ حسن دے اے خوش لقا
شرح جان پارہ پارہ پھر سنا

کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ
بر دلم بنہاد داغ تازۂ

دیکھ تیرے غمزۂ غماز نے
میرے دل پہ داغ تازہ دے دیئے

من حلالش کردم ازخونم بریخت
من ہمی گفتم حلال او حی گریخت

میں نے خون اپنا حلال اسکو کیا
سن کے لفظ قتل پہ وہ اُٹھ گیا

چوں گریزانی زنالہ خاکیاں
غم چہ ریزی بر دل غمناکیاں

نالۂ خاکی سے دامن کش نہ ہو
غم نہ دے اس خاطرِ غمناک کو

اے کہ ہر صبحے کہ از مشرق بتافت
ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت

صبح نکلی مشرق کی آغوش میں
نور کے چشمے کو پایا جوش میں

چہ بہانہ می دہی شیدات را
اے بہانہ شکر لبہات را

کیوں بہانہ تو نے عاشق سے کیا
اے کہ تیرے شکریں لب ہیں بہا

اے جہان کہنہ را تو جان نو
از تن بے جان ودل افغاں شنو

تو جہان کہنہ کی ہے تازہ جاں
اس تن بے جان ودل کی سن فغاں

شرح گل بگذار از بہر خدا
شرح بلبل گو کہ شد از گل جدا

شرح گل کو چھوڑ دے بہر خدا
شرح بلبل کر جو ہے گل سے جدا

از غم وشادی نباشد جوش ما
با خیال ووہم نبود ہوش ما

شادی وغم سے ہمیں کیا آئے جوش
ہے خیال ووہم سے دور اپنا ہوش

حالت دیگر بود کاں نادر ست
تو مشو منکر کہ حق بس قادر ست

اس سے نادر حال ہے اک دوسرا
تو نہ ہو منکر کہ قادر ہے خدا

تو قیاس از حالت انساں مکن
منزل اندر جور واحساں مکن

حال انساں کا قیاس اس پہ نہ کر
منزل ظلم وکرم سے در گذر

جور و احساں رنج و شادی حادث ست — حادثاں میرند و حق شاں وارث ست

ہیں یہ فانی شادی و رنج و عطا — فانی مرتے ہیں تو وارث ہے خدا

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ — عذر مخدومی حسام الدین بخواہ

اے پناہِ صبح وہ آئی سحر — عذر مخدومی حسام الدین سے کر

عذر خواہِ عقلِ کل و جاں توئی — جانِ جان و تابشِ مرجاں توئی

عذر خواہِ عقلِ کُل و جاں ہے تو — جانِ جاں، اور تابشِ مرجاں ہے تو

تافت نورِ صبح ما از نورِ تو — در صبوحی بادۂ منصورِ تو

صبح کی تابش ہے تیرے نور سے — ہے صبوحی بادۂ منصور سے

دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا — بادہ کہ بود تا طرب دارد مرا

مست کردے جب شراب فضل رب — بادہ سے حاصل ہو گیا مجھ کو طرب

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست — چرخ در گردش گدائے ہوشِ ماست

جوشِ بادہ خود گدائے جوش ہے — چرخ خود گرداں گدائے ہوش ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو — عالم از ما هست شد نے ما ازو

مے ہے ہم سے مست ہم اُس سے نہیں — ہم سے بود و ہست ہم اس سے نہیں

ما چو زنبوریم و قالبہا چو موم — خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم

ہم ہیں زنبور اور قالب موم سا — خانہ خانہ جسم کو ہے کر دیا

بس دراز ست ایں حدیثِ خواجہ گو — تا چہ شد احوالِ آں مردِ نکو

یہ کہانی ہے بڑی، اب یہ بتا — حال کیا اس نیک تاجر کا ہُوا

قصۂ تاجر کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں — صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں

خواجہ کے سینے میں غم کی آگ تھی — تھا پریشاں اور کہتا تھا یہی!

گہ تناقض گاہ نازو گہ نیاز ۔۔۔ گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز

تھا کبھی ناز اور کبھی اس میں نیاز ۔۔۔ گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز

مردِ غرقہ گشتہ جانے می کند ۔۔۔ دست را در ہر گیاہے می زند

جیسے کوئی ڈوبتا جی چھوڑ کر ۔۔۔ مارتا ہو ہاتھ ہر دم گھاس پر

تا کدامیں دست گیرد در خطر ۔۔۔ دست و پائے می زند از بیم سر

ہاتھ اس خطرے میں کوئی تھام لے ۔۔۔ مارتا ہے دست و پا اس خوف سے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی ۔۔۔ کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی

ہے پسند دوست یہ آشفتگی ۔۔۔ کوششِ بیکار سونے سے بھلی

آنکہ او شاہ است او بیکار نیست ۔۔۔ نالہ از وے طرفہ کو بیمار نیست

جو ہے سُلطان وہ کہاں بیکار ہے ۔۔۔ جو نہیں بیمار وہ کیوں زار ہے

بہرِ ایں فرمود رحمان اے پسر ۔۔۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ اے پسر

اس لئے اللہ کا فرمان ہے ۔۔۔ اس کی ہر دن دوسری ہی شان ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔۔۔ تا دمے آخر دمے فارغ مباش

کاٹ چھانٹ اس راستے میں ہے نکو ۔۔۔ آخری دم تک کبھی غافل نہ ہو

تا دمِ آخر دمے آخر بود ۔۔۔ کہ عنایت با تو صاحب سِر بود

تا دمِ آخر، دمِ آخر ہو یار ۔۔۔ فضل سے اس کے بنے تو مایہ دار

ہر کرمی کوشد اگر مرد و زن ست ۔۔۔ گوش و چشمِ شاہ جاں بر روزن ست

مرد و زن کوئی ہو کوشاں بیگماں ۔۔۔ ہے لگی روزن پہ چشمِ شاہِ جاں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو ۔۔۔ قصۂ طوطی و خواجہ باز گو!

اس سخن کی حد نہیں کچھ اے جواں
طوطی و خواجہ کا قِصّہ کر بیاں

مردہ طوطی کا اُڑ جانا

بعد ازانش از قفس بیروں فگند
پھینکا تاجر نے جو پنجرے سے اٹھا
طوطیک پرید تا شاخ بلند
شاخ اک اونچی پہ طوطی جا لگا

طوطیٔ مُردہ چناں پرواز کرد
طوطیٔ مُردہ نے یوں پرواز کی
کآفتاب از شرق ترک تاز کرد
جیسے سورج نے ہو ترک و تاز کی

خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ
خواجہ کو حیرت تھی کارِ مرغ سے
بے خبر ناگہ بدید اسرارِ مرغ
بے خبر تھا وہ شعارِ مرغ سے

روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب
سر اٹھایا اور کہا اے عندلیب
از بیانِ حالِ خودماں دہ نصیب
کر مجھے اپنے بیاں سے خوش نصیب

او چہ کرد آنجا کہ تو آموختی
جو کیا تھا اس نے سیکھا تو نے کیا
چشم ما از مکرِ خود بردوختی
مکر سے دیدہ ہمارا ہی دیا

ساختی مکرے و مارا سوختی
مکر کرکے دل دیا تُو نے جلا
سوختی مارا و خود افروختی
دل جلا کر تُو نے خود پائی ضیا

گفت طوطی کو بفعلم پند داد
بولا طوطی اس کی یہ تحریک تھی
کہ رہا کن نطق و آواز و کشاد
بند کر لے نطق بھی آواز بھی

زانکہ آوازت ترا در بند کرد
تُو ہوا ہے اپنی خوش گوئی سے بند
خویش را مردہ پے ایں پند کرد
اس کے مرجانے میں پنہاں تھی یہ پند

یعنی اے مطرب شدہ با عام و خاص
تو ہے عام و خاص کا مطرب بنا
مُردہ شو چوں من کہ تا یابی خلاص
مُردہ بن میری طرح ہو جا رہا

دانہ باشی مرغکانت برچنند
دانہ ہوگا۔ مرغ چُن لیں گے تجھے
غنچہ باشی کودکانت برکنند
غنچہ ہوگا۔ توڑیں گے لڑکے تجھے

دانہ پنہاں کن بکلی دام شو — غنچہ پنہاں کن گیاہ بام شو
بس چھپا کر دانہ بن جا دام تو — بند کر منہ۔ بن گیاہ بام تو

ہر کہ داد او حسن خود را بر مزاد — صد قضائے بد سوئے او رو نہاد
حسن جس کا ہوگا عالم آشکار — سو بلاؤں کا رہیگا وہ شکار

چشمہا و خشمہا و رشکہا — بر سرش بارد چو آب از مشکہا
یوں پڑیں گی اس پہ نظریں رشک سے — جیسے پانی مشک سے سر پہ بہے

دشمناں او را ز غیرت می درند — دوستاں ہم روزگارش می برند
دشمن اُس پہ کرتے ہیں غیرت سے وار — دوست لینا چاہتے ہیں روزگار

آنکہ غافل باشد از کشت بہار — او چہ داند قیمت ایں روزگار
جو کوئی ہو غافل سیرِ بہار — اس کو کیا معلوم قدرِ روزگار

در پناہِ لطفِ حق باید گریخت — کو ہزاراں لطف بر ارواح ریخت
لے پناہ احسان میں اللہ کے — شاد ماں روحیں ہیں جسکے لطف سے

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ — آب و آتش مر ترا گردد سپاہ
تا کہ تو پائے پناہ - ایسی پناہ — آگ پانی ہوں ترے حق میں سپاہ

نوحؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد — نے بر اعداشاں بکیں قہار شد
نوحؑ و موسےٰؑ کا نہ کیا دریا تھا یار — اُن کے دشمن کیا نہ تھے زار و نزار

آتش ابراہیمؑ را نے قلعہ بود — تا بر آورد از دلِ نمرود دود
آگ ابراہیمؑ پہ تھی قلعہ ساں — اور دلِ نمرود سے نکلا دھواں

کوہ یحییٰؑ را نہ سوئے خویش خواند — قاصدانش را بہ زخم سنگ راند
کیا نہ یحییٰؑ کو اماں دی کوہ نے — قاصدوں پہ کیا نہ پتھر تھے گرے

گفت اے یحییٰؑ بیا در من گریز — تا پناہت باشم از شمشیر تیز
بولا یحییٰؑ بھاگ کر آجا یہاں — تا بنوں شمشیر سے تیری اماں

طوطی کا سوداگر کو وداع کرکے اڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق ۔۔۔ بعد ازاں گفتش سلام والفراق
دے کے دو اک پند مرغ بے نفاق ۔۔۔ بولا تاجر سے۔ سلام اور الفراق

الوداع اے خواجہ کردی مرحمت ۔۔۔ کردی آزادم ز قیدِ مظلمت
الوداع اے خواجہ کی اچھی یہ بات ۔۔۔ قید بیداد وجفا سے دی نجات

الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن ۔۔۔ ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
الوداع اے خواجہ جاتی ہوں وطن ۔۔۔ تو بھی اک دن ہوگا آزادِ محن

خواجہ گفتش فی امان اللہ برو ۔۔۔ مر مرا اکنوں نمودی راہِ نو
بولا تاجر فی امان اللہ ۔ جا ۔۔۔ اک نیا رستہ دیا تو نے دکھا

سوئے ہندستان اصلی رو نہاد ۔۔۔ بعد شدت از فرح دل گشتہ شاد
سوئے ہندوستاں وہ طوطی اڑ گیا ۔۔۔ غم اٹھا کر شاد دل اس کا ہوا

خواجہ با خود گفتہ ایں پندِ من ست ۔۔۔ راہِ او گیرم کہ ایں رہ روشن ست
خواجہ بولا، پند ہے میرے لئے ۔۔۔ یہ ہے روشن راہ چلنے کے لئے

جان من کمتر ز طوطی کے بود ۔۔۔ جاں چنیں باید کہ نیکو پے بود
کب ہے میری جان اس طوطی سے کم ۔۔۔ جان کو لازم ہے۔ ہو فرخ قدم

تعظیمِ خلق اور انگشت نمائی

تن قفس شکل ست زاں شد خارِ جاں ۔۔۔ در فریب داخلان و خارجاں
تن قفس کی شکل ہے خارِ حیات ۔۔۔ آنے جانے والوں سے کب ہے نجات

ایں ش گوید من شوم ہمرازِ تو ۔۔۔ وانش گوید نے منم انبازِ تو
ایک کہتا ہے کہ میں ہمراز ہوں ۔۔۔ دوسرا کہتا ہے میں دمساز ہوں

انیش گوید نیست چوں تو در وجود
در کمال و فضل و در احسان وجود

ایک کہتا ہے نہیں تیرا جواب
ہے کمال و فضل تیرا انتخاب

آنش گوید ہر دو عالم آنِ تست
جملہ جانہا مان طفیل جانِ تست

ایک کہتا ہے ترے ہیں دو جہاں
ہیں ترے صدقے میں سب جانیں یہاں

آنش خواند گاہ عیش و خرمی
انیش گوید گاہ نوش و ہمدمی

ایک کہتا ہے یہ ہے وقتِ سرور
ایک کہتا ہے میں ہمدم ہوں حضور

او چو بیند خلق را سرمست خویش
از تکبر می رود از دستِ خویش

دیکھ کر سرمست اپنا خلق کو
ہوتا ہے مغرور یہ انساں سنو

او نداند کہ ہزاراں را چو او
دیو افگندست اندر آبِ جو

یہ نہیں معلوم کتنے با علو
کر دیئے شیطاں نے غرقِ آب جو

لطف و سالوسِ جہاں خوش لقمہ ایست
کمترش خور کاں پر آتش لقمہ ایست

ہے خوشامد کا یہ لقمہ با مزا
پر نہ کھا یہ ہے نوالہ آگ کا

آتشش پنہاں و ذوقش آشکار
دودِ او ظاہر شود پایانِ کار

آگ پنہاں ذوق اس کا ہے عیاں
آخر کار اس سے نکلے گا دھواں

تو مگو آں مدح را من کے خورم
از طمع می گوید او من پے برم

یوں نہ کہہ میں کب ہوں طالب مدح کا
حرص سے کہتا ہے میں ہوں جانتا

مادحت گر ہجو گوید بر ملا
روز ہا سوزد دلت زاں سوزہا

ہجو اگر مداح یوں منہ پر کرے
مدتوں سینہ ترا سلگا رہے

گرچہ دانی کو ز حرماں گفت آں
کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں

گرچہ ہے معلوم باعث ہجو کا
تھا جو لالچ اس کو وہ جاتا رہا

آں اثر می ماندت در اندروں
در مدیح ایں حالتے ہست آزموں

دل میں رہ جاتا ہے لیکن اس کا اثر
مدح کی حالت بھی ایسی ہے پسر

آں اثر ہم روز ہا باقی بود | مایۂ گیر و خداع جاں شود
مدتوں رہتا ہے باقی وہ اثر | باعثِ مکر و فریب اے بے خبر

نیک بنماید چو شیریں ست مدح | بد نماید زانکہ تلخ افتاد قدح
مدح شیریں ہے۔ نہیں ہوتی جو بار | ہجو ہے کڑوی۔ دلوں کو ناگوار

ہمچو مطبوخ ست و حب کاں را خوری | تا بدیرے شورش و رنج اندری
حبِ مسہل کی طرح جو کھائے گا | کشمکش اور رنج میں پڑ جائے گا

در خوری حلوا بود ذوقش دمے | ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
ہے مزہ حلوے کا بھی بس ایک دم | ہے اثر اس کا بھی دلیا کا لعدم

چوں نمی ماند ہمے ماند نہاں | ہر ضدے را تو بضد آں بداں
جب نہیں رہتا، تو رہتا ہے نہاں | ایک کو کر دوسری ضد سے گماں

چوں شکر ماند نہاں تاثیر او | بعد چندے دُمّل آرد نیش جو
ہے اثر اس کا نہاں مثلِ شکر | پھر نکل آتے ہیں پھوڑے سر بسر

در حبِ مطبوخ خوردی اے ظریف | اندروں شد پاک ز اخلاطِ کثیف
حبِ مسہل کو نے گر کھالی ظریف | پاک ہو جائیں گے اخلاطِ کثیف

نفس از بس مدحہا فرعون شد | کن ذلیل النفس ہوناً لا تسد
مدح سے فرعون ہے نفسِ بدن | کر ذلیل اس نفس کو سید نہ بن

تا توانی بندہ شو سلطاں مباش | زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش
ہو سکے تو بندہ بن سلطان نہ بن | زخم کھائے۔ گیند بن۔ چوگاں نہ بن

ورنہ چوں لطفت نماند واں جمال | از تو آید آں حریفاں را ملال
ورنہ جب رخصت ہوا لطف و جمال | تجھ کو ہوگا ان حریفوں سے ملال

آں جماعت کت ہمی دادند ریو | چوں بہ بینندت بگویندت کہ دیو
جو جماعت دھوکا دیتی تھی تجھے | دیکھ کر وہ دیو کہہ دے گی تجھے

جملہ بینندت چو گویندت بدر
مردہ از گورِ خود بر کردہ سر

دیکھ کر تجھ کو کہیں گے ہٹ ادھر
مُردہ ہے نکلا کفن کو پھاڑ کر

ہمچو امرد کہ خدا نامش کنند
تا بدیں سالوس در دامش کنند

جس طرح امرد کو کہتے ہیں خدا
مکر سے کرتے ہیں اس کو مبتلا

چوں بہ بدنامی برآید ریش او
دیو را ننگ آید از تفتیش او

جب ہو بدنامی میں ڈاڑھی آشکار
ڈھونڈنے سے اُس کے ہو شیطاں کو عار

دیو سوئے آدمی شد بہرِ شر
سوئے تو نامد کہ از دیوے بتر

آتا ہے جن سوئے انسان بہرِ شر
تو ہے بدتر دیو سے۔ کیا تجھ کو ڈر

تا تو بودی آدمی دیو از پیت
می دوید و می چشانید از میت

تھا تو جب تک آدمی - دیو خراب
دوڑتا تھا اور پلاتا تھا شراب

چوں شدی در خوئے دیوے استوار
می گریزد از تو دیوے نابکار

شیطنت میں - جب ہوا تو استوار
بھاگتا ہے تجھ سے دیو اے نابکار

آنکہ اندر دامنت آویخت او
چوں چنیں گشتی ز تو بگریخت او

تیرے دامن سے جو تھا اُلجھا رہا
تو بنا شیطاں، تو وہ چمپت ہوا

ہے وہی ہوتا جو ہو منظورِ حق

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ
بے عنایاتِ خدا ہیچیم ہیچ

یوں تو ہم نے سب کچھ ادیہ کہہ دیا
ہیچ لیکن ہم ہیں بے لطفِ خدا

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

گر نہ ہو لطفِ نبیؐ فضلِ اللہ
ہے فرشتہ بھی، تو ہے نامہ سیاہ

اے خدائے قادرِ بے چند و چوں
واقفی بر حال بیرون و دروں

اے خدائے قادرِ بے چند و چوں
تجھ پہ ظاہر حال بیرون و دروں

اے خدا اے فضلِ تو حاجت روا
با تو یادِ ہیچ کس نبود روا

اے کہ تیرا فضل ہے حاجت روا
تیرے ہوتے ہو کسی کی یاد کیا

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ
تا بدیں بس عیب ما پوشیدۂ

رہنمائی کرکے اپنے لطف سے
عیب تو نے میرے سارے ڈھک دئے

قطرۂ دانش کہ بخشیدی ز پیش
متصل گرداں بدریاہائے خویش

قطرۂ دانش جو پہلے تھا دیا
اپنے دریاؤں سے اس کو لے ملا

قطرۂ علم ست اندر جانِ من
وا رہانش از ہوا وز خاکِ تن

روح میں ہے علم کا قطرہ ترا
اس کو حرص اور خاک تن سے کر رہا

پیش ازاں کیں خاکہا خسفش کنند
پیش ازاں کیں بادہا نسفش کنند

پیشتر اس سے کہ نگلے خاک اسے
بے نشاں بادِ مخالف یا کرے

گرچہ چوں نسفش کند تو قادری
کز ایشاں وا ستانی وا خری

گرچہ ہوگا جب بھی تجھ کو اختیار
پھیر دے یا مول لے لے اس کو یار

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
از خزینۂ قدرتِ تو کے گریخت

قطرہ بکھرا یا ہوا میں کھو گیا
کب تیری قدرت سے باہر ہو گیا

گر در آید در عدم یا صد عدم
چوں بخوانیش او کند از سر قدم

اک عدم کیا اس پہ سو گذریں عدم
جب پکارے تو ہو پیدا ایک دم

صد ہزاراں ضد ضدرا می کشد
باز شاں فضلِ تو بیروں میکشد

ہیشتر کرتی ہے ضد کو ضد ہلاک
پھر اسے تو بخشتا ہے جانِ پاک

از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہست یا رب کارواں در کارواں

جاذبِ ہستی عدم سے ہر زماں
آ رہے ہیں کارواں پر کارواں

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
نیست گردد غرق در بحرِ نغول

رات کو فکر و خرد کی وسعتیں
غرق ہو جاتی ہیں عمیق بحر میں

بازوقتِ صبح چوں اللھیاں ‏— بر زنند از بحر سر چوں ماہیاں

صبح پھر اللہ والوں کی مثال ‏— مثل ماہی بحر سے دیں سر نکال

در خزاں بیں صد ہزاراں شاخ و برگ ‏— از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ

جب خزاں آتی ہے۔ لاکھوں شاخ و برگ ‏— ٹوٹتے ہیں جانب دریائے مرگ

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر ‏— در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر

ماتمی کپڑوں میں زاغ نوحہ گر ‏— باغ میں کرتا ہے نوحہ سبزے پر

باز فرماں آید از سالار دہ ‏— مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ

پھر عدم کو حکم دیتا ہے خدا ‏— کھایا ہے جو کچھ اُگل دے پھر ذرا

آنچہ خوردی وادہ اے مرگِ سیاہ ‏— از نبات و دارو و از برگ و گیاہ

جو کیا ہے ہضم اے مرگِ سیاہ ‏— لا دہ پودے پھول اور برگ و گیاہ

اے برادر یک دم از خود دور شو ‏— با خود آ و غرق بحرِ نور شو

بھائی اک دم تُو خودی سے دور رہو ‏— ہوش میں آ۔ غرق بحرِ نور رہو

اے برادر عقل یکدم با خود آر ‏— دمبدم در تو خزاں ست و بہار

اے برادر سوچ اگر ہے ہوشیار ‏— دمبدم تجھ میں خزاں ہے اور بہار

باغ دل را سبز و تر و تازہ بیں ‏— پر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمیں

باغ و دل کو دیکھ اس میں بالیقیں ‏— پھول غنچے سرو ہیں اور یاسمیں

زانبہی برگ پنہاں کردہ شاخ ‏— زانبہی گل نہاں صحرا و کاخ

پتوں کی کثرت سے پوشیدہ ہے شاخ ‏— کثرتِ گل سے نہاں صحرا و کاخ

ایں سخنہائیکہ از عقل کل ست ‏— بوئے آں گلزار و صحن و سنبل ست

جتنی یہ باتیں ہیں عقل کل سے ہیں ‏— عنبریں اس باغ اور سنبل سے ہیں

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود ‏— جوشِ مُل دیدی کہ آں جا مُل نبود

گل کی خوشبو سونگھی جس جا گل نہ تھا ‏— بوئے مے تھی گو نہ مے تھی برملا

بو قلاوز ہست و رہبر مر ترا — می برد تا خلد و کوثر مر ترا
ہے یہی بو بالیقیں رہبر تری — خلد و کوثر تک تجھے لے جائیگی

بو دوائے چشم باشد نور ساز — شد ز بوئے دیدۂ یعقوبؑ باز
بو سے ہے آنکھوں کو حاصل روشنی — بو سے آنکھیں پھر کھلیں یعقوبؑ کی

بوئے بد مر دیدہ را تاری کند — بوئے یوسفؑ دیدہ را یاری کند
بوئے بد ظلمت سے بیشک آنکھ کی — بوئے یوسفؑ آنکھ کو دے روشنی

تو کہ یوسفؑ نیستی فرہاد باش — ہمچو او با گریہ و آشوب باش
تو نہیں یوسفؑ تو پھر یعقوبؑ بن — اس طرح گریاں و پُر آشوب بن

تو چو شیریں نیستی فرہاد باش — چوں نۂ لیلیٰ چو مجنوں گرد فاش
گر نہیں شیریں تو بن فرہاد ہی — گر نہیں لیلےٰ تو مجنوں ہی سہی

حکیم سنائیؒ کے قول کی تفسیر

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی — تا بیابی در تنِ کہنہ نوی
سُن ذرا پندِ حکیم غزنوی — تاکہ حاصل جسم کو ہو تازگی

ایں رباعی را شنو از جان و دل — تا بروں آئی بکلی ز آب و گل
چار مصرعے جان و دل سے سُن ذرا — تا ہو قیدِ آب و گل سے تو رہا

پند او را از دل و جاں گوش کن — ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن
پند ان کی جان و دل سے گوش کر — ہوش کو جان اور جان کو ہوش کر

وہ چار مصرعے یہ ہیں

ناز را روئے بباید ہمچو ورد — چوں نداری گرد بدخوئی مگرد
عیب باشد چشمِ نابینا و باز — زشت باشد روئے نازیبا و ناز

بے برائے ناز لازم گُل رُخی — پہ نہیں تو پھر ہے بدخوئی بُری

عیب ہے گر چشم نابینا ہو باز — روئے نازیبا کو نازیبا ہے ناز

پیشِ یوسفؑ نازش خوبی مکن — جز نیاز و آہ یعقوبیؑ مکن!

پیشِ یوسفؑ نازشِ خوبی نہ کر — کچھ بھی تو جز آہ یعقوبیؑ نہ کر

معنی مُردن ز طوطی بُد نیاز — در نیاز و فقر خود را مردہ ساز

طوطی کے مرنے میں تھا عجز و نیاز — کر نیاز و فقر کو ہستی گداز

تا دمِ عیسیٰؑ ترا زندہ کند — ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند

تا دمِ عیسیٰؑ کرے زندہ تجھے — مثل اپنے خوب و فرخندہ کرے

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

فصلِ گل میں سبز کب ہوتا ہے سنگ — خاک ہو تا پھول نکلیں رنگ رنگ

سالہا تو سنگ بودی دل خراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

مدتوں پتھر رہا تو نام کو — امتحاناً اک گھڑی کو خاک ہو

در بیان ایں سنو یک داستاں — تا بدانی اعتقادِ راستاں

اس بیاں میں اور سُن اک داستاں — تا کہ سمجھے اعتقادِ راستاں

ایک بوڑھے چنگ بجانے والے کی داستان

آں شنیدستی کہ در عہدِ عمرؓ — بود چنگی مطربے با کرّ و فر

آشناؤں قصۂ عہدِ عمرؓ — مُطرب اک چنگی تھا با صد کرّ و فر

بلبل از آوازِ او بیخود شدے — یک طرب ز آوازِ خوبش صد شدے

تھی نوا سے اس کی بلبل بند لب — سو گنا تھی ہر صدا سے اک طرب

مجلس و مجمع دمش آراستے — وز نوائے او قیامت خاستے

محفل و مجلس کا تھا اس سے سنگار — ہر نوا سے اک قیامت آشکار

ہیچو اسرافیلؑ کاوازش بفن	مردگاں را جاں در آرد در بدن
صورِ اسرافیلؑ کی تھی اس میں شان	مُردوں کے جسموں میں پڑ جاتی تھی جان
یا رسائل بود اسرافیلؑ را	کز سماعش پر برستے فیل را
یا وہ تھے پیغام اسرافیلؑ کے	جن کو سن کر پر نکلتے فیل کے
سازد اسرافیلؑ روزے نالہ را	جاں دہد پوسیدۂ صد سالہ را
صور پھونکیں گے جب اسرافیلؑ ہاں	مُردہ صد سالہ میں ڈالیں گے جاں
یا چو داؤدؑ از خوشی نغمہا	جاں برائدے سوئے بستاں خدا
یا وہ جوں داؤدؑ جوشِ نغمہ سے	جاں کو دوڑاتا طرف اللہ کے
اولیارا در دروں ہم نغمہاست	طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست
اولیاء کے دل میں ہیں نغماتِ ذات	طالبوں کو جن سے حاصل ہے حیات
نشنود آں نغمہا را گوشِ حس	کز ستمہا گوشِ حس باشد نجس
سن نہیں سکتا وہ نغمے گوشِ حس	گوشِ حس باتوں سے رہتا ہے نجس
نشنود نغمہ پری را آدمی	کو بود ز اسرار پریاں اعجمی
آدمی پریوں کے نغمے کیا سنے	دور ہے پریوں کے وہ اسرار سے
گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم ست	نغمۂ دل برتر از ہر دو دمست
گو ہیں اس عالم سے نغماتِ پری	نغمۂ دل کو ہے لیکن برتری
کہ پری و آدمی زندانیند	ہر دو در زندان ایں نادانیند
یہ پری و آدمی ہیں مثلِ عبید	دونوں نادانی کے زنداں میں ہیں قید
مَعْشَرَ الْجِنّ سورۂ رحمٰن بخواں	تَسْتَطِیْعُوْا تَنْفُذُوْا را باز داں
معشر الجن سورۂ رحمان میں پڑھ	تستطیعوا تنفذوا قرآں میں پڑھ

لہ کہ قولہ تعالیٰ۔ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (سورۃ الرحمٰن) یعنی اے

سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی — تا شوی بر سرّ پریاں مہتدی
سورۂ رحمٰن کو پڑھ اے مبتدی — راز سے پریوں کے تا ہو آگہی

نغمہائے اندرونِ اولیا — اوّلاً گوید کہ اے اجزائے لا
نغمہ ہائے قلبِ پاکِ اولیاء — پہلے کہتے ہیں کہ اے اجزائے لا

ہیں ز لائے نفی سرہا بر زنید — وین خیال و وہم یکسو افگنید
سر نکالو اپنے لائے نفی سے — واڑے چھوڑو خیال و وہم کے

کارِ ایشاں ست زاں سو بری — گر دہد ت روشن چو جوئی رہبری
معرفت ہے کام سے ان کے بری — تجھ پہ یہ روشن کرے گی رہبری

اے ہمہ پوشیدہ در کون و فساد — جانِ باقی تاں نروئید و نزاد
یہ ہیں سب پوشیدہ کون و فساد — یہ دُرج باقی سے نہیں تم بامراد

گر بگویم شمّۂ زاں نغمہا — جانہا سر بر زنند از دخمہا
جزوِ نغمہ بھی اگر ہو جائے عام — مُردے قبروں سے نکل آئیں تمام

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست — لیک نقلِ آں بتو دستور نیست
سُن وہ دُور اتنی نہیں ہے بالیقیں — لیک دستور اس کے کہنے کا نہیں

ہیں کہ اسرافیلؑ وقتند اولیا — مردہ را ز ایشاں حیاتست و نما
ہیں اسرافیلؑ اولیائے پاک بھی — اُن سے مردوں کو نمودِ زندگی!

جانہائے مُردہ اندر گورِ تن — بر جہد ز آوازِ شاں اندر کفن
مُردہ جانیں ہیں جو زیرِ گورِ تن — باہر آئیں پھاڑ کر اپنے کفن

گوید ایں آواز ز آواہا جدا ست — زندہ کردن کارِ آوازِ خدا ست
اور نہیں سب سے الگ ہے یہ صدا — زندہ کرنا ہے فقط کارِ خدا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶) گروہ جن و انسان اگر تم زمینوں اور آسمانوں کے کناروں سے باہر نکل جانیکی قوت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن لطف و تائید خدا کے بغیر تم ہرگز نہیں نکل سکتے۔

مامردیم و بکلی کاستیم	بانگ حق آمد همه برخاستیم
ہم فسردہ اور مردہ تھے پڑے	بانگِ حق آئی تو پھر سب جی اُٹھے
بانگ حق اندر حجاب و بے حجیب	آں دہد کو داد مریم[۲] را زجیب
بانگِ حق در پردہ ہو۔یا برملا	دیتی ہے جو کچھ کہ مریم[۲] کو دیا
اے فناتاں نیست کردہ زیر پوست	باز گردید از عدم ز آوازِ دوست
پوست کے نیچے فنا تم ہو گئے!	جی اُٹھو پھر دوست کی آواز سے
مطلق آں آوازِ خود از شہ بود	گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
وہ صدا مطلق ہے گویا شاہ سے	گو کہ آئے حلقِ عبد اللہ سے
گفت، در امن زبان و چشم تو	من حواس و من رضا و خشم تو
کہتا ہے۔میں ہوں تری چشم و زباں	ہوں حواس اور رنج و راحت بیگماں
رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی	سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی[۲]
تو ہے بی یسمع بھی بی یبصر بھی تو	سر کا ہے کیا ذکر صاحب سر بھی تو

جو خدا کا ہو جائے۔ خدا اُس کا ہو جاتا ہے

چوں شدی من کان للہ[۳] از ولہ	حق ترا باشد کہ کان اللہ لہ
گر تو ہو جائے خدا کا سربسر	حق بھی ہو جاتا ہے تیرا چشم و سر

[۱] اس حدیثِ قدسی کی طرف اشارہ ہے:۔ لا یزال یتقرب الی العبد بالنوافل انی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ ولسانہ بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی وبی یبطش وبی ینطق۔

[۲] حدیث قدسی:۔ الانسان سرٌ من اسراری یعنی انسان میرے اسرار میں سے ایک بھید ہے۔

[۳] من کان للہ کان اللہ لہ۔

گر توئی گویم ترا گاہے منم
ہر چہ گویم آفتابے روشنم

تجھ کو "تو" سے یا کروں "من" سے خطاب
جو کہوں ، زیبا ، کہ ہوں اک آفتاب

ہر کجا تابم ز مشکات دمے
حل شد آنجا مشکلات عالمے

جس دریچے سے بھی میں چمکا کہیں
مشکلیں دنیا کی سب حل ہو گئیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا
از فروغ ما شود شمس الضحیٰ

جس جگہ تاریکیاں ہوں ناسزا
ہوں ہمارے نور سے شمس الضحیٰ

ظلمتے را کافتابش بر نداشت
از دم ما گردد آں ظلمت چو چاشت

جس اندھیرے سے ہو سورج ناصبور
وہ اندھیرا ہو ہمارے دم سے نور

آدمؑ را او بجز خویش اسما نمود
دیگراں را ز آدمؑ اسما می کشود

اس نے آدمؑ کو سکھائے اپنے نام
پھر ہوئے آدمؑ سے بہرہ ور تمام

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو
کایں سبو را ہم مدد باشد ز جو

پانی لے ندی سے یا مٹکے سے لے
پانی مٹکے میں بھی ہے ندی ہی سے

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور
نور مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر

چاند سے لے نور یا خورشید سے
چاند بھی ہے پُر ضیا خورشید سے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم[1]

ان ستاروں سے تو حاصل کر علوم
ہے نبیؐ کا قول اصحابی نجوم

خواہ از آدم گیر نورش خواہ از و
خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو

آدمی سے یا خود اس سے نور لے
یا کدو سے بادہ لے یا مٹکے سے

کیں کدو با خم بہ پیوستست سخت
نے چو تو شد آں کدوئے نیکبخت

یہ کدو پیوستہ بالکل خم سے ہے
یہ کدو تجھ سا نہیں اے نیک بخت

[1] حدیث مشہور ہے:۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کروگے۔ ہدایت پاؤگے۔

گفت طوبیٰ من رآنی مصطفیٰ | والذی یبصر لمن وجہی یرٰی
غور سے سُن ہے یہ قولِ مصطفیٰ | پڑھ ذرا طوبیٰ سے کہتا یہ نبی

چوں چراغے نورِ شمعے را کشید | ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
کھینچتا ہے جو چراغ انوارِ شمع | دیکھ لینا اس کا ہے دیدارِ شمع

ہمچنیں تا صد چراغ از نقل شد | دیدن آخر لقائے اصل بُد
سو چراغ ایسے ہی ہوں گر پے بہ پے | دیدِ آخر اصل ہی کی دید ہے

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں | ہیچ فرقے نیست خواہ از شمعِ داں
جس سے چاہے نور لے اے متقی | نورِ آخر، شمع یہ ہیں ایک ہی

خواہ بیں نور از چراغ آخریں | خواہ بیں نورش ز شمعِ غابریں
نور کر پچھلے چراغوں کا قبول | یا کہ شمعِ اوّلیں سے کر حصول

اللہ تعالےٰ کی نعمتیں

گفت پیغمبر کہ نفحتہائے حق | اندریں ایّام می آرد سبق
قولِ پیغمبرؐ ہے نفحت ہائے حق | ان دنوں بھی دیتے رہتے ہیں سبق

گوشِ ہُش دارید ایں اوقات را | در ربائید ایں چنیں نفحات را
طے کرو با ہوش ان اوقات کو | اور حاصل کر لو ان نفحات کو

نفحہ آمد شما را دید و رفت | ہر کرا می خواست جاں بخشید و رفت
نفحہ آیا تم کو دیکھا اور چلا | زندگی دی جس کو چاہا اور چلا

لہ حدیث نبویؐ :- طوبیٰ لمن رآنی والذی یبصر لمن وجہی رآی یعنی اُس کیلئے خوشی ہے۔ جس نے مجھے دیکھا۔ اور اُس کے واسطے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا + ٹلہ نفحت یا نفحہ بمعنے اچھی خوشبو، ہوا کا چلنا۔ نعمت۔ کیفیتِ قلب +

نفحۂ دیگر رسید آگاہ باش ۔۔۔ تا ازیں ہم وانمانی خواجہ تاش
آیا نفحہ دوسرا ۔ ہو ہوشیار ۔۔۔ اے برادر رہ نہ تو محروم کار

جان آتش یافت زاں آتش کشے ۔۔۔ جانِ مردہ یافت از وے جنبشے
جان آتش اس کے شعلے سے جلی ۔۔۔ جانِ مردہ اس سے ہے زندہ ہوئی

جان ناری یافت از وے انطفا ۔۔۔ مردہ پوشید از بقائے او قبا
دوزخی جان اس سے بالکل بجھ گئی ۔۔۔ مردے نے پہنی قبائے زندگی

تازگی وجنبش طوبیٰ ست ایں ۔۔۔ ہمچو جنبشہائے خلقاں نیست ایں
اس میں طوبیٰ کی ہے جنبش ۔ تازگی ۔۔۔ جنبشیں ہرگز نہیں مخلوق سی

گر در افتد در زمین و آسماں ۔۔۔ زہرۂ شاں آب گردد در زماں
یہ زمین و چرخ میں پھیلے اگر ۔۔۔ آب ہو دونوں کا زہرہ سربسر

خود زبیم ایں دم بے منتہیٰ ! ۔۔۔ باز خواں فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
خوف ہے تجھ پہ جو ان نفحات کا ۔۔۔ پڑھ ذرا فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

ورنہ خود اَشْفَقْنَ مِنْهَا چوں بُدے ۔۔۔ گر نہ از بیمش دلِ کہ خوں شدے
ہوتا کیوں اَشْفَقْنَ مِنْهَا کا شکوہ ۔۔۔ گر نہ ہوتا خوف سے خوں قلب کوہ

دوش دیگر گونہ ایں می داد دست ۔۔۔ لقمۂ چندے در آمد در ببست
تھا میسر یہ مجھے کل سب مگر ! ۔۔۔ چند لقموں سے ہوا وہ بند در

بہر لقمہ گشت لقمانی گرو ۔۔۔ وقت لقمانیست اے لقمہ برو
لقمے نے کی رہن لقمانی مری ۔۔۔ لقمے جا ۔ ہے وقتِ لقمانی یہی

[1] قولہ تعالیٰ :۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ (ترجمہ) تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے اپنی امانت پیش کی ، مگر اُن سب نے اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے ۔ اور انسان نے اسکو برداشت کر لیا بیشک انسان ظالم اور جاہل ہے ۔ یعنی الخ

از ہوائے لقمہ[1] ایں خار خار — از کفِ لقماں بروں آرید خار

یہ اذیت ہے ہوائے لقمہ سے — ہاتھ سے لقماں کے کانٹا کھینچئے

در کفِ او خار و سایش نیز نیست — لیک تا[1] از حرص آں تمیز نیست

خار کیسا - اس کا سایہ بھی نہیں — حرص میں اندھا ہوا تو بالیقین

خار داں آں را کہ خرما دیدہ — زانکہ بس ناں کور و بس نادیدہ

جس کو سمجھے ہو چھوارا وہ ہے خار — کیونکہ اندھوں نے نہیں دیکھی بہار

جانِ لقماں کہ گلستانِ خداست — پائے جانش بستۂ خارے چراست

جانِ لقماں ہے گلستانِ خدا! — پاؤں میں کانٹا ہے کیوں الجھا ہوا

اشتر آمد ایں وجودِ خار خوار — مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار

اک شتر ہے یہ وجودِ زار و خوار! — مصطفیٰ[2] زادہ ہے اک اس پہ سوار

اشترا تنگِ گلے بر پشتِ تست — کز نسیمش در تو صد گلزار رست

پشت پر خر دار گل کے بار ہیں! — جن کی بو سے تجھ میں سو گلزار ہیں

میلِ تو سوئے مغیلان ست و ریگ — تا چہ گل چینی ز خارِ مردہ ریگ

ہے ببول اور ریت میں تیرا خیال — خار سے تو پھول چننا ہے محال

اے بگشتہ زیں طلب بر تو بکو — چند گوئی آں گلستاں کو و کو

بھٹکا پھرتا ہے طلب میں کو بکو — اس گلستاں کی یہ کب تک جستجو

پیش از آں کیں خارِ پا بیروں کنی — چشم تاریک ست جولاں چوں کنی

پاؤں سے کانٹا نہ جب تک ہو رہا — آنکھ نابینا ہے تو دوڑے گا کیا

آدمی کو می نگنجد در جہاں! — در سرِ خارے ہمے گردد نہاں

جو نہ دنیا میں سما سکتا ہو ہاں! — ایک کانٹے میں وہ ہو تا ہے نہاں

[1] روح مومن - یہ اُس حدیث مشہور کی طرف اشارہ ہے - جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی شان میں وارد ہے - کہ "نعم الراکب و نعم الجمل" یعنی سوار بھی اچھا ہے! اور اونٹ بھی اچھا۔

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی ۔۔۔ کلّمینی یا حمیرا کلّمی

مصطفیٰؐ کرتے تھے جس دم ہمدمی ۔۔۔ بول اُٹھتے یا حمیرا[1] کلّمی!

اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل ۔۔۔ تا ز نعل تو شود ایں کوہ لعل

اے حمیرا رکھ دے تو آتش میں نعل ۔۔۔ تا ہو تیری نعل سے یہ کوہ[2] لعل

ایں حمیرا لفظِ تانیثست و جاں ۔۔۔ نام تانیثش نہند ایں تازیاں

یہ حمیرا ہے مونث اور لقب ۔۔۔ کہتے ہیں عورت اسے اہلِ عرب

لیک از تانیث جاں را باک نیست ۔۔۔ روح را با مرد و زن اشراک نیست

جان کو تانیث سے ہو باک کیا ۔۔۔ مرد و زن سے روح کا اشراک کیا

از مؤنث وز مذکّر برتر است ۔۔۔ ایں نہ آں جانست کز خشک و تر است

ہے مذکّر اور مونث سے بری ۔۔۔ یہ نہیں ہے جان خشکی و تری

ایں نہ آں جانست کافزاید بناں ۔۔۔ یا گہے باشد چنیں گاہے چناں

یہ نہیں وہ جاں جو کھانے سے بڑھے ۔۔۔ یا کبھی ایسی کبھی ویسی رہے

خوش کنندہ است و خوش و عین خوشی ۔۔۔ بے خوشی نبود خوشی اے مرتشی

خوش ہے خود خوش ساز ہے اور خود خوشی ۔۔۔ بے خوشی کب ہو خوشی اے مدّعی

چوں تو شیریں از شکر باشی بود ۔۔۔ کاں شکر گاہے ز تو غایت شود

گر شکر سے ہے تیری شیریں زندگی ۔۔۔ یہ ہے ممکن ہو شکر غائب کبھی

چوں شکر گردی ز تاثیر وفا ۔۔۔ پس شکر کے از شکر گردد جدا

گر شکر کردے تجھے ذوقِ وفا ۔۔۔ پھر شکر سے ہو شکر کیونکر جدا

[1] حمیرا: زنِ سُرخ رنگ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا لقب ہے۔ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آزردہ ہوتے تھے۔ تو حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ "اے عائشہ رضؓ! باتیں کر +

[2] کوہ: وجود ؛

زہر محض ست آنکہ باشد بے وفا ‌ ‌ ھَبْ لَنَا یَا رَبَّنَا نِعْمَ الْوَفَا

بے وفا ہے زہر بالکل اے فتا ‌ ‌ اُس سے بہتر دے ہمیں یارب وفا

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق ‌ ‌ عقل آنجا گم شود گم اے رفیق

اے ملے عاشق کو حق سے جب غذا ‌ ‌ عقل ہوتی ہے وہاں گم اے فتا

عقل جزوی عشق را منکر بود ‌ ‌ گرچہ بنماید کہ صاحب سر بود

عقل منکر عشق کی ہے سربسر ‌ ‌ صاحب سر گرچہ آتی ہے نظر

زیرک و داناست امّا نیست نیست ‌ ‌ تا فرشتہ لا نشد آہرمنیست

وہ ہے زیرک لیکن اس میں جان ہے ‌ ‌ گر نہیں فانی۔ ملک شیطان سے

او بقول و فعل یار ما بود ‌ ‌ چوں بحکمِ حال آئی لا بود

قول میں اور فعل میں گو یار ہے ‌ ‌ اختیارِ حال سے ہے ہیچ شے

لا بود چوں او نشد از نیست نیست ‌ ‌ زانکہ طوعاً[1] لا نشد کرہاً[2] بسے ست

جو نہیں ہے نیست وہ طبعاً ہے لا ‌ ‌ جو نہیں طوعاً فنا کرہاً ہے لا

جاں کمال ست و ندائے او کمال ‌ ‌ مصطفیٰ گویاں ارحنا یا بلالؓ

جاں ہے کامل اور ندا اس کی کمال ‌ ‌ کہتے تھے حضرت[3] ارحنا یا بلالؓ

اے بلالؓ افراز بانگِ سلسلت ‌ ‌ زاں دمے کاندم دمیدم در دلت

ہاں سنا دے وہ صدائے خوش مقال ‌ ‌ میں نے جو پھونکی ہے تجھ میں اے بلالؓ

اے بلالؓ ایں گلبنت را جاں سپار ‌ ‌ خیز بلبل وار جاں می کن نثار

اے بلالؓ اس باغ کو دے جانِ زار ‌ ‌ مثلِ بلبل اُٹھ کے جاں کر دے نثار

زاں دمے کادمؑ ازو مدہوش شد ‌ ‌ ہوش اہلِ آسماں بیہوش شد

اس صدا سے جس سے آدمؑ مست تھا ‌ ‌ ہوش اہلِ آسماں جاتا رہا

لہ بخوشی ۔ ۲ مجبوراً ۔ ۳ یعنی اے بلال رضؓ ہمیں (اپنی اذان) اور آواز سنا کر فرحت پہنچا ۔

مصطفیٰ بیخویش شد زاں خوبِ صوت / شد نمازش از شبِ تعریس فوت

بےخود ہو گئے صدا سے مصطفیٰ ! / ہو گئی اس شب[1] نماز ان کی قضا

سر ازاں خوابِ مبارک بر نداشت / تا نمازِ صبحدم آمد بچاشت

محو خوابِ پاک سے تھے خیر الوریٰ[م] / اور نمازِ صبح کو دن چڑھ گیا

در شبِ تعریس پیش آں عروس / یافت جانِ پاکِ ایشاں دستبوس

تھی شبِ تعریس کرتی یہ عروس / ان کی روحِ باصفا سے دست بوس

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر / گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر

عشق و جاں دونوں ہیں پنہاں دیکھنا / عیب کیا ہے گر عروس اس کو کہا

از ملالِ یار خامش کردمے / گر ہم او مہلت بدادے یکدمے

میں تو چپ ہوتا ملالِ یار سے / گر وہ دیتا مہلت اک دم کی مجھے

لیک میگوید بگو ہیں عیب نیست / جز تقاضائے قضائے غیب نیست

وہ تو کہتا ہے کہو ہے عیب کیا / ہے یہی ہاں ہاں تقاضا غیب کا

عیب باشد کو نہ بیند جز کہ عیب / عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب

عیب ہے آئے نظر گر حرفِ عیب / عیب کیوں دیکھے گی جانِ پاکِ غیب

عیب شد نسبت بمخلوقِ جہول / نے بہ نسبت با خداوندِ قبول

عیب کو نسبت ہے جاہل خلق سے / کب خدا سے کوئی نسبت ہے اسے

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست / چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست

اُس سے نسبت ہو تو حکمت کفر ہے / ہم سے نسبت ہو تو آفت کفر ہے

ور یکے عیبے بود با صد صفات / بر مثالِ چوب باشد در نبات

یوں کسی میں ایک عیب اور سو صفات / ایسا ہے جیسا کہ تنکا در نبات[2]

[1] شبِ تعریس، یعنی وہ رات جب آنحضرت[صلعم] خیبر سے واپس تشریف لائے تھے۔

[2] یعنی جیسے مصری میں تنکا جسے عیب نہیں سمجھا جاتا! در جو اکثر مصری کے کوزوں میں لگایا جاتا ہے۔

در ترازو ہر دو را یکساں کشند
زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند

تلتے ہیں کانٹے میں دونوں ایک ساں
کیونکہ دونوں ہو گئے ہیں جسم و جاں

پس بزرگاں ایں نگفتند از گزاف
جسم پاکاں ہمچو جاں افتاد صاف

کچھ نہیں قولِ بزرگاں ہیں گزاف
جسم ہے پاکوں کا مثلِ روح صاف

گفت شاں و فعل شاں و ذکر شاں
جملہ جانِ مطلق آید بے نشاں

ان کا ذکر اور ان کا فعل اور گفتگو
جانِ مطلق ہے سراسر مو بمو

جانِ دشمن دار شاں جسمیست صرف
چوں زیاد از نرد او اسمیست صرف

جسم ہے صرف ان کی جانوں سے مراد
نرد میں ہے نام کو جیسے زیاد[1]

آں بخاک اندر شد و کل خاک شد
ایں نمک اندر شد و کل پاک شد

خاک میں جب مل گئی کل خاک ہے
اس نمک میں جب ملی کل پاک ہے

آں نمک کز وے محمدؐ املح ست
زاں حدیث با نمک او افصح ست

وہ نمک جس سے محمدؐ ہیں ملیح
اس لئے ان کی حدیثیں ہیں فصیح

ایں نمک باقی ست از میراث او
با تو اند آں وارثاں او بجو

ہے نمک باقی اسی میراث سے
وارث اس کے ہیں تجھی میں ڈھونڈ لے

پیش تو شستہ ترا خود پیش کو
پیش ہستت جان پیش اندیش او

دیکھ وہ بیٹھے ہیں تیرے روبرو
ہے مگر کب تجھ میں حق جستجو

گر تو خود را پیش و پس گردی گماں
بستۂ جسمی و محرومی ز جاں

پیش و پس کا گر کیا تو نے گماں
قیدیِ جسم اور ہے محروم جاں

زیر و بالا پیش و پس وصفِ تن ست
بے جہتہا زاں جہانے روشن ست

نیچے اوپر پیش و پس ہے وصفِ تن
بے جہت ہے جانِ روشن جانِ من

[1] نرد کی سات بازیوں میں سے ایک بازی کا نام ہے +

یک نظر از نورِ پاکِ شہ نظر
تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر

اک نظر کر نورِ پاکِ شاہ پہ
تا نہ سمجھے صورت کوتہ نظر

کہ ہمینی در غم و شادی و لبس
اے عدم کو مر عدم را پیش و پس

میں غم و شادی کا اک پیکر ہوں بس
اے عدم کیا ہے عدم کی پیش و پس

از وجود و از عدم گر بگذری
از حیاتِ جاودانی برخوری

نیستی ہستی سے تو گذرے اگر
ہو حیاتِ دائمی سے بہرہ ور

روز باراں ست می رو تا بہ شب
نے ازیں باراں از آں باران رب

دن ہے بارش کا چلاچل تا بہ شب
یہ نہیں مینہ بلکہ وہ بارانِ رب

ہست باراں ہا جز ایں باراں بداں
کہ نمی بیند ورا جز چشمِ جاں

اور باراں بھی ہیں اس مینہ کے سوا
روح جن کو دیکھتی ہے برملا

چشمِ جاں را پاک کن نیکو نگر
تا از آں باراں عیاں بینی خضر

چشمِ جاں کو پاک کر کے غور کر
سبزہ اُس باراں سے تا آئے نظر

حضرت عائشہ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت
با جنازہ مردے از یاراں برفت

پہنچے قبرستان اک دن مصطفےٰ
تھا جنازہ اِک رفیقِ خاص کا

خاک را در گور او آگندہ کرد
زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد

قبر کو مٹی سے ان کو بھر دیا
زیرِ خاک اس دانے کو زندہ کیا

ایں درختانند ہمچو خاکیاں
دستہا بر کردہ اند از خاکداں

خاکیوں سے پیڑ ہیں بڑھتے ہوئے
خاکداں سے ہاتھ پھیلائے ہوئے

سوئے خلقاں صد بشارت می کنند
وانکہ گوشستش عبارت می کنند

سو بشارت کر رہے ہیں خلق سے
سنتے ہیں وہ کان ہیں جن کو ملے

تیز گوشاں راز ایشاں بشنوند
سننے والے سنتے ہیں ان کی نوا !

غافلاں آوازِ ایشاں نشنوند
اور غافل سن نہیں سکتے صدا

با زبانِ سبز و بادستِ دراز
بے زبانِ سبز اور ہاتھ ان کے دراز

از ضمیرِ خاک می گویند راز
خاک کے دل کا بیاں کرتے ہیں راز

ہمچو بطاں سر فرو بردہ بآب
مثلِ بط رہ رہ کے پانی کے تلے

گشتہ طاؤساں بودہ چوں غراب
بن گئے طاؤس وہ کوّے جو تھے

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد
گو انہیں جاڑوں میں قیدی سا رکھا

آں غراباں را خدا طاؤس کرد
سو ان کوّوں کو خدا نے کر دیا !

در زمستاں شاں اگرچہ داد مرگ
گو کہ جاڑوں میں انہیں اک موت دی

زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
پھر بہاروں میں عطا کی زندگی

منکراں گویند ہست ایں خود قدیم
کہتے ہیں منکر کہ یہ خود ہیں قدیم

ایں چرا بندیم بر ربِّ کریم
یہ نہیں وابستۂ ربِّ کریم !

جملہ پندارند ایں خود دائم است
سب یہ کہتے ہیں کہ یہ ہے جاوداں

وز قدم ایں جملہ عالم قائم است
اور قائم ہے قدم سے کل جہاں

کوریِ ایشاں درونِ دوستاں
وہ ہیں اندھے اور قلبِ دوستاں

حق برویانید باغ و بوستاں
فضلِ خالق سے ہیں باغ و بوستاں

ہر گلے کاندر درونِ بویا بود
پھول جو کھلتا ہے اندر قلب کے

آں گل از اسرارِ کُل گویا بود
وہ اٹھا دیتا ہے پردے راز سے

بوئے ایشاں رغمِ الفت منکراں
اُن کی بو برعکسِ قولِ منکراں

گردِ عالم می رود پردہ دراں
پھر رہی ہے پردہ در گردِ جہاں

منکراں ہمچوں جعل زاں بوئے گُل
مثل گبریلے کے جو ہے بیزارِ باغ

یا چو نازک مغز از بانگِ دہل
یا ہو برہم ڈھول سے نازک دماغ

خویشتن مشغول میسازند و غرق ۔ چشم می دوزند از لمعان برق

اپنے کو رکھتے ہیں وہ مشغول و غرق ۔ دیکھ سکتے ہی نہیں لمعات برق

چشم می دوزند و آنجا چشم نے ۔ چشم آں باشد کہ بیند ما منے

بند آنکھیں کرتے ہیں آنکھیں کہاں ۔ وہ ہیں آنکھیں جو ہوں جو یائے اماں

چوں زگورستان پیمبرؐ باز گشت ۔ سوئے صدیقہؓ شد و ہمراز گشت

جب پیمبرؐ لوٹے قبرستان سے ۔ عائشہ صدیقہؓ کی جانب گئے

چشم صدیقہؓ چو بر رویش فتاد ۔ پیش آمد دست بر وے می نہاد

دیکھا صدیقہؓ نے روئے مصطفےٰؐ ۔ آگے آئیں ہاتھ چہرے پر رکھا

بر عمامہ و روئے او و موئے او ۔ بر گریبان و بر و بازوئے او

دیکھے پھر عمامہ کو اور بال بھی ۔ اور گریبان اور بازوئے نبیؐ

گفت پیغمبرؐ چہ می جوئی شتاب ۔ گفت باراں آمد امروز از سحاب

پوچھا ہے یہ جستجو کس بات کی ۔ بولیں مینہ برسا تھا یا حضرتؐ ابھی

جامہائے ات می بجویم در طلب ۔ تر نمی بینم ز باراں اے عجب

دیکھ کر کپڑوں کو سرگرداں ہوں میں ۔ مینہ سے کیوں بھیگے نہیں حیراں ہوں میں

گفت بر چہ سر فگندی از ازار ۔ گفت کردم آں ردائے تو خمار

پوچھا کیا ڈالا تھا سر پہ عائشہؓ ۔ بولیں حضرتؐ آپ کی تھی اک ردا

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب ۔ چشم پاکت را خدا باران غیب

بس یہی تھی وجہ بولے مصطفےٰؐ ۔ غیب کا مینہ تجھ پہ ظاہر ہو گیا

نیست آں باراں ازیں ابر شما ۔ ہست ابر دیگر و دیگر سما

یہ تمہارے بادلوں کا مینہ کہاں ۔ ابر ہے اور اور ہے وہ آسماں

ایں چنیں باراں ز ابر دیگر ست ۔ رحمت حق در نزولش مضمر ست

ابر دیگر سے ہے وہ باراں ہے عیاں ۔ رحمت حق اس کی بارش میں نہاں

حکیم سنائیؒ کے کلام کی تفسیر

آسمانہاست در ولایتِ جاں — کار فرمائے آسمانِ جہاں

در رہِ روح پست و بالاہاست — کوہہائے بلند و صحراہاست

ترجمہ:۔ روح کی ولایت میں کچھ ایسے آسمان ہیں جو اس دنیا کے آسمان پر حکمراں ہیں۔ روح کے راستے میں پستی، بلندی، بلند پہاڑ اور جنگل سب کچھ ہیں +

بشنو از قولِ سنائیؒ در رموز — معنئے تا واقف آئی بر کنوز

سن ذرا قولِ سنائی غور سے — تا کہ معنی کا خزانہ کھول دے

گر تو بکشائی ز باطن دیدہٴ — زود یابی سرمہٴ بگزیدہٴ

کھول دے باطن کی تو آنکھیں اگر — سُرمہ نایاب سے ہو بہرہ ور

پیر دانا اندریں رمزے بگفت — در حقیقت ازیں صدف درے بسفت

پیر دانا نے جو کچھ رمزاً کہا — فی الحقیقت گوہر اس سیپی کا تھا

غیب را ابرے و آبے دیگر است — آسمان و آفتابے دیگر ست

غیب کے کچھ اور ہی ہیں ابر و آب — آسماں کچھ اور کچھ اور آفتاب

ناید آں الا کہ بر خاصاں پدید — باقیاں فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

خاص لوگوں کو ہوا کرتی ہے دید — باقی سب فِيْ لَبْسٍ[1] مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

[1] قولہ تبارک وتعالیٰ عزوجل:۔ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (سورۃ ق) ترجمہ:۔ کیا ہم مخلوق کو بار اول پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں؟ ہرگز نہیں تھکے! تو پھر مخلوقِ جدید پیدا کرنے سے بھی نہیں تھک سکتے +

ہست باراں از پئے پروردگی ‏— ہست باراں از پئے پژمردگی
بارشیں ہیں تازگی کے واسطے ‏— اور یہی پژمردگی کے واسطے

نفع باران بہارے بوالعجب ‏— باغ را باران پائیزی چو تب
نفع ہے ابر بہاری کا عجب ‏— اور خزاں میں باعثِ رنج و تعب

آں بہارے نازپروردش کند ‏— ویں خزانی ناخوش و زردش کند
نازپرور بارشِ ابر بہار ‏— اور خزاں رکھتی ہے زرد و ناگوار

ہمچنیں سرما و باد و آفتاب ‏— بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
ایسے ہی سردی ہو، سورج یا ہوا ‏— سب میں ہے فرق و تفاوت برملا

ہمچنیں در غیب انواعست ایں ‏— در زیان و سود در ربح و غبیں
ایسے ہی انواع ہیں کچھ غیب کے ‏— نفع و نقصاں رنج و راحت کے لئے

ایں دم ابدال باشد زاں بہار ‏— در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
ہیں نفس ابدال کے فصلِ بہار ‏— جان و دل میں پھولتا ہے سبزہ زار

فعل باران بہاری با درخت ‏— آید از انفاس شاں با نیک بخت
فیض جو پیڑوں کو دے فصلِ بہار ‏— ان کے وہ انفاس سے ہے آشکار

گر درختِ خشک باشد در مکاں ‏— عیبِ آں از بادِ جاں افزا مداں
ہو مکاں میں خشک اگر کوئی درخت ‏— وہ رہا غائب ہوا سے کور بخت

باد کار خویش کرد و بر وزید ‏— آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
کر گئی کام اپنے کرنے کا ہوا ‏— جس میں تھی کچھ جاں اثر اُس پر کیا

وانکہ جامد بود خود واقف شد ‏— وائے آں جانے کہ او عارف نشد

جو فسردہ تھا، رہا وہ بے اثر
ہائے افسوس اس پہ جو ہے بے خبر

بہار کی سردی اور خزاں کی ٹھنڈک!

قول پیغمبرؐ شنوائے جانِ من
دُور کن از خویشتن انکار و ظن

قول پیغمبرؐ کا سن اے جانِ من
دُور کر دے خدشۂ انکار و ظن

گفت پیغمبرؐ ز سرمائے بہار
تن مپوشانید یاراں زینہار

ہے نشاطِ روح سرمائے بہار
تن نہ ڈھانکو اس میں یار و زینہار

زانکہ با جانِ شما آں می کند
کاں بہاراں با درختاں می کند

دیہ وہی کرتی ہے سب جانوں کیساتھ
جو بہاریں کرتی ہیں پیڑوں کے ساتھ

پس غنیمت باشد آں سرمائے او
در جہاں بر عارفانِ وقت جو

پس غنیمت ہے یہ سرمائے بہار
عارفوں کے واسطے ہے ہوشیار

در بہاراں جامہ از تن بر کنید
تن برہنہ جانبِ گلشن روید

ان بہاروں میں برہنہ تن رہو
تن برہنہ جانبِ گلشن چلو

لیک بگریزید از بادِ خزاں
کاں کند کاں کرد با باغ و رزاں

اور بچو اس سے کہ ہے فصلِ خزاں
باغ اور انگور کو نقصاں رساں

راویاں ایں را بظاہر بردہ اند
ہم براں صورت قناعت کردہ اند

راویوں نے اس کے ظاہر کو لیا
بات جو ظاہر تھی حصر اس پر کیا

بے خبر بودند از سرِ آں گروہ
کوہ را دیدہ ندیدہ کانِ کوہ

بھید سے نا آشنا تھا وہ گروہ
کوہ دیکھا اور نہ دیکھی کانِ کوہ

آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست
عقل و جاں ہمچوں بہار ست و بقاست

ہے خزاں نزدِ خدا نفس و ہوا
عقل و جاں مثلِ بہار اور بقا

گر ترا عقلے ست جزوی در نہاں
کاملُ العقلے بجو اندر جہاں!

تجھ میں کچھ بھی ہے اگر عقلِ نہاں
ڈھونڈ کامل عقل والے کو یہاں

جزوِ تو از کلِ او کُلّے شود ۔ عقلِ کُل بر نفس چوں غُلّے شود

جزو تیرا کُل سے اس کے کُل بنے ۔ عقل تیرے نفس کو اک غُل[1] بنے

پس بتاویل ایں بود کانفاسِ پاک ۔ چوں بہارست و حیات و برگ تاک

ہے یہی تاویل جو ہیں نفس پاک ۔ ہیں بہار اور زندگی اور برگ تاک

از حدیثِ اولیا نرم و درشت ۔ تن مپوشاں زانکہ دینت راست پشت

قول نرم و گرم سے ولیوں کے آہ ۔ تن نہ ڈھک وہ بہرِ ایماں ہیں پناہ

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر ۔ تا ز گرم و سرد بجہی و ز سعیر

جان گرم و سرد ان کا خوشگوار ۔ تا ہو گرم و سرد سے آزادِ نار

گرم و سردش نو بہارِ زندگی ست ۔ مایۂ صدق و یقیں بندگی ست

گرم و سرد ان کا ہے لطفِ زندگی ۔ مایۂ صدق اور یقین بندگی

زاں کہ زاں بستان جانہا زندہ ست ۔ زاں جواہر بحرِ دل آگندہ ست

کیونکہ اُن باغوں سے جانیں زندہ ہیں ۔ موتیوں سے بحرِ دل رخشندہ ہیں

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود ۔ گر ز باغِ دل خلالے کم شود

عاقلوں کے دل پہ گذریں لاکھ غم ۔ باغِ دل سے ہو جو اک تنکا بھی کم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کا سوال

پس سوالش کرد صدیقہؓ ز صدق ۔ با خشوع و با ادب از جوشِ عشق

پھر یہ صدیقہؓ نے پوچھا با طرب ۔ جوشِ الفت سے بصد عجز و ادب

کاے خلاصۂ ہستی و زبدۂ وجود ۔ حکمتِ بارانِ امروزی چہ بود

اے مرادِ کائنات و شش جہت ۔ آج کی بارش میں بھی کیا مصلحت

[1] طوقِ گلو +

دیں زبارا نہائے رحمتہا ست یا — بہر تہدیدات و عدل کبریا

آج کی بارش تھی رحمت آشنا — یا برائے خوف و انصافِ خدا

ایں ازاں لطفِ بہاریات بود — یا زپائیزیٔ پُر آفات بود

اس میں پوشیدہ تھے الطافِ بہار — یا خزاں کی آفتیں تھیں آشکار

گفت ایں از بہرِ تسکینِ غمست — کز مصیبت بر نژادِ آدمؑ ست

بولے حضرتؑ اس میں تھی تسکینِ غم — کیونکہ آدمؑ زاد ہے وقفِ الم

گر براں آتش بماندے آدمی — بس خرابی او فتادے و کمی

گر اسی آتش میں رہتا آدمی! — پس بہت ہوتی خرابی اور کمی

ایں جہاں ویراں شدے اندر زماں — حرصہا بیروں شدے از مرداں

یہ جہاں ویراں ہوتا دفعتاً — حرص دل سے دُور ہوتی جانِ من

استنِ ایں عالم اے جاں غفلت ست — ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست

ہے ستوں یہ کاہلی کے یہ جہاں — مستعدی اک بلا ہے بیگماں

ہوشیاری زاں جہاں است وچو آں — غالب آید پست گردد ایں جہاں

مستعدی اس جہاں کی ہے کہ جو — پست کر دیتی ہے غفلت زار کو

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ — ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ

حرص ہے یخ مستعدی ہی آفتاب — میلِ دنیا مستعدی مثلِ آب

زاں جہاں اندک ترشح می رسد — تا نغژد در جہاں حرص و حسد

اک ترشح اس جہاں سے ہو گیا — سب بٹھا دیتا ہے حرص و رنجگیاں

گر ترشح بیشتر گردد زغیب — نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب

ہو ترشح غیب سے گر بیشتر — عیب ہو باقی نہ دنیا میں ہنر

ایں ندارد حد سوئے آغاز رو — سوئے قصہ مردِ چنگی باز دد

حد نہیں اس کی سوئے آغاز جا — داستانِ مردِ چنگی سُن ذرا

مطربِ چنگی کی داستاں

مطربے کز وے جہاں شد پُر طرب — رستہ ز آوازش خیالاتِ عجب

وہ طرب افروز مطرب خوش نصیب — جس سے پیدا تھے خیالاتِ عجیب!

از نوایش مرغِ دل پرّاں شدے — وز صدایش ہوشِ جاں حیراں شدے

مرغِ دل اُڑتا تھا سن کر وہ نوا — جان کو حیران کرتی تھی صدا!

چوں بر آمد روزگار و پیر شد — باز جانش از عجز پشّہ گیر شد

وقت گذار جب ہوا کمزور و پیر — ہو گیا باز اس کی جاں کا پشّہ[1] گیر

باز چہ گر پیل باشد بے گماں — پشّہ اش سازد ضعیف و ناتواں

باز کیا۔ ہاتھی بھی ہو کر بے گماں — ایک مچھر کر دے اس کو ناتواں!

پشت او خم گشت ہمچوں پشتِ خُم — ابرواں بر چشم ہمچوں پاردُم

مثلِ خُم خم ہو گئی اس کی کمر — اور بھویں دمچی میں ہیں کچھ گھوم کر

گشت آوازِ لطیفِ جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش

ہو گئی اس کی لطیف آواز بھی — بے اثر مکروہ نازیبا بُری

آں نوا کہ رشکِ زہرہ آمدہ — ہمچو آوازِ خرِ پیرے شدہ

جو صدا زہرہ سے بھی تھی خوشگوار — پیر خر جیسی ہوئی زشت اور خوار

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد — یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد

کون سا خوش دل تھا جو ناخوش نہیں — تھی جو چھت اک دن بنی فرشِ زمیں

غیر آوازِ عزیزاں در صدور — کہ بود از عکسِ دم شاں نفخِ صور

ہاں صدا میں عارفوں کی اس[2] سے دور — عکس ہے جن کی صدا کا نفخِ صور

[1] مچھر پکڑنے والا۔ یعنی ایسا عاجز ہوا۔ کہ بڑے بڑے شکار مارنے بھول گیا۔
[2] یعنی تغیر سے ✦

آں درونے کایں درونہا مست ازوست　　نیستے کایں ہستہاماں مست ازوست

وہ دل ایسے جن سے سب دل مست ہیں　　نیستی ایسے جن سے ہم سب ہست ہیں

کہربائے[1] فکر و ہر آواز او　　لذتِ الہام و وحی و ساز او

کہربائے فکر و ہر آواز ہے　　لذتِ الہام و وحی و ساز ہے

چونکہ مطرب پیرتر گشت و ضعیف　　شد ز بے کسبی رہینِ یک رغیف

پیر مطرب جب ہوا یوں ناتواں　　ہو گیا افلاس سے محتاجِ ناں

گفت عمر و مہلتم دادی بسے　　لطفہا کردی خدایا با خسے

یوں لگا کہنے کہ اے میرے خدا　　عمر اتنی دی کرم تو نے کیا

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال　　باز نگرفتی ز من روزے نوال

میں رہا گمراہ ستر سال تک　　اور تو دیتا رہا نان و نمک

نیست کسب امروز مہمانِ توام　　چنگ بہر تو زنم کانِ توام

مفلسی میں اب ترا مہمان ہوں　　چنگ زن تیرے لئے ہر آن ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جو　　سوئے گورستانِ یثرب آہ گو

چنگ اٹھایا آسرا حق پہ کیا　　سوئے قبرستانِ یثرب چل دیا

گفت خواہم از حق ابریشم بہا[2]　　کو بہ نیکوئی پذیرد قلبہا

اور کہا ریشم کی قیمت دے خدا　　تو نوازش دل پہ کرتا ہے سدا

چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد　　چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد

پھر بجا کر چنگ وہ با چشمِ تر　　چنگ زیرِ سر گرا اک قبر پہ

خواب بردش مرغ جانش از حبس رست　　چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست

مرغِ جاں پہ خواب نے غلبہ کیا　　چھوڑ کر چنگ اور چنگی کو چلا

[1] یعنی خیال و فکر کو کھینچنے والی +

[2] چنگ نوازی سے مراد ہے +

گشت آزاد از تن و رنجِ جہاں ‏ ‏ در جہانِ سادہ و صحرائے جاں

رنج و غم سے بچ کر ہوا اس کا گذر ‏ ‏ سادہ دنیا اور دشتِ روح پر

جانِ او آنجا سرایاں ماجرا ‏ ‏ کاندریں جا گر بماندے مرا

روح اس کی اس جگہ تھی نغمہ زا ‏ ‏ مجھ کو رکھتا گر یہاں تو اے خدا

خوش بُدے جانم ازیں باغ و بہار ‏ ‏ مست ایں صحرائے غیب لالہ زار

خوش میں رہتی دیکھ کر باغ و بہار ‏ ‏ مست رکھتا غیب کا یہ لالہ زار

بے پر و بے پا سفر می کردمے ‏ ‏ بے لب و دنداں شکر می خوردمے

بے پر اور بے پاؤں میں کرتی سفر ‏ ‏ بے لب و دنداں میں کھا لیتی شکر

ذکر و فکرے فارغ از رنج دماغ ‏ ‏ کردمے با ساکنانِ چرخ لاغ

رنج کیوں دماغ فکر میں ‏ ‏ آسماں والوں سے رہتیں صحبتیں

چشم بستہ عالمے می دیدمے ‏ ‏ وَرد و ریحاں بے کفے می چیدمے

چشم بستہ دیکھتی میں یہ سماں ‏ ‏ میں گل و ریحاں بھی چنتی بے گماں

مرغ آبی غرق دریائے عسل ‏ ‏ عینِ ایوبیؑ شرابِ مغتسل!

مرغ تھا وہ غرقِ دریائے عسل ‏ ‏ عینِ ایوبیؑ شراب مغتسل[1]

کہ بدو ایوبؑ را پا تا بفرق ‏ ‏ پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق

پاؤں سے سر تک وہ ایوبؑ غیور ‏ ‏ ہو گئے رنجوں سے فارغ مثلِ نور

گر بود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست ‏ ‏ نیست نزدِ آں جہاں جز تنگ و پست

ہو جو دس حصے بھی اونچا آسماں ‏ ‏ عالمِ ارواح کا ہمسر کہاں

[1] قولہ تعالیٰ عز و جل: - اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ
یعنی اے ایوبؑ زمین پر پاؤں مار، یہیں وہ چشمہ نکلیگا۔ جس میں غسل کرنے سے تجھے شفا ہو جائے گی۔ اور جس کا پانی گوارا ہو گا ؎

مثنوی در حجم اگر بودے چو چرخ ۔۔۔ درنگنجیدے دریں زاں نیم برخ

مثنوی گر حجم میں ہو آسماں ۔۔۔ اس کے اک ٹکڑے کی گنجائش کہاں

کاں زمین و آسمان بس فراخ ۔۔۔ کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ

وہ زمین و آسماں گو ہیں فراخ ۔۔۔ پھر بھی تنگی سے جگر تھا شاخ شاخ

دیں جہانے کاندریں خوابم نمود ۔۔۔ از گشایش پرّ و بالم را گشود

یہ جہاں جو خواب میں آیا نظر ۔۔۔ کھل گئے ہیں اس سے میرے بال و پر

آں جہان و راہش ار پیدا بدے ۔۔۔ کم کسے یک لحظہ در اینجا بدے

راستے اس کے جو ہوتے آشکار ۔۔۔ کون اک لحظہ یہاں کرتا قرار

حضرت عمرؓ کو خواب میں بشارت ہونا

امر می آمد کہ ہیں طامع مشو ۔۔۔ چوں ز پایت خار بیروں شد برو

حکم آیا ہو نہ طامع بے گماں ۔۔۔ خار نکلا پاؤں سے ہو جا رواں

مول مولے می زد آنجا جان او ۔۔۔ در فضائے رحمت و احسان او

تھا قرار اس وقت اس کی جان کو ۔۔۔ تھی فضائے رحمت و احسان میں

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت ۔۔۔ تاکہ خویش از خواب نتوانست داشت

خواب سے اس دم عمرؓ بے بس ہوئے ۔۔۔ نیند کے جھونکے انہیں آنے لگے

در عجب افتاد کایں معہود نیست ۔۔۔ ایں ز غیب افتاد بے مقصود نیست

وہ تھے حیراں کیوں یہ بے معہود[1] ہے ۔۔۔ حق کو اس سے کچھ نہ کچھ مقصود ہے

سر نہاد و خواب بردش خواب دید ۔۔۔ کامدش از حق ندا جانش شنید

خواب اک طاری عمرؓ پہ ہو گیا ۔۔۔ گوش جاں سے یہ سنی حق کی صدا

[1] خلافِ معمول ہو

این ندا کہ اصل ہر بانگ و نواست — خود ندا آنست و این باقی صداست

وہ ندا ہے اصل ہر بانگ و نوا — وہ ندا ہے اور باقی ہیں صدا

ترک و کرد و پارسی گو و عرب — فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب

ترک و کرد و اہل فارس اور عرب — سنتے ہیں سب وہ ندا بے گوش و لب

خود چہ جائے ترک و تاجیک ست و زنگ — فہم کردست این ندا را چوب و سنگ

کیا عرب کیا ترک کیا تاجیک و زنگ — سب اُسے سنتے ہیں اور پھر چوب و سنگ

ہر دمے از وے ہمی آید الست — جوہر و اعراض میگردند ہست

ہر گھڑی آتی ہے آوازِ الست — عرض و جوہر جس سے سب ہوتے ہیں ہست

گر نمی آید بلیٰ زایشاں و لے — آمدن شاں از عدم باشد بلیٰ

گو بلیٰ کہتا نہیں کوئی فتا — ہے عدم سے اُن کا آنا ہی بلیٰ

آنچہ گفتم از آشنائی سنگ و چوب — در بیانش قصہ ہشدار خوب

اور اشارہ ہے جو سنگ و چوب کا — دھیان رکھ قصے میں اُس کا برملا

رسول اللہؐ کے فراق میں ستونِ حنّانہ کا نوحہ کرنا

استن حنّانہ از ہجر رسولؐ — نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

ہجر پیغمبرؐ میں حنانہ ستون[1] — مثلِ انساں نالہ زن تھا اور زبون

درمیان مجلس وعظ آنچناں — کز وے آگہ گشت ہم پیر و جواں

وعظ کی مجلس میں یوں تھا نوحہ خواں — ہوگئے آگاہ سب پیر و جواں

در تحیّر ماندہ اصحاب رسولؐ — کز چہ می نالد ستون با عرض و طول

سن کے اصحابِ نبیؐ حیران تھے — روتا ہے بے جاں ستوں یہ کس لئے

[1] وہ ستون جس سے پیٹھ لگا کر آنحضرت صلعم خطبہ و وعظ فرمایا کرتے تھے۔

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں … گفت خانم از فراقت گشت خوں

پوچھا پیغمبر نے کیا ہے اے ستوں … بولا غم سے ہجر کے ہے جان خوں

از فراق تو مرا چوں سوخت جاں … چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں

ہجر سے تیرے جلی ہے میری جاں … کیوں نہ روؤں بے ترے جانِ جہاں

مسندت من بودم از من تاختی … بر سرِ منبر تو مسند ساختی

آپ کی مسند تھا میں پر چھوڑ کر … آپ منبر کی ہوئے رونق اُدھر

پس رسولش گفت کاے نیکو درخت … اے شدہ با سرِّ تو ہمراز بخت

بولے پیغمبر کہ اے اچھے درخت … آج ہے تجھ سے ترا ہمراز بخت

گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند … شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

تو جو چاہے تجھ کو زورِ نخل دیں … شرقی و غربی ترا میوہ چنیں

یا دراں عالم خفت سروے کنند … تا تر و تازہ بمانی تا ابد

پائے اس عالم میں شانِ سروِ تو … تا تر و تازہ رہے با رنگ و بو

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش … بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

بولا ہے فکرِ بقائے دائمی … کم نہ رہ لکڑی سے غافل آدمی

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں … تا چو مردم حشر گردد یوم دیں

دفن اس کو کر دیا جانوں کی طرح … حشر میں تا اُٹھے انسانوں کی طرح

تا بدانی ہر کہ را یزداں بخواند … از ہمہ کارِ جہاں بے کار ماند

تا ہو ظاہر جو ہیں مطلوبِ خدا … رہتے ہیں بیکار کاموں سے جدا

ہر کرا باشد ز یزداں کار و بار … یافت بار آنجا و بیروں شد ز کار

ہو گیا اللہ سے جس کا حساب … وہ ہوا بے کار ہو کر بار یاب

وانکہ او را نبود از اسرار داد … کے کند تصدیق او نالہ جماد

جس کو باطن میں نہیں کچھ دخل و بار … نالۂ بے جاں کا ہو کیا اعتبار

گوید آری نے ز دل بہرِ وفاق ۔۔۔ تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق

لب سے "ہاں" کہتا ہے وہ بہرِ وفاق[1] ۔۔۔ تا کہیں اُس کو نہ لوگ اہلِ نفاق

گر نمیدے واقفانِ امرِ کُن ۔۔۔ در جہاں رد گشتہ بودے ایں سخن

گر نہ ہوتے امرِ کن کے رازدار ۔۔۔ کون ان باتوں کا کرتا اعتبار

صد ہزاراں ز اہلِ تقلید و نشاں ۔۔۔ افگنندشاں نیم وہمے در گماں

لاکھوں ہی میں اہلِ تقلید و نشاں ۔۔۔ وہم سے جو ہو رہے ہیں بدگماں

کہ بظنِ تقلید و استدلالِ شاں ۔۔۔ قائم ست و جملہ پرّ و بالِ شاں

اُن کی تقلید اور استدلال کا ۔۔۔ صرف ظن ہی پہ ہے قائم سلسلا

شبہ می انگیزد آں شیطانِ دوں ۔۔۔ در فتند ایں جملہ کوراں سرنگوں

ڈالتا ہے شبہ وہ شیطانِ دوں ۔۔۔ اور گر پڑتے ہیں یہ سب سرنگوں

پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔۔۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

پائے استدلالیاں چوبیں ہیں یار ۔۔۔ پائے چوبیں کا نہیں کچھ اعتبار

غیر آں قطبِ زمانِ دیدہ ور ۔۔۔ کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر

ماسوا قطبِ زماں کے اے پسر ۔۔۔ کوہ جس کی ذات سے ہیں خیرہ سر

پائے نابینا عصا باشد عصا ۔۔۔ تا نیفتد سرنگوں او بر حصا

پاؤں نابینا کا ہوتا ہے عصا ۔۔۔ تا نہ پتھر پر گرے وہ برملا

آں سوارے کو سپہ را شد ظفر ۔۔۔ اہلِ دیں را کیست سلطانِ بصر

جو ظفر ہے لشکروں کی وہ سوار ۔۔۔ کون! سلطانِ بصر ہے ذی وقار

با عصا کوراں اگر رہ دیدہ اند ۔۔۔ در پناہِ خلقِ روشن دیدہ اند

گر عصا سے پائی ہے اندھوں نے راہ ۔۔۔ ہے ضروری آنکھ والوں کی پناہ

[1] موافقت۔ دوستی۔

گر نہ بینایاں بُدندے و شہاں ‌ جملہ کوراں خود بمُردندے عیاں

آنکھ والے گر نہ ہوتے ذی شعور ‌ جتنے اندھے ہیں یہ مرجاتے ضرور

نے زکوراں کشت آیدنے درود ‌ نے عمارت نے تجارت ہا وسود

اندھے کر سکتے ہیں کیا کشت[1] و درود ‌ کارِ تعمیر و تجارت نفع و سود

گر نکردے رحمت و افضالِ شاں ‌ در شکستے چوبِ استدلالِ شاں

گر نہ کرتا فضلِ خالق بند و بست ‌ چوبِ استدلال کو ہوتی شکست

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل ‌ آں عصا کہ داد شاں بینا جلیل

یہ عصا کیا ہے قیاسات اور دلیل ‌ ان کو دیتا ہے عصا ربِّ جلیل!

چوں عصا شد آلتِ جنگ و نفیر ‌ آں عصا را خرد بشکن اے ضریر

جب عصا ہے آلۂ جنگ و نفیر ‌ اس عصا کے ٹکڑے کر ڈال اے ضریر[2]

او عصاتاں داد تا پیش آمدید ‌ آں عصا از خشم ہم بر وے زدید

جب عصا بخشا تو آگے آئے تم ‌ پھر عصا لے کر اسی پہ چھائے تم

حلقۂ کوراں بچہ کار اندر پید ‌ دیدہ باں را در میانہ آورید

اندھوں کے حلقے میں کیوں ہو دنگاں ‌ ایک بینا لاؤ اپنے درمیاں

دامنِ او گیر کو دارد عصا ‌ در نگر کآدمؑ چہا دید از عصیٰ

اس کا دامن تھام جو ہے باعصا ‌ حالِ آدمؑ دیکھ اور پڑھ وعصیٰ[3]

چوں عصا شد مار و استن باخبر ‌ معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر

تھا عصا سانپ اور استن[4] نوحہ کن ‌ معجزے یہ موسےٰ و احمدؐ کے سن

از عصا مارے و از استن حنیں ‌ پنج نوبت می زنند از بہر دیں

وہ عصائے موسوی اور یہ حنین ‌ پنج نوبت ہیں بجاتے بہر دیں

[1] بونا اور کاٹنا ۔ [2] نابینا ۔ [3] قولہ تعالیٰ: وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔ یعنی حضرت آدمؑ نے پروردگار کی نافرمانی کی۔ پس بے بہرہ رہے ۔ [4] اُستن ستونہ ۔

گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ — کے بُدے حاجت بچندیں معجزہ

گر نہ نامعقول ہوتا یہ مزہ — کیا ضرورت تھی دکھانا معجزہ

ہرچہ معقول ست عقلت می خرد — بے بیانِ معجزہ بے جز رو مد

ہے ہر اک معقوم مقبولِ خرد — بے بیانِ معجزہ بے رد و کد

ایں طریق نکر نامعقول بیں — در دلِ ہر مقبلے مقبول بیں

منکروں کا طرز نامعقول دیکھ — مقبلوں کے دل میں ہے مقبول دیکھ

آنچناں کز بیم آدم دیو و دد — در جزائر در رمید ند از حسد

جس طرح انساں کے ڈر سے دیو و دد — ہیں جزائر دن میں نہاں کرکے حسد

ہم ز بیم معجزات انبیا — سر کشیدہ منکراں زیر گیا

انبیا کے معجزوں سے بھی یونہی ! — گھاس میں چھپتے ہیں منکر واقعی

تا بناموس مسلمانی زیند — در تسلّس تا ندانی کہ کیند

تا رہے اس مکر میں مذہب نہاں — تا کسی پہ ہو نہ بھید ان کا عیاں

ہمچو قلاباں برآں نقدِ تباہ — نقرہ میمالند و نام پادشاہ

مثل کھوٹوں کے ہے نقد ان کا تباہ — رکھتے ہیں چاندی چڑھا کر نام شاہ

ظاہرِ الفاظِ شاں توحید و شرع — باطنِ آں ہمچو در ناں تخم ضرع

ظاہر ان کے لفظ ہیں توحید و شرع — باطنًا روٹی میں جیسے تخم ضرع !

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند — دم زند دینِ حقش برہم زند

فلسفی کی تاب کیا مارے جو دم — دم اگر مارے تو کھوئے حق بھرم

دست و پائے او جماد و جانِ او — ہرچہ گوید آں دو در فرمانِ او

دست و پا اُسکے ہیں بیجاں اور جان — جو کہے بس دونوں وہ لیتے ہیں مان

لہ بدمزہ اور تلخ گھاس +

بازباں گرچہ کہ تہمت می نہند
یہ زباں کیسی ہے تہمت برملا

دست و پاہاشاں گواہی می دہند
شاہد عادل ہیں ان کے دست و پا

رسول اللہ کا معجزہ سنگریزوں کا بولنا

سنگہا اندر کفِ بوجہل بود!
سنگریزے تھے کفِ بوجہل میں

گفت اے احمد بگو ایں چیست زود
بولا کیا ہے آپ بتلائیں ہمیں

گر رسولی چیست در دستم نہاں
جانتے ہو تم جو رازِ آسماں

چوں خبر داری ز رازِ آسمان
تو بتاؤ ہاتھ میں ہے کیا نہاں

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست
بولے حضرت میں کروں ان کا بیاں

یا بگویند آں کہ ما حقیم و راست
یا وہ خود کہہ دیں کہ میں حق پر ہوں ہاں

گفت بوجہل آں دوم نادر ترست
بولا بوجہل اب ہے نادر دوسرا

گفت حق آرے ازاں قادر ترست
بولے پیغمبر ہے قادر تر خدا

گفت شش پارہ حجر در دست ست
بولے ہیں چھ سنگ ریزے ہاتھ میں

بشنو از ہر یک تو تسبیحے درست
سن تو ہر اک سے خدا کی مدحتیں!

از میانِ مشتِ او ہر پارہ سنگ
اس کی مٹھی میں وہ ٹکڑے سنگ کے

در شہادت گفتن آمد بے درنگ
یوں گواہی برملا دینے لگے!

لا الٰہ گفت و اِلّا اللہ گفت
لا الٰہ کہہ کے الا اللہ کہا!

گوہر احمد رسول اللہ سفت
اور کہا احمد رسول اللہ کا

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں
ان سے جب بوجہل نے باتیں سنیں

زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں
غصے سے پھینکا، انہیں سوئے زمیں

گفت نبود مثل تو ساحر دگر
پھر لگا کہنے تو ساحر ہے بڑا

ساحراں را سر توئی و تاج سر
بلکہ سب جادوگروں کا پیشوا!

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت ۔ گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت
دیکھ کر بوجہل اتنا معجزہ ۔ مشتعل غصے سے اپنے گھر گیا

رہ گرفت و رفت از پیش رسولؐ ۔ اوفتاد اندر چہ آں زشت و سفول
سامنے سے مصطفےٰؐ کے چل دیا ۔ اور وہ دوق فطرت کنوئیں میں گر پڑا

معجزہ او دید و شد بدبخت زفت ۔ سوئے کفر و زندقہ سرتیز رفت
معجزہ دیکھا مگر بدبخت تھا ۔ کفر اور الحاد کی جانب گیا

خاک بر فرقش کہ بُد کور و لعین ۔ چشم او ابلیس آمد خاک بیں
خاک اُس کے سر پہ تھا کور و لعین ۔ مثل ابلیس آنکھ اس کی خاک بیں

ایں سخن را نیست پایاں اے عمو ۔ قصۂ آں پیر چنگی باز گو
اس سخن کی تو نہیں کچھ انتہا ۔ داستاں اِس پیر چنگی کی سُنا

بوڑھے چنگی کی داستاں

باز گرد و حال مطرب گوش دار ۔ زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار
لوٹ اور سن حال مطرب نامدار ۔ کیونکہ اُس عاجز کو ہوگا انتظار

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ ۔ بندۂ ما را ز حاجت باز خر!
اک ندا آئی عمرؓ اٹھ اور جا ۔ کر ہمارے بندے کی حاجت روا

بندۂ داریم خاص و محترم ۔ سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
خاص بندہ ہے ہمارا محترم ۔ سوئے قبرستاں ذرا رکھو قدم

اے عمرؓ برجہ ز بیت المال عام ۔ ہفت صد دینار در کف نہ تمام
ذال بیت المال میں اس وقت ہاتھ ۔ سات سو دینار لے جا اپنے ساتھ

پیش او بر کاے تو ما را اختیار ۔ ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
دے کے کہہ دے تو ہے مقبول خدا ۔ یہ تو لے معذور رکھ اب ہاں ذرا

ایں قدر از بہر ابریشم بہا
یہ ترے فن کی ہے قیمت خرچ کر

خرج کن چوں خرج شد اینجا بیا
خرچ جب ہو جائے پھر آجا ادہر

پس عمرؓ زاں ہیبت آواز جست
سن کے یہ آواز چونک اٹھے عمرؓ

تا میاں را بہر ایں خدمت ببست
اور باندھی جلد خدمت پہ کمر

سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رو
راہ لی تیزی سے قبرستان کی

در بغل ہمیاں دواں در جستجو
اور اک تھیلی بغل میں تھی دبی

گرد گورستاں دواں شد او بسے
ہر طرف دوڑے وہ قبرستان میں

غیر آں پیر او ندید آنجا کسے
صرف وہ بڈھا نظر آیا انہیں

گفت ایں نبود دگر بارہ دوید
یہ نہیں کہ کر وہ دوڑے تیز تر

ماندہ گشت و غیر آں پیر او ندید
تھک گئے لیکن وہی آیا نظر

گفت حق فرمود ما را بندہ ایست
بولے وہ تو خاص حق کا بندہ ہے

صافی و شائستہ و فرخندہ ایست
صافی و شائستہ و فرخندہ ہے

پیر چنگی کے بود خاص خدا
پیر چنگی کب ہوا خاص خدا

حبذا اے سرِّ پنہاں حبذا
مرحبا اے رازِ پنہاں مرحبا

بارِ دیگر گرد گورستاں بگشت
پھر لگایا ایک گورستاں کا گشت

ہمچو آں شیر شکاری گرد دشت
شیر جیسے گھومتا ہو گرد دشت

چوں یقیں گشتش کہ غیر پیر نیست
جب ملا کوئی نہ بڈھے کے سوا

گفت در ظلمت دل روشن بسیست
بولے ظلمت میں ہے قلب پر ضیا

آمد و با صد ادب آنجا نشست
پاس آئے با ادب بیٹھے ذرا

بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
جب عمرؓ چھینکے تو بڈھا جاگ اٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت
وہ عمرؓ کو دیکھ کر حیران ہوا

عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت
جسم کانپا اٹھ کے پھر جانے لگا

گفت در باطن خدایا از تو داد — محتسب بر پیرک چنگی فتاد

اے خدا فریاد ہے دل میں کہا — محتسب نے پیر چنگی کر لیا

چوں نظر اندر رخ آں پیر کرد — دید او را شرمسار و روئے زرد

جب عمرؓ نے شکل دیکھی پیر کی — تھی عیاں زردی سی اور شرمندگی

پس عمرؓ گفتش مترس از من مرم — کت بشارتہا ز حق آوردہ ام

پھر عمرؓ بولے نہ کر اتنا ہراس — مژدے لایا ہوں خدا کے تیرے پاس

چند یزداں مدحت خوئے تو کرد — تا عمرؓ را عاشق روئے تو کرد

کی خدا نے تیری تعریف اس قدر — تیری صورت کا ہوا عاشق عمرؓ

پیش من بنشین و مہجوری مساز — تا بگوشت گویم از اقبال راز

لے نہ رستہ بیٹھ میرے سامنے — راز و اقبال آسمانوں میں مجھے

حق سلامت میکند می پرسدت — چونی از رنج و غمان بے حدت

حق نے پوچھا ہے تجھے بعد سلام — کیا ہے حال تیرا غم سے نیک نام

نک قراضہ چند ابریشم بہا — خرج کن ایں را و باز ایں جا بیا

لو یہ درہم اپنے ریشم کے لئے — خرچ ہو جائیں تو پھر آ جائیے

پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید — دست می خائید و بر خود می طپید

کانپ اٹھا سن کر یہ باتیں پیر زار — کانپتا تھا ہاتھ اور تھا بے قرار

بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر — بس کہ از شرم آب شد بیچارہ پیر

چیختا تھا اے خدائے بے نظیر — شرم سے پانی ہے یہ بیچارہ پیر

چوں بسے بگریست و از حد رفت درد — چنگ را زد بر زمین و خرد کرد

خوب رویا درد کے سے کر مرے — چنگ یوں پٹکا کہ ٹکڑے ہو گئے

گفت اے بودہ حجابم از الٰہ — اے مرا تو راہ زن از شاہراہ

بار تو تھا حائل وصل الٰہ — تو نے رہزن بن کے روکی شاہراہ

اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال ——— اے ز تو رویم سیہ پیشِ کمال

تو نے ستر سال میرا خون پیا ——— تیرے ہاتھوں منہ مرا کالا ہوا

اے خدائے با عطائے با وفا ——— رحم کن بر عمرِ رفتہ بر جفا

اے خدائے با عطا و با وفا ——— عمرِ رفتہ پر کرم کر دے ذرا

داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں ——— کس نداند قیمت آں در جہاں

تو نے مجھ کو عمر وہ دی اے خدا ——— جس کا اک اک دن تھا بیشک بے بہا

خرج کردم عمرِ خود را دمبدم ——— در دمیدم جملہ را در زیر و بم

عمر میں نے خرچ کر دی دمبدم ——— ہو گئی افسوس صرفِ زیر و بم

آہ کز یادِ رہ و پردہ عراق ——— رفت از یادم دمِ تلخ فراق

ہو کے وقفِ پردۂ راہ[1] و عراق ——— اُف بھلا دی ساعتِ تلخ فراق

وائے کز تریٔ زیرافگندِ خرد ——— خشک شد کشتِ دلِ من دل بمرد

اور رہا مصروفِ زیرِ[2] افگندِ خرد ——— کشتِ دل سوکھی ہوا دل خورد برد

وائے کز آوازِ ایں بست و چہار ——— کارواں بگذشت و بے گہ شد نہار

جتنا بستگی[3] کی دھن میں رہا ——— دن گئے اور قافلہ چلتا ہوا

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ ——— داد خواہم نے ز کس زیں داد خواہ

اے خدا ہوں نفس کا فریاد خواہ ——— دوسرے کا کیوں بنوں میں داد خواہ

دادِ کس چوں من ندادم در جہاں ——— عمر شد ہفتاد سال از من جہاں

میں نے کس کی اس جہاں میں داد دی ——— عمر ستر سال کی برباد کی

[1] علم موسیقی کے بارہ مقاموں میں سے دو مقام راہ اور عراق ہیں۔
[2] ایک پردہ موسیقی کا نام ہے۔
[3] موسیقی کے چوبیس مقامات۔

داد خود از کس نیابم جز مگر — زانکہ ہست از من بمن نزدیک تر
داد کس سے اپنی میں چاہوں مگر — ہاں وہی جو مجھ سے ہے نزدیک تر

کایں منی از وے رسد دم دم مرا — پس ورا بینم چو ایں شد کم مرا
یہ خودی اس سے ملی ہے دمبدم — اس کو دیکھوں میں جو یہ ہو جائے کم

ہمچو آں کو با تو باشد زر شمر — سوئے او داری نہ سوئے خود نظر
جیسے جب کوئی تجھے دے گن کے زر — ہو گی بس تیری اسی جانب نظر

ہمچنیں در گریہ و در نالہ او — می شمردے جرم چندیں سالہ او
گریہ و نالہ میں بس وہ بھی یوں ہی — گن رہا تھا اتنے برسوں کی بدی

پیر چنگی کا محو حق ہونا

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاریِ تو — ہست ہم آثارِ ہشیاریِ تو
پس عمرؓ بولے کہ یہ زاری تری — ایک صورت سے ہے بیداری تری

بعد ازاں اوراز آں حالت براند — زاعتذارش سوئے استغراق خواند
حالتِ موجودہ سے نکال کے — محویت کی سمت دعوت دی اسے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگر است — زانکہ ہشیاری گناہِ دیگر ست
ہے فنا والوں کی تو اک اور راہ — ہوش میں ہونا تو ہے خود اک گناہ

ہست ہشیاری ز یادِ ما مضیٰ — ماضی و مستقبلت پردۂ خدا
ہوشیاری عہدِ ماضی کا ہے خواب — حق کا ہے ماضی و مستقبل حجاب

آتش اندر زن بہر دو تا بکے — پر گرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
آگ دونوں میں لگا دے تا بکے — پُر گرہ دونوں سے ہو گا مثلِ نے

تا گرہ باقی بود ہمراز نیست — ہم نشیں آں لب و آواز نیست
ہے گرہ جب تک نہ ہو گا راز داں — تو سنے گا وہ لب و لہجہ کہاں

چوں بطوفِ خود بطوفے مرتدی
چوں بخانہ آمدی ہم با خودی

تو ہے مرتد جب کرے اپنا طواف
کعبہ میں بھی ہے خودی سے تجھ کو لاف

اے خبرہات از خبر دہ بے خبر
توبۂ تو از گناہِ تو بتر

تو خدا سے بے خبر ہے مدعی
تیری توبہ ہے گناہوں سے بری

اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جو
کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو

توبہ کرتا ہے گناہِ رفتہ سے
تجھ کو اس توبہ سے توبہ چاہیئے

گاہ بانگِ زیر را قبلہ کنی
گاہ گریہ زار را قبلہ زنی

تھیں صدائیں چنگ کی قبلہ کبھی
اور اب رونا طبیعت ہے تری

چونکہ فاروقؓ آئینہ اسرار شد
جانِ پیر از اندروں بیدار شد

جب عمرؓ نے کھولے اسرارِ نہاں
پھر تو روشن ہو گئی بوڑھے کی جاں

ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد
جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد

مثلِ جاں بے گریہ و بے خندہ تھا
مر چکا تھا اور پھر بھی زندہ تھا

حیرتے آمد درونش آں زماں
کہ بروں شد از زمین و آسماں

دل میں کچھ حیرت سمائی اس قدر
وہ زمین و آسماں سے تھا بدر

جستجوئے ماورائے جستجو
من نمی دانم تو می دانی بگو

جستجو تھی ماورائے جستجو
کر نہیں سکتا میں اس میں گفتگو

حال و قالے از ورائے حال و قال
غرق گشتہ در جمالِ ذی الجلال

بسکہ تھا کچھ اور اس کا حال و قال
ہو گیا غرقِ جمالِ ذی الجلال

غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش
یا بجز دریا کسے بشناسدش

غرق ایسا جو نہ ابھرے ڈوب کے
یا بجز دریا کوئی پہچان کے

عقلِ جزو از کل پذیرا نیستے
گر تقاضا بر تقاضا نیستے

جزو عقل اب کیوں نہ ہوتا کل پذیر
تھا تقاضے پر تقاضا ناگزیر

چوں تقاضا بر تقاضا می رسد ۔ موج آں دریا بدیں جا می رسد

جب تقاضے پر تقاضا یوں بڑھے ۔ موج دریا آپ اس کو کھینچ لے

چونکہ قصۂ حالِ پیر ایں جا رسید ۔ پیر و جانش روئے در دریا کشید

حال جب پہنچا یہاں تک پیر کا ۔ ہو گیا وہ غرقِ دریائے فنا

پیر دامن را ز گفت و گو فشاند ۔ نیم گفتہ در دہانِ او بماند

پیر نے وہ گفتگو سب چھوڑ دی ۔ بات آدھی منہ میں اس کے رہ گئی

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن ۔ صد ہزاراں جاں نشاید باختن

کہ ہے ایسی عشرتوں کی فکر میں ۔ لاکھوں جانیں چھوڑ دینی چاہئیں

در شکارِ بیشۂ جاں باز باش ۔ ہمچو خورشیدِ جہاں جانباز باش

بیشۂ جاں کے لئے تو باز بن ۔ مثلِ خورشید جہاں جاں باز بن

جاں فشاں افتاد خورشید بلند ۔ ہر دم تہی پُر می کنند

جاں فدا کرتا ہے خورشید بلند ۔ ہوتا ہے ہو ہو کے خالی بہرہ مند

جاں فشاں اے آفتابِ معنوی ۔ مر جہانِ کہنہ را بنمائے نوی

جاں دے اے آفتابِ معنوی ۔ اس جہاں کو بخش دے پھر زندگی

در وجودِ آدمی جان و رواں ۔ میرسد از غیب چوں آبِ رواں

آدمی کے جسم میں یہ روح و جاں ۔ غیب سے آتی ہے جوں آبِ رواں

ہر زماں از غیب نو نو می رسد ۔ وز جہانِ تن برون شو میرسد

غیب سے آتی ہے آوازِ یقیں ۔ چل جہانِ تن سے باہر ہو کہیں

ہر روز منادی کرنے والے فرشتوں کی دعا

گفت پیغمبر کہ دائم بہرِ پند ۔ دو فرشتہ خوش منادی می کنند

بہرِ پند ارشاد حضرت نے کیا ۔ دو فرشتے روز دیتے ہیں ندا

کاے خدایا منفقاں را سیر دار ہر درمِ شاں را عوض دہ صد ہزار
کر کریموں کو الٰہی مال دار دے عوض میں اک درم کے سو ہزار

اے خدایا ممسکاں را در جہاں تو مدہ الا زیاں اندر زیاں
اور جو ممسک ہوں عادی بخل کے اُن کو تو نقصان پہ نقصان دے

اے خدایا منفقاں را دہ خلف اے خدایا ممسکاں را دہ تلف
دے کریموں کو الٰہی تو خلف ممسکوں کے نفع کو کر دے تلف

منفق و ممسک محل ہیں بہ بود چوں محل باشد مؤثر می شود
خاص موقع ہیں سخا و بخل کے ہیں مؤثر اپنے اپنے ڈھنگ سے

اے بسا امساک کز انفاق بہ مالِ حق را جز بامرِ حق مدہ
بخل اکثر خوب ہے اسراف سے مالِ حق کو غیرِ حکمِ حق نہ دے

تا عوض یابی تو مالِ بیکراں تا نباشی از عدادِ کافراں
آئے بدلے میں مالِ بے کراں کافروں میں تو گنا جائے نہ ہاں

کافراں قرباں ہمی کردند تا چیرہ گردد تیغِ شاں بر مصطفیٰ
ذبح کرتے تھے شتر اہلِ ستیز مصطفیٰ[1] پہ تاکہ ہو تلوار تیز

امرِ حق را باز داں از واصلے امرِ حق را در نیابد ہر دلے
حکمِ حق واصل سے کر تو اختیار امرِ حق ہر دل پہ کب ہے آشکار

چوں غلامِ یاغیے کو عدل کرد مالِ شاں بر یاغیاں او بذل کرد
جیسے اک باغی غلامِ بے وفا مالِ سلطان باغیوں کو دے لٹا

طرفہ ترکاں را ہمی پنداشت عدل کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل
عدل سمجھے پھر ہے طرفہ ماجرا یوں کہ ایثار ہے یہ میں نے کیا

[1] یعنی حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غلبہ پانے کی منت مانتے تھے اور اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔

عدل این باغی وداد حق پیش شاہ — چہ فزاید دوری و روئے سیاہ

عدل اس باغی کا ہو جب پیش شاہ — بر طرف کرے کرے گا رو سیاہ

در بنی اندار اہل غفلت ست — کاں ہمہ انفاقہاشاں حسرت ست

اہل غفلت کا ہے قرآں میں یہ حال — ان کے سارے خرچ میں حسرت مآل

سردارانِ عرب کا قربانی دنیا

سروران مکہ در حرب رسولؐ — بودشاں قرباں باقید قبول

کرد اے باأل جنگ رسولؐ — کرتے تھے قربانیاں بہر قبول

بہرایں مومن ہمی گوید ز بیم — در نماز اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

اس لئے کہتے ہیں مومن کر کے بیم — چیخ حق اھد الصراط المستقیم

ناں درم دادن سخی را لائق ست — جاں سپردن خود سخائے عاشق ست

نان و زر دینا سزاوارِ سخی — جان دینا ہے سخاوت عشق کی

ناں دہی از بہرِ حق نانت دہند — جاں دہی از بہرِ حق جانت دہند

بہرِ حق تو ناں دے اور ناں لے — بہرِ حق گر جان دے تو جان لے

گر بریزد برگہائے ایں چنار — برگ بے برگیش بخشد کردگار

گر پڑیں گر مطلقاً برگِ چنار — بخشتا ہے برگ و ساماں کردگار

لہ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ

کافر اس لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کے راستے سے روکے رکھیں۔ یہ لوگ عنقریب اپنا سارا مال خرچ کر ڈالیں گے اور انجام کار یہ انہیں کے لئے باعثِ حسرت ہوگا اور وہ عاجز و مغلوب کئے جائیں گے۔

گر نماند از جود در دست تو مال — کے کند فضلِ الٰہت پائمال
گر سخاوت سے رہے باقی نہ مال — ہونے دے گا فضلِ حق کب پائمال
ہر کہ کارد گردد انبارش تہی — لیکنش اندر مزرعہ باشد بہی
تخم دانہ گرچہ بونے میں ہوا — کھیت پر سرسبز اس سے ہو گیا
وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد — اسپش و موش و حوادثہاش خورد
صرفہ کرکے جس نے ڈھیری جمع کی — کھا گئے پسو اسے اور شر گھڑی
ایں جہاں نفی ست در اثبات جو — صورتت صفرست در معنات جو
یہ جہاں ہے نفی ڈھونڈ اثبات کو — صفر ہے تو راز جو معنی کا ہو
جانِ شور و تلخ پیشِ تیغ بر — جانِ چوں دریائے شیریں را بخر
جانِ شورہ تلخ نذرِ تیغ کر — جانِ شیریں سے ہو اک دن بہرہ ور
در نمیتانی شدن زیں آستاں — گوش کن بارے زمن ایں داستاں
چھوڑ سکتا گر نہیں یہ آستاں — لے تو پھر تو مجھ سے سن یہ داستاں

ایک حاتم سے زیادہ سخی خلیفے کا قصہ

یک خلیفہ بود در ایامِ پیش — کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش
اگلے وقتوں میں خلیفہ کوئی تھا — حاتم اس کی بخششوں کا تھا گدا
رایتِ اکرام و جود افراشتہ — فقر و حاجت از جہاں برداشتہ
اس نے بخشش کا علم کرکے بلند — فقر کے در کر دیئے دنیا پہ بند
بحر و کاں از بخششش صاف آمدہ — داد او از قاف تا قاف آمدہ
کان و بحر اس کی سخاوت سے تھے صاف — داد کا تھا اس کی شہرہ تا بہ قاف
در جہانِ خاک ابر و آب بود — مظہرِ بخشائشِ وہاب بود
خاک کی دنیا میں ابر و آب تھا — مظہرِ بخشائشِ وہاب تھا!

از عطایش بحر و کاں در زلزلہ
سوئے جودش قافلہ در قافلہ

تھا عطا سے بحر و کاں میں زلزلہ
لوگ آتے قافلہ در قافلہ

قبلۂ حاجت در و دروازہ اش
رفتہ در عالم بجود آوازہ اش

قبلۂ جود اس کا ہر دروازہ تھا
اس کی بخشش کا بلند آوازہ تھا

ہم عجم ہم روم ہم ترک و عرب
ماندہ از جود و سخایش در عجب

کیا عجم کیا روم کیا ترک و عرب
کرتے تھے اس کی سخاوت پہ عجب

آب حیواں بود و دریائے کرم
زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم

آب حیواں اور دریائے کرم
اسی سے زندہ تھا عرب اور کل عجم

اندر ایامش چنیں سلطان داد
بشنو اکنوں داستانے باکشاد

عہد میں ایسے سخی سلطان کے
سن یہ اور اک داستاں تفصیل سے

ایک اعرابی درویش اور اس کی عورت

یک شب اعرابی زنے مر شوئے را
گفت و از حد برد گفت و گوئے را

ایک اعرابی کی بیوی ایک رات
اپنے شوہر سے یہی کرتی تھی بات

کیں ہمہ فقر و جفا ما می کشیم
جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم

کہتی تھی ہے مفلسی کا کیا ستم
ساری دنیا خوش ہے اور ناخوش ہیں ہم

ناں ما نے ناں خورش ما درد و رشک
کوزہ ما نے آب ما از دیدہ اشک

روٹی بے سالن، ہمیں ہے درد و رشک
کوزہ خالی اور رواں آنکھوں سے اشک

جامۂ ما روز تاب آفتاب
شب نہالین و لحاف از ماہتاب

دھوپ ہے اپنا لباس گرم و صاف
چاندنی ہے بستر شب کا لحاف

قرص مہ را قرص ناں پنداشتہ
دست سوئے آسماں برداشتہ

قرص مہ لگتا ہے قرص ناں
ہاتھ اٹھے رہتے ہیں سوئے آسماں

ننگِ درویشاں ز درویشی ما
روز وشت از روزی اندیشی ما

ننگِ درویشاں ہے درویشی کا رنگ
رات دن ہیں تنگیٔ روزی سے تنگ

خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں
بر مثالِ سامری از مردماں

خویش و بیگانہ مثالِ سامری[1]
بھاگتے ہیں ہم سے ہیں بیزار بھی

گر بخواہیم از کسے یک مشتِ نسک
مر مرا گوید خمش کن مرگ و جسک

مانگتی ہوں جس سے ایک مشتی مسور
وہ مجھے کہتا ہے چپ مر مار۔ دور

مر عرب را فخر و عزت و عطا
در عرب ما ہمچو خط اندر خطا

گر عرب والوں کو ہے فخر و عطا
ہم ہیں ایسے جس طرح خط[2] خطا

چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم
ما بشمشیرِ عدم سر گشتہ ایم

جنگ کیا خود بے غذا ابتر ہیں ہم
فقر کی تلوار سے بے سر ہیں ہم

چہ خطا ما بے خطا در آتشیم
چہ قوا ما درد و غم را مفرشیم

کیا خطا ہم بے خطا ہیں آگ پر
کیا قوا ہم درد و غم ہیں سر بسر

چہ عطا ما بر گدائی می تنیم
مر مگس را در ہوا رگ می زنیم

کیا عطا ہے فقر میں نخوت کا قصد
لیتے ہیں اڑتی ہوئی مکھی کی فصد

گر کسے مہماں رسد گر من منم
شب بخسپد دلقش از تن بر کنم

گر کوئی مہمان آئے ذی وقار
رات کو گدڑی بھی لیں اس کی اتار

زیں نمط زیں ماجرا و گفتگو
بُد دراز حدِ عبارت پیش شو

یہ شکایت اور حکایت دمبدم
کرتی تھی شوہر سے اپنے بیش و کم

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے لئے بد دعا کی تھی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو اسے چھوتا تھا وہ خود بھی جلتے بخار ہو جاتا تھا اور سامری بھی اس لئے سامری "لا مساس" یعنی نہ چھوؤ، کہتا ہوا آدمیوں سے بھاگتا تھا۔

[2] غلطی کی لکیر یعنی مرمعد۔

کز عناد فقر ما گشتیم خوار ۔ سوختیم از اضطراب و اضطرار
بنی ہم ہیں فقر کی تنگی سے خوار ۔ جل گئے اس غم سے ہم اور اضطرار

تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم ۔ غرقہ اندر بحر ژرف آتشیم
تا کجا یوں خوار دنیا میں رہیں ۔ غرق اس آتش کے دریا میں رہیں

ناگہاں روزے درآید میہماں ۔ شرمسار یہا بریم از وے بجاں
آگیا مہماں اگر گھر میں کوئی ۔ اس سے ہوگی کس قدر شرمندگی

یک مہماں گر درآید بے ثبوت ۔ وانکہ کفش میہماں سازیم قوت[1]
بے خبر گر مہمان کو پائیں گے ۔ اس کے جوتے بیچ کر کھا جائیں گے

محتاج مریدوں کا مکار پیروں کو واصل خدا جاننا

بہر ایں گفتند دانایان فن ۔ میہمانِ محسناں باید شدن
اس لئے کہتے ہیں دانایان فن ۔ ہو جو محسن اس کا تو مہمان بن

تو مرید و میہمانِ آں کسی ۔ کو ستاند حاصلت را از خسی
اس کا کیوں ہوتا ہے مہمان و مرید ۔ لوٹ لے جو تیری پونجی بھی پلید

نیست چیرہ چوں ترا چیرہ کند ۔ نور ندہد مر ترا تیرہ کند
خود نہیں چیرہ[2] تو دے کیا چیرگی ۔ نور کے بدلے وہ دے گا تیرگی

چوں ورا نورے بنُد اندر قراں ۔ نور کے یابند از وے دیگراں
نور جب خود اس کی قسمت میں نہیں ۔ دوسروں کو کیا ملے نور یقین

ہمچو اعمش[3] کو کند دارو ئے چشم ۔ چہ کشد در چشمہا الا کہ یشم[4]
ہو جو اعمش کیا کرے دارو ئے چشم ۔ اور تو کیا آنکھ میں بھر دے گا یشم

---

[1] غالب، کشادہ دست ۔ [3] ڈھلکے کی بیماری والا ۔

[4] سبزی مائل قیمتی پتھر ۔

حالِ ما این ست در فقر و عنا — ہیچ مہمانے میا مغرورِ ما

فقر کے باعث ہوا اپنا یہ حال — ناز ہو مہماں کو یہ ہے محال

قحطِ دہ سال ار ندیدی در صور — چشمہا بکشا و اندر ما نگر

دس برس کا قحط دیکھا ہو نہ گر — کھول آنکھیں اور کر ہم پر نظر

ظاہرِ ما چوں درونِ مدعی[1] — در دلش ظلمت زبانش شعشعی

ظاہر اپنا ہے درونِ مدعی — دل میں ظلمت اور زباں پر روشنی

از خدا نے بوئے اورا نے اثر — دعوئش افزوں ز شیثؑ و بوالبشرؑ

خود ہے بوئے حق سے خالی اندرون — اور دعویٰ شیثؑ و آدم سے فزون

دیو ننموده ورا ہم نقشِ خویش — او ہمی گوید ز ابدالیم بیش

دیو ہے ایسے لعین سے بھاگتا — جو کہے ابدال سے میں ہوں سوا

حرفِ درویشاں بدزدیده بسے — تا گماں آید کہ ہست او خود کسے

جو فقیروں کی چرا لیتا ہو بات — تا کہ سمجھیں لوگ اسے بھی ذی صفات

حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دوں — تا بخواند بر سلیمے ایں فسوں

لفظِ درویشاں چرا کر مردِ دوں — سانپ کے کاٹے پہ پڑھتا ہے فسوں

خرده گیرد در سخن بر بایزیدؒ — ننگ دارد از درونِ او یزید

نکتہ چینی ہو بہ طریقِ بایزیدؒ — پر ہو اس کے دل سے شرمندہ یزید

ہر کہ داند مرد را چوں بایزیدؒ — روزِ محشر حشر گردد با یزید

جو کوئی ایسوں کو سمجھے بایزیدؒ — حشر ہوگا اس کا ہمراہ یزید

بینوا از نان و خوانِ آسماں — پیشِ او نند اخت حق یک استخواں

بند اس پر نان و خوانِ آسماں — اس کی قسمت میں نہیں اک استخواں

[1] یہاں سے جھوٹی فقیری کے جھوٹے دعوے کرنے والوں کا ذکر شروع ہوتا ہے جسے منکر درویش نے اپنے اوپر منطبق کر لیا ہے۔

اوندا کردہ کہ خواں بنہادہ ام ۔۔۔ نائبِ حقم خلیفہ زادہ ام
غور کرتا ہے کہ خواں بچھا دہ ہوں ۔۔۔ نائبِ حق ہوں خلیفہ زادہ ہوں

الصلا سادہ دلانِ پیچ پیچ ۔۔۔ تا خوریداز خوانِ جودم ہیچ ہیچ
آؤ اے سادہ دلانِ مبتلا ۔۔۔ کھاؤ اس خوانِ کرم سے کچھ غذا

سالہا بہ وعدۂ فرداکساں ۔۔۔ گردہ آں در گشتہ فردا نارساں
کل کا وعدہ سب سے ہو پر بے محل ۔۔۔ خوار بر سول ہوں مگر آئے نہ کل

دیر باید تاکہ سرِّ آدمی ۔۔۔ آشکارا گردد از بیش و کمی
چاہیے مدت کہ بھید انسان کا ۔۔۔ بیش و کم ہو آشکارہ برملا

زیرِ دیوارِ بدن گنجے ست یا ۔۔۔ خانۂ مور ست و ماز و اژدہا
زیرِ دیوار بدن ہے گنج ۔ یا ۔۔۔ چیونٹی کا گھر ۔ کوئی بل سانپ کا

چونکہ پیدا گشت کاں چیزے نبود ۔۔۔ عمرِ طالب رفتہ آگاہی چہ سود
جب کھلا کچھ بھی نہ تھا وہ بیگاں ۔۔۔ عمر طالب کی گئی بس رائیگاں

خوش نصیب مرید

لیک نادر طالب آید کز فروغ ۔۔۔ در حقِ او نافع آید آں دروغ
لیکن ایسے کم ہیں طالب با فروغ ۔۔۔ نفع دے جائے جنہیں ایسا دروغ

او بقصدِ نیکِ خود جائے رسد ۔۔۔ گرچہ جاں پنداشت آں آمد جسد
وہ رسا ہوتا ہے اپنے قصد سے ۔۔۔ جسم نکلا جان سمجھا تھا جسے

چوں تحری در دلِ شب قبلہ را ۔۔۔ قبلہ نے وآں نماز اورا روا
جیسے ڈھونڈے کوئی قبلہ رات کو ۔۔۔ ہو نماز اور جا ہے قبلہ ہو نہ ہو

مدعی را قحطِ جان اندر سر ست ۔۔۔ لیک مارا قحطِ ناں بر ظاہر ست
قحط جاں ہے مدعی کا پردہ دار ۔۔۔ ہم کو لیکن قحطِ ناں ہے آشکار

ماچرا چوں مدعی پنہاں کنیم ‌ ‌ ‌ بہر ناموسِ مزوّر جاں کنیم

کیوں چھپائیں مدعی کی طرح ہم ‌ ‌ ‌ جھوٹی عزت پر مریں کیوں دمبدم

مرد را رو می نماید حالہا ‌ ‌ ‌ کہ ندید آں پیر فیضش سالہا

دیکھتا ہے مردِ کامل ایسے حال ‌ ‌ ‌ پیر نے بھی جو نہ پایا ہو کمال

اعرابی کا اپنی عورت کو تلقینِ صبر کرنا

شوئے گفتش چند جوئی دخل و کشت ‌ ‌ ‌ خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت

بولا شوہر فکرِ دخل و کشت کیا ‌ ‌ ‌ عمر گزری اب ہے کیا باقی رہا

عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد ‌ ‌ ‌ زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد

نفع و نقصاں پر نہیں عاقل کو میل ‌ ‌ ‌ ہیں گزرنے والے دونوں مثلِ سیل

خواہ صاف و خواہ سیلِ تیرہ رو ‌ ‌ ‌ چوں نمی پاید دمے ازوے مگو

سیل صاف اور سیل تیرہ کا بھلا ‌ ‌ ‌ ذکر کیا جب دونوں ٹھہرے بے بقا

اندریں عالم ہزاراں جانور ‌ ‌ ‌ می زید خوش عیش نے زیر و زبر

اس جہاں میں اب بھی لاکھوں جانور ‌ ‌ ‌ زندگی کرتے ہیں خوشیوں میں بسر

شکر می گوید خدا را فاختہ ‌ ‌ ‌ بر درخت و برگِ شب ناساختہ

شکر کرتی ہے خدا کا فاختہ ‌ ‌ ‌ پیڑ پر بے فکر شب بے ساختہ

حمد می گوید خدا را عندلیب ‌ ‌ ‌ کاعتمادِ رزق بر تست اے مجیب

حمد کرتی ہے خدا کی عندلیب ‌ ‌ ‌ آسرا روزی کا تو ہے یا مجیب

باز دستِ شاہ را کردہ نوید ‌ ‌ ‌ از ہمہ مردار ببریدہ امید

باز کا رخ ہاتھ پر ہے شاہ کے ‌ ‌ ‌ ہو کے نا امید ہر مردار سے

ہمچنیں از پشہ گیری تا بفیل ‌ ‌ ‌ شد عیال اللہ و حق نعم المعیل

بس یونہی مچھر سے لے کر تا بہ فیل ‌ ‌ ‌ سب عیالِ حق ہیں داور ہے معیل

این همه غمها که اندر سینه‌هاست ‌‌ ‌ از غبار و گرد باد و بود ماست

یہ غم سینے کے اندر ہیں نہاں ‌ ‌ گرد باد و بود سے ہیں بے گماں

این غمان بیخ کن چون داس ماست ‌ ‌ این چنین شد و آنچنان وسواس ماست

ہے درانتی رنج جانوں کے لئے ‌ ‌ یہ ہو وہ ہو یہ ہیں سارے وسوسے

دانکه هر رنجی ز مردن پاره‌ایست ‌ ‌ جزو مرگ از خود بران گر چاره‌ایست

موت کا اک جزو ہے غم بے خبر ‌ ‌ دور کر اس جزو کو ممکن ہو گر

چون ز جزو مرگ نتوانی گریخت ‌ ‌ دانکه کلش بر سرت خواهند ریخت

جب نہیں اس جزو سے ممکن اماں ‌ ‌ کل گرے سر پہ پڑے گا ناگہاں

جزو مرگ ار گشت شیرین مر ترا ‌ ‌ دانکه شیرین می کند کل را خدا

جزو مرگ آخر ہوا جب سازگار ‌ ‌ کل کو بھی کر دے گا خالق خوشگوار

دردها از مرگ می آید رسول ‌ ‌ از رسولش رو مگردان ای فضول

درد و غم ہیں موت کے گویا رسول ‌ ‌ قاصدوں سے پھیرتا ہے منہ فضول

هر که شیرین می زید او تلخ مرد ‌ ‌ هر که او تن را پرستد جان نبرد

جو جیا سکھ ہی سے وہ دکھ ہی میں مرا ‌ ‌ تن پرستی جس نے کی مارا گیا

گوسفندان را ز صحرا می کشند ‌ ‌ آنکه فربه‌تر مر آن را می کشند

بکریوں کو کھینچتے ہیں دشت سے ‌ ‌ جو ہو فربہ ذبح کرتے ہیں اسے

شب گذشت و صبح آمد ای قمر[1] ‌ ‌ چند این افسانه را گیری ز سر

رات گذری اور آئی صبح بھی ‌ ‌ کب تلک اس قصہ کو دہرائے گی

تو جوان بودی و قانع‌تر بدی ‌ ‌ زر طلب گشتی خود اول زر بدی

نوجوانی میں تھی قانع بے خبر ‌ ‌ زر طلب اب ہو گئی پہلے تھی زر

[1] یہ اعرابی کا اپنی عورت سے خطاب ہے ۔

رز بدی پُر میوه چوں کاسد شدی | وقت میوه پختنت فاسد شدی
تھی تو انگور اب مگر کھٹی ہے واہ | میوہ پکتے وقت کیوں بنتی ہے راکھ

میوه اب باید که شیریں تر شود | چوں رسن تابان نه واپس تر رود
چاہئے تھا میوہ شیریں تر ترا | نہ رسّی والوں کی طرح پیچھے ہوا

جفت مائی جفت باید هم صفت | تا برآید کارها با مصلحت
ہے مری زوجہ تو میری ہم صفت | تاکہ سدھرے کام ہوں با مصلحت

جفت باید بر مثال همدگر | در دو جفت کفش و موزه درنگر
جوڑے ہیں دونوں ہیں لازم ایک سے | جوتے اور موزوں کے جوڑے دیکھ لے

گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا | هر دو جفتش کار ناید مر ترا
دونوں جوتوں میں جو اک جوتا ہو تنگ | دونوں جوتے ہوں گے بیکار اور تنگ

جفت گر یک خرد و آں دیگر بزرگ | جفت شیر بیشه دیدی هیچ گرگ
کیا بنے گر ایک ہو خرد اور اک بزرگ | شیر کا جوڑا کہاں ہوتا ہے گرگ

راست ناید بر شتر جفت جوال | آں یکے خالی و آں یک مال مال
اونٹ پہ دو گونیں پھر کیوں کر لدیں | گر ہو اک خالی تو ہو اک مال سے

من روم سوئے قناعت دل قوی | تو چرا سوئے شناعت می روی
دل قناعت کے لئے میرا قوی | تو برائی کی طرف پھر کیوں چلی

مرد قانع از سر اخلاص و سوز | زیں نسق می گفت با زن تا بروز
مرد قانع نے بہ اخلاص کہا | صبح تک کی اس سے ایسی گفتگو

١ آخری عمر میں بے صبر اور ناشکر گزار کیوں ہو رہی ہے۔
٢ رسّی بٹنے والے رسّی بٹ کر آگے کی طرف سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

عورت کا اپنے شوہر کو نصیحت کرنا

زن بروزد بانگ کاے ناموس کیش — من فسون تو نخواہم خورد بیش
بولی پھر عورت کہ اے عزت طلب — تیرے داؤں میں نہ آؤں گی میں اب
ترّہات از دعوی و دعوت مگو — رو سخن از کبر و از نخوت مگو
بڑی باتیں اور دعویٰ ترک کر — کبر اور نخوت سے تو کر در گذر
چند حرفِ طمطراقِ کار و بار — کار و حالِ خود ببین و شرم دار
کب تک ایسی گفتگو یہ کرّ و فر — اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر
نخوت و دعویٰ و کبر و ترّہات — دور کن از دل کہ تا یابی نجات
نخوت و دعویٰ تکبر جھوٹ بات — دور کر دے سب کہ تا پائے نجات
کبر زشت و از گدایاں زشت تر — روز سرد و برف وانگہ جامہ تر
ہے گداؤں کا تکبر زشت تر — جیسے جاڑا ۔ برف اور کپڑے ہوں تر
چند آخر دعوی باد و بروت — اے ترا خانہ چو بیت العنکبوت
ہیں غلط دعوے غلط یہ کرّ و فر — ہے فقط مکڑی کا جالا تیرا گھر
از قناعت کے تو جاں افروختی — از قناعتہا تو نام آموختی
تو قناعت سے ہوا کب بہرہ ور — نام سیکھا ہے قناعت کا مگر
گفت پیغمبرؐ قناعت چیست گنج — گنج را تو وا نمیدانی ز رنج
قولِ حضرتؐ ہے قناعت کیا ہے گنج — گنج سے تجھ کو نہیں تمیز رنج
ایں قناعت نیست جز گنج رواں — تو مزن لاف اے غم و رنج رواں
ہے قناعت کیا ہے اک گنج رواں — جھوٹ مت کہہ تو ہے غم رنج رواں
تو مخوانم جفت و کمتر زن بغل — جفتِ انصافم نیم جفتِ دغل
گرد بیکی اور دیوں بغلیں بجا — تو کیسا میں ہوں جوڑا عدل کا

چوں قدم بادشاہ و بانگ می زنی
شاہ کا ہمراہ تو کیوں کر ہوا
چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
جب کہ گھر میں مکھیاں مارا کیا

باسگاں بر استخواں در چالشی
ہڈیوں کی تاک میں کتا ہے تو
چوں نئے اشکم تہی در نالشی
اور تہی نے کی طرح سدا ہے تو

سوئے ما منگر بخواری سست سست
دیکھ ذلت سے نہ مجھ کو تو کبھی
تا نگویم آنچہ در رگہائے تست
کھول دوں گی جو رگوں میں ہے تری

عقل خود را از من افزوں دیدۂ
عقل ہے مجھ سے زیادہ تجھ میں کیا
تو من کم عقل را چوں دیدۂ
تو مجھے نادان سمجھا۔ واہ وا

ہمچو گرگ زشت اندر ما مجہ
حملہ کیوں کرتا ہے ہم پہ بھیڑیئے
اے ز ننگ عقل تو بے عقل بہ
بے وقوف اچھے ہیں تیری عقل سے

چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست
عقل تیری دام ہے انسان کا
آں نہ عقل ست آنکہ مار و کژدم ست
عقل کیسی سانپ بچھو۔ بے حیا

خصم ظلم و مکر تو اللہ باد
دشمن ایسے مکر کا اللہ ہو
دست عقل تو زما کوتاہ باد
ہاتھ تیری عقل کا کوتاہ ہو

ہم تو ماری ہم فسوں گر اے عجب
سانپ بھی ہے تو فسوں گر بھی عجب
مارگیر و ماری اے ننگ عرب
مارگیر و مار اے ننگ عرب

زاغ اگر زشتی خود بشناختے
زاغ اگر اپنی بدی پہچانتا
ہمچو برف از رنج و غم بگداختے
برف کی مانند گھلتا رہا

مرد افسوں گر بخواند چوں عدو
مرد افسوں خواں کو دیکھ اے فتنہ گر
او فسوں بر مار و مار افسوں برو
سانپ اس پہ تیز ہے وہ سانپ پر

گر نہ بودے دام او افسون مار
دام اس کا گر نہ ہو افسون مار
کے فسون مار را گشتے شکار
وہ فسون مار کا کیوں ہو شکار

مرد افسونگر ز حرص کسب کار — درنیابد آن زمان افسون مار

ہے جو افسوں گر کو حرص کار بار — بھولتا ہے اس گھڑی افسون مار

مار گوید اے فسوں گر ہین و ہین — آن خود دیدی فسون ما ببین

سانپ کہتا ہے فسوں گر ہوشیار — کر چکا وار اب مرا بھی سہہ یہ وار

تو بنام حق فریبی مر مرا — تا کنی رسوائے شور و شر مرا

دیں خدا کے نام سے دھوکے تو نے — تا کرے رسوائے شور و شر مجھے

نام حقم بست نے آن رائے تو — نام حق را دام کردی وائے تو

رائے تیری کیا ہیں ہوں حق کی غلام — آہ! نام حق بنایا تو نے دام

نام حق بستاند از تو داد من — من بنام حق سپردم جان و تن

تجھ سے میری داد لے گا حق کا نام — نام حق پر جان و تن سونپے تمام

تا بزخم من رگ جانت برد — یا ترا چون من بزندانے برد

تا وہ میرے غم میں تیری جان لے — یا تجھے میری طرح قیدی کرے

زن ازیں گونہ خشن گفتار ہا — خواند بر شوے خود او طومار ہا

سخت باتیں کرکے عورت نے کہیں — کھولا یوں شوہر پہ اک طومار سا

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا

مرد چون ایں طعنہا از زن شنفت — مستمع شد بعد ازاں بین تا چہ گفت

مرد نے طعنے جو عورت کے سنے — یوں کہا اس زوجۂ ذی فہم سے

گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن — فقر فخر[1] آمد مرا طعنہ مزن

جانے تو عورت بھلا ہے بوالحزن — فقر تو ہے فخر کیسی ہے طعنہ زن

[1] صاحب رنج والم۔ ص۳۵ آنحضرتؐ نے فرمایا "الفقر فخری والفقر منی" یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

مال و زر سر را بود ہمچوں کلاہ ‌ ‌ ‌ کل بود آں کز کلہ سازد پناہ

مال و زر سر کے لئے ہیں اک کلاہ ‌ ‌ ‌ وہ ہے گنجا لے جو ٹوپی سے پناہ

آنکہ زلف و جعدِ رعنا باشدش ‌ ‌ ‌ چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش

زلف اور چوٹی جسے رعنا ملے ‌ ‌ ‌ ہو نہ ٹوپی تو ہے لطف اس کے لئے

مرد حق باشد بمانندِ بصر ‌ ‌ ‌ پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ نظر

مردِ حق ہوتا ہے مانند بصر ‌ ‌ ‌ برہنہ اچھی کہ پوشیدہ نظر

وقت عرضہ کردن آن بردہ فروش ‌ ‌ ‌ بر کند از بندہ جامہ عیب پوش

بیچنے کے وقت اک بردہ فروش ‌ ‌ ‌ دور کر دیتا ہے کپڑے عیب پوش

ور بود عیبے برہنہ اش کے کند ‌ ‌ ‌ بل بجامہ خدعۂ با وے کند

عیب اگر کچھ ہو تو کب ننگا کرے ‌ ‌ ‌ کپڑے پہنا کر اسے حیلہ کرے

گوید ایں شرمندہ است از نیک و بد ‌ ‌ ‌ از برہنہ کردن او از تو رمد

یوں کہے یہ نیک و بد سے ہے خجل ‌ ‌ ‌ برہنہ کرنے سے ہو گا منفعل

خواجہ در عیب است غرقہ تا بگوش ‌ ‌ ‌ خواجہ را مال است و مالش عیب پوش

عیب میں ہے غرق خواجہ تا بگوش ‌ ‌ ‌ یعنی ہے وہ مال اس کا عیب پوش

کز طمع عیبش نہ بیند طامعے ‌ ‌ ‌ گشت دلہا را طمعہا جامعے

عیب طامع کو نظر آتا نہیں ‌ ‌ ‌ ہے دلوں میں جمع طمع آن و ایں

ور گدا گوید سخن چوں زرِ کان ‌ ‌ ‌ رہ نیابد کالۂ او در دکان

ہو زرِ خالص بھی گر قول گدا ‌ ‌ ‌ بد دکانوں میں نہ گنجائش ذرا

کارِ درویشی ورائے فہم تست ‌ ‌ ‌ سوئے درویشاں تو منگر سست سست

فہم سے ہے تیرے درویشی سوا ‌ ‌ ‌ سست نظریں تو نہ ڈال ان پہ ذرا

زانکہ درویشی ورائے کارہاست ‌ ‌ ‌ دم بدم از حق مر ایشاں را عطاست

کارِ درویشی ہے کاموں سے جدا ‌ ‌ ‌ دم بدم ہے ان پہ خالق کی عطا

بلکہ درویشاں ورائے ملک و مال
روزیٔ دارند ژرف از ذو الجلال

بلکہ ہیں درویش دولت سے سوا
ان کو اچھی روزی دیتا ہے خدا

حق تعالیٰ عادل ست و عادلاں
کے کنند استمگری با بے دلاں

عدل والا ہے خدا اور عدل گر
ظلم کرتے ہی نہیں بے چارہ پر

آں یکے را نعمت و کالا دہند
واین دگر را بر سر آتش نہند

ایک کو دے نعمت و مال و منال
دوسرے کو آگ پہ کرتے ہیں لال

آتشش سوزد کہ دارد ایں گماں
بر خدائے خالق ہر دو جہاں

دوزخی ہو وہ جو یہ رکھے گماں
اس سے بالا ہے خدائے دو جہاں

فقر فخری نے گزافست و مجاز
صد ہزاراں عز پنہان ست و ناز

فقر فخری گپ نہیں ہے جلد باز
اس میں پوشیدہ ہیں لاکھوں عز و ناز

از غضب بر من لقبہا راندۂ
مار گیر و مار گیرم خواندۂ

تو نے غصے میں لقب مجھ کو دے
مار گیر اور مار خور تک بھی سے

گر بگیرم مار دندانش کنم
تاکش از سر کوفتن ایمن کنم

توڑ دوں دنداں پکڑ کر مار کو
تاکہ وہ بے خوف سرکوبی سے ہو

زانکہ آں دنداں عدو جان اوست
من عدو را ہی کنم از علم دوست

کیونکہ دشمن دانت ہیں اس کے لئے
دوست دشمن کو بنا دوں علم سے

از طمع ہرگز نخواہم من فسوں
ایں طمع را می کنم من سر نگوں

حرص سے پڑھتا نہیں ہرگز فسوں
حرص کو رکھتا ہوں بلکہ سرنگوں

حاش للہ طمع من از خلق نیست
از قناعت در دل من عالمیست

تو بہ کر خلق سے لالچ نہیں
دل ہے دنیا سے قناعت با یقیں

از سر امرود بن بینی چناں
زاں فرود آ تا نماند ایں گماں

تو چڑھی ہے پیڑ پہ امرود کے
نیچے آ تا یہ گماں جاتا رہے

چونکہ برگردی و سرگشتہ شوی ۔۔۔ خانہ را گردندہ بینی آں توئی
پھرتے پھرتے سر ترا چکرا گیا ۔۔۔ گھر نہیں چکر میں ہے دورہ ترا

جیسا آئینہ ہوگا، ویسا ہی اس میں نظر آئے گا

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت ۔۔۔ زشت نقشے کز بنی ہاشم شگفت
دیکھ کر حضرتؐ کو بوجہل لعین ۔۔۔ کہتا تھا یہ ہاشمی ہے بد تریں
گفت احمدؐ مر ورا کے راستی ۔۔۔ راست گفتی گرچہ کارافزاستی
بولے حضرتؐ اس سے تو نے سچ کہا ۔۔۔ سچ کہا لیکن بڑھا کر حاشیا
دید صدیقش بگفت اے آفتاب ۔۔۔ نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب
اور صدیقؓ ان کو سمجھے آفتاب ۔۔۔ اور کہا ہو شرق ریز و غرب تاب
گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز ۔۔۔ اے رہیدہ تو ز دنیائے چیز
بولے حضرتؐ سچ کہا ہے اے عزیز ۔۔۔ تو رہے دنیائے دوں سے باتمیز
حاضراں گفتند کاے صدر الورا ۔۔۔ راست گو گفتی دو ضد را را چرا
تھے جو حاضر بول اٹھے یا مصطفےٰ ۔۔۔ آپ نے دونوں کو سچا کیوں کہا
گفت من آئینہ ام مصقول دست ۔۔۔ ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست
بولے میں آئینہ ہوں اک باصفا ۔۔۔ جیسا جو ہوگا نظر آجائے گا
ہر کرا آئینہ باشد پیش رو ۔۔۔ زشت و خوب خویش را بیند در و
ہوگا جس کے سامنے بھی آئنا ۔۔۔ دیکھے گا اس میں سب اچھا برا
اے زن ار طماع می بینی مرا ۔۔۔ زیں تحری زنانہ بر تر آ
کہنے لے زن لالچی سمجھا مجھے ۔۔۔ ہے زنانہ صفت اس کو چھوڑ دے
آں طمع را ماند و رحمت بود ۔۔۔ کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
حرص آتا ہے نظر رحمت ہے فقر ۔۔۔ حرص ہے اس جا کہاں نعمت ہے فقر

امتحاں کن فقر را روزے دو تو ۔ تا بفقر اندر غنا بینی دو تو

امتحان فقر دو اک روز کر ۔ فقر میں دہری غنا بینی دو تو

صبر کن با فقر و بگذار ایں ملال ۔ زانکہ در فقر ست عزِّ ذی الجلال

صبر کر یا فقر پہ غم چھوڑ دے ۔ فقر میں ہیں مرتبے اللہ کے

سرکہ مفروش و ہزاراں جاں ببیں ۔ از قناعت غرق بحرِ انگبیں

بو نہ ترش اور دیکھ لے جانیں ہزار ۔ ہیں قناعت ہی سے غرقِ افتخار

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر ۔ ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر

لاکھوں جانیں تلخ کش ایسی بھی تھیں ۔ گل کی صورت گل شکر میں مل گئیں

اے دریغا مر ترا گنجا بدے ۔ تا ز جانم شرحِ دل پیدا شدے

کاش تجھ میں ظرف ہوتا متصل ۔ تاکہ میری جان کرتی شرحِ دل

ایں سخن شیرست در پستان جاں ۔ بے کشندہ خوش نمی گردد رواں

دودھ جو پستان جاں میں یہ سخن ۔ بے چسے کیا لطف پہ اے جانِ من

مستمع چوں تشنہ و جوئندہ شد ۔ واعظ ار مردہ بود گویندہ شد

سننے والے کو جو ہو جو مندگی ۔ مردہ ہو واعظ تو پاوے زندگی

مستمع را چوں از و آید ملال ۔ صد زباں گر دد بگفتن گنگ و لال

سننے والے کو جو ہو اس سے ملال ۔ صد زباں واعظ بھی ہو گا گنگ و لال

چونکہ نامحرم در آید از درم ۔ پردہ در پنہاں شوند اہل حرم

گھر میں نامحرم اگر آتے کوئی ۔ عورتیں پردے میں ہو جائیں سبھی

ور در آید محرمے دور از گزند ۔ بر کشانید آں ستیراں روئے بند

لیکن آجائے اگر محرم کوئی ۔ عورتیں الٹیں نقاب اپنے سبھی

ہرچہ را خوب و خوش و زیبا کنند ۔ از برائے دیدۂ بینا کنند

کر لی زیبا خوش و آراستگی ۔ چشمِ بینا کے لئے خالق نے دی

کے بود آوازِ چنگ از زیر و بم   از برائے گوشِ بے حِس اصم

چنگ اور اس کی زیر و بم اے ذی شعور   کب ہو بہرے کے لئے وجہِ سرور

مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد   بہرِ حِس کرد و پئے اخشم نکرد

مشک کی خوشبو نہیں ناقص مگر   سونگھنے والے پہ کرتی ہے اثر

نائے حق را بیہدہ خوشدم نکرد   بہرِ انس آمد پئے اہرم نکرد

خوش نوا نے ہے تو انساں کے لئے   اور نہیں کچھ دیو و شیطاں کے لئے

حق زمین و آسماں برساختہ است   در میاں بس نار و نور افراختہ است

ہے زمین و چرخ کا حق سے ظہور   روشنی ان کے درمیاں ہیں نار و نور

ایں زمیں از برائے خاکیاں   آسماں را مسکنِ افلاکیاں

ہے زمیں بہرِ قیامِ خاکیاں   اور فرشتوں کے لئے ہے آسماں

مردِ سفلی دشمنِ بالا بود   مشتریِ ہر مکاں پیدا بود

پست انساں کو فلک سے دشمنی   ہر مکاں کا یعنی ہے اک مشتری

اے ستیرہ ہیچ تو برخاستی   خویشتن را بہرِ کور آراستی

تو کبھی اٹھی سنورنے کے لئے   پردے والی ایک اندھے کے لئے

گر جہاں را پُر دُرِ مکنوں کنم   روزیِ تو چوں نباشد چوں کنم

میں جہاں کو موتیوں سے بھر تو دوں   تیری قسمت میں نہ ہو تو کیا کروں

ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو   ور نمی گوئی بترکِ من بگو

رہزنی و جنگ اے زن چھوڑ دے   اور نہیں تو میرا دامن چھوڑ دے

مر مرا چہ جائے جنگِ نیک و بد   کایں دلم از صلحہا ہم می رمد

تابِ جنگِ نیک و بد مجھ کو نہیں   صلح سے بھی بھاگتا ہوں بالیقیں

بر سرِ ایں ریشہا نیشم مزن   زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن

میرے زخموں پہ نہ یوں تو ڈنک مار   مجھے نہ تازہ زخم دل کو زینہار

گر خمش کردی و گر نہ آں کنم — کہ ہمیں دم ترک خان و ماں کنم
یا تو ہو جا خموش اور تکرار چھوڑ — ورنہ جاتا ہوں ابھی گھر بار چھوڑ

پا تہی گشتن بہ است از کفش تنگ — رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ
پاؤں خالی تنگ جوتے سے بھلا — رنج غربت گھر کے جھگڑے سے بھلا

عورت کا شوہر کے ساتھ نرمی سے پیش آنا

زن چو دید او را کہ تند و توسن است — گشت گریاں گریہ خود دام زن است
اس کو عورت نے جو دیکھا ناشکیب — تندی اور رونا ہے عورت کا فریب

گفت از تو کے چنیں پنداشتم — از تو من امید دیگر داشتم
بولی ایسا کب تجھے تھی جانتی — تجھ سے مجھ کو اور کچھ امید تھی

زن در آمد از طریق نیستی — گفت من خاک شمایم نے ستی
پھر وہ عورت عاجزی کرنے لگی — اور بولی خاک پا ہوں آپ کی

جسم و جان و ہر چہ ہستم آن تست — حکم و فرماں جملگی فرمان تست
جسم و جان جو کچھ ہے تیرا ہی تو ہے — حکم و فرماں تیرا ایسا ہی تو ہے

گر ز درویشی دلم از صبر جست — بہر خویشم نیست ایں از بہر تست
میں جو درویشی سے یوں بے دل ہوئی — بہتری اس میں بھی تیری تو تھی

تو مرا در دردہا بودی دوا — من نمی خواہم کہ باشی بے نوا
تو مرے درد اور دکھ میں تھا دوا — چاہتی کب ہوں کہ تو ہو بے نوا

جانِ تو کز بہر خویشم نیست ایں — از برائے تست ایں بانگ و حنیں
بخدا غرض اپنی نہیں تیری قسم — ہے فقط تیرے لئے فریاد و غم

خویش من واللہ کہ بہر خویش تو — ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو
میری جاں ہے تیری جاں کے واسطے — چاہتی ہے تیری خدمت میں مرے

کاش جانت کش روان من فدے
از ضمیر جان من واقف شدے

کاش تو اے میں تیری جاں پہ فدا
جو مرے دل میں ہے وہ بھی جانتا

چوں تو با من ایں چنیں بودی بظن
ہم زجاں بیزار گشتم ہم زتن

سن کے بدظنی تیری اس بار میں
جان و تن سے ہو گئی بیزار میں

خاک را بر سیم و زر کردیم چوں
تو چنینی با من اے جان را سکوں

خاک میں تو سیم و زر پہ ڈال دو دل
ہے جو یہ بات اے مرے دل کے سکوں

تو کہ در جان و دلم جا می کنی
زیں قدر از من تبرا می کنی

تو دل و جاں کا میری مختار ہے
مجھ سے پھر کیوں اس قدر بیزار ہے

تو تبرا کن کہ ہستت دستگاہ
اے تبرائے تو جاں را عذر خواہ

ہو خفا تجھ کو ہے اس پہ دستگاہ
میری جاں لیکن ہے تجھ سے عذر خواہ

یاد می کن آں زمانے را کہ من
چوں صنم بودم تو بودی چوں شمن

وہ زمانہ یاد کر غم خوار من
میں صنم تھی اور تو تھا یا سمن

بندہ بر وفق تو دل افروختست
ہر چہ گوئی پخت گویم سوختست

تجھ سے بالکل ہے موافق دل مرا
تو کہے پختہ کہوں میں جل گیا

من سپاناخ توام ہر چہ پزی
یا ترش با یا کہ شیریں می سزی

میں ہوں پالک خوش تری ہر بات پر
چاہے تو شیریں پکایا ترش کر

کفر گفتم نک بایماں آمدم
پیش حکمت از سر جاں آمدم

کفر بک کر لائی پھر ایمان میں
حکم پہ دے دوں گی تیرے جان میں

خوئے شاہانہ ترا نشناختم
پیش تو گستاخ خود در باختم

تھی نہ اس شاہانہ عادت کی خبر
میری گستاخی خدا را عفو کر

چوں ز عفو تو چراغے ساختم
توبہ کردم اعتراض انداختم

عفو کو تیرے بنا کر روشنی
اب نہ چھیڑوں گی یہ میں نے توبہ کی

می نہم پیش تو شمشیر و کفن — می کشم پیش تو گردن را بزن

سامنے رکھتے میں شمشیر و کفن — کاٹ لے گردن مری لے تیغ زن

از فراق تلخ می گوئی سخن — ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن

ہجر کی کرتا ہے باتیں تلخ تر — اور جو کچھ چاہے کر پر یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہی ہست سر — با تو بے من او شفیعے مستمر

عذر خواہی میری تجھ میں ہے نہاں — کرتی ہے میری سفارش ہر زماں

عذر خواہم در درونت خلق تست — ز اعتماد او دل من جرم جست

ہے ترا اخلاق میرا عذر خواہ — بھول کر میں اس پہ کر بیٹھی گناہ

رحم کن پنہاں ز خود اے خشمگیں — اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں

رحم میری معذرت پہ چاہئے — میٹھا تیرا خلق سو من شہد سے

زیں نسق می گفت با لطف و گشاد — در میان گریہ بر روئے او فتاد

تھی مفصل گفتگو اس قسم کی — باتیں کرتے کرتے وہ رونے لگی

گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے — از حنینش مرد را دل شد ز جائے

سن کے اس کی ہائے ہو وہ مرد کار — اس کے غم سے ہو گیا بے اختیار

چوں قرارش ماند و صبرش بجا — زانکہ بے گریہ بُد او خود دلربا

کس طرح وہ صبر کر سکتا بھلا — جبکہ بے روئے بھی تھی وہ دلربا

شد ازاں باراں یکے برقے پدید — زو شرارے بر دل مرد وحید

یوں ہوئی اس مینہ سے بجلی آشکار — جس سے کوندا مرد کے دل پہ شرار

زانکہ بندہ روئے خویش بود مرد — چوں بود چوں بندگی آغاز کرد

مرد جس کی خوبیوں کا خود ہو رام — کیا بنے ہو جائے جب دل سے غلام

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود — چوں شوی چوں پیش تو گریاں شود

دل ترا ہل جائے جس کے کبر سے — کیا ہو جب وہ سامنے رونے لگے

آنکہ از نازش دل و جان خون بود
چونکہ آید در نیاز او چوں بود

ناز جس کا جان و دل کا خوں کرے
ہو نیاز آگیں تو پھر کیوں کر بنے

آنکہ در جور و جفایش دامِ ماست
عذرِ او چہ بود چو او در عذرِ خاست

جس کے جور و ظلم خود ہوں بے پناہ
عذر کیا ہو وہ اگر ہو عذر خواہ

آنکہ جز خونریزیش کارے نبود
چوں نہد گردن زہے سود او سود

صرف خونریزی ہی جس کا کام ہو
وہ جھکائے سر تو کیا انجام ہو

آنکہ جز گردن کشی ناید ازو
سر نہد پیشش تو چوں باشد بگو

جو بنے ہر وقت ہی گردن فراز
کیا ہو جب سر خم کرے وہ پانیاز

زُیِّنَ لِلنَّاسِ[1] حق آراستہ است
زانچہ حق آراست چوں تانند رست

زین للناس ہے عورت کی ذات
جو سجایا حق نے اس سے کب نجات

چوں پئے یسکن الیہاش آفرید
کے تواند آدمؑ از حوّا برید

جب کہے یسکن[2] الیہا خود خدا
کس طرح آدمؑ ہو حوّاؑ سے جدا

رستمِ زال ار بود در حمزہ پیش
ہست در فرماں اسیرِ زالِ خویش

خواہ رستم ہو کہ حمزہ پہلوان
سامنے بیوی کے سب ہیں ناتواں

آنکہ عالم مستِ گفتش آمدے
کلمینی یا حمیرا می زدے

وہ کہ عالم مست ہے جس قول کا
یا حمیرا بات کر فرما گیا

---

[1] قولہ تعالیٰ زُیِّنَ للناسِ حبُّ الشہوات من النساء والبنین یعنی اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی خواہشوں کی محبت کو مردوں کے لئے آراستہ کر دیا ہے۔

[2] قولہ تعالیٰ ھُوَ الذی خلقکم من نفسٍ واحدۃٍ وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا یعنی وہ ایسا خدا ہے جس نے تمہیں نفس واحد (آدمؑ) سے پیدا کیا اور پھر اس سے (حوّا کا) جوڑا بنایا تاکہ وہ آرام کرے اور اس کے ساتھ محبت کرے۔

آب غالب شد بر آتش از نہیب / ز آتش او جوشد چو باشد در حجیب

طاقتوں سے آگ پر غالب ہے آب / جوش کھاتا ہے اگر ہو بیچ حجاب

چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را / نیست کرد آں آب را کردش ہوا

ظرف ان دونوں میں جب حائل ہوا / کر دیا آتش نے پانی کو ہوا

ظاہرا بر زن چو آب از غالبی / باطنا مغلوب و زن را طالبی

ظاہرا عورت پہ گر غالب ہے تو / باطنا مغلوب اور طالب ہے تو

ایں چنیں خاصیتے در آدمی ست / مہر حیواں را کمست آں از کمی ست

آدمی میں تو ہے خاصیت یہی / جانوروں میں ہے محبت کی کمی

عورتیں عاقلوں پر غالب اور جاہلوں سے مغلوب ہیں

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں / غالب آید سخت بر صاحبدلاں

ہے نبی کا قول عورت خاص کر / غالب آجاتی ہے اہل عقل پر

باز بر زن جاہلاں غالب شوند / زانکہ ایشاں تند و بس خیرہ روند

جاہل اکثر کرتے ہیں مغلوب انہیں / ہوتے ہیں جو تند بھر کر جہل میں

کم بودشاں رقت و لطف و وداد[1] / زانکہ حیوانیست غالب بر نہاد

ان میں کم ہے رقت و لطف و داد / ان پہ تو غالب ہے حیوانی نہاد

مہر و رقت وصفِ انسانی بود / خشم و شہوت وصفِ حیوانی بود

مہر و رقت وصف ہیں انسان کے / خشم و شہوت طور ہیں حیوان کے

پرتوِ[2] حقست آں معشوق نیست / خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست

پرتو حق ہے نہیں معشوق یہ / یعنی خالق ہے نہیں مخلوق یہ

[1] مہربانی۔ محبت۔ [2] یعنی جب عورت کو خدا کا پرتو اتم مشاہدہ کیا جائے تو اس کو مخلوق کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے یہ قول مولانا نے نفس مردوں کا نقل کیا ہے۔

مرد کا عورت کی بات مان لینا

نبر دِ عقل ہر دانندہ ہست   کہ با گردندہ گردانندہ ہست
ازاں چرخہ کہ گرداند ورا پیر   قیاسِ چرخِ گردوں را ہمی گیر

ترجمہ:۔ اے ہر عقل مند سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ ہر پھرنے اور گھومنے والی چیز کا کوئی پھرانے اور گھمانے والا ضرور ہے۔ اس چرخے سے جس کو بوڑھی عورت چلاتی ہے۔ آسمان کو پھرانے والے (خدا) کا قیاس کرنا چاہیئے۔

مرد ازاں گفتن پشیمان شد چناں   کز عوانے ساعتِ مردن عواں
یوں پشیماں مرد تھا وہ بیش و کم   ظلم سے جس طرح ظالم مرتے دم
گفت خصمِ جانِ جاں چوں آمدم   بر سرِ جاں من لگدہا چوں زدم
بولا کیوں کی جان جاں سے دشمنی   کرلی پامالی خود اپنی جان کی
چوں قضا آید نماند فہم و رائے   کس نمیداند قضا را جز خدائے
جب قضا آئے رہے پھر عقل کب   اور قضا کو کون جانے جز خدا
چوں قضا آید فرو پوشد بصر   تا نداند عقل ما پا را ز سر
موت کر دیتی ہے اندھا اے عزیز   کچھ سر و پا میں نہیں رہتی تمیز
زاں امام المتقین رضؓ داد ایں خبر   گفت اِذَا جَاءَ الْقَضٰی عَمِیَ الْبَصَر
قول یہ شیرِ خدا کا ہے سنو   اندھا کرتی ہے قضا انسان کو
چوں قضا بگذشت خود را می خورد   پردہ ہا دریدہ گریباں می درد
جب قضا گذری تو شرمندہ ہوا   پھاڑتا ہے وہ گریباں برملا
مرد گفت اے زن پشیماں میشوم   گر بدم کافر مسلماں میشوم
بولا شوہر میں پشیماں تجھ سے ہوں   تھا میں کافر اب مسلماں تجھ سے ہوں

من گنہگارِ توام رحمے بکن — بر مکن یک بارگی از بیخ و بن

رحم کر میں ہوں گنہگار و شقی — یوں نہ اب جڑ سے اکھاڑا گیا رگی

کافرِ پیر ار پشیماں میشود — چونکہ عذر آرد مسلماں میشود

پیر کافر جب پشیماں ہو گیا — عذر کرنے سے مسلماں ہو گیا

من گنہگارِ توام رحمے بکن — عذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن

میں تیرا مجرم ہوں مجھ پہ رحم کر — عذر سن میرا خدایا سر بسر

حضرتِ پُر رحمت ست و پُر کرم — عاشقِ او ہم وجود و ہم عدم

بارگاہِ حق پہ رحم و کرم — ہے وجود اس سے مسخر اور عدم

کفر و ایماں عاشقِ آں کبریا — مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا

کفر و ایمان مبتلا ہے کبریا — تانبا اور چاندی غلام کیمیا

حضرت موسیٰؑ اور فرعون دونوں تابع معنی ہیں

موسیٰؑ و فرعون معنی را رہی — ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی

تابع معنی ہیں فرعون و کلیمؑ — وہ ہے گمرہ ان کا راستہ مستقیم

روز موسیٰؑ پیشِ حق نالاں شدہ — نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ

دن کو زاری کرتے تھے موسےٰؑ سنو — روتا تھا فرعون آدھی رات کو

کایں چہ غل ست اے خدا بر گردنم — ورنہ غل باشد کہ گوید من منم

اے خدا گردن میں یہ کیسا ہے طوق — کیوں انانیت کا ہوتا ورنہ شوق

زانکہ موسیٰؑ را تو مہ رو کردۂ — ماہِ جانم را سیہ رو کردۂ

جس سے موسےٰؑ کو منور کر دیا — اس سے کیوں مجھ کو مکدر کر دیا

بہتر از ماہے نبود استارہ ام — چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام

چاند سے بہتر نہ تھا تارا مرا — جب کہ وہ گہنا گیا چارہ ہے کیا!

تو تیم گر رب و سلطاں میزنند — مہ گرفت و خلق پنگاں می زنند

رب و سلطاں کہتے ہیں ناحق شناس — یا گہن کے وقت یہ بجتا ہے طاس[1]

میزنند آں طاس و غوغا می کنند — ماہ را از زخمہ رسوا می کنند

پیٹتے ہیں طاس غل کرتے ہوئے — چاند کو کرتے ہیں رسوا جہاں کے

من کہ فرعونم زخلق اے وائے من — زخمِ طاسِ ربیَ الاَعلائے من

میں کہ ہوں فرعون مغرور اناس — ربی الاعلےٰ[2] ہے مجھ کو زخم طاس

خواجہ تاشائیم اما تیشہ ات — می شکافد شاخ را در تیشہ ات

ایک سے بندے ہیں دونوں اے خدا — چیرتا ہے شاخ کو تیشہ ترا

باز شاخے را مُوصّل می کنی — شاخ دیگر را معطّل می کنی

کرتا ہے اک شاخ کو پیوند تو — اور معطل دوسری کو مُو بمُو

شاخ را بہ تیشہ دستے ہست نے — ہیچ شاخ از دستِ تیشہ رست نے

شاخ کو تیشے پہ کچھ قدرت نہیں — جبر سے اس تیشے کے مہلت نہیں

حق آں قدرت کہ آں تیشہ تراست — از کرم کن ایں کژیہا را تو راست

اپنی قدرت سے جو تیشہ ہے ترا — راست کر میری کجی کو اے خدا

باز با خود گفتہ فرعون اے عجب — من نہ در یا ربنا ام جملہ شب

پھر کہا فرعون نے دل میں عجب — "ربنا" کہتا نہیں میں ساری شب!

[1] تانبے کا کٹورا یعنی لوگ جو مجھے رب اور سلطان کہہ کر مشہور کرتے ہیں تو اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے گہن کے وقت ٹوٹکے کے لئے تانبے کا کٹورہ بجاتے ہیں۔ جس کے بجنے سے چاند گہن سے تو کیا نکلتا ہے البتہ اس واقعے کی اطلاع سب کو ہو جاتی ہے۔

[2] فرعون کی طرف سے "ربی الاعلےٰ" (یعنی میں تمہارا خدا ہوں) کی منادی ہوا کرتی تھی

در نہاں خاکی و موزوں می شوم	چوں بموسٔی می رسم چوں می شوم
رہتا ہوں خلوت میں با امید و بیم	مجھ کو ہو جاتا ہے کیا پیش کلیمؑ
رنگ زر قلب دہ تو می شود	پیش آتش چوں سیہ روئی شود
دس نہیں ہوں کھوٹے سونے پر اگر	آگ کے آگے ہوں کالی سر بسر
نے کہ قلب و قالبم در حکم اوست	لحظۂ مغزم کند یک لحظہ پوست
کیا نہیں محکوم اُن کے جسم و جاں	گہ بنائے مغز گا ہے استخواں
لحظۂ ماہم کند یک دم سیاہ	خود چہ باشد غیر ایں کار اِلٰہ
چاند کو کرتا ہے دم بھر میں سیاہ	کون کر سکتا ہے یہ غیر از الٰہ
سبز گردم چونکہ گوید کشت باش	زرد گردم چونکہ گوید زشت باش
سبز ہو جاؤں، اگر دے حکم کشت	زرد ہو جاؤں، اگر کہہ دے وہ زشت
پیش چوگان ہائے حکم کن فکان	می دویم اندر مکان و لامکان
ہم تو ہیں حکم کن فکاں کے سامنے	ہیں مکان و لامکان میں دوڑتے
چونکہ بے رنگی اسیر رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چونکہ بے رنگی اسیر رنگ ہو	موسیٰ و موسیٰ میں باہم جنگ ہو
چوں بہ بیرنگی رسی کو داشتی	موسیٰؑ و فرعون کردند آشتی
پہنچی بے رنگی جو ہے اصل نہاد	موسیٰؑ و فرعون کا ہوا اتحاد
گر ترا آید بریں گفتہ سوال	رنگ کے خالی بود از قیل و قال
اعتراض اس پر تجھے ہو گر کہیں	رنگ قیل و قال سے خالی نہیں
اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست	رنگ با بیرنگ چون در جنگ خاست

رنگ بے رنگی سے جب پیدا ہوا
رنگ و بیرنگی میں پھر جھگڑا ہے کیا

اصل روغن ز آب افزوں می شود
عاقبت با آب ضد چوں می شود

اصل[1] روغن بھی ہے پانی ہی سے صاف
پھر وہ کیوں ہوتا ہے پانی کے خلاف

چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند
آب با روغن چرا ضد گشتہ اند

جب کہ ہے پانی ہی روغن کا خمیر
آب و روغن میں ہے کیوں ضد کثیر

چوں گل از خار ست و خار از گل چرا
ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا

خار سے گل اور گل سے خار سے
ان میں پھر کیوں باہمی تکرار ہے

یا نہ جنگ است ایں برائے حکمت ست
ہمچو جنگ خر فروشاں صنعت ست

یا کوئی حکمت ہے ایسی جنگ بھی
ہے گدھے[2] بیچنے والوں کی جنگ زرگری

یا نہ ایں ست و نہ آں حیرانی ست
گنج باید گنج در ویرانی است

راز یا دونوں کا حیرانی میں ہے
گنج اگر چاہے تو ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش توہم می کنی
زاں توہم گنج را گم می کنی

وہم نے تیرے جسے سمجھا ہے گنج
تیرے ان وہموں سے گم ہوتا ہے گنج

چوں عمارت داں تو وہم و رائہا
گنج نبود در عمارت جایہا

ہے عمارت رائے اور وہم اے جواں
گنج لیکن ہے عمارت میں کہاں

در عمارت ہستی و جنگے بود
نیست را از ہستہا ننگے بود

ہے عمارت میں فقط ہستی و جنگ
نیستی کو ہست سے ہے عار و ننگ

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد
نیست خود آں ہست را واداد کرد

ہست نے کب نیست سے فریاد کی
نیست نے کی ہے رہائی ہست کی

[1] یعنی سرسوں وغیرہ کے پودے پانی ہی سے سرسبز ہوتے ہیں ::
[2] گدھے بیچنے والے آپس میں مصنوعی جنگ کیا کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی آواز دوسرے سنیں۔ اور ادھر متوجہ ہوں

تو مگو کہ من گریزانم ز نیست — بلکہ او از تو گریزان ست ابست

تو نہ کہہ میں ہوں گریزاں نیست سے — تجھ سے وہ خود بھاگتی ہے جان رے

ظاہرا می خواندت او سوئے خود — وز درون می راندت با چوب رد

ظاہرا تجھ کو بلاتی ہے مگر — اصل میں رد کر رہی ہے اے پسر

قومے اندر آتش سوزاں چو درد — قومے اندر گلستان با رنج و درد

اک جماعت آگ میں آسودہ ہے — ایک گلشن میں بھی غم آلودہ ہے

نعلہائے واژگونہ ست اے سلیم — نفرتِ فرعون را داں از کلیمؑ

الٹی جوتی کی طرح ہے اے سلیم — نفرت فرعون اور حال کلیمؑ

بدوں کے دونوں جہاں سے محروم رہنے کا سبب

چوں حکیمک اعتقادے کردہ ست — کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است

فلسفی کو اس پہ تھا پورا یقین — آسمان انڈا ۔ تو زردی ہے زمین

گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں — درمیانِ ایں محیط آسماں

پوچھا سائل نے تھا کیونکہ یہ جہاں — اس محیط آسمان کے درمیاں

ہمچو قندیلے معلق در ہوا — نے بر اسفل می رود نے بر علا

یہ زمیں لٹکی ہے جوں قندیل یوں — نیچے اور اوپر نہیں جاتی تو کیوں

آں حکیمش گفت کز جذب سما — از جہات شش بماند اندر ہوا

فلسفی بولا یہ ہے جذب سما — شش جہت کو ہے ہوا میں کھینچتا

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ — درمیاں ماند آہنے آویختہ

مثل مقناطیس قبہ بن گیا ! — بیچ میں لوہا رہا لٹکا ہوا !

آں دگر گفت آسماں با صفا — کے کشد در خود زمین تیرہ را

اس نے پوچھا آسمان باصفا — کب زمین تیرہ کو کھینچے بھلا

بلکہ دفعش می کند از شش جہات	تا بماند در میان عاصفات
بلکہ چھ طرفوں سے اُس کو چھوڑ کر	ڈال دیتا ہے ہوا کے دوش پر
پس ز دفع خاطر اہل کمال	جان فرعوناں بماند اندر ضلال
پس برائے خاطر اہل کمال	سرکشوں کا دل ہے پابند ضلال لہ
پس ز دفع ایں جہاں و آں جہاں	ماندہ اند ایں بے رہاں بے ایں و آں
دفع کرتے ہیں اُنہیں دونوں جہاں	یعنی دونوں جا نہیں ان کو اماں
سرکشی از بندگان ذی الجلال	وانکہ دارند از وجود تو ملال
اولیاء سے تو ہے سرکش بدخیال	وہ تو خود ہی تجھ سے رکھتے ہیں ملال
کہربا دارند چوں پیدا کنند	کاہ ہستی ترا شیدا کنند
کہربا رکھتے ہیں، گر پیدا کریں	کاہ ہستی کو ترے شیدا کریں
کہربائے خویش چوں پنہاں کنند	زود تسلیم ترا طغیاں کنند
کہربا اپنا چھپالیں گر ابھی	تیرے ایماں کو بنا دیں سرکشی
آں چناں کہ مرتبہ حیوانی است	کو اسیر و سخرہ انسانی ست
جس طرح رتبہ ہر اک حیوان کا	ہے مطیع رتبہ انسان ہوا
مرتبہ انسان بدست اولیاء	سخرہ چوں حیواں شناسش اے کیا
رتبہ انسان ہے تحت اولیا	جذبہ حیوان سمجھ اس کو ذرا
بندہ خود خواند احمد در رشاد	جملہ عالم را بخواں قل یا عباد ؎
حق نے احمدؐ کی زباں سے شاد شاد	جملہ عالم کو کہا قل یا عباد

لہ گمراہی ۔ ؎ قولہ تعالےٰ ا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (زمر) یعنی اے محمد صلعم اپنے نفس پر زیادتی کرنے والوں سے کہہ دے۔ کہ اے میرے بندو! خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ خدا تمام گناہوں کو معاف کر دے گا ؛

عقل تو ہمچو شتربان تو شتر / می کشاند ہر طرف در حکم مر

ہے شتربان عقل اور تو ہے شتر / تجھ کو لے جاتی ہے اپنی راہ پر

عقل عقلند اولیا و عقلہا / بر مثال اشتراں تا انتہا

یہ ہیں عقل محض جملہ اولیا / عقل انسانی شتر تا انتہا

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار / یک قلاوز ست جان صد ہزار

دیکھ تو اُن کو بہ چشم اعتبار / ایک رہبر ہے۔ تو جانیں صد ہزار

چہ قلاوز و چہ اشتربان بیاب / دیدگان دیدہ بیند آفتاب

ہے شتربان کون اور رہبر ہے کیا / آنکھ لا۔ دیکھے جو سورج کی ضیاء

یک جہاں در شب بماندہ میخ دوز / منتظر موقوف خورشید ست و روز

دیکھ شب کو بند ہیں سب کاروبار / صبح کا خورشید پر ہے انحصار

اینت خورشیدے نہاں در ذرہ / شیر نر در پوستین برۂ

ذرے میں خورشید یوں ہے مشتہر / کھال میں بکرے کی جیسے شیر نر

اینت دریائے نہاں در زیر کاہ / پا برین کہ ہین منہ با اشتباہ

دیکھ لے دریا نہاں ہے زیر کاہ / پاؤں تو اس پر نہ رکھ جا اشتباہ

اشتباہے و گمانے در درون / رحمت حق ست بہر رہنمون

یہ گمان اور شبہ جو دل میں اٹھے / وہ ہے رحمت رہنمائی کے لئے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں / فرد بود و صد جہانش در نہاں

ہر پیمبر فرد آیا تھا یہاں / لیکن اس کے قلب میں تھے سو جہاں

عالم کبریٰ بقدرت سحر کرد / کرد خود را در کہین نقشے نورد

عالم کبریٰ کو تابع کر لیا / نام اپنا نقش ادنےٰ میں بھرا

ابلہانش فرد دیدند و ضعیف / کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف

سمجھے ناداں اس کو تنہا اور ضعیف / ناتواں کب ہے جو ہو شہ کا حریف

ابلہاں گفتند مردے ریش نیست — وائے آنکو عاقبت اندیش نیست

احمقوں نے اُس کو تنہا کہہ دیا — بات کی تہ کو نہ پہنچے وہ ذرا

عاقبت دیدن بود از کاہلی — دُور بودن ہر نفس از کاہلی

عاقبت بینی ہے بے شک کاہلی — اور ہر دم ترک کرنا کاہلی

حضرت صالح کے دشمنوں کا انکے ناقہ کو حقیر جاننا

بشنو اکنوں قصۂ صالحؑ رواں — بگذر از صورت طلب معنی آں

روح صالح کے بھی سن اذکار اب — چھوڑ صورت اور معنی کر طلب

زاں کہ صورت بیں نبیند عاقبت — عاقبت بینی بیابی عاقبت

کیونکہ صورت بیں نہ دیکھے عاقبت — عاقبت بینی ہے رازِ عافیت

ناقۂ صالحؑ بصورت بُد شتر — پے بریدندش ز جہل آں قوم مُر

ناقہ صالح تھا صورت میں شتر — کاٹ بیٹھی جس کو قوم خیرہ سر

از برائے آب چوں خصمش شدید — آب کور و نان کور ایشاں بدند

دشمنی تھی صرف پانی کے لئے — روٹی اور پانی کے تھے اندھے ہوئے

ناقۃ اللّٰہ آب خورد از جوئے میغ — آب حق را داشتند از حق دریغ

جوئے باراں تھی پلاتی اس کو آب — آب حق کو روک لیا ہے عذاب

ناقۂ صالحؑ چو جسم صالحاں — شد کمینے در ہلاک طالحاں

ناقۂ صالح جو جسم نیک تھا! — بن گیا حیلہ ہلاک قوم کا

تاں براں امت ز حکم مرگ و درد — ناقۃَ اللّٰہِ وَسُقْیَاہَا چہ کرد

ان کی امت پر قضا و درد سے — کیا کیا ناقے نے تو بھی دیکھ لے

شحنۂ قہر خدا ز ایشاں بجست — خوں بہائے اشترے شہرے درست

جب کہ اٹھا شحنۂ قہر خدا — خوں بہا اک اونٹ کا اک شہر تھا

روح صالح بر مثال اشتر ست
نفس گمرہ مر ورا چوں پے بریست

روح صالح کیا ہے اک اشتر سوار
نفس کو پے کاٹتا ہے اس کے یار

روح ہمچوں صالح و تن ناقہ است
روح اندر وصل و تن در فاقہ است

روح صالح اور یہ تن ناقہ ہے
وصل میں ہے روح تن کو فاقہ ہے

روح صالح قابل آفات نیست
زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست

روح صالح قابل آفت نہیں
زخم تن سے ذات کی ذلت نہیں

روح صالح قابل آزار نیست
نور یزداں سغبۂ کفار نیست

روح صالح کو ملا آزار کب
نور یزداں تابع کفار کب

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں
تاش آزارند و بینند امتحان

جسم میں تھا راز حقانی نہاں
تا ستائیں اور یہ دیکھے امتحان

بیخبر کازار ایں آزار اوست
آب ایں خم متصل با آب جوست

یہ ستانا ہے خدا کا ہو بہو
خم کا پانی ہے قریب آب جو

زاں تعلق کرد با جسمش الٰہ
تاکہ گردد جملہ عالم را پناہ

جسم سے اس کا تعلق یوں رکھا
وہ پناہ دو جہاں ہو بر ملا

کس نیابد بر دل ایشاں ظفر
بر صدف آید ضرر نے بر گہر

کون ان کے دل پہ پائے گا ظفر
سیپی ٹوٹے پر سلامت ہو گہر

ناقۂ جسم ولی را بندہ باش
تا شوی با روح صالح خواجہ تاش

ناقۂ جسم ولی کا ہو غلام
تاکہ روح نیک سے ہو ہم مقام

گفت صالح چونکہ کردید ایں حسد
بعد سہ روز از خدا نقمت رسد

بولے صالح یہ نہ تھا کار ثواب
تین دن کے بعد آئے گا عذاب

بعد سہ روز دگر از جاں ستاں
آفتے آید کہ دارد سہ نشاں

آئے گی بن کر بلائے جاں ستاں
ایک آفت ۔ ہونگے تین اس کے نشاں

رنگ روے جملہ تاں گردد دگر — رنگ رنگ مختلف اندر نظر
رنگ ہو جائے گا چہروں کا دگر — مختلف کچھ رنگ آئیں گے نظر

روز اول روے تاں چوں زعفراں — در دوم رو سرخ ہمچوں ارغواں
پہلے دن ہو رنگ مثل زعفراں — دوسرے دن سرخ مثل ارغواں

در سوم گردد ہمہ روہا سیاہ — بعد ازاں اندر رسد قہر الٰہ
تیسرے دن سب کا منہ ہوگا سیاہ — اس کے بعد اک آئے گا قہر الٰہ

گر نشاں خواہید از من زیں وعید — کرہ ناقہ بسوئے کہ دوید
دیکھ لو یہ ہے نشان آشکار — بچہ بھاگا اس کا سوئے کوہسار

گر توانیدش گرفتن چارہ ہست — ورنہ خود مرغ امید از دام جست
اس کو پکڑو ہے یہی چارہ مزید — ورنہ چھوٹا دام سے مرغ امید

چوں شنیدند ایں و جملہ بتگ — در پئے اشتر دویدندے چو سگ
سن کے یہ باتیں ہوئے وہ سب رواں — بچے کے پیچھے مثال سگ رواں

کس نتانست اندراں کرہ رسید — رفت در کہسارہا شد ناپدید
کوئی بھی پہنچا نہ اس کا کر سکا — کوہ میں جا کر وہ غائب ہو گیا

ہمچو روح پاک کو از ننگ تن — می گریزد جانب رب المنن
مثل روح پاک جو چھوڑے بدن — اور جائے سوئے رب ذی المنن

گفت دیدید ایں قضا مبرم شدست — صورت امید را گردن زدست
بولے صالح اب اٹل ہے یہ قضا — صورت امید ہے قطعاً فنا

کرہ ناقہ چہ باشد خاطرش — کہ بجا آرید ز احسان و برش
بچہ ناقہ ہے اس کا دل سنو — نیکی و احسان سے بس راضی کرو

گر بجا آید دلش رستید ازاں — ورنہ نومید و ساعد ہا گزاں
گر کرو راضی۔ تو پاؤ گے نجات — ورنہ نومیدی ہے۔ کاٹو اپنے ہات

چوں شنیدند آں وعید منکدر | چشم بنہادند آں را منتظر
جب سنا ایسا جواب منکدر[له] | کھول کر آنکھیں ہوئے سب منتظر

روز اول روئے خود دیدند زرد | می زدند از نا امیدی آہ سرد
پہلے دن دیکھا کہ سب کے منہ ہیں زرد | ہو کے نا امید کھینچی آہ سرد

سرخ شد روئے ہمہ روز دوم | نوبت امید و توبہ گشت گم
دوسرے دن سب کے چہرے سرخ تھے | تو مِلے امید و توبہ کے سپنے

شد سیہ روز سوم روئے ہمہ | حکم صالح راست شد بے مہمہ
تیسرے دن سب کا منہ کالا ہوا | حضرت صالح نے سچ تھا کہا

چوں ہمہ در نا امیدی سر زدند | ہمچو اشتر در دو زانو آمدند
جب ہوئے مایوس وہ سب بالکل | اونٹ کی صورت گرے زانو کے بل

در نبی آورد جبریل امیں | شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
لائے ہیں قرآن میں جبرئیل امیں | شرح جھک کر بیٹھنے کی جاثمیں[له]

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند | وز چنیں زانو زدن بیمت کنند
تو وہ تعلیم ہو زانو نشیں! | جب ڈرائیں تو اس سے ارباب یقین[گله]

منتظر گشتند زخم قہر را | قہر آمد نیست کرد آں شہر را
منتظر تھے دیکھیں کیا آتا ہے قہر | قہر آیا، ہو گیا ویران شہر!

له مکدر کرنے والا :؛

له قولہ تبارک وتعالیٰ عزوجل ۔ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ پس انہیں زلزلے نے پکڑ لیا ۔ اور وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے مرگزادہ تھے ۔

گله یعنی ایسے دوزانو بیٹھنے سے ڈرائیں، جیسا کہ قوم ثمود حضرت صالحؑ کی نافرمانی کرکے خوف وہلاکت کی وجہ سے دوزانو ہوئی تھی :؛

صالح از خلوت بسوئے شہر رفت | شہر دید اندر میان دود تفت

جب گئے خلوت سے صالح سوئے شہر | شہر کو دیکھا کہ ہے برباد قہر

نالہ از اجزائے ایشاں می شنید | نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید

ان کے اک اک عضو سے نوحے سُنے | نوحہ ظاہر، نوحہ گر ناپید تھے

گریہ چوں از گذشت ہا نہائے | گریہ ہائے جاں گزائے وہ ہائے

حد سے گذرا گریہ و آہ و بکا | کیسا گریہ دل خراش و جاں گزا

ز استخوانہاشاں شنید او نالہا | اشک خوں از جانِ شاں چوں ژالہا

نالہ زن تھیں ان کی ساری ہڈیاں | مثلِ اولوں کے تھے اشک خوں رواں

صالحؑ آں بشنید و گریہ ساز کرد | نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد

دیکھ کر صالح ہوئے گریہ کناں | ہو گئے نوحہ گروں پر نوحہ خواں

گفت اے قوم بباطل زیستہ | وز شما من پیشِ حق بگریستہ

بولے، کیوں اے قوم باطل آشنا | میں تمہارے واسطے کڑھتا رہا

حق بگفتہ صبر کن بر جورِ شاں | پند شاں دہ بس نماند از دورِ شاں

کہتا تھا حق، صبر، صالح، صبر کر | کر نصیحت، اب ہیں عمریں مختصر

من بگفتہ پند شد بند از جفا | شیرِ پند از مہر جوشد وز صفا

میں یہ کہتا تھا، کہ اب ہے پند بند | مہر سے ہوتا ہے حاصل شیرِ پند

بس کہ کردید از جفا بر جائے من | شیرِ پند افسردہ در رگہائے من

چونکہ مجھ پہ قوم کرتی تھی جفا! | خشک شیرِ پند ہر رگ میں ہوا

حق مرا گفتہ ترا لطفے دہم | بر سرِ آں زخمہا مرہم نہم

حق یہ کہتا تھا کہ دوں گا لطفِ دل | تیرے زخموں کو کروں گا مندمل

صاف کردہ حق دلم را چوں سما | روفتہ از خاطرم جورِ شما

صاف دل حق نے کیا جیسے آسماں | دل سے سب جاتے رہے جور و زیاں

در نصیحت من شده بار دگر
پھر نصیحت میں نے کی بار دگر
گفته امثال و سخنها چوں شکر
دی مثل ہر بات کی مثل شکر

شیر تازه از شکر انگیخته
شیر تازہ میں شکر کے گھلتے مزے
شیر و شهد ے با شکر آمیخته
شیر و شہد آپس میں گھلتے بھینٹے ہوئے

در شما چوں زهر گشته آں سخن
زہر دہ فقرے تمہیں ہونے لگے
ز آنکه زهرستان بُدید از بیخ و بن
کیونکہ تم تو خود ہی زہرستان تھے

چوں شوم غمگیں که غم شد سرنگوں
کیوں رہوں غمگیں کہ غم ہے سرنگوں
غم شما بودید اے قوم حرون
تو ہی تھی وجہ غم اے قوم زبون

هیچ کس بر مرگ غم نوحه کند
مرگ غم پر نوحہ کرتا ہے کوئی؟
ریش سر چوں شد کسے مو بر کند
زخم بھر جائے تو پھر کیا مو کنی

رو بجنود کرد و بگفت اے نوحه گر
دل سے پھر کہنے لگے اے نوحہ گر
نوحه رات را می نیرزند ایں نفر
نوحہ کے لائق نہیں ہیں یہ نفر

کژ مخواں اے راست خواننده مبیں
راستی سے پڑھ تو قرآن مبیں
کیف آسی خلف قوم کافریں
کیف[1] آسی خلف قوم کافریں

باز اندر چشم دل او گریه یافت
چشم دل میں گریہ پھر پیدا ہوا
رحمتے بے علتے بر وے بتافت
بے سبب رحمت کی پھیلی اک ضیا

قطره می بارید و حیراں گشته بود
قطرۂ اشک ان کو حیراں کر گیا
قطره بے علت از دریاے جود
بے سبب قطرہ ہے بحر جود کا

عقل می گفتش که ایں گریه ز چیست
عقل کہتی تھی کہ یہ گریہ ہے کیوں
بر چناں افسوسیاں شاید گریست
ظالموں پر اس قدر نوحہ ہے کیوں

[1] کفر کرنے والی قوم کے بعد آدمی کس قدر غمگیں ہوتا ہے۔

بر جبہی گرگی بگو بر فعل شاں — بر سیاہِ کینۂ بد فعل شاں

کیا ہو ان کے فعل پہ نوحہ کناں — جن پہ فوج کینہ سے گریہ کناں

بر دل تاریک پُر زنگار شاں — بر زباں زہر ہمچوں مار شاں

یا دل تاریک و پُر زنگار پہ — یا زبان زہر دشمنی یار پہ

بر دُم و دنداں سگسارانہ شاں — بر دہان و چشم کژدم خانہ شاں

یا دُم و دنداں پہ جو تھے سگ نشاں — وہ جو تھے بچھو کے گھر چشم و دہاں

بر ستیز و تسخر و افسوس شاں — شکر کن چوں کرد حق محبوس شاں

کر و تو اب یاد ستیز و طنز میں — شکر کر حق نے کیا محبوس انہیں

دست شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ — مہر شاں کژ صلح شاں کژ خشم کژ

اتھ کج تھے پاؤں کج تھے چشم کج — مہر کج تھی، صلح کج تھی، خشم کج

از پئے تقلید و از رایات نقل — پا نہادہ بر جمال پیر عقل

کر کے تقلید اور پیراگلوں کی نقل — کر دیا پامال حسن پیر عقل

پیر خر نے جملہ گشتہ پیر خر — از زبان و چشم و گوش ہمدگر

[1] پیر خر کا ہے کو تھے پیر خر [2] — کان آنکھوں اور زباں سے سربسر

آیہ مرج البحرین کی تفسیر

از بہشت آورد یزداں بندگان — تا نماید شاں سقر پروردگان

خلد سے بندوں کو لے آیا خدا — تا دکھائے حال اہل نار کا

اہل نار و خلد را بیں ہم دُکاں — درمیاں شاں برزخٌ لَا یَبغیان

دوزخی اور خلد والے ہم عناں — بیچ میں ہے [3] برزخ لا یبغیان

[1] بزرگ خریدار۔ حضرت صالحؑ کی نوازش کرنے والے [2] بوڑھے گدھے [3] پردہ سے اور ایک دوسرے پر غالب نہیں آسکتا۔

اہل نار و اہل نور آمیختہ
درمیاں شاں کوہ قاف آویختہ

مل گئے ہیں اہل نار و اہل نور
بیچ میں ہے کوہ قاف اے ذی شعور

اہل نار و نور باہم درمیاں
درمیاں شاں بحر ژرف بیکراں

اہل نار و نور باہم ہیں، مگر
بیچ میں حائل ہے دریا پر خطر

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط
درمیاں شاں صد بیاباں و رباط

کان میں جس طرح باہم خاک و زر
؎ سو بیاباں بیچ میں ہیں غور کر

ہمچناں کہ عقد در در و شبہ
مختلط چوں میہماں یک شبہ

اک لڑی میں جس طرح موتی اور گہر
اک جگہ مہماں ہو جیسے رات بھر

صالح و طالح بصورت مشتبہ
دیدہ بکشا تو کہ گردی منتبہ

نیک و بد ہیں ایک صورت میں مگر
آنکھ کھول اچھی طرح اور غور کر

بحر را نیمیش شیریں چوں شکر
طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر

نصف ہے دریا کا شیریں جوں شکر
میٹھی رنگت رنگ چاندی گر

نیم دیگر تلخ ہمچوں زہر مار
طعم تلخ و رنگ مظلم قیر وار

نصف دیگر تلخ مثل زہر مار
کڑوی لذت۔ اور رنگت ناگوار

ہر دو بر ہم می زنند از تحت و اوج
بر مثال آب دریا موج موج

جزر و مد سے دونوں آپس میں یوں
ہیں مثال آب دریا بے گماں

صورت بر ہم زدن از چشم تنگ
اختلاط جانہا در صلح و جنگ

دیکھ سکتی ہی نہیں یوں آنکھ انہیں
اختلاط جاں ہے صلح و جنگ میں

موجہائے صلح بر ہم می زنند
کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند

صلح کی موجوں میں ہے وہ جوش صاف
کرتی ہیں سینوں کو وہ کینوں سے صاف

؎ یعنی بڑا فرق ہے ؂

موجہائے جنگ بر شکل دگر — مہرہا را می کند زیر و زبر

جنگ کی موجیں بہ انداز دگر — مہر کو ہیں کر رہی زیر و زبر

مہر تلخاں را بشیریں می کشد — زانکہ اصل مہرہا باشد رشد

ہر کرتی تلخ کو ہے خوشگوار — ہے ہدایت جس کی اصل استوار

قہر شیریں را بہ تلخی مے برد — تلخ با شیریں کجا اندر خورد

تلخ کر دیتا ہے شیرینی کو، قہر — کس طرح یکجا ہوں شیرینی و زہر

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید — از دریچہ عاقبت دانند دید

تلخ و شیریں یوں نظر کب آئیں گے — عاقبت کی کھڑکیوں سے دیکھیے

چشم آخر بیں تواند دید راست — چشم اول بیں غرور است و خطاست

دیکھے گی چشم آخر بیں ضرور — چشم اول بیں خطا ہے اور غرور

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود — لیک زہر اندر شکر مضمر بود

ہیں بہت شیرینیاں مثل شکر — زہر لیکن ان میں دیکھا مستتر

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش — چونکہ دید از دور رخش اندر کشمکش

جو ہو دانا تر وہ پہچانے اسے — کشمکش کو دیکھتے ہی دور سے

واں دگر بشناسدش تا بو کند — واں دگر چوں بر لب و دنداں زند

کوئی تو پہچانتا ہے سونگھ کر — کوئی لب سے اور دانتوں سے مگر

واں دگر در پیش رو بوئے برد — واں دگر چوں دست بند کرد رد

کوئی پہچانے جو آئے سامنے — ہاتھ سے چھوتے ہی کوئی رد کرے

پس لبش ردش کند پیش از گلو — گرچہ نعرہ می زند شیطاں کلوا[1]

پھینکتے ہیں ہونٹ اسے پیش از گلو — اور شیطاں شور کرتا ہے کلوا

[1] کھا جاؤ۔

واں دگر را در گلو پیدا کند ۔ واں دگر ہا در بدن رسوا کند
ایک پاتا ہے گلے میں کچھ اثر ۔ دوسرے کا جسم دیتا ہے خبر

واں دگر را در حدث سوزش دہد ۔ مخرج آں در دخل آموزش دہد
ایک کے فضلے میں ہوتی ہے جلن ۔ دخل کا خارج سے کھلتا ہے چلن

واں دگر را بعد ایام و شہور ۔ واں دگر را بعد مرگ از قعر گور
ایک کو کچھ دن بسر کرنے کے بعد ۔ دوسرے کو قبر میں مرنے کے بعد

در دہندش مہلت اندر قعر گور ۔ لابد آں پیدا شود یوم النشور
قبر میں بھی کچھ اگر صنعت سے ۔ بالیقیں محشر میں راز اس کا کھلے

ہر نبات و شکرے را در جہاں ۔ مہلتے پیدا است از دور زماں
ہر شکر کو اور ہر مصری کو ہاں ۔ مہلتیں دیتا ہے کچھ دور زماں!

سالہا باید کہ تا از آفتاب ۔ لعل یابد رنگ رخشانی و تاب
چاہئیں برسوں کہ تاب آفتاب ۔ لعل کو دے رنگ و رخشانی و تاب

پنج سال و ہفت باید تا درخت ۔ یابد از میوہ رسائی فرّ بخت
چاہئیں اک پیڑ کو چھ سات سال ۔ تا کہ ہو میوے کی برکت سے نہال

باز ترہ در دو ماہ اندر رسد ۔ باز تا سالے گل احمر رسد
دو مہینے ساگ کو اے خوش خصال ۔ اور گل احمر کو پورا ایک سال

بہر ایں فرمود حق عزّ و جل ۔ سورۃ الانعام در ذکر اجل
اس لئے کرتا ہے حق عزّ و جل ۔ سورۂ انعام میں ذکر اجل

لہ قولہ تبارک و تعالیٰ عزوجل :۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ ۔ یعنی اے لوگو! اس خدا نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ۔ پھر موت مقرر کی ۔ اور ہر چیز کی مہلت خدا کے نزدیک مقرر ہو چکی ہے :

ایں شنیدی مو بمو یت گوش باد
ہو قبول گوش / جو کچھ ہے سُنا

آب حیواں خواں مخواں ایں را سخن
آب حیوان جان انہیں باتیں نہ جان

نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق
دوسرا نکتہ بھی سُن لے اے رفیق

در مقامے ہست ایں ہم زہر مار
اک جگہ ہو جاتا ہے یہ زہر مار

در مقامے زہر و در جائے دوا
اک جگہ ہے زہر اور اک جا دوا

در مقامے خار و در جائے چو گل
اک جگہ کانٹا ہے اور اک جا گلاب

در مقامے خوف و در جائے رجا
اک جگہ ہے خوف اور اک جا رجا

در مقامے فقر و در جائے غنا
اک جگہ ہے فقر اور اک جا غنا

در مقامے جور و در جائے وفا
اک جگہ ہے ظلم اور اک جا وفا

در مقامے درد و در جائے صفا
اک جگہ پھٹ ہے اور اک جا صفا

در مقامے عیب و در جائے ہنر
اک جگہ ہے عیب اور اک جا ہنر

آب حیوان ست خوردی نوش باد
نوش ہو جو آب حیواں ہے پیا

جان نوہیں در تن حرف کہن
ہے پرانے لفظ میں اک تازہ جان

ہمچو جاں او سخت پیدا و رقیق
مثل جاں ہے آشکارا اور دقیق

از تصاریف خدائی خوشگوار
اور تصرف سے خدا کے خوشگوار

در مقامے کفر و در جائے دعا
اک جگہ ہے کفر اور اک جا دعا

در مقامے سرکہ و در جائے چو مل
اک جگہ ہے سرکہ ہے اور اک جا شراب

در مقامے بخل و در جائے سخا
اک جگہ ہے بخل اور اک جا سخا

در مقامے قہر و در جائے رضا
اک جگہ ہے قہر اور اک جا رضا

در مقامے منع و در جائے عطا
اک جگہ انکار اور اک جا عطا

در مقامے خاک و در جائے گیا
اک جگہ مٹی ہے اور گھاس اک جا

در مقامے سنگ و در جائے گہر
اک جگہ پتھر ہے اور اک جا گہر

در مقامے حنظل و جائے شکر — در مقامے خشکی و جائے مطر

اک جگہ حنظل ہے اک جا ہے شکر — اک جگہ ہے خشک اور اک جا ہے تر

در مقامے ظلم و جائے محض عدل — در مقامے جہل و جائے عین عقل

اک جگہ ہے ظلم اور اک جا ہے عدل — اک جا ہے جہل اک جا عین عقل

گر چو ایں جا او گزند جاں بود — چوں بد انجا در رسد درماں بود

گر یہاں اگر گزند جاں بنے! — جا کے اس جا روگ کا درماں بنے

آب در غورہ ترش باشد و لیک — چوں بانگورے رسد شیریں و نیک

کچے انگوروں کا پانی ترش تر — پکے انگوروں میں شیریں ہے مگر

باز در خم او شود تلخ و حرام — در مقام سرکگی نعم الادام

خم میں جا کر پھر ہوا تلخ و حرام — پھر بنا سرکہ ہوا جان طعام

ایں چنیں باشد تفاوت در امور — مرد کامل ویں شناسد در ظہور

مختلف بالکل یونہی ہیں کل امور — مرد کامل اس کا دیکھیں گے ظہور

جو کچھ مرشد کرے وہی کچھ مرید کو کرنا گستاخی ہے

گر ولی زہرے خورد نوشے بود — در خورد طالب تبہ ہوشے بود

زہر بھی کھائے ولی تو نوش ہو — کھائے گر طالب تو وہ بیہوش ہو

رب ھب لی از سلیماں آمد است — کہ مدہ غیر مرا ایں ملک و دست

رب ہب لی تھا سلیمانؑ نے کہا — دے نہ یہ ملک اور کو میرے سوا

ے قولہ تعالیٰ عزوجل بقول سلیمان علیہ السلام رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ، ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ ”اے میرے پروردگار! مجھے ایسی بادشاہت عنایت فرما جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو“

تو مکن با غیرِ من ایں لطف و جود | ایں حسد را ماند اما آں نبود

گر نہ یہ لطف اور پر رب العلا | یہ حسد ہے پر ہے یہ رتبہ دوسرا

نکتۂ لا ینبغی می خواں بجاں | سرِّ مِنْ بَعْدِی ز بخلِ او مداں

نکتہ "لا ینبغی" پڑھ غور سے | طورِ "من بعدی" میں کب ہیں بخل کے

بلکہ اندر ملک دید او صد خطر | مو بمو ملکِ جہاں بُد بیم سر

بلکہ دیکھے ملک میں جب سو خطر | خوف تھا ملکِ جہاں میں سر بسر

بیم سر با بیم سر با بیم دیں | امتحانے نیست ما را مثل ایں

خوفِ جاں اور خوفِ راز اور خوفِ دیں | امتحاں کوئی ہمیں ان کا نہیں

پس سلیماں ہمتے باید کہ او | بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بو

ہو سلیمان ؑ کا سا جس میں حوصلہ | وہ ہزاروں رنگ و بو سے ہو جدا

با چناں قوت کہ او را بود ہم | موج آں ملکش فرو می بست دم

باوجود ان قوتوں کے ہو گیا | انتظام سلطنت سے جی بُرا!

خواں کہ القینا علیٰ کرسیہٖ[1] | چوں بماند از تخت و ملک خود تہی

پڑھ لے "القینا علیٰ کرسیہ" | رہ گئے تخت و حکومت سے تہی

چوں بر و بنشست زیں اندوہ گرد | بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد

گردِ غم بیٹھی جو ان کے قلب پر | رحم سب شاہوں پہ آیا سر بسر

شد شفیع و گفت ایں ملک و لوا | با کمالے دہ کہ دادی مر مرا

کی سفارش اے خدا یہ ملک و مال | اس کو دے جو مجھ سا ہو صاحب کمال

ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم | او سلیمان ست و آں کس ہم منم

جس پہ بخشش اور کرم تیرا ہو یوں | وہ سلیمان ؑ ہے۔ سلیمان ؑ میں ہی ہوں

[1] قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۔ تحقیق ہم نے سلیمان ؑ کا امتحان کیا۔ اور اُن کے تخت سلطنت پر جن کو بٹھا دیا، پس وہ پھر لوٹے۔

او نباشد — و باشد — خود معی چہ بود منم بے مدعی

وہ نہیں "بقدی" مگر وہ ہے معی — اور "معی" کیا میں ہوں خود بے مدعی

شرح ایں فرصت گفتن یک سخن — بازمی گردم بقصۂ مرد و زن

شرح اس کی فرض ہے مجھ پہ مگر! — مرد و زن کے قصے پہ پھر غور کر

عربی درویش اور اسکی بیوی

ماجرائے مرد و زن را مخلصی — بازمی جوید دروں مخلصی

مرد و زن کا ماجرا تفصیل وار — تجھ سے سننا چاہتا ہے غم گسار

ماجرائے مرد و زن افتاد نقل — ایں مثال نفس خودمی دان و عقل

مرد و زن کا ماجرا ہوتا ہے نقل — یہ تو گویا ہے مثالِ نفس و عقل

ایں زن و مردے کہ نفس ست و خرد — نیک پابست ست بہر نیک و بد

مرد و زن یہ کون ہیں؟ نفس و خرد — دونوں البتہ ہیں بہرِ نیک و بد

ویں دو پابستہ دریں خاکی سرا — روز و شب در جنگ و اندر ماجرا

دونوں پابند آدمی کے رنگ میں — روز و شب جھگڑوں میں ہیں اور جنگ میں

زن ہمی جوید حویج خانقاہ — یعنی آب رو و نان و خوان و جاہ

مانگتی ہے زن رسوم خانقاہ — یعنی روٹی آبرو اور خوان و جاہ

نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری — گاہ خاکی گاہ جوید سروری

نفس مثلِ زن پئے چارہ گری — ہے یہاں بے تاب عجز و سروری

عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست — در دماغش جز غم اللہ نیست

عقل ان فکروں سے کب آگاہ ہے — اس کے سر میں اک غم اللہ ہے

میرے بعد ✽
میرے ساتھ ✽

گرچہ سرّ قصہ ایں دانہ ست و دام — صورت قصہ شنو اکنوں تمام

بھید اس قصے کا دام و دانہ ہے — اب یہ قصہ سن اگر فرزانہ ہے

گر بیان معنوی کامل شدے — خلق عالم عاطل و باطل بدے

ہوتا کامل گر بیاں معنوی — ہوتی باطل آفرینش خلق کی!

گر محبت فکرت و معنیستی — صورتِ صوم و نمازت نیستی

فکر و معنی پر اگر ہے التفات — کیا نہیں تو صورت صوم و صلوٰۃ

ہدیہ ہائے دوستاں بایکد گر — نیست اندر دوستی الا صور

ہدیے تحفے دوستوں کے باہمی — دوستی کے ہیں فقط نقش ظاہری

تا گواہی دادہ باشد ہدیہا — بر محبتہائے مضمر در خفا

تا کہ ہو جائیں یہ سب ہدیے گواہ — اس محبت پر جسے ہے دل میں راہ

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند — بر محبتہائے سرّ ارجمند

کیونکہ شاہد ہیں یہ احساں ظاہری — اس محبت پر جو ہے بالکل خفی

شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ — مست گاہے از مے و گاہے ز دوغ

ہے کبھی سچا کبھی شاہد دروغ — مست مے سے ہے اور کبھی ہے مست دوغ

دوغ خوردہ مستئے پیدا کند — ہائے ہوئے و سرگرانیہا کند

چھاچھ پی کر کرتا ہے وہ مستیاں — ہائے ہو کرتا ہے ہو کر سرگراں

آں مرائی در صلوٰۃ و در صیام — می نماید جد و جہدے بس تمام

ہے ریا اس کی نماز و روزہ یار — کوششیں کرتا ہے گو وہ بے شمار

تا گماں آید کہ او مست ولاست — چوں حقیقت بنگری غرق ریاست

تا گماں ہو وہ ہے مست ولا — غور سے دیکھو تو ہے غرق ریا

لہ چھاچھ۔ مٹھا۔

حاصل افعال برونی رہبرست — تا نشاں باشد بر آں چہ مضمرست
الغرض ہیں فعل ظاہر راہبر — تاکہ دیں پوشیدہ بھیدوں کی خبر

رہبر گہ حق بود گاہے غلط — گہ گزیدہ باشد و گاہے سقط
حق بھی ہے رہبر غلط بھی بار با — برگزیدہ اور کبھی ہے لغو سا

یارب آں تمییز دہ مارا بخواست — تا شناسیم آں نشان کژ ز راست
یارب اک ایسی عطا تمییز کر — ہر حق و ناحق سے ہم ہوں باخبر

حس را تمییز دانی چوں شود — آنکہ حس ینظر بنور اللہ بود
میں بتادوں آ تجھے حس کی تمیز — جو خدا کے نور سے دیکھے عزیز

ور اثر نبود سبب ہم مظہرست — ہمچو خویشی کز محبت مخبرست
یہ نہ ہو تو ہوتا ہے مظہر سبب — جیسے خویشی میں محبت کا موجب

نبود آنکہ نور حقش شد امام — مر اثر ہا یا سببہا را غلام
ہوچکا ہے جس کا نور حق امام — وہ ہے اسباب و اثر کا کب غلام

چونکہ نور اللہ در آمد در مشام — مر اثر را ہیچ کس نبود غلام
نور حق سے جب منور ہو مشام — پھر اثر کا کون ہوتا ہے غلام

تا محبت در درون شعلہ زند — زفت گردد و ز اثر فارغ کند
جب محبت دل میں ہو شعلہ فشاں — ہر اثر ہوتا ہے بالکل رائگاں

حاجتش نبود پئے اعلام مہر — چوں محبت نور خود زد بر سپہر
مہر کے اظہار کی حاجت ہو کیا — جب محبت اپنی پھیلا دے ضیا

ہست تفصیلات تا گردد تمام — ایں سخن لیکن بجو تو والسلام
ہے بڑی تفصیل کب ہو یہ تمام — تو مگر ان کو طلب کر والسلام

گرچہ خود معنی دریں صورت پدید — صورت از معنی قریب ست و بعید
گرچہ اس صورت میں معنی ہیں عیاں — صورت و معنی میں ہیں کچھ دوریاں

در دلالت ہمچو آب اند و درخت چوں بماہیت روی دو رند سخت

ہیں بظاہر صورت آب و درخت اور ماہیت میں دونوں دور سخت

دانہ ہیں کز آب و خاک و آفتاب چوں درختے گشت عالی در شباب

مل کے آب و خاک سے اور دھوپ سے پیڑ دانہ بن گیا۔ تو دیکھ لے

در ماہیت بگر دانی نظر دور دور نداین ہمہ از یکدگر

اور جو دیکھے اصل کو اے ذی شعور ہیں یہ سب اک دوسرے سے بعد دید

ترکِ ماہیات و خاصیات گو شرح کن احوالِ آں دو رزق جو

ترک ماہیات و خاصیت کر حال سن مرد اور زن کا باخبر

اعرابی کا عورت کی التماس کو تسلیم کرنا

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف حکم داری تیغ برکش از خلاف

مرد بولا اب نہیں کچھ اختلاف تو ہے مالک تیغ کرے بے خلاف

ہرچہ گوئی مر ترا فرماں برم در بد و نیک آید آں را ننگرم

میں وہی مانوں گا۔ جو کچھ تو کہے نیک و بد سے کچھ نہیں جھگڑا مجھے

در وجودِ تو شوم من منعدم چوں محبم حب یعمی و یصم

میں تری ہستی میں گم ہو جاؤں گا الفت اندھی اور بہری ہے بجا

گفت زن آہنگ برم می کنی یا بحیلت کشفِ سرم می کنی

بولی عورت یہ ہے اظہارِ وفا یا مرا دل لے رہا ہے سچ بتا

گفت واللہ عالم السر الخفی کافرید از خاک آدمؑ را صفی

بولا وہ اللہ ہے دانائے راز جس نے آدمؑ کو کیا تھا سرفراز

در سہ گز قالب کہ دادش وانمود آنچہ در ارواح و در الواح بود

قالبِ آدمؑ میں سب کچھ بھر دیا روحوں اور لوحوں کے عالم میں جو تھا

یاد دادش لوحِ محفوظِ وجود — تا بدانست آنچہ در الواح بود
سب کرا دی لوحِ قسمت یاد انھیں — یاد تھا ان کو جو تھا الواح میں

تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش — درس کرد از علّم الاسمائے خویش
بھید اگلی پچھلی ہر اک بات کا — "علّم الاسماء" سے ان پہ کھل گیا

تا ملک بیخود شد از تدریس او — قدس دیگر یافت از تقدیس او
تھے فرشتے بے خود ان کے علم سے — راز ہائے قدس تھے جس میں لکھے

آں کشادشاں کہ آدمؑ وا نمود — در کشاد آسمانہا شاں نبود
ان پہ آدم نے جو کچھ کھولے تھے راز — آسماں بھی تھے نہ ان سے سرفراز

در فراخی عرصۂ آں پاک جاں — تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں
تھی کشادہ اس قدر وہ پاک جاں — تنگ تھے وسعت میں ساتوں آسماں

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است — من نگنجم ہیچ در بالا و پست
ہے خبر میں قول رب العالمینؑ — میں دو عالم میں سما سکتا نہیں

در زمین و آسمان و عرش نیز — من نگنجم ایں یقین داں اے عزیز
عرش ہو یا ہوں زمین و آسماں — میری ان چیزوں میں گنجائش کہاں

در دلِ مومن بگنجم اے عجب — گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
ہے دلِ مومن میں لیکن میری جا — ڈھونڈ لے ان کے دلوں میں برملا

گفت فادخل فی عبادی تلتقی — جَنَّةً مِنْ رُؤْيَتِي يَا مُتَّقِي
جو مرے بندوں میں داخل ہوگیا — جنتِ دیدار اس کو کی عطا

عرش باآں نور و باپہنائے خویش — چوں بدید او را برفت از جائے خویش
عرش تھا ایسا منور اور چوڑا — دیکھ کر آپے سے باہر ہوگیا

لہ قولہ تعالیٰ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ (ترجمہ) اور ہم نے آدمؑ کو تمام اسمائے حسنیٰ سکھا دیئے۔

خود بزرگی عرش باشد بس پدید	لیک صورت کیست چوں معنی رسید
عرش اعظم ہے بزرگ اے نکتہ داں	کیا رہے صورت جو معنی ہو عیاں
ہر ملک میگفت مارا پیش ازیں	الفتے می بود بر ما ئے زمیں
ہر ملک کہتا تھا پہلے بھی ہمیں	تھی نسبت اس سرائے خاک سے
تخم خدمت در زمیں می کاشتیم	زاں تعلق ما عجب می داشتیم
تخم الفت بوتے تھے ہم خاک میں	اس تعلق سے ہمیں تھیں حیرتیں
کایں تعلق چیست با ایں خاک ماں	چوں سرشت ما بدست از آسماں
کیوں تعلق ہے زمیں سے اس قدر	آسماں سے جب ہے نسبت بیشتر
الف ایں انوار با ظلمات چیست	چوں تواند نور با ظلمات زیست
نوریوں کو انس کیوں ظلمات سے	نور اور ظلمت بہم کیونکر جیئے
آدما ایں الف از بوئے تو بود	زانکہ جسمت را زمیں بد تار و پود
ہاں یہ اے آدم کرشمے تھے ترے	کیونکہ تیرا تن بنا تھا خاک سے
جسم خاکت را ازیں جا بافتند	نور پاکت را دریں جا تافتند
تیرا خاکی تن یہیں سے تھا بنا	نور کو تیرے یہیں چمکایا تھا
لیک جان ما ز روحت یافت ست	پیش پیش از خاک آں بر تافت ست
تجھ سے جو پایا ہماری روح نے	پہلے پہلے تھا وہ چمکا خاک سے
در زمیں بودیم و غافل از زمیں	غافل از گنجے کہ بد روئے دفیں
ہم زمیں پر تھے زمیں سے بے خبر	غافل اس سے تھا جو گنج مستتر
چوں سفر فرمود ما را زاں مقام	تلخ شد ما را ازاں تحویل کام
اس جگہ سے جب ہوا حکم سفر	تلخ گزرا یہ تغیر سب پہ سب
تا کہ حجتہا ہمی گفتیم ما	کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
حجتیں کرتے تھے اور کہتے تھے ہم	آئے گا اب کون رب ذی الکرم

نورہاں تسبیح وایں تہلیل ہا — می فروشی بہر قال و قیل را

نور ایں تسبیح اس تہلیل کا — رتبہ کب رکھتا ہے قال و قیل کا

حلم حق گسترد بہر ما بساط — کہ بگوئید از طریق انبساط

حلم حق سے بچھ گئی تھی اک بساط — حکم تھا: بولو بہ راہ انبساط

ہر چہ آید بر زباں تاں بے حذر — ہمچو طفلانِ یگانہ با پدر

جو زباں پہ آئے کہہ دو بے خطر — باپ سے جس طرح کہتے ہیں پسر

با ہمیدانیم خود را از شما — لیک می خواہیم آواز شما

ہے تمہارا بھید خود ہم پہ عیاں — چاہئے لیکن تمہارا بھی بیاں

زانکہ ایں دمہا اگرنالائق ست — رحمتِ من بر غضب ہم سابق ست

گو کہ یہ باتیں بجا تھیں سربسر — رحم حاوی ہے ہمارے قہر پر

از پئے اظہار ایں سبق اے ملک — در تو بنہم داعیۂ اشکال و شک

اے فرشتو! ہم نے سبقت کے لئے — تم میں مشکل اور شک پیدا کئے

تا بگوئی و نگیرم بر تو من — منکرِ حلمم نیارد دم زدن

تا کہو تم اور گرفت نہ کریں ہم — حلم کا منکر نہ مارے تاکہ دم

صد پدر صد مادر اندر حلم ما — ہر نفس زاید در افتد در فنا

گر ہمارے حلم میں سو باپ ماں — روز پیدا ہوں، تو سب ہیں رائگاں

حلم ایشاں کفِ بحرِ حلم ماست — کف رود آید ولی دریا بجاست

جھاگ ان کا حلم میں بحر و قلزم — جھاگ فانی اور دریا پائدار

خود چہ گویم پیش آں دُر ایں صدف[1] — نیست الا کفِ کفِ کفِ کف

{ کیا کہوں موتی کے آگے یہ صدف
{ کچھ نہیں۔ ہے بس کفِ کف کف کا کف

[1] خاموشی۔ سکوت ۔

حق آں کف حق آں دریائے صاف | کامتحانے نیست ایں گفت و نہ لاف

ہے قسم اُس جھاگ اور اُس بحر کی | امتحاناً بات کب میں نے کہی

از سر مہر و صفا است و خضوع | حق آں کس کہ بدو آرم رجوع

رب ہے یہ مہر و صفا۔ با ہے خضوع | ہے قسم اُس کی جدھر ہوں میں رجوع

گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس | امتحاں را امتحاں کن یک نفس

گر ہوس ہے امتحاں لے پختہ کار | امتحاں کا امتحاں کر ایک بار

سر مپوشاں تا پدید آید سرم | امر کن تو ہر چہ بر وے قادرم

سر نہ ڈھک، تا بھید میرا ہو عیاں | حکم دے جو کچھ کہے سو جائے ہیں

دل مپوشاں تا پدید آید دلم | تا قبول آرد ہر آنچہ قابلم

دل دکھ پنہاں، کہ دل ہو آشکار | ہوں میں جس قابل کروں گا اے نگار

چہ کنم در دست من چہ چارہ است | درنگر تا جانِ من چہ کارہ است

کیا کروں میں اب نہیں چارہ کوئی | دیکھ میری جان ہے بے کار سی

عورت کا خاوند کیلئے تلاش روزی کا طریق مقرر کرنا

گفت زن[1] یک آفتابے تافت ست | عالمے زو روشنائی یافت ست

بولی عورت لو وہ نکلا آفتاب | پائی اُس کے نور سے دنیا نے تاب

نائب رحمان خلیفہ کردگار | شہر بغداد ست از وے چوں بہار

حق کا نائب جانشین کردگار | جس سے ہے بغداد پر رنگ بہار

گر بہ پیوندی بداں شہ شہ شوی | سوئے ہر ادبار تا کے می روی

بادشہ ہو، تو جو اُس شہ سے ملے | اب کوئی ادبار میں کب تک رہے

[1] یہ اعرابی کی گفتگو اپنی عورت سے پھر شروع ہوئی ہے۔

زانکہ آلت دعوی ست وہستی ست　　کار در بے آلتی و پستی ست

ہے یہ ساماں ایک دعوائے اور غرور[لہ]　　کام پستی سے نکلتا ہے ضرور

گفت کے بے آلتے سودا کنم　　تا نہ من بے آلتے پیدا کنم

بولا کیونکر بے سبب سودا کروں　　تا نہ بے سامانیاں پیدا کروں

پس گواہی بایدم در مفلسی　　تا شہم رحمے کند در بے زری

مفلسی کا میری ہو کوئی گواہ　　تاکہ مجھ پر رحم کھائے بادشاہ

تو گواہے غیر گفت و گو و رنگ　　وا نما تا رحم آرد شاہِ شنگ

ہے کہاں جز گفتگو کوئی گواہ　　تاکہ مجھ پہ مہرباں ہو بادشاہ

کاں گواہے کز گفت و رنگ بد　　نزد آں قاضی القضاۃ الخرج شد

گفتگو اور رنگ کا ہے جو گواہ　　ہے کہاں مقبول پیشِ بارگاہ

پس گواہے ز اندروں میبایدم　　نے گواہی بروں میبایدم

چاہیے مجھ کو گواہِ باطنی !　　کب ضروری ہے گواہ ظاہری

صدق میباید گواہ حالِ او　　تا بتابد نور او بے قال او

صدق اگر ہوگا گواہ رنگ و حال　　نور چمکائے گا وہ بے قیل و قال

اعرابی کا خلیفہ کے پاس تحفہ لیجانا

گفت زن صدق آں بود کز بود خویش　　پاک برخیزی تو از مجہود خویش

بولی عورت صدق تو ہے اس کا نام　　ہو نہ تجھ کو ہستی و کوشش سے کام

آب باران ست مارا در سبو　　ملکت و سرمایہ و اسباب تو

مینہ کا پانی جو ہے مٹکے میں بھرا　　ہے یہی اسباب و سرمایہ ترا

لہ مکر و فریب۔

دوستی مقبلاں چوں کیمیاست — چوں نظرشاں کیمیائے خود کجاست

مقبلوں کی دوستی ہے کیمیا! — آنکھ ان کی اک نئی ہے کیمیا

چشم احمدؐ برابوبکرؓ زدہ — او زیک تصدیق صدیق آمدہ

جب پڑی ابوبکرؓ پہ چشم نبیؐ — ہو گئے صدیق کیا تصدیق کی

گفت من شہ را پذیرا چوں شوم — بے بہانہ سوئے او من چوں روم

پھر کہا کیونکر وہاں تک جاؤں میں — آہ کیا جانے کا حیلہ لاؤں میں

نسبتے باید مرا یا حیلتے — ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے

کوئی نسبت ہو کوئی حیلہ تو ہو — چاہئے اوزار ہر اک کام کو

ہمچو مجنونے کہ بشنید از یکے — کہ مرض آمد بہ لیلیٰ اندکے

جیسے مجنوں نے کسی سے یہ سنا — تیری لیلیٰ ہے مرض میں مبتلا

گفت آوہ بے بہانہ چوں روم — ور بمانم از عیادت چوں شوم

بولا کیونکر بے بہانہ جاؤں میں — بے عیادت چین کیونکر پاؤں میں

لَیتَنِی کُنتُ طَبِیبًا حَاذِقًا — کُنتُ اَمشِی نَحوَ لَیلیٰ سَابِقًا

کاش میں ہوتا کوئی حاذق طبیب — سب سے پہلے جاتا لیلیٰ کے قریب

قُل تَعَالَوا[1] گفت حق مارا بداں — تا بود شرم اشکنے مارا نشاں

قل تعالوا ہے یہ فرمان خدا — تا ہو دل سے دور جذبہ شرم کا

شب پراں را گر نظر و آلت بُدے — روزشاں جولان و خوش حالت بُدے

رکھتی چمگادڑ جو سامان نظر — دن میں بھی آزاد اڑتی بے خطر

گفت چوں شہ در کرم میداں رود — عین ہر بے آلتی آلت شود

بولا حضرت شاہ جب بخشش کرے — خود بنا بے سامانی اک ساماں بنے

---

[1] قولہ تعالیٰ قُل تَعَالَوا اَتلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُم عَلَیکُم یعنی اے محمدؐ میرے بندوں سے کہہ دے کہ میری طرف آؤ۔ تاکہ میں تم سے وہ باتیں بیان کروں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں

ایں سبوئے آب را ہمدار رو ۔۔۔ ہدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شو

تو بھی پانی لے کے جا ۔۔۔ نذر کر سلطان کو اے باوفا

گو کہ مارا غیر ازیں اسباب نیست ۔۔۔ در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست

عرض کرنا، کچھ نہیں اس کے سوا ۔۔۔ پانی سے بہتر نہ کچھ جنگل میں تھا

گر خزانہ اش پر ز در فاخر ست ۔۔۔ ایں چنیں آبش نباشد نادر ست

گو خزانہ موتیوں سے ہو بھرا ۔۔۔ ہوگا اس پانی سے کیا اچھا بھلا

چیست آں کوزہ تن محصور ما ۔۔۔ اندراں آب حواس شور ما

مثل کوزہ یہ تن محصور ہے ۔۔۔ اس میں بھی آب حواس شور ہے

اے خداوندا ایں خم و کوزہ مرا ۔۔۔ در پذیر از فضل اللہ اشتری[1]

کر قبول اس کوزے کو تو اے خدا ۔۔۔ ہے ترا فرمان "اللہ اشتری"

کوزۂ با پنج لولہ پنج حس ۔۔۔ پاک دار ایں آب را از ہر نجس

ٹونٹیاں اس کوزے میں ہیں پانچ حس ۔۔۔ کر نہ اس پانی کو تو ہرگز نجس

تا شود زیں کوزہ منفذ سوئے بحر ۔۔۔ تا بگیرد کوزۂ ما خوئے بحر

تاکہ کوزے سے ہو رستہ بحر تک ۔۔۔ کوزہ خوئے بحر سے ہو مشترک

تا چو ہدیہ پیش سلطانش بری ۔۔۔ پاک بیند باشدش شہ مشتری

ہدیہ لے جائے تو سلطان کے پاس ۔۔۔ دیکھ کر پاک اس کو لے وہ نیک اس

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں ۔۔۔ پر شود از کوزۂ ما صد جہاں

ہوگا پانی حد سے بے حد بعد ازاں ۔۔۔ پھر بھریں کوزے سے ہمارے سو جہاں

[1] قولہ تبارک و تعالیٰ عزوجل :- إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے ؛

نولہا بربند و پُر دارش ز خم — گفت غُضُّوْا عَنْ هَوَی اَبْصَارَکُمْ[1]

ٹونٹیوں کو بند کر کوزے کو بھر — اور "غضوا عن ہوی" پہ غور کر

ریش او پُر باد کایں ہدیہ کراست — لائق چوں آں شہے ایں است راست

مرد نے سمجھا کہ یہ تحفہ ہے خوب — اس سے بہتر بہر سلطاں کیا ہے خوب

واں نمیدانست کانجا بر گذر — ہست جاری دجلۂ ہمچوں شکر

لیکن اس کو کچھ نہ تھی اس کی خبر — دجلہ ہے جاری وہاں مثل شکر

در میانِ شہر چوں دریا رواں — پُر ز کشتیہا و شست ماہیاں

درمیان شہر ہے دریا رواں — پر ہے جس میں مچھلیاں اور کشتیاں

رو ببیں سلطان و کار و بار بیں — حسن تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ بیں[2]

جا ذرا سلطاں کے کاروبار دیکھ — اور وہ "تجری تحتہا الانہار" دیکھ

ایں چنیں حسہا و ادراکات ما — قطرۂ باشد دراں بحر صفا

یہ ہمارے حس اور ادراکات بھی — مطلقاً اک بوند ہیں اس بحر کی

بازجوئے قبازیمن و بازیاب — ازکہ از مَنْ عِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتَاب

ڈھونڈ توفیق اور ہو جا کامیاب — اس سے جو ہے صاحب ام الکتاب

عورت کا مٹکے کو منہ سے ہی سی دینا

مرد گفت آرے سبو را سر ببند — ہیں کہ ایں ہدیہ ست ما را سودمند

مرد بولا کہ سبو کو جلد بند — دیکھ یہ تحفہ ہمیں ہے سود مند

[1] قولہ تبارک وتعالیٰ عزوجل :- قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا اَبْصَارَهُمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ یعنی اے پیغمبر! مومنین سے کہہ دے ۔ کہ اپنی آنکھیں بند رکھیں ۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ۔

[2] جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔

در نمد در دوز تو ایں کوزہ را — تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را

نمدے میں سلے کو سی دے شوق سے — تاکہ اس سے شاہ کا روزہ کھلے

کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست — جز رحیق و مایۂ ارواق نیست

ساری دنیا میں نہیں اس کا جواب — یہ گوارائی ہے اور خالص شراب

زانکہ ایشاں رابہاست تلخ و شور — دائماً پر علت اند و نیم کور

کیونکہ وہ پیتے سے آب تلخ و شور — ہو گئے ہیں سب مریض اور نیم کور

مرغ کآب شور باشد مسکنش — او چہ داند جائے آب روشنش

کھاری پانی ہو وطن جس مرغ کا — میٹھے پانی کی ہو اس کو قدر کیا

اے کہ اندر چشمۂ شورست جات — تو چہ دانی شط و جیحون و فرات

تلخ اک چشمہ ہے تیری کائنات — کیا تو جانے شط و جیحوں و فرات

اے تو نارستہ ازیں فانی رباط — تو چہ دانی صحو و سکر و انبساط

اے اسیر و قیدی فانی رباط[2] — کیا تو جانے ہوش و مستی انبساط

ور بدانی نقلت از اب و جدست — پیش تو ایں نامہا چوں ابجدست

ہے اب وجد سے۔ مگر ہے علم خام — مثل ابجد ہیں ترے آگے یہ نام

ابجد و ہوز چہ فاش ست و پدید — بر ہمہ طفلاں و معنی بس بعید

ابجد ہوز ہے بچوں پر عیاں — لیکن اس کا مطلب ان سے ہے نہاں

پس سبو برداشت آں مرد عرب — در سفر شد می کشیدش روز و شب

پس اٹھا کر وہ سبو مرد عرب — لے چلے اس کا سفر ہیں روز و شب

---

[1] شط۔ کنارہ دریا۔ جیحون۔ بلخ کے قریب خراساں اور ماورالنہر کے مابین ایک بڑی نہر ہے۔ فرات۔ کوفہ کے قریب ایک نہر ہے، دجلہ۔ بغداد کی نہر کا نام ہے۔ [2] سرائے۔

[3] یہ تینوں مقام فقر کے ہیں۔

بر سبوئے زاں بُد از آفات دہر / ہم کشیدش از بیاباں با بشہر

بچتے گھڑے پر گرچہ سو آفات دہر / کھینچ کر جنگل سے لایا سوئے شہر

زاں مصلیٰ باز کردہ از نیاز / رَبِّ سَلِّمْ ورد کردہ در نماز

عاجزی سے کرتی تھی عورت دعا / وہ سبو رکھنا سلامت اے خدا

کہ نگہدار آب ما را از خساں / یا رب ایں گوہر بداں دریا رساں

دشمنوں سے تو اسے محفوظ رکھ / پہنچے اس دریا پہ یارب یہ گہر

گرچہ شویم آگہست و پُر فن ست / لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست

گرچہ خاوند پر فن ہوشیار / موتی کے دشمن ہیں لاکھوں نابکار

خود چہ باشد گوہر آب کوثر ست / قطرۂ زاں آب کا اصل گوہر ست

پانی ہے کوثر کا یہ گوہر نہیں / اس کا قطرہ اصل گوہر بالیقیں

از دعاہائے زن و زاری او / وز غم مرد و گرانباری او

کچھ دعاؤ بے کسی عورت کی تھی! / کچھ گراں باری و محنت مرد کی

سالم از دزداں و از آسیب سنگ / برد تا دار الخلافہ بے درنگ

بچ کے دزدوں سے محفوظ بے آسیب و سنگ / پہنچا وہ دار الخلافہ بے درنگ

دید درگاہے پر از انعامہا / اہل حاجت گستریدہ دامہا

دیکھا اک درگاہ پر انعام ہے / اہل حاجت نے بچھایا دام ہے

دمبدم ہر سوئے صاحب حاجتے / یافتہ زاں در عطا و خلعتے

لے کر آتے ہیں جو اپنی حاجتیں / پاتے ہیں اس سے عطا و خلعتیں

بہر گبر و مومن و زیبا و زشت / ہمچو خورشید و مطر بل چوں بہشت

بہر کفر و دیں - بہر لئے خوب و زشت / مثل مہر اور بارش تھی کیا تھا وہ بہشت

دید قومے در نظر آراستہ / قوم دیگر منتظر برخاستہ

قوم اک دیکھی بصد شان وقار / دوسری کو حکم شہ کا انتظار

خاص و عامہ از سلیمانؑ تا بمور ۔ زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور

لے کے چیونٹی سے سلیمانؑ تک تمام ۔ زندہ نفخ صور سے تھے خاص و عام

اہل صورت زاں جواہر یافتہ ۔ اہل معنی بحر نادر یافتہ

اہل صورت کو جواہر مل گئے ۔ اہل دل کو بحر نادر مل گئے

آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ ۔ وانکہ باہمت چہ با نعمت شدہ

تھا جو بے ہمت وہ باہمت ہوا ۔ تھا جو باہمت وہ با نعمت ہوا

گدا سخی کا اور سخی گدا کا عاشق ہے

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا ۔ جود محتاج گدایاں چوں گدا

آتی ہے آواز اے محتاج آ ۔ جود خود محتاج ہے مثل گدا

جود محتاج ست و خواہد طالبے ۔ ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے

جود کو ہے اپنے طالب کی تلاش ۔ جس طرح توبہ کو تائب کی تلاش

جود می جوید گدایاں وضعاف ۔ ہمچو خوباں کائنہ جویند صاف

ہے گداؤں کی کرم کو جستجو ۔ جیسے آئینے کو ڈھونڈیں خوب کو

روئے خوباں ز آئنہ زیبا شود ۔ روئے احساں از گدا پیدا شود

آئینہ ہے روئے خوباں کی نمود ۔ ہے گدا سے روئے احساں کی نمود

چوں گدا آئینہ جود ست حال ۔ دم بود بر روئے آئینہ زیاں

جب گدا ہے جود کا اک آئینہ ۔ پھونک سے دھندلا نہ کر اس کو ذرا

پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ ۔ بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا

والضحیٰ میں حق نے ہے فرما دیا ۔ رکھو[1] فقیروں پر نہ جھڑکی کو روا

[1] قولہ تعالیٰ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔ یعنی اے پیغمبر سائل کو ہرگز نہ جھڑک

آں یکے جودش گدا آرد پدید — ویں دگر بخشد گدایاں را مزید

اک کرم ظاہر کرے اس کو گدا — اک فقیروں کو بہت ہے بخشتا

پس گدایاں آئینہ جودِ حق اند — وانکہ با حق اند جود مطلق اند

جودِ حق کا آئینہ ہیں پس گدا — جود مطلق خود ہیں جو ہیں با خدا

وانکہ جز ایں دو ست او خود مردہ است — او بریں در نیست نقش پردہ است

ہے جو ان دونوں سے باہر مردہ ہے — وہ نہیں اس در پہ نقش پردہ ہے

فقیروں میں فرق و امتیاز

لیک درویشے کہ او تشنہ خدا است — ہست دائم از خدا نقش کار راست

ہے مگر تشنہ خدا کا جو فقیر — کام اس کو ہے خدا سے دلپذیر

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد — او حقیر و ابلہ و بے خیر شد

اور جو درویش ہے محتاج غیر — وہ حقیر و ابلہ ہے محروم خیر

نقش درویش ست او نے اہل جاں — نقش سگ را تو بینداز استخواں

اور وہ اک تصویر ہے محروم جاں — نقش سگ ہے تو اسے دے ہڈیاں

فقر لقمہ دارد او نے فقر حق — پیش نقش مردہ کم نہ طبق

کب فقیر لقمہ ہیں جویائے حق — رکھ نہ آگے نقش مردہ کے طبق

ماہی خاکی بود درویش ناں — شکل ماہی لیک از دریا رماں

خاک کی مچھلی ہے ہر درویش ناں — شکل مچھلی کی پہ دریا سے رماںؔ

نقش ماہی کے بود درویش آب — آں زبے آبی نمی گردد خراب

نقش ماہی کب ہوا محتاج آب — اس کو بے آبی نہیں کرتی خراب

ؔ بھاگنے والا

مرغ خانہ ست او نہ سیمرغ ہوا | لوت نوشد او نہ نوشد از خدا

مرغ خانہ ہے نہ ہی مرغ ہوا | ہے نجاست مطلقاً اس کی غذا

عاشق حق ست او بہر نوال | نیست جانش عاشق حسن و جمال

عاشق حق ہے وہ بہر مال و زر | حسن کا عاشق نہیں ہے وہ بشر

گر توہم میکند او عشق ذات | ذات نبود وہم اسما و صفات

وہم عشق ذات اگر کرتا ہے ہاں | وصف و اسما ذات کا جوہر کہاں

وہم مخلوقست و مولود آمدست | حق نزائیدست او لم یولد ست

وہم ہے خالق و مولود اے پسر | اور لم یولد خدا ہے غور کر

عاشق تصویر وہم خویشتن | کے بود از عاشقان ذو المنن

عاشق اپنے وہم کی تصویر کا | کب ہوا ہے عاشق روئے خدا

عاشق آں وہم اگر صادق بود | آں مجازش تا حقیقت می رود

وہم کا عاشق ہی ہو صادق اگر | ہو مجازی تا حقیقت راہبر

شرح می خواہد بیان این سخن | لیک می ترسم زاسرار کہن

شرح تو کردوں مگر اے خوش خصال | ہے پرانی عقل والوں کا خیال

فہمہائے کہنہ کوتہ نظر | صد خیال بد در آرد در فکر

وہ پرانے فہم اور کوتہ نظر | فکر بدلاتے ہیں دل میں بے خبر

بر سماع راست ہر کس چیر نیست | لقمہ ہر مرغکے انجیر نیست

کب قبول سمع ہر تقریر ہے | کب غذا ہر مرغ کی انجیر ہے

خاصہ مرغ مردۂ پوسیدۂ | پر خیال اعمئ بے دیدۂ

خاص کر وہ مرغ جو پوسیدہ ہو | بے وقوف و بے بصر بے دیدہ ہے

نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک | رنگ ہندو را چہ صابون و چہ زاک

خاک و دریا نقش ماہی کو ہیں ایک | پھٹکری صابون ہیں زنگی کو ایک

نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق
او ندارد از غم و شادی سبق

نقش غمگیں ہو جو کاغذ پر بنا
شادی و غم سے اسے نسبت ہے کیا

صورتش غمگین و او فارغ ازاں
صورت نقش خنداں و او زاں بے نشاں

شکل غمگیں اندر دل میں غم نہیں
شکل شاداں اور دل محرم نہیں

ویں غم و شادی کہ اندر دل خفیست
پیش آں شادی و غم جز نقش نیست

پر غم و شادی جو دل میں ہیں نہاں
اس غم و شادی کی صورت ہیں کہاں

صورت خنداں نقش از بہر تست
تا ازاں صورت شود معنی درست

صورت خنداں ہے تیرے واسطے
تاکہ معنی ہوں درست اس شکل سے

صورت غمگیں نقش از بہر ماست
تاکہ مارا یاد آید راہ راست

ہے ہمارے واسطے بر نقش غم
تاکہ راہ راست سے واقف ہوں ہم

نقشہائے کاندریں حمامہاست
اندر بروں جامہ کیں چوں جامہاست

جس قدر ہیں نقش اس حمام میں
اترے کپڑے ہیں نگاہ تمام میں

تا بروں جامہا بینی و بس
جامہ بیروں کن درآئے ہم نفس

کب تلک باہر سے دیکھیگا لباس
اندر آ کپڑے اتار اے حق شناس

زانکہ با جامہ دراں سو راہ نیست
تن ز جاں جامہ ز تن آگاہ نیست

کیونکہ کپڑوں کا نہیں اس جا گذر
جاں سے تن تن سے ہے جامہ بے خبر

باز می گردم سوئے قصۂ عرب
از بیان سر داز بو العجب

پر عجب ہے راز اس کی حد کہاں
قصہ اعرابی کا کرنا ہوں بیاں

اعرابی کا استقبال

آں عرابی از بیابان بعید
بر در دار الخلافہ چوں رسید

وہ عرب صحرا کو طے کرتا ہوا
جب در دار الخلافہ پہ گیا

پس نقیباں پیش اعرابی شدند	بس گلاب لطف بر جیبش زدند
سامنے آئے نقیب شہ شتاب	منہ پہ چھڑکا مہربانی کا گلاب
حاجتِ او فہم شاں شد بے مقال	کار ایشاں بد عطا پیش از سوال
علاوت اس کی بھانپ لی بے قیل و قال	کام تھا ان کا عطا قبل سوال
پس بدو گفتند یا وجہ العرب	از کجائی چونی از راہ و تعب
یوں کہا اس سے کہ اے اصل عرب	آئے کس جا سے اٹھایا کیا تعب[له]
گفت وجہم گر مرا وجہے دہید	بے وجوہم چوں پس پشتم نہید
بولا عزت دو تو عزت ہے مری	اور کردو ذلت تو ذلت ہے مری
اے کہ در روتاں نشانِ مہتریست	فرتاں خوشتر ز زرِ جعفریست
ہے تمہارے رخ سے سرداری عیاں	ہے زر خالص سے بہتر عز و شاں
ایکہ یک دیدارتاں دیدارہا	اے نثارِ دیدتاں دینارہا
ہے تمہاری دید دید بے شمار	ہوں تمہاری دید پہ زر ہم نثار
اے ہمہ ینظر بنور اللہ شدہ	از برِ حق بہر بخشش آمدہ
دیکھتے ہو تم خدا کے نور سے	حق سے سب آئے ہو بخشش کے لئے
تا زنید آں کیمیا ہائے نظر	بر سرِ مسہائے اشخاصِ بشر
کیمیا گویا تمہاری ہے نظر	تاکہ کندن کردو اجسام بشر
من غریبم از بیاباں آمدم	بر امید لطف سلطاں آمدم
ہوں مسافر مرد صحرائے بعید	اور مجھے ہے لطف سلطاں کی امید
بوئے لطف او بیاباں ہا گرفت	ذرہائے ریگ ہم جانہا گذشت
اس کی بوئے لطف جنگل تک گئی	ریت کے ذروں نے پائی زندگی

له رنج ۔ تکلیف ۔

تا بدیں جا بہر دینار آمدم ۔۔۔ چوں رسیدم مست دیدار آمدم

میں یہاں آیا تو ہوں دینار کو ۔۔۔ لیکن اب ہوں مست تیرے دیدار کو

بہر ناں شخصے سوئے نانواء دوید ۔۔۔ داد جاں چوں حسن نانوا را بدید

نان بائی تک گیا اک بہر ناں ۔۔۔ نان بائی کی ادا نے لی جان

بہر فرجہ شد یکے تا گلستاں ۔۔۔ فرجۂ او شد جمالِ باغباں

سیر کرنے اک گیا تا گلستاں ۔۔۔ ہو گیا محو جمال باغباں

ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید ۔۔۔ آبِ حیواں از رخ یوسف چشید

چاہ پہ پانی کو اعرابی گیا ۔۔۔ آب حیواں روئے یوسف سے پیا

رفت موسیٰ کاتشے آرد بدست ۔۔۔ آتشے دید او کہ از آتش برست

آگ لینے کے لئے موسیٰ گئے ۔۔۔ آگ دیکھی نار دوزخ سے بچے

جست عیسیٰ تا رہد از دشمناں ۔۔۔ بردش آں جستن بچارم آسماں

دشمنوں سے نکلے عیسیٰ بھاگ کر ۔۔۔ اڑ کے پہنچے وہ چہارم چرخ پر

دام آدم دانۂ گندم شدہ ۔۔۔ تا وجودش خوشۂ مردم شدہ

دام آدم دانۂ گندم ہوا ۔۔۔ ان کا ہونا خوشۂ مردم ہوا

باز آمد سوئے دام از بہر خور ۔۔۔ ساعد شہ یافت او با صد خطر

باز بہر دانہ آیا دام میں ۔۔۔ ساعد شاہ کا پہنچا [illegible] انعام میں

طفل شد مکتب پئے کسب ہنر ۔۔۔ بر امید مرغ با لطف پدر

بچہ مکتب کو چلا بہر ہنر ۔۔۔ چڑیا کے لالچ میں از حکم پدر

پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ ۔۔۔ ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ

بن گیا مکتب سے صدر بارگاہ ۔۔۔ کچھ مہینہ دے کے چمکا مثل ماہ

آمدہ عباسؓ حرب از بہر کیں ۔۔۔ بہر قمع احمدؐ و استیز دیں

آئے تھے عباسؓ لڑنے کے لئے ۔۔۔ سرور دیں سے تبھی لڑنے کیلئے

گشت دیں را تا قیامت پشت رو | در خلافت او و فرزندان او

ہو گئے اسلام کے پشت و پناہ | وہ بھی اور حضرت بھی بے اشتباہ

آمدہ عمر بحرب مصطفیٰ | تیغ در کف بستہ بس میشافتہا

آئے تھے لڑنے کو حضرت سے عمر | ہاتھ میں تلوار چمیاں باندھ کر

گشتہ اندر شرع امیر المومنیں | پیشوا و مقتدائے اہل دیں

ہو گئے آخر امیر المومنین | پیشوا اور مقتدائے اہل دین

اں علف کش سوئے ویرانہا شدہ | بے خبر بر گنج ناگہ بر زدہ

اک گھسیارہ بیابان کو گیا | اس نے ناگہ پایا گنج بے بہا

تشنہ آمد سوئے جوئے آب خورد | دید اندر جوئے دو شمس و قمر

اک پیاسہ جبکہ آیا سوئے نہر | دیکھی اس نے چاند اور سورج کی لہر

من بریں در طالب چیز آمدم | صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم

میں در سلطان پر آیا بہر قدر | ہو گیا دہلیز پر آتے ہی صدر

آب آوردم بتحفہ بہر ناں | بوئے ناں بُرد تا صدر جہاں

تحفے میں لایا تھا پانی بہر ناں | بوئے ناں لے پہنچی تا صدر جہاں

ناں بروں راند آدمی را از بہشت | ناں مرا اندر بہشتے در سرشت

بہر ناں جنت سے نکلا آدمی | مجھ کو روٹی سے جنت ملی

رستم از آب و از ناں ہمچوں ملک | بے غرض گردم دریں دور فلک

[illegible] آب و ناں سے چھٹ کر جوں ملک | بے غرض میں ہو گیا زیر فلک

بے غرض نبود بگردش در جہاں | غیر جسم و غیر جان عاشقاں

بے غرض گردش میں اب ہے کون یاں | ما سوائے جسم و جان عاشقاں

عاشقان کل نہ ایں عشاق جزو | ماند از کل آنکہ شد مشتاق جزو

عاشقان کل نہ یہ عشاق جزو | کل سے محروم یہ مشتاق جزو

چونکہ جزوے عاشق جزوے شود — زود معشوقش بکل خود رود

جزو جب عاشق ہوا اک جزو کا — سوئے کل معشوق اس کا جائیگا

ریش گاو و بندۂ غیر آمد او — غرقہ شد کف در حشیشے در زد او

غیر کا بندہ ہے اور بے بست وبود — ڈوبنے والے کو کیا تنکے سے سود

عاشق دنیا کی مثال

نیست حاکم تا کند تیمار او — کار خواجہ خود کند یا کار او

کون اس کا یار ہو اے شاد کام — خود ہی خواجہ کر سکے ہے اس کا کام

فَاَزنِ بالحرہ پے ایں شد مثل — فَاسرِق الدُّرّہ بدیں شد مستقل

فازنؔ بالحرہ پے ضرب المثل — فاسرق الدرہ مثل ہے مستقل

بندہ سوئے خواجہ شد او ماند زاو — بوئے گل شد سوئے گل او ماند خار

بندہ خواجہ سے ملا یہ راز ہے — بوئے گل گل میں گئی یہ خار ہے

ہمچو آں ابلہ کہ تاب آفتاب — دید بر دیوار و حیراں شد شتاب

دھوپ جیسے کوئی ناداں دیکھکر — عاشق دیوار ہو بس وہم پر

عاشق دیوار شد کایں ما ضیا است — بیخبر کایں عکس خورشید سما است

نور پر دیوار کے وہ ہو فدا — یہ نہ سمجھے عکس ہے خورشید کا

چوں باصل خویش پیوست آں ضیا — دید دیوار سیہ ماندہ ہبا

دھوپ نے سورج میں جب جا لی پناہ — رہ گئی ویسی ہی دیوار سیاہ

لے اہل عرب میں ایک مثال مشہور ہے کہ ان سرق فاسرق بالدرۃ وان تزنت فازن بالحرۃ یعنی اگر تو چوری کرے تو کوئی آبدار موتی چرا اور اگر تو زنا کرے تو کسی خوبصورت عورت سے کر۔ مطلب یہ ہے کہ انسان پست حوصلہ نہ ہو بلکہ بلند ہمت رہے ایسی ویسی چیز پر نہ گرے ۔

ہو بماندہ دور از مطلوب خویش — سعی ضائع رنج باطل پائے ریش

رہ گیا مطلوب سے اپنے وہ دور — جد وجہد اس کی ہوئی بالکل ضرر

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ — سایہ کے گردد ورا سرمایۂ

جیسے اک صیاد پکڑے سائے کو — سایہ کب پہنچے بھلا سرمائے کو

سایہ مرغے گرفتہ مرد سخت — مرغ حیراں گشتہ بر شاخ درخت

سایہ مرغ ایک نے پکڑا ہے سخت — مرغ ہے حیران بالائے درخت

کایں مدمغ بر کہ می خندد عجب — اینت باطل اینت پوسیدہ سبب

خوش ہے یہ کس شے پہ آخر یہ عجب — کیا ہیں اس سامان باطل کے سبب

ور تو گوئی جزو پیوستہ کل ست — خار می خور خار مقرون گل ست

جزو سے مقصود ہے گر قرب کل — خار کھائے خار ہے نزدیک[1] کل

جز بیکرو نیست پیوستہ بکل — ورنہ خود باطل بدے بعث رسل

اک سبب سے جز نہیں نزدیک کل — ورنہ باطل ہوتی تخلیق رسل

چوں رسولاں از پے پیوستن اند — پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند

ہیں ملانے کے لئے سارے رسول — اور ملانا واصلوں کا ہے فضول

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام — زانکہ جزرے سخت دارد ایں کلام

یہ سخن بے انتہا ہے اے پسر — شرح کا محتاج ہے یہ سخت تر

شرح کن حال عرب اے بانظام — روز بیگہ شد حکایت کن تمام

حال اعرابی بیاں کر بانظام — وقت گزرا۔ جلد کر قصہ تمام

---

[1] پیوستہ۔ ملا ہوا۔

اعرابی کا ملازمانِ خلیفہ کو تحفہ پیش کرنا

با نقیباں حالِ خود را آں عرب ‎— چوں بگفت او دید ہنگامِ طلب

ان نقیبوں سے عرب نے اپنا حال ‎— کہہ دیا دیکھا جو ہنگامِ سوال

آں سبوئے آب را در پیش داشت ‎— تخمِ خدمت را دراں حضرت بکاشت

پانی کا مٹکا تھا اس کے سامنے ‎— دے دیا وہ نذر کرنے کے لئے

گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید ‎— سائلِ شہ را ز حاجت وا خرید

بولا دو یہ ہدیہ سلطان کو ‎— حاجتیں سائل کی آپ پوری کرو

آبِ شیریں و سبوئے سبز نو ‎— زابِ بارانی کہ جمع آمد بہ گو

سبز ہے مٹکا مرا۔ میٹھا ہے آب ‎— جمع ہے یہ آبِ باراں بے حساب

خندہ می آمد نقیباں را ازاں ‎— لیک پذرفتند آں را ہمچو جاں

ہنستے تھے سن کے یہ باتیں نقیب ‎— کر لیا لیکن قبول اس کو بطیب

زانکہ لطفِ شاہِ خوبِ با خبر ‎— کردہ بود اندر ہمہ ارکان اثر

کیونکہ لطفِ بادشاہِ باخبر ‎— کر چکا تھا ان نقیبوں پہ اثر

خوئے شاہاں در رعیت جا کند ‎— چرخِ اخضر خاک را خضرا کند

ہے رعایا پہ موثر خوئے شاہ ‎— آسمانی فیض سے اگتا ہے گاہ

شہ چو حوضے داں حشم چوں لولہا ‎— آب از لولہ رود در کولہا

حوض ہے شہ اور لشکر ٹونٹیاں ‎— ٹونٹیوں سے پانی ہوتا ہے رواں

چونکہ آبِ جملہ از حوضیست پاک ‎— ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک

چونکہ ہے ان سب کا مخزن حوضِ پاک ‎— سب کا پانی ہوگا عمدہ ذوقناک

در دراں حوض آب شورست و پلید ‎— ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید

حوض میں پانی ہے گر تلخ و پلید ‎— ٹونٹیوں سے بھی وہی ہوگا پدید

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض ——— خوض کن در معنئ ایں حرف خوض
کیونکہ ہر ٹونٹی ملی ہے حوض سے ——— سن خدا یہ بات غور و خوض سے

لطف شاہنشاہ جان بے وطن ——— چوں اثر کردست اندر کل تن
جان مسافر کو ہے لطف بادشاہ ——— جس سے کل تن میں اثر اپنا کیا

لطف عقل خوش نہاد خوش نسب ——— چوں ہمہ تن را در آرد در ادب
لطف عقل و خوش نہاد و نیک ذات ——— جسم کو دیتی ادب ہے خوش صفات

عشق شنگ بیقرار بے سکوں ——— چوں در آرد کل تن را در جنوں
عشق جو ہے بیقرار و بے سکوں ——— کرتا ہے سارا بدن صرف جنوں

لطف آب بحر کو چوں کوثر ست ——— سنگریزش جملہ دُرّ و گوہر ست
لطف آب بحر کوثر ہے اگر ——— سنگریزے اس کے ہیرا دُرّ و گہر

ہر ہنر کاستا بداں معروف شد ——— جان شاگردش بداں موصوف شد
جو ہنر استاد میں معروف ہیں ——— اس سے سب شاگرد ہی موصوف ہیں

پیش استاد اصولی ہم اصول ——— خواند آں شاگرد چست با حصول
جانتا ہے اک معلم گر اصول ——— سارے شاگردوں کو ہوتا ہے حصول

پیش استاد فقیہ آں فقہ خواں ——— فقہ خواند نے اصول نے بیاں
فقہ والوں سے ہیں پڑھتے فقہ خواں ——— کوئی بھی پڑھتا نہیں علم بیاں

پیش استادے کہ او نحوی بود ——— جان شاگردش ازاں نحوی شود
اور اگر استاد نحوی ہو کوئی ——— نحوی ہو جاتا ہے ہر شاگرد بھی

باز استادے کہ آں محو شہ[1] ست ——— جان شاگردش ازاں محو شہ ست
اور جو ہو استاد کوئی محو شاہ ——— ہوتا ہے شاگرد بھی محو الٰہ

[1] خدا سے مراد ہے ۔

زیں ہمہ انواعِ دانش روزِ مرگ
دانشِ فقر است سازِ راہ و برگ

ساری ان قسموں میں یا در روزِ مرگ
فقر کی دانش ہے بس سامانِ برگ

ایک عالمِ نحو اور کشتیبان

آں یکے نحوی بکشتی در نشست
رو بکشتیباں نمود آں خود پرست

ہو گیا کشتی میں اک نحوی سوار
بولا کشتیباں سے یوں وہ خود شعار

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا
گفت نیمِ عمرِ تو شد بر فنا

نحو کچھ سیکھی ہے؟ وہ بولا نہیں
بولا آدھی عمر کھو دی بالیقیں

دل شکستہ گشت کشتیباں ز تاب
لیک آں دم گشت خاموش از جواب

دل میں سمجھے طرح کے سوچ و تاب
کچھ دیا لیکن نہ نحوی کو جواب

باد کشتی را بگردابے فگند
گفت کشتیباں بداں نحوی بلند

لے چلی کشتی کو طوفاں میں ہوا
کشتی والے نے یہ نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو
گفت نے از من تو سباحی مجو

تیرنا آتا ہے تجھ کو یا نہیں
بولا وہ نحوی نہیں بالکل نہیں

گفت کلِ عمرت اے نحوی فناست
زانکہ کشتی غرق در گردابہاست

بولا تو نے عمر سب برباد کی
کیونکہ غرق اب ناؤ طوفاں میں ہوئی

محو می باید نہ نحو ایں جا بداں
گر تو محوی بے خطر در آب راں

ہے ضرورت محو کی نے نحو کی
محو ہے تو کود پانی میں ابھی

آبِ دریا مردہ را بر سر نہد
در بود زندہ ز دریا کے رہد

مردے کو لیتا ہے سر پہ آبِ بحر
اور زندہ ڈوبتا ہے غرقابِ بحر

چوں بمردی تو ز اوصافِ بشر
بحرِ اسرارت نہد بر فرقِ سر

مار ڈالی تو نے گر خوئے بشر
بحرِ سر تجھ کو کرے گا زیبِ سر

اے کہ خلقاں را تو خر می خواندۂ | ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندہ

تھی گدھا تیرے علاوہ مخلوق سب | برف پر تو ہے گدھے کی طرح اب

گر تو علامہ زمانی در جہاں | نک فنائے ایں جہاں بیں ہمیں ہماں

ہم تو علامہ کہیں تجھ کو جبھی | اس جہاں کی گر فنا دیکھے ابھی

مرد نحوی را ازاں در دوختیم | تا شما را نحو محو آموختیم

میں نے نحوی کو لیا ہے یوں ملا | تا کہ نحو محو دیں ہم کو سکھا

فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف | در کم آمد یابی اے یار شگرف

فقہ ہو یا نحو ہو یا علم صرف | کم ملے ہیں پائیگا تو اے شگرف

آں سبوئے آب دانشہائے ماست | واں خلیفہ دجلۂ علم خداست

اک سبو ہے علم اپنا اے فتا | اور خلیفہ دجلۂ علم خدا

ما سبوہا پر بہ دجلہ می بریم | گر نہ خر دانیم ما خود را خریم

ہم سبو بھر کر چلے ہیں بحر پر | گر نہ خود کو سمجھے خر تو ہیں خر

آں عرب بارے بداں معذور بود | کو ز دجلہ غافل و بس دور بود

وہ عرب اس واسطے معذور تھا | کیونکہ وہ دجلہ سے کوسوں دور تھا

گر ز دجلہ باخبر بودے چو ما | او نبردے آں سبو را جا بجا

ہوتی گر دجلہ کی اس کو بھی خبر | کیوں لئے پھرتا وہ مٹکا در بدر

بلکہ از دجلہ اگر واقف بدے | آں سبو را بر سر سنگے زدے

بلکہ دجلہ سے جو ہوتا آشنا | مار کر پتھر سے مٹکا توڑتا

آں سبوئے تنگ پر ناموس و ننگ | شد حجاب بحر زاں اعدا و سنگ

تو جو نازاں ہے سبو کے تنگ پر | بہرہ ور ہے یہ ، مار اس کو سنگ پر

خلیفہ کا ہدیہ قبول کر لینا اور انعام دینا

چون خلیفہ دید و احوالش شنید	آن سبو را پر ز زر کرد و مزید
حال جب اس کا خلیفہ نے سنا	سونے سے اس کے سبو کو بھر دیا
داد بخششہا و خلعتہائے خاص	آن عرب را کرد از فاقہ خلاص
خاص خلعت اور صلہ اس کو دیا	بچ گیا فاقہ سے اعرابی رہا
پس نقیبان را بفرمود آن قباد	آن جہان بخشش و آن بحر داد
پھر نقیبوں سے کہا یوں ہو کے خلو	تھا وہ بخشش کا جہاں اور بحر داد
کاین سبو پر زر بدست او دہند	چونکہ وا گردد سوئے دجلہ اش برند
دے کے وہ سونے کا مٹکا ہاتھ میں	راہ دجلہ سے اسے رخصت کریں
از رہ خشک آمدست و از سفر	از رہ دجلہ اش بود نزدیک تر
آیا ہے خشکی سے لیکن یہ سفر	دجلہ کے رستے سے ہے نزدیک تر
چون بکشتی در نشیند رنج راہ	خود فراموشش شود این جایگاہ
جب کہ یہ کشتی میں رکھے گا قدم	بھول جائیگا سفر کا رنج و غم
ہمچنان کردند و دادندش سبو	پر زر و بردند تا دجلہ دو تو
یہ کیا اور دے دیا مٹکا اسے	لے گئے وہ جانب دریا اسے
چون بکشتی در نشست و دجلہ دید	سجدہ می کرد از حیا و می خمید
بیٹھا جب کشتی میں دجلہ دیکھ کر	شرم سے کرتا تھا سجدے سر بسر
کاے عجب لطف آن شہ وہاب را	وین عجب تر کو ستد آن آب را
بولا تھا لطف عجب وہاب کا	کون ہوتا یوں خریدار آب را
چون پذیرفت از من آن دریائے جود	آنچنان جنس دغل را زود زود
جود کے دریا نے لے لی کس طرح	میری جنس نارد ناقص اس طرح

کل عالم را سبو داں اے پسر | کاں بود از لطف و خوبی تا بسر

ساری دنیا کو سبو جان اے پسر | لطف و خوبی سے جو پر ہے سربسر

قطرۂ از دجلۂ خوبی اوست | کاں نمی گنجد ز پُری زیرِ پوست

قطرہ ہے از دجلہ خوبی دوست | جو سما سکتا نہیں ہے زیرِ پوست

گنجِ مخفی بد ز پُری چاک کرد | خاک را تاباں تر از افلاک کرد

گنجِ مخفی تھا کیا بھر بھر کے چاک | [illegible] سے بڑھ کر ہوئی پر نور خاک

گنجِ مخفی بد ز پُری جوش کرد | خاک را سلطانِ اطلس پوش کرد

گنجِ مخفی میں جو بھر کر جوش اٹھا | خاک کو اطلس کا خلعت دے دیا

ور بدیدی قطرۂ از دجلہ جدا | آں سبو را او فنا کردے فنا

دیکھتا گر قطرہ دجلے سے جدا | اس سبو کو اپنے کر دیتا فنا

وانکہ دیدندش ہمیشہ بیخود اند | بیخودانہ بر سبو سنگے زدند

جس نے دیکھا وہ سدا بے خود رہا | بےخودی میں ٹکڑے مٹکے کو کیا

اے ز غیرت بر سبو سنگے زدہ | واں سبو ز اشکست کاملتر شدہ

جب ہوا غیرت سے ٹکڑے یہ سبو | ٹوٹ کر کچھ اور باقی آبرو

خم شکستہ آب ازاں ناریختہ | صد درستی زیں شکست انگیختہ

تھا ٹوٹا اور نہ پانی کچھ گرا | ٹوٹنا ہے سو بناؤ کا بہا

جزو جزو خم برقص است و بحال | عقل جزوی را نمودہ ایں محال

خم کا ٹکڑا ٹکڑا ہے رقصاں بحال | گو ہے عقل جزو میں بالکل محال

نہ سبو پیدا دریں حالت نہ آب | خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب

ہے نہ اس حالت میں مٹکا اور نہ آب | دیکھ لے واللہ اعلم بالصواب

چوں در معنی زنی بازت کنند | پرِ فکرت زن کہ شہبازت کنند

کھٹکھٹا معنی کا در تا باز ہو | فکر کا پر مار تا شہباز ہو

پرّ فکرت شد گل آلود و گراں　　زانکہ گل خواری ترا گل شد چو ناں

فکر کا پر ہے گل آلود و گراں　　تھا تو گل خوار اور گل ہے تیری ناں

ناں گلست و گوشت کمتر خور ازیں　　تا نمانی ہمچو گل اندر زمیں

گوشت اور روٹی ہے مٹی کھاؤ کم　　تا نہ مٹی کی طرح ہو کالعدم

چوں گرسنہ میشوی سگ میشوی　　تند و بدپیوند و بدرگ میشوی

بھوک جب لگتی ہے سگ ہوتا ہے تو　　تند سرکش تیز رگ ہوتا ہے تو

چوں شدی تو سیر مردارے شوی　　بیخود و بیحس چو دیوارے شوی

جب ہوا تو سیر پھر مردار ہے　　بے خود و بے حس ہے جوں دیوار ہے

پس دمے مردار و دیگر دم سگی　　چوں کنی در راہ شیراں خوش تگی

پس ابھی مردار ابھی کتا ہے تو　　راہ میں شیروں کی کیا چلتا ہے تو

آلت اشکار خود جز سگ مداں　　کمترک انداز سگ را استخواں

نفس کو بھی اپنے تو کتا ہی جان　　اور اس کتے کو کم ڈال استخواں

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود　　کے سوئے صید و شکارے خوش رود

سیر جو کتا ہوا سرکش بنا　　صید کی جانب خوشی سے کب گیا

آں عرب را بینوائی می کشید　　تا بداں درگاہ و آں دولت رسید

اس عرب کو بے نوائی نے کیا　　بارگاہ دولت شہ تک رسا

در حکایت گفتہ ایم احسان شاہ　　در حق آں بینوائے بے پناہ

ہم نے کچھ اس میں کہے احسان شاہ　　بے نوا مفلس کو جس نے دی پناہ

ہرچہ گوید مرد عاشق بوئے عشق　　از دہانش می جہد در کوئے عشق

جو کچھ عاشق ہے اس میں بوئے عشق　　اس کے منہ سے ہے مہکتا کوچۂ عشق

گر بگوید فقر فقر آید ہمہ　　بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ

فقر ہو گر فقر اس نے کہہ دیا　　فقر کی بو اس سے آئے برملا

پر ز فکرت شد گل آلود و گراں — زانکہ گل خواری ترا گل شد چو ناں

فکر کا پر ہے گل آلود و گراں — کھاتا تو گل خوار اور گل ہے تیری ناں

ناں گل است و گوشت کمتر خور ازیں — تا نمانی ہمچو گل اندر زمیں

گوشت اور روٹی ہے مٹی کھاؤ کم — تا نہ مٹی کی طرح ہو کالعدم

چوں گرسنہ میشوی سگ میشوی — تند و بد پیوند و بد رگ میشوی

بھوک جب لگتی ہے سگ ہوتا ہے تو — تند سرکش تیز رگ ہوتا ہے تو

چوں شدی تو سیر مردارے شوی — بیخود و بیحس چو دیوارے شوی

جب ہوا تو سیر پھر مردار ہے — بے خود و بے حس ہے جوں دیوار ہے

پس دمے مردار و دیگر دم سگی — چوں کنی در راہ شیراں خوش تگی

پس ابھی مردار ابھی کتا ہے تو — راہ میں شیروں کی کیا چلتا ہے تو

آلت اشکار خود جز سگ مداں — کمترک انداز سگ را استخواں

نفس کو بھی اپنے تو کتا ہی جان — اور اس کتے کو کم ڈال استخواں

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود — کے سوئے صید و شکارے خوش رود

سیر جو کتا ہوا سرکش بنا — صید کی جانب خوشی سے کب گیا

آں عرب را بینوائی می کشید — تا بداں درگاہ و آں دولت رسید

اس عرب کو بے نوائی نے کیا — بارگاہ دولت شہ تک رسا

در حکایت گفتہ ایم احسان شاہ — در حق آں بینوائے بے پناہ

ہم نے کچھ اس میں کہے احسان شاہ — بے نوا مفلس کو جس نے دی پناہ

ہرچہ گوید مرد عاشق بوئے عشق — از دہانش می جہد در کوئے عشق

جو کچھ عاشق ہے اس میں بوئے عشق — اس کے منہ سے ہے مہکتا کوئے عشق

گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ — بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ

فقہ ہو گر فقر اس نے کہہ دیا — فقر کی بو اس سے آئے بر ملا

ور بگوید کفر آید بوئے دیں
آید از گفت شکش بوئے یقیں
گر کہے وہ کفر آئے بوئے دیں
شک سے اس کے آئے خوشبوئے یقیں

ور بگوید کژ نماید راستی
اے کژی کہ راست را آراستی
گر کہے وہ تو عیاں ہو راستی
راست کو تو نے سجایا اے کجی

کف کژ کو بحر صافی خاستہ ست
اصل صاف آں فرع را آراستہ ست
جھاگ جو اٹھا ہے بحر صاف سے
اس کو زینت دی ہے اصل صاف نے

آں کفش را صافی و محقوق داں
ہمچو دشنام لب معشوق داں
جھاگ کو تو صافی و مقبول جان
اور دشنام لب معشوق مان

گشتہ ایں دشنام نامطلوب او
خوش ز بہر عارض محبوب او
ہے لب معشوق کی گالی عزیز
اس کے چہرے کے سبب اے باتمیز

از شکر گر شکل نانے مے پزی
طعم قند آید نہ ناں چوں میمزی
تو پکائے ناں شکر سے اگر
قند ہوگی ذائقہ میں سربسر

ور بت زریں بیابد مومنے
کے ہلد اور اپئے سجدہ منے
بت جو سونے کا بھی مومن کو ملے
کب اسے چھوڑے برہمی کے لئے

بلکہ گیرد اندر آتش افگند
صورت عاریتش را بر کند
بلکہ لیکر آگ میں ڈالے گا وہ
شکل صورت محو سب کردے گا وہ

تا نماند بر ذہب نقش وثن
چونکہ صورت مانعست و راہزن
تا نہ سونے پر رہے شکل وثن
کیونکہ ہے صورت ہی کافر راہزن

ذات نقدش دل ربانیت ست
نقش بت بر نقد زر عاریت ست
ذات نقد ہے بخشش ربانیت
نقش بت ہے نقد زر پر عاریت

بہر کیکے تو گلیمے را مسوز
وز صداع ہر مگس مگذار روز
پسوؤں سے تو نہ گدڑی کو جلا
مکھیوں کے ڈر سے کیوں چھوڑے غذا

بت پرستی گر نمانی در صور
صورتش بگذار و در معنی نگر
بت پرستی ہے یہ سب عشق صور
چھوڑ صورت رکھ تو معنی پہ نظر

مرد حجی همره حاجی طلب
خواه هندو خواه ترک و یا عرب
حج کو تو جانے ہو کے حاجی کو لے
ترک و ہندی یا عرب جو بھی ہے

منگر اندر نقش و اندر رنگ او
بنگر اندر عزم و در آهنگ او
نقش و رنگ اس کا نہ ہرگز دیکھ تو
عزم اس کا دیکھ اور آہنگ و خو

گر سیاهست وهم آهنگ توست
تو سفیدش خواں کہ همرنگ توست
بھا ہے کالا بھی ہو ہم آہنگ ہے
بجان گورا جب ترا ہمرنگ ہے

ایں حکایت گفته شد زیر و زبر
همچو فکر عاشقاں بے پا و سر
یہ حکایت لکھی ہے زیر و زبر
جیسے فکر عاشقاں بے پا و سر

سر ندارد کز ازل بودست پیش
پا ندارد با ابد بودست خویش
سر کہاں یہ ہے ازل سے بھی قدیم
پاؤں کیا یہ تو ابد کی ہے ندیم

بلکه چوں آبست هر قطره ازاں
هم سرست و پا و هم بے هر دواں
وہ ہے پانی جس کا قطرہ خوش لقا
ہے سر و پا بے سر و پا بھی مگر

حاش لله ایں حکایت نیست هیں
نقد حال ما و تست ایں خوش ببیں
توبہ توبہ اس کو تو قصہ نہ جان
میرے اپنے حال کی تنقید مان

پیش هر صوفی که او با فر بود
هر چه آں ماضی ست لا یذکر بود
اس کے کہنے جو ہے صوفی متقی
ذکر ماضی کا نہیں ہوتا کبھی

چوں بود فکرش همه مشغول حال
نآید اندر ذهن او فکر مآل
جب کہ اس کی فکر ہو مشغول حال
ذہن میں آتی نہیں فکر مآل

هم عرب ما هم سبو ما هم ملک
جمله ما یؤفک عنه من افک
ہم عرب ہیں ہم سبو ہم بادشاہ
جو پھرے اس سے وہ ہے گم کردہ راہ

فعل را شد دان دو زن ایں نفس و طمع
ایں دو ظلمانی و منکر عقل شمع

فعل شوہر اور عورت نفس و طمع
ظلمتیں ہیں دونوں ہیں اور عقل شمع

بشنو اکنوں اصل انکار از چہ خواست
زانکہ کل را گونہ گونہ جزوہا ست

سن کہ ہے اصلیت انکار کیا
پھول کے اجزا ہیں سب بالکل جدا

جزو کل نے جزوہا نسبت بکل
نے چو بوئے گل کہ باشد جزو گل

کل کو نسبت جزو کو ہے جزو کل نہیں
بوٹے گل کی طرح جزو گل نہیں

لطف سبزہ جزو لطف گل بود
بانگ قمری جزو آں بلبل بود

جزو لطف گل ہے لطف سبزہ بھی
بانگ قمری جزو ہے بلبل ہی کی

گر شوم مشغول اشکال و جواب
تشنگاں را کے توانم داد آب

گر رہوں مصروف اشکال و جواب
کس طرح پیاسوں کو دے سکتا ہوں آب

در تو اشکالی بکلی و حرج
صبر کن کالصبر مفتاح الفرج[1]

ہیں اگر در پیش اشکال و حرج
صبر کر ہے صبر مفتاح الفرج

احتما کن احتما ز اندیشہا
زانکہ شیرانند دریں بیشہا[2]

کر تو اندیشوں سے پرہیز اے دلیر
کیونکہ ان صحراؤں میں رہتے ہیں شیر

احتماہا بر دواہا سرورست
زانکہ خاریدن فزونی گرست

ہے دوا پر سروری پرہیز کی
کان کھجلانے سے بڑھتی ہے گر کی

احتما اصل دوا آمد یقیں
احتما کن قوت جانت ببیں

ہے فقط پرہیز ہی اصلی دوا
قوت جاں نام ہے پرہیز کا

قابل ایں گفتہا شو گوش دار
تا کہ از زر سازمت من گوشوار

سننے کی باتیں ہیں یہ اے ہوشیار
سن کہ سونے کے بناؤں گوشوار

[1] کشاکش اور آسانی کی کنجی ۔
[2] بہیرہ بن ۔

گر شرارہ چہ کہ کانِ زر شوی — تا بماہ و تا ثریا بر شوی

گر شرارہ کیا کان زر بنے — چاند تک اور تا ثریا جا لگے

اولا بشنو کہ خلق مختلف — مختلف جانند از یا تا الف

پہلے یہ سن لے کہ خلق مختلف — مختلف ہے یا سے لے کر تا الف

در حروفِ مختلف شور و شکیست — گرچہ از یک رو ز سر تا پا یکیست

مختلف حرفوں میں شور و شک ہے ایک — گرچہ اک صورت سے سر تا پا ہے ایک

از یکے رو ضد و یک رو متحد — از یکے رو ہزل و از یک رو ئے جد

اک طرح ضد اک طرح ہیں متحد — اک سبب سے ہزل ہیں اور اک سے جد

پس قیامت روز عرض اکبر ست — عرض او خواہد کہ با زیب و فر ست

پس قیامت ہے بڑی پیشی کا روز — پیش وہ ہوگا جو ہے زینت فروز

ہر کہ چوں ہندوئے بد سودائی ست — روزِ عرضش نوبت رسوائی ست

جو ہے تیرہ فام وہ سودائی ہے — اس کی روز حشر بھی رسوائی ہے

چوں ندارد روئے ہمچوں آفتاب — او نخواہد جز شبے ہمچوں نقاب

جس کی صورت ہو نہ مثل آفتاب — منہ پہ وہ چاہے گا بس شب کی نقاب

برگ یک گل چوں ندارد خار او — شد بہاراں دشمن اسرار او

جب نہیں کچھ گل کا ساماں ہے وہ خار — اس کے رازوں کی ہے پھر دشمن بہار

و آنکہ سر تا پا گل ست و سوسن ست — پس بہار او را دو چشم روشن است

ہو جو گل و سوسن سراپا جو نگار — اس کو پھر دو چشم روشن ہے بہار

خار بے معنی خزاں خواہد خزاں — تا زند پہلوئے خود با گلستاں

خار بے معنی ہے مشتاق خزاں — تا کرے وہ ہمسری گلستاں

لہ یعنی مہذب

تا بپوشد حسن آں و ننگ ایں ‏ ‏ تا نہ بینی ننگ آں و رنگ ایں

تا چھپائے اس کا حسن اور اس کا ننگ ‏ ‏ تا نہ دیکھیں اس کا ننگ اور اس کا رنگ

پس خزاں او را بہارست و حیات ‏ ‏ یک نماید سنگ و یاقوت زکات[1]

پس خزاں اس کو فصل ہے اور حیات ‏ ‏ ہیں برابر سنگ اور یاقوت زکات

باغباں ہم داند آں را در خزاں ‏ ‏ لیک دید یک بہ از دید جہاں

ہے خزاں سے اس کی واقف باغباں ‏ ‏ ہے یہ بخشش بہتر از دید جہاں

خود جہاں آں یک کس است آئینہ ‏ ‏ ہر ستارہ بر فلک جزو مہ است

خود ہے چھوٹا یہ جہاں بے اشتباہ ‏ ‏ ہر ستارہ ہے فلک پر جزو ماہ

خود جہاں آں یک کس است و باقیاں ‏ ‏ جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں

ہے وہی اک آدمی گویا جہاں ‏ ‏ اور باقی ہیں طفیلی اے فلاں

او جہان کامل است و مفرد است ‏ ‏ نسخۂ کل وجود او را بدست

وہ جہاں کامل ہے مفرد نیک ہے ‏ ‏ کل جہاں کا نسخہ اس کے پاس ہے

پس ہمے گویند ہر نقش و نگار ‏ ‏ مژدہ مژدہ نک ہمے آید بہار

کہتے رہتے ہیں یہی نقش و نگار ‏ ‏ مژدہ ہو مژدہ اب آتی ہے بہار

تا بود تاباں شگوفہ چوں زرہ ‏ ‏ تا کنند آں میوہ ہا پیدا گرہ

ہو شگوفے چمکیں جب تک جوں زرہ ‏ ‏ کس طرح میوے کریں پیدا گرہ

چوں شگوفہ ریخت میوہ سر کند ‏ ‏ چونکہ تن بشکست جاں سر بر کند

جب شگوفہ گر پڑے میوہ لگے ‏ ‏ جب مٹی تن۔ جان کی قوت بڑھے

میوہ معنی و شگوفہ صورتش ‏ ‏ آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش

میوہ ہے معنی شگوفہ شکل شے ‏ ‏ ہے شگوفہ مژدہ۔ نعمت میوہ ہے

[1] خراسان کا ایک شہر جہاں کے یاقوت مشہور ہیں۔

چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید
چونکہ آں کم شد شد ایں اندر مزید

جب شگوفہ گر گیا۔ میوہ نکلا
گھٹ گیا جب وہ تو پھر یہ بڑھ گیا

تا کہ ناں نشکست قوت کے دہد
تا نشکستہ خوشہ کے مے دہد

روٹی ٹوٹے ہو کے طاقت دار ہے
خوشہ بے ٹوٹے کہاں دیتا ہے مے

تا ہلیلہ نشکند با ادویہ
کے شود خود صحت افزا ادویہ

ٹوٹ کر ہڑ جب نہ ہو جزو دوا
پھیپھڑے میں کب ہو وہ صحت افزا

پیر کی صفت اور اس کی پیروی

اے ضیاء الحق حسام الدین بگیر
یکدو کاغذ بر فزا در وصف پیر

اے حسام الدین ضیائے خاص حق
اور وصف پیر میں اک دو ورق

گرچہ جسمت نازکست و بس نزار
بے تو نے آید جہاں را بے تو کار

جسم تیرا گو ہے نازک اور زار
بے تیرے چلتا نہیں دنیا کا کار

گرچہ جسم نازکست را زور نیست
لیک بے خورشید مارا نور نیست

زور تیرے جسم نازک میں نہیں
نور بے خورشید ملتا ہے کہیں

گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ
لیک سرخیل دل و سر رشتۂ

ہو گیا ہے گو چراغ و شیشہ تو
اہل دل کا تاج ہے سر رشتہ تو

چوں سر رشتہ بدست و کام تست
در ہائے عقد دل ز انعام تست

چوں کہ سر رشتہ ہے تیرے ہاتھ میں
عقد دل کے دُر ہیں تیری بخشش میں

بر نویس احوال پیر راہ داں
پیر را بگزین و عین راہ داں

لکھ ذرا احوال پیر راہ داں
پیر کو لے اور عین راہ جاں

پیر تابستان و خلقاں تیر ماہ
خلق مانند شب اند و پیر ماہ

ہے تموز ان تخلوق مرشد ہے بہار
پیر چاند اور لوگ ہیں شبہائے تار

کردہ ام بخت جواں را نام پیر
کو ز حق پیرست نہ از ایام پیر

رکھتا ہے بخت جواں کا نام پیر
پیر حق سے ہے۔ نہ از ایام[1] پیر

او چناں پیرست کش آغاز نیست
با چناں دُرِ یتیم انباز نیست

ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر
گوہر یکتا کی صحبت ہے نظیر

خود قوی تر می بود خمر کہن
خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن[2]

ہے کبھی بادہ قوی تر بات سُن
خاص کر وہ بادہ جو ہو من لدن

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

پیر کو ہمراہ لے یہ سفر
ہے بغیر پیر پُر خوف و خطر

آں رہے کہ بارہا تو رفتہ
بے قلاؤز اندراں آشفتہ

تو چلا جس راستے سے بارہا
اس میں بے رہبر کے جاتا ہے بھٹکا

پس رہے را کہ نرفتستی تو ہیچ
ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ

تو کبھی گذرا نہیں جس راہ سے
جا نہ تنہا اس میں رہبر ساتھ لے

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد

جو کوئی بے پیر یہ رستہ چلا
وہ بھٹک کر بس کنوئیں میں گر پڑا

گر نباشد سایہ پیر اے فضول
پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول[3]

پیر کا سایہ نہ گر ہو اے فضول
تجھ کو رکھے گی پریشاں بانگ غول

غولت از راہ افگند اندر گزند
از تو داہی تر دریں رہ بس بدند

وہ تجھے بھٹکا کے ایذا دے بہت
پہلے بھی اس راہ میں آئے بہت

از نبی بشنو ضلال رہرواں
کہ چساں کرد آں بلیس بدرواں

رہروؤں کی گمراہی قرآن سے سن
کیا کیا ابلیس نے انساں سے سن

---

[1] یعنی با اعتبار عمر پیر نہیں ◆ [2] عطاء الٰہی سے ◆
[3] چھلاوہ ◆

صد ہزاراں سالہ را از راہ دُور
پھینکا لاکھوں سال پیچھے راہ سے

بردشاں وکردشاں زلو بار عور
کر دیا ننگا انہیں اوبار نے

استخوانہاشاں ببیں و موئے شاں
دیکھ ان کے بال ان کی ہڈیاں

عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
ان سے لے عبرت نہ لے جا خر وہاں

گردن خر گیر و سوئے راہ کش
خر کی گردن تھام کر رستہ پہ لا

سوئے رہباناں و رہ داناں خوش
ہیں جدھر رہبان وہ رہداں برملا

ہیں مہل خر را و دست از وے مدار
وہ اٹھا خر سے نہ تو رہ ہوشیار

زانکہ عشق اوست سوئے سبزہ زار
خر کا ہے میلان سوئے سبزہ زار

گر یکے دم تو بغفلت وا ہلیش
تو نے غفلت سے جو چھوڑا ایک دم

او رود فرسنگہا سوئے حشیش
گھاس کی جانب کریگا کوسوں رم

دشمن راہ ست خر مست علف
دشمن منزل ہے خر مست علف

اے بسا خر بندہ را کردہ تلف
کر دیئے اکثر غلام خر تلف

گر ندانی رہ ہر آنچہ خر بخواست
گر نہیں معلوم تجھ کو رہ صاف

عکس آں را کن کہ ہست آں راہ راست
جس طرف وہ جائے چل اسکے خلاف

شاوروہن پس آنگہ خالفوہن
مشورہ عورت سے لے اور کر خلاف

اِنَّ مَن لَّم یَعصِہِنَّ تالِف
جو گرا اس میں ہوا برباد صاف

با ہوا و آرزو کم باش دوست
مت بنو یار ہوا و آرزو

چوں یُضِلُّکَ عَن سَبِیلِ اللہ اوست
ورنہ پھر گمراہ ہو جائے گا تو

ایں ہوا را نشکنند اندر جہاں
توڑ سکتا کون ہے ایسی ہوا

ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
ہاں مگر سایہ رفیق راہ کا

لہ یعنی اپنے خر طبیعت کو تو بھی اس طرف نہ لے جا جہاں وہ برباد ہوئے ہیں ۔

حضرت علیؓ کو رسولؐ خدا کی وصیت

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؓ ۔ شیر حقی پہلوانی پُر دلی

یوں نبیؐ بولے علیؓ سے اے علیؓ ۔ شیر حق تو پہلواں تو مرد جری

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید ۔ اندر آ در سایۂ نخل امید

ہی شیری پہ نہ کر اعتماد ۔ سو رہے سایۂ نخل مراد

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند ۔ بہر قرب حضرت بیچون و چند

طاعتیں کرتے ہیں سب سو طرز سے ۔ راحت قرب الٰہی کے لیے

تو تقرب جو بعقل و سر خویش ۔ نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش

تو تقرب عقل و دل سے کر حصول ۔ ہے کمال اور نیکی پہ غرہ فضول

یا علیؓ از جملۂ طاعات راہ ۔ بر گزیں تو سایۂ خاص الٰہ

اے علیؓ سب چھوڑ کر طاعات راہ ۔ ڈھونڈ بس اک سایۂ خاص الٰہ

ہر کسے در طاعتے بگریختند ۔ خویشتن را مخلصی انگیختند

ہر کوئی طاعت کی جانب ہے رواں ۔ دیتا ہے اخلاص کا اپنے نشاں

تو برو در سایۂ عاقل گریز ۔ تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز

عاقلوں کے سائے میں تو لے پناہ ۔ تا کہ پائے دشمن جاں سے پناہ

از ہمہ طاعات اینت لائق ست ۔ سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست

اک یہی طاعت مطابق تجھ سے ہے ۔ اس سے سبقت کر جو سابق تجھ سے ہے

چوں گرفتی پیر ہن تسلیم شو ۔ ہانچو موسےٰ زیر حکم خضر رو

جامۂ تسلیم جب پہنا ندیم ۔ خضرؑ کے رستے پہ چل مثل کلیمؑ

اندر آ در سایۂ آں عاقلے ۔ کش نتاند برد از رہ ناقلے

آ کر سائے میں اس ذی ہوش کے ۔ نقل کر سکتا نہ ہو ناقل جسے

بس تقرب جو بدو سوئے الہ — سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ

قرب حق کو ڈھونڈ اس سے سربسر — حکم سے اس کے تو سرتابی نہ کر

زانکہ او ہر خار را گلشن کند — دیدۂ ہر کور را روشن کند

کیونکہ وہ ہر خار کو کرتا ہے باغ — اور ہر اندھے کی آنکھوں کو چراغ

ظل او اندر زمیں چوں کوہ قاف — روح او سیمرغ بس عالی طواف

اس کا سایہ ہے زمیں پہ کوہ قاف — روح ہے سیمرغ اک عالی طواف

دستگیر و بندۂ خاص اللہ — طالباں را مے برد تا پیشگاہ

دستگیر اور بندہ خاص اللہ — طالبوں کے حق میں ہے وہ خضر راہ

گر بگویم تا قیامت نعمت او — ہیچ آں را غایت و مقطع مجو

تا قیامت گر کروں اس کی ثنا — اس کی ہو سکتی نہیں کچھ انتہا

آفتاب روح نے آن فلک — کز ز نورش زندہ اند انس و ملک

روح کا سورج نہ خورشید فلک — زندہ اس کے نور سے انس و ملک

در بشر روپوش گشت ست آفتاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب

آدمی بھی چھپ گیا ہے آفتاب — تو سمجھ واللہ اعلم بالصواب

صبر کن بر کار خضرے بے نفاق — تا نگوید خضر رو ہذا فراق

صبر کر تو خضر کے ہر کام پہ — تا نہ تجھ کو چھوڑ جائے راہبر

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن — گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن

توڑے وہ کشتی مگر تو دم نہ مار — بچے کو مارے نہ ہو تو سوگوار

دست او را حق چو دست خویش خواند — تا یداللہ فوق ایدیہم[1] براند

ہاتھ اس کا دست حق ہے جان لے — دھیان آخر فوق ایدیہم پہ دے

[1] قولہ تعالیٰ انّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم ۔ اے محمد جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے ۔

دستِ حق میراندش زنده کند ۔۔۔ زنده چه بود جاں پائنده کند

مار کر وہ زندہ کرتا ہے اُسے ۔۔۔ زندہ کیا پائندہ کرتا ہے اُسے

یار باید راہ را تنہا مرو ۔۔۔ از سرِ خود اندریں صحرا مرو

یار کو لے ساتھ اے جانِ جہاں ۔۔۔ تو اکیلا جا نہ اس جنگل میں ہاں

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ۔۔۔ ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید

شاذ و نادر جو ہوا تنہا گیا ۔۔۔ ہمتِ مرداں سے جا پہنچا کہیں

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست ۔۔۔ دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

غائبوں سے کب ہے کوتہ دستِ پیر ۔۔۔ ہاتھ اس کا قبضۂ ربِ قدیر

غائباں را چوں چنیں خلعت دہند ۔۔۔ حاضراں از غائباں لاشک بہند

غائبوں کو جب کہ یہ خلعت ملے ۔۔۔ غائبوں سے ہیں یہ حاضر تو بھلے

غائباں را چوں نوالہ مے دہند ۔۔۔ پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند

غائبوں کو جب نوالہ مل گیا ۔۔۔ اس کے مہمانوں کا پھر کہنا ہے کیا

کو کسے کو پیشِ شہ بندد کمر ۔۔۔ ہا کسے کہ ہست بیروں سوئے در

وہ کہاں حاضر ہے جو پیشِ شاہ ۔۔۔ اور کہاں وہ جو رہے باہر تباہ

فرق بسیار است ناید در حساب ۔۔۔ آں ز اہلِ کشف و ایں ز اہلِ حجاب

فرق ہے اس میں بہت اور بے حساب ۔۔۔ ہے وہ اہلِ کشف یہ اہلِ حجاب

جہد میکن تا رسے یابی درون ۔۔۔ ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں

کر ذرا کوشش کہ اندر آئے تو ۔۔۔ ورنہ باہر حلقہ سا رہ جائے تو

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش ۔۔۔ سست و ریزیدہ چو آب و گل مباش

جب بنا لے پیر نازک دل نہ ہو ۔۔۔ سست و بے حس مثلِ آب و گل نہ ہو

ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اٹھ زخموں سے جو پر کینہ ہے تو ۔۔۔ کس طرح بے صیقل آئینہ ہے تو

ایک قزوینی کا قصّہ

این حکایت بشنو از صاحب بیان ۔ در طریق و عادت قزوینیان

اس حکایت میں کروں گا میں بیاں ۔ شرح رسم و عادت قزوینیاں

برتن و دست و کتفہا بیدرنگ ۔ میزنند از صورت شیر و پلنگ

ہاتھ پر شانوں پہ تن پہ بے درنگ ۔ کھینچتے ہیں صورت شیر و پلنگ

بر چناں صورت پیاپے بے گزند ۔ از سرِ صورت کبودی ہا زنند

اور یہ تصویر بن جاتی ہے جب ۔ سوئی سے بھرتے ہیں اس میں نیل تب

سوئے دلاکے بشد قزوینئے ۔ کہ کبودم زن ستاں شیرینئے

بولا اک قزوینی اک دلاک سے ۔ نیل بھر دے. جسم میرا گود دے

گفت چہ صورت زنم اے پہلوان ۔ گفت برزن صورت شیر ژیاں

پوچھا کھینچوں کس کی شکل اے پہلوان ۔ بولا کھینچو صورت شیر ژیاں

طالعم شیرست و نقش شیر زن ۔ جہد کن رنگ کبودی سیر زن

میرا طالع شیر ہے ہو نقش شیر ۔ بھر کے نیلا رنگ کر دے اس کو سیر

گفت بر چہ موضعت صورت زنم ۔ گفت بر شانہ گہم زن آں رقم

پوچھا کس جا شکل کھینچوں شیر کی ۔ بولا شانے پہ میرے تو کھینچ ابھی

تا شود پشتم قوی در رزم و بزم ۔ با چنیں شیر ژیاں در عزم جزم

تا قوی ہو جاؤں بہر رزم و بزم ۔ شیر میرے ساتھ ہو با عزم و جزم

---

۱ قزوین کے رہنے والے ۔ قزوین عراق عجم میں ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔

۲ حمامی ۔ یہاں سوئی سے گودنے والا شخص مراد ہے۔

چونکہ او سوزن فرو بردن گرفت
جسم میں اس نے چبھوئی جب سوئی
دردِ آں در شانہ گہ مسکن گرفت
درد سے تکلیف شانے میں ہوئی

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی
پہلواں چلا اٹھا کہنے لگا
مر مرا کشتی چہ صورت میزنی
گودتا ہے کس طرح ہیں تو مرا

گفت آخر شیر فرمودی مرا
بولا آخر شیر ہی کا حکم تھا
گفت از چہ عضو کردی ابتدا
پوچھا کی کس عضو سے ہے ابتدا

گفت از دمگاہ آغازیدہ ام
بولا دم سے میں نے کی ہے ابتدا
گفت دم بگذار اے دو دیدہ ام
بولا دم کو چھوڑ آنکھوں کی ضیا

از دم و دمگاہ شیرم دم گرفت
لے لیا دم دُم نے اور دم گاہ نے
دمگہ او دمگہم محکم گرفت
گھٹ گیا دم نفس سے دم گاہ کے

شیر بے دم باش گو اے شیر ساز
شیر بے دم کا بنا اے شیر ساز
کہ دلم سستی گرفت از زخم گاز
سست ہے دل زخم سے آیا میں باز

جانب دیگر گرفت آں شخص زخم
جانب دیگر لگایا اس نے زخم
بے محابا بے مواسائی و رحم
بے محابا پھر بنایا اس نے زخم

بانگ زد او کایں چہ اندامست [illegible]
پھر وہ چلایا کہ کیا عضو ہے
گفت او گوش ست ایں اے نیکخو
بولا یہ ہے کان اے فرخندہ پے

گفت تا گوشش نباشد اے ہمام
بولا قزوینی کہ بس رہنے دے کان
گوش را بگذار و کوتہ کن کلام
تو بنا ہے کان میری لے نہ جان

جانب دیگر خلش آغاز کرد
دوسری جانب خلش آغاز کی
باز قزوینی فغانے ساز کرد
آہ قزوینی نے پھر کھینچی دہی

کایں سوم جانب چہ اندامست نیز
پوچھا یہ اب تیسرا ہے عضو کیا
گفت ایں است اشکم شیر اے عزیز
بولا صاحب یہ شکم ہے شیر کا

گفت گو اشکم نباشد شیر را
خود چہ اشکم باید این او بیر را

بولا فرشی شکم ہے کیا ضرور
کیا ہے پیٹ اس عکس کو لکھا ضرور

درد افزوں گشت کم زن زخمہا
خود چہ اشکم شیر را بہر خدا

بڑھ گیا ہے درد کم کر زخم کو
اب تو بے نقش شکم ہی شیر ہو

خیرہ شد دلاک بس حیراں بماند
تا بدیر انگشت در دنداں بماند

سن کے یہ دلاک حیراں رہ گیا
انگلیاں دانتوں میں وہ دینے لگا

بر زمین زد سوزن آندم اوستاد
گفت در عالم کسے را ایں فتاد

سوئی بھی اپنی زمیں پر پھینک دی
بولا یہ آفت کسی پر بھی پڑی

شیر بے گوش و دم و اشکم کہ دید
ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

شیر بے گوشش و شکم بے دم ہو گیا
شیر ایسا رب نے کب پیدا کیا

چوں نداری طاقت سوزن زدن
از چنیں شیر ژیاں پس دم مزن

جب سوئی کی تاب لا سکتا نہیں
شیر گدوانا ہی پھر اچھا نہیں

اے برادر صبر کن بر درد نیش
تا رہی از نیش نفس گبر خویش

صبر در د نیش پر کر اے اخی
نیش سے تا نفس کے ہو خلاصی

کاں گروہے کہ رہیدند از وجود
چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود

جنتی قومیں نفس سے فارغ ہوئیں
چرخ و مہر و ماہ کی مسجود تھیں

ہر کہ مرد اندر تن او نفس گبر
مر ورا فرماں برد خورشید و ابر

جس کے تن میں مر گیا نفس دنی
اس کی خدمت سورج اور بادل نے کی

چوں دلش آموخت صبر افروختن
آفتاب او را نیارد سوختن

دل میں روشن جب ہوئی شمع یقین
آفتاب اس کو جلا سکتا نہیں

۱؎ کمینہ

گفت حق در آفتاب منتجم	کہ تزاور ذہ کن اعن کہفہم[1]
ذکر میں سورج کے تو اے محترم	پڑھ تزاور اور کن اعن کہفہم
خفتگانے کز خدا بد کارشاں	میل کردے آفتاب از غارشاں
سونے والوں میں جو تھا شوق غلا	سمت ان کے غار پر جاتا نہ تھا
خار جملہ لطف چوں گل می شود	پیش جزوے گوہر کل میشود
خار اس کے حق میں ہو جاتا ہے گل	پیش جز ہو جاتا ہے وہ جز کل
چیست توحید خدا افراختن	خویشتن را خاک و خارے داشتن
کیا ہے تعظیم خدا کے کردگار	اس کو اٹھے جانتا۔ اپنے کو خوار
چیست توحیدش خدا آموختن	خویشتن را پیش واحد سوختن
کیا ہے توحید خدا تو جان لے	پھونکنا ہستی کو اس کے سامنے
گر ہمے خواہی کہ بفروزی چو روز	ہستئے ہمچوں شب خود را بسوز
ہے اگر جوں دن چمکنا چاہتا	رات کی شکل اپنی ہستی دے جلا
ہستیت در ہست آں ہستی نواز	ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
ہو کے تو ہستی میں ہستی نواز	کیمیا میں مثل مس کے ہو گداز
در من و ما سخت کردستی دو دست	ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
سخت ڈالے ہیں من و تو میں جو ہات	ہے اسی کی یہ خرابی ہے تمہات

[1] قولہ تعالیٰ۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ۔

جب آفتاب نکلتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب کو میلان کرتا ہے تاکہ غار میں دھوپ نہ پہنچے اور جب چھپتا ہے تو ان کو بچا کر بائیں جانب سے گزرتا ہے۔

بھیڑیے لومڑی اور شیر کا باہم شکار کو جانا

شیر و گرگ و روبہے بہر شکار / رفتہ بودند از طلب در کوہسار

لومڑی شیر اور گرگ سفلہ خوار / ایک دن راہی ہوئے بہر شکار

کاں سہ باہم اندروں صحرائے ژرف / صیدہا گیرند بسیار و شگرف

تاکہ آپس کی مدد سے خوب صید / ہم کریں اور پھر اٹھا کر لائیں صید

تا بہ پشت ہمدگر از صیدہا / سخت بربندند بار و قیدہا

تینوں مل جل کر کسی صحرا میں یار / جائیں کرنے کو شکار خوشگوار

گرچہ زیشاں شیر نر را ننگ بود / لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود

گرچہ شیر نر کو ان سے ننگ تھا / لطف سے پر ان کے وہ ہمراہ ہوا

ایں چنیں شہ را ز لشکر زحمت ست / لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست

شاہ کو لشکر سے گو تکلیف ہو / ہے جماعت حق کی رحمت دوستو

ایں چنیں مہ را ز اختر ننگہاست / او میان اختراں بہر سخاست

چاند کو ہے ننگ گو ان تاروں سے / وہ ہے تاروں میں سخاوت کے لئے

امر شاورہم پیغمبر را رسید / گرچہ رائے نیست رائش را ندید

حکم شاورہم بھی تھا سرور کو / سب پہ ان کی رائے کو تھی برتری

در ترازو جو رفیق زر شدست / نے از انکہ جو چو زر جوہر شدست

جو ترازو میں رفیق زر ہوا / مثل زر لیکن نہ وہ جوہر ہوا

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست / مدتے سگ[1] حارس درگہ شدست

ساتھ کیا کیا روح و قالب کا رہا / اور نگہبان سگ رہا درگاہ کا

[1] سگ اصحاب کہف سے مراد ہے۔

گاو کوہی و بز و خرگوش زفت ‌‌ یافتند و کار ایشاں پیش رفت

گائے خرگوش اور بکرے بے شمار ‌‌ مل گئے اور ہو گیا اچھا شکار

ہر کہ باشد در پئے شیر حراب ‌‌ کم نیاید روز و شب او را کباب

رہنے والے شیر کا جو ساتھ دے ‌‌ کیوں نہ وہ پائے کباب اور گوشتے

چوں ز کہ در بیشہ آوردند شاں ‌‌ کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں

گرے جنگل میں جب وہ آ گئے ‌‌ زخمیوں کشتوں کو خوں میں کھینچتے

گرگ و روبہ را طمع بود اندراں ‌‌ کہ رود قسمت بعدل خسرواں

لومڑی اور بھیڑیئے کو حرص تھی ‌‌ پائیں گے حصوں میں انصاف بھی

عکس طمع ہر دو شاں بر شیر زد ‌‌ شیر دانست آں طمعہا را سند

شیر پر عکس ان کے لالچ کا پڑا ‌‌ حرص کو ان کی وہ سمجھا بر ملا

ہر کہ باشد شیر و اسرار امیر ‌‌ او بداند ہر چہ اندیشد ضمیر

شیر بھی اور راز کا بھی ہو جو میر ‌‌ وہ سمجھ لیتا ہے ہر حال ضمیر

ہیں نگہدار اے دل اندیشہ خو ‌‌ دل ز فکرتہائے بد پیش او

ہاں خبردار اے دل اندیشہ خو ‌‌ سامنے اس کے نہ کر اندیشہ تو

داند و خر را ہمی راند خموش ‌‌ بر رخت خندد برائے روئے پوش

چھوڑ دیتا ہے گدھا ہو کر خموش ‌‌ منہ پہ ہنستا ہے کہ وہ ہے پردہ پوش

شیر چوں دانست آں وسواس شاں ‌‌ وانگفت و داشت آندم پاس شاں

شیر نے سمجھے جب ان کے وسوسے ‌‌ کچھ کیا ظاہر نہ ان کے پاس سے

لیک با خود گفت بنمایم سزا ‌‌ مر شما را اے خسیسان گدا

اور کہا دل میں کریں دوں گا سزا ‌‌ اے کمینو! اے ذلیلو! دیکھنا

مر شما را بس نیامد رائے من ‌‌ ظن‌تاں اینست در اعطائے من

رنجیدہ کیا بند میری رائے سے ‌‌ کیوں کرم میں میرے کرتے وسوسے

اے وجود رائے تاں از رائے من | از عطا ہائے جہاں آرائے من
ہے تمہاری عقل میری رائے سے | میں جہاں آرا ہو میرے تو صلے

نقش با نقاش چہ اسگالد دگر | چوں سگالش اوش بخشید ونظر
نقش کیا نقاش کا ہو بد سگال | جب نظر محمود اس نے دی ہے درخیال

ایں چنیں ظن خسیسانہ بمن | مر شمارا بود ننگانہ بہ من
مجھ سے اور ایسی کمینہ بد ظنی | ننگ ہے کتنی تمہاری آنکھ بھی

ظانّین باللہ ظنّ السّوء را | گر نہ بُرّم سر بود عین خطا
بدگمانی حق پہ کرنے کی سزا | گر نہ سر کاٹوں تو ہے میری خطا

وارہانم چرخ را از ننگ تاں | تا بماند در جہاں ایں داستاں
میں چھڑاؤں چرخ کو اس ننگ سے | داستان یہ تاکہ دنیا میں رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ فاش | از تبسمہائے شیر ایمن مباش
شیر کو اس فکر سے آئی ہنسی | ہے تبسم شیر کا پُر خوف بھی

مال دنیا شد تبسمہائے حق | کردہ مارا مست ومغرور وخلق
یہ ہے فطرت کا تبسم مال وزر | جس پہ ہم مغرور ہیں با کرّ وفر

فقر و رنجوری بہشت ستا سند | کاں تبسم دام خود را بر کند
فقر و رنجوری ہے گلزار جہاں | اس ہنسی کا دام ہے الغرض وہاں

لہ قولہ تعالیٰ وَيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ان منافق اور شرک مردوں اور عورتوں پر عذاب نازل کرے گا جو خدا سے بدگمان ہیں۔

شیر کا بھیڑے کو بلانا

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کن ۔ معدلت را نو کن اے گرگ کہن

بولا شیر اے گرگ آ تقسیم کر ۔ کر نیا انصاف اے کہنہ نظر

نائب من باش در قسمت گری ۔ تا پدید آید کہ تو چہ گوہری

میرا نائب بن در ہم تقسیم مال ۔ تا کہ جو ہر تیرے مجھ پر ہوں عیاں

گفت اے شہ گاو وحشی بخش تست ۔ آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چست

بولا اے شہ گائے وحشی ہے تری ۔ کیونکہ تو بھی ہے بڑا اور گائے بھی

بز مرا کہ بز میانہ ست و وسط ۔ روبہا خرگوش بستاں بے غلط

درمیانہ ہے جو بز مجھ کو ہے ۔ اور ہے خرگوش روبہ کے لیئے

شیر گفتا اے گرگ چوں گفتی بگو ۔ چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو

شیر بولا کیا کہا اے بھیڑیے ۔ میرے آگے تیری ہستی کیا رہے

گرگ خود چہ سگ بود کو خویش دید ۔ پیش من چوں شیر بے مثل و ندید

تو ہے کیا کتا ہوا جو خویش ہیں ۔ میرے آگے جس کا ثانی ہی نہیں

گفت پیش آ کس خرے چوں تو ندید ۔ پیشش آمد پنجہ زد او را درید

اور بولا اے گدھے آگے تو آ ۔ آگے آیا پنجہ مارا مر گیا

چوں ندیدش مغز و تدبیرش رشید ۔ در سیاست پوستش از سر کشید

مغز و تدبیر اس میں بالکل ہی نہ تھی ۔ دی سزا اور کھال اس کی کھینچ

گفت چوں دید منت از خود نبرد ۔ ایں چنیں جاں را بباید زار مرد

بولا میرے سامنے بھی یہ خودی ۔ موت کے لائق تھی ایسی زندگی

چوں نبودی فانی اندر پیش من ۔ فرض آمد مر ترا گردن زدن

کیوں نہ میرے سامنے فانی تھا ۔ فرض تھا پھر تیری گردن مارنا

گرچہ غالب وارم اندر بذل فضل
گاہ گاہے ہم کنم از عدل فصل

گو کہ بذل فضل میں یکتا ہوں میں
گاہے گاہے عدل بھی کرتا ہوں میں

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ جز وجہ او
چوں نہ در وجہ او ہستی مجو

میت ہے ہر چیز خالق کے سوا
کیوں نہیں تو اس میں ہوتا پھر فنا

ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نبود جزا

جو ہماری ذات میں ہوگا فنا
ہستی ہرگز نہیں اس کی جزا

زانکہ در الاست او از لا گذشت
ہر کہ در الاست او فانی نگشت

جو ہے الا میں گیا "لا" سے گزر
جو ہو "الا" میں فنا سے ہے نڈر

ہر کہ بر در او من و ما می زند
ردّ باب است او بر لا می تند

جو ہے اس در پر من و ما میں پڑا
راندۂ درگاہ ہے مغرور "لا"

دو دوستوں کا قصہ

آں یکے آمد در یارے بزد
گفت یارش کیستی اے معتمد

ایک نے در کھٹکھٹایا دوست کا
دوست بولا کون ہے مرد خدا

گفت من گفتش برو ہنگام نیست
بر چنیں خوانے مقام خام نیست

بولا وہ میں ہوں کہا اس نے کہ جا
خام شے کا کام دسترخواں پہ کیا

خام را جز آتش ہجر و فراق
کہ پزد کہ وا رہاند از نفاق

خام کو جز آتش ہجر و فراق
کون کرتا ہے پکا کر بے نفاق

چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت
سوختن باید ترا در نار تفت

جب توئی تیری نہیں تجھ سے گئی
آگ میں جلنا ہے تیرا لازمی

رفت آں مسکین و سالے در سفر
در فراق دوست سوزید از شرر

وہ غریب اک سال تک چلتا رہا
اور ہجر دوست میں جلتا رہا

پختہ گشت آں سوختہ پس باز گشت | باز گرد خانۂ انباز گشت

پختہ ہو کر واپس آیا پھر وہیں | یعنی نزد بارگاہ ہمنشیں

حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب | تا نہ بجہد بے ادب لفظے ز لب

دستک اس نے دی ادب در خوف سے | تا نہ بے جا لفظ کوئی بول اٹھے

بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں | گفت بر در ہم توئی اے دلستاں

دوست بولا کون ہے در پہ وہاں | بولا در پہ ہے تو ہی اے مہرباں

گفت اکنوں چوں منی اے من در آ | نیست گنجائی دو من در یک سرا

بولا۔ اب تو ہے جو میں۔ تو اندر آ | دو کی گنجائش نہیں ہیں گھر میں ذرا

چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی | ہم منی برخیزد آنجا ہم توئی

ہو گئے جب ایک پھر کیسی دوئی | ہے منی باقی نہ باقی ہے توئی

نیست سوزن را سر رشتہ دوتا | چونکہ یکتائی درین سوزن در آ

اک سوئی میں کب ہو دو ڈوروں کی جا | تو جو یکتا ہے تو اس سوزن میں آ

رشتہ را با سوزن آمد ارتباط | نیست در خور با جمل سم الخیاط

سوئی۔ ڈورے میں ہے رشتہ۔ تو جا | سوئی کے ناکے میں آئے اونٹ کیا

کے شود باریک ہستی جمل | جز بمقراض ریاضات و عمل

کب ہوئی باریک ہستی اونٹ کی | گر نہ کھینچی ہو ریاضت کی چکی

دست حق باید مر آں را اے فلاں | کاں بود بر ہر محالے کن فکاں

دست حق میں ہے یہ قدرت اے فلاں | جو ہر اک دشوار پر ہے کن فکاں

ہر محال از دست او ممکن شود | ہر حروں از بیم او ساکن شود

اس سے ہو جاتا ہے ممکن ہر محال | خوف سے اس کے ہے ہر سرکش نڈھال

اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز | زندہ گردد از فسون آں عزیز

کوڑھی اندھا کیا۔ اگر مردہ بھی ہو | زندہ ہو سکتے ہیں اس کے حکم کو

دان عدم کز مردہ مردہ تر بود
وہ عدم مردے سے بھی جو ہو بتر

در کفِ ایجاد او مضطر بود
ہے کفِ ایجاد میں لرزہ براسہ

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ بخواں
وہ ہر اک دن ہے نرالی شان میں

مر ورا بے کار و بے فعلے مداں
کب ہے وہ بیکار پڑھ قرآن میں

کمتریں کارش بہر روز آں بود
اس کا ادنیٰ کام یہ ہے روز کا

کو سہ لشکر را روانہ می کند
تین لشکر بھیجتا ہے بر ملا

لشکرے اصلاب سوئے امہات
ایک لشکر کو شکم میں پشت سے

بہر آں تا در رحم روید نبات
تا رحم کی خاک سے پودا اُگے

لشکرے ز ارحام سوئے خاکداں
اک رحم سے جانب کون و مکان

تا ز نر و مادہ پُر گردد جہاں
تا نر و مادہ کی صورت ہو عیاں

لشکرے از خاکداں سوئے اجل
اک لشکر دہر سے سوئے اجل

تا بہ بیند ہر کسے حسنِ عمل
ہر کوئی تا دیکھ لے حسنِ عمل

باز بیشک پیش ازآنہا می رسد
ان سے بھی پہلے پہنچتا ہے بیاں

وآنچہ از حق سوئے جانہا می رسد
جو مقرر حق سے ہے از بہر جان

وانچہ از جانہا بدلہا می رسد
جان سے جو کچھ پہنچتا دل کو ہے

وآنچہ از دلہا بہ گلہا می رسد
اور دلوں سے جو پہنچتا گل کو ہے

اینت لشکرہائے حق بیحد و مر
یہ ہیں سب لشکر خدا کے سربسر

از پئے ایں گفت ذِکْرٰی لِلْبَشَر
اس لئے فرمایا ذکری البشر

---

[۱] بچہ دان ۔

[۲] قولہ تعالیٰ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ، وَمَا هِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ یعنی خدا کے لشکروں کی تعداد خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور یہ (سورہ) آدمیوں کے لئے نصیحت ہے

این سخن پایاں ندارد ہیں تباز ۔۔۔ سوئے آں دو یار پاک پاکباز

اس سخن کی تو نہیں کچھ انتہا ۔۔۔ قصہ ان دو دوستوں کا اب سنا

دوست کا دوست کو گھر میں بُلانا

گفت یارش کاندر آ اے جملہ من ۔۔۔ نے مخالف چوں گل و خار چمن

بولا یار اب اندر آ اے جان من ۔۔۔ اب جدا کب ہیں گل و خار چمن

رشتہ یکتا شد غلط کم شد کنوں ۔۔۔ گر دو تا بینی حروف کاف و نوں

ایک دھاگا بن گئے اب کیا خلف ۔۔۔ ہیں اگر دو حرف کاف و نوں تو کیا

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب ۔۔۔ تا کشاید مر عدم را در خطوب

ہے کشش میں اک کمند کاف و نوں ۔۔۔ دار کھولے تا عدم کے پر سکون

پس دو تا باشد کمند اندر صور ۔۔۔ گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر

ظاہر ہوتی ہے دہری ہی کمند ۔۔۔ پر اثر میں ایک ہے اے ہوشمند

گر دو پا گر چار پا رہ را بُرد ۔۔۔ ہمچو مقراض دو پا یک تا شود

ہیں[1] دو پا اور چار پا سب ایک گھاٹ ۔۔۔ صورت مقراض دو پا ایک کاٹ

آں دو انبازان گازر را ببیں ۔۔۔ ہست در ظاہر خلاف آں و ایں

دھوبیوں کو دیکھ دو ہوتے ہیں صاف ۔۔۔ ظاہری ہوتا ہے ان میں اختلاف

آں یکے کرباس در جو می زند ۔۔۔ واں دگر انباز خشکش می کند

ایک ندی میں کرے کپڑے کو تر ۔۔۔ دوسرا کرتا ہے خشک اس کو مگر

باز او آں خشک را تر می کند ۔۔۔ گوئیا ز استیزہ ضد بر می تند

خشک کپڑوں کو پھر تر کرتا ہے ۔۔۔ دوسرے کی ضد پہ مائل سر بسر

[1] یعنی چلنے والے کے پاؤں دو ہوں یا چار چلنے کے اعتبار سے گویا ایک ہیں جیسے قینچی کے دو پھل ہوتے ہیں مگر کاٹ ایک ہی ہوتا ہے۔

یک آں دو ضد استیزہ نما
لیکن ان دونوں ضدوں کا ہے اثنی
یکدل و یک کار باشند اے فتیٰ
فی الحقیقت ہے نتیجہ ایک ہی

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے ست
ہر نبی و ہر ولی کا راستہ
لیک تا حق می برد جملہ یکے ست
گو الگ ہو، پر ہے ہر اک حق نما

سامعین کی ملامت سے مقرر کی خاموشی

چونکہ جمع مستمع را خواب برد
سننے والوں پہ جو طاری خواب تھا
سنگہائے آسیا را آب برد
چکی کے پاٹوں کو پانی لے گیا

رفتن ایں آب فوق آسیاست
منبع اس کا آسیا سے فوق تر
رفتنش در آسیا بہر شماست
ہے تمہارے واسطے چکی میں پر

چوں شمارا حاجت طاحوں نماند
جب نہ چکی کی تمہیں حاجت رہی
آب را در جوئے اصلی باز راند
جوئے اصلی میں جگہ پانی نے لی

ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست
ناطقہ ہے منہ میں تعلیم آشنا
ورنہ خود آں آب را جوئے جداست
ورنہ اس پانی کی ندی ہے جدا

می رود بے بانگ و بے تکرارہا
پھر چلا جاتا ہے بے تکرار وہ
تَحْتَهَا الْاَنْهَار تا گلزارہا
نہروں کے نیچے سے تا گلزار وہ

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام
اے خدا جان کو دکھا تو وہ مقام
کاندروں بے حرف می روید کلام
جس جگہ بے حرف اگتا ہے کلام

تا کہ سازد جان پاک از سر قدم
تا بنائے جان اس سر کو قدم
سوئے عرصہ دور پہنائے عدم
ہو روانہ سوئے صحرائے عدم

عرصہ بس باکشادہ و با فضا
واہ وہ میدان وسیع پر فضا
ویں خیال و نیست زو یابد نوا
ہیں خیال و نیست جس سے با نوا

تنگ تر آمد خیالات از عدم — زاں سبب باشد خیال اسباب غم

تنگ ہے فکر اور کشادہ ہے عدم — اس سبب سے فکر ہے اسباب غم

باز ہستی تنگتر بود از خیال — زاں شود در وے قمر ہمچوں ہلال

فکر سے بھی دامن ہستی ہے تنگ — چاند میں ہے یوں ہلالیت کا رنگ

باز ہستی جہان حس در رنگ — تنگ تر آمد کہ زندانیست تنگ

پھر یہ ہستی جہان حس و رنگ — تنگ تر ٹھہری کہ اک زنداں ہے تنگ

علت تنگیست ترکیب و عدد — جانب ترکیب حسہا می کشد

باعث تنگی ہے ترکیب و عدد — کھینچتی ہے حس سوئے ترکیب و سند

زاں سوئے حس عالم توحید داں — گر یکے خواہی بداں جانب براں

عالم توحید حس سے ہے جدا — طالب وحدت ہے تو اس پار جا

امر کن یک فعل بود و نون و کاف — در سخن افتاد و معنی بود صاف

امر کن اک فعل تھا اور نون و کاف — درمیاں میں آپڑے مطلب ہے صاف

این سخن پایاں ندارد باز گرد — تاچہ شد احوال گرگ اندر نبرد

واپس آجا سن یہ قصہ ہے بڑا — کیا ہوا میداں میں حال اس گرگ کا

شیر کا بھیڑیے کو سزا دینا

گرگ را بر کند سر آں سرفراز — تا نماند دو سری و امتیاز

سر میں بیٹھا گرگ کو وہ سرفراز — تا کہ مٹ جائے یہ فرق و امتیاز

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ست اے گرگ پیر — چوں نبودی مردہ در پیش امیر

ہم نے بدلہ لے لیا اے گرگ پیر — تو نہ کیوں مردہ بنا پیش امیر

بعد ازاں رو شیر بار و باہ کرد — گفت ایں را بخش کن از بہر خورد

شیر نے پھر لومڑی سے یہ کہا — تو ہی اب تقسیم کر حصہ ذرا

سجدہ کرد و گفت کایں گاؤ سمیں ‌ ‌ ‌ چاشت خوردت باشد اے شاہ امیں

سجدہ کرکے بولی یہ گاؤ سمیں سا ‌ ‌ ‌ آپ کا ہے ناشتہ شاہ امیں

ویں بزار بہر میانہ روز را ‌ ‌ ‌ یخنیئے باشد شہ فیروز را

اور یہ بکرا دوپہر کے واسطے ‌ ‌ ‌ شاہ فیروز اس کی یخنی لیجیے

واں دگر خرگوش بہر شام ہم ‌ ‌ ‌ شبچرہ اے شاہ با لطف و کرم

آپ ہی کے واسطے خرگوش بھی ‌ ‌ ‌ لذتیں دیگا غذا اسے شام کی

گفت اے روبہ تو عدل افروختی ‌ ‌ ‌ ایں چنیں قسمت ز کہ آموختی

شیر بولا۔ لومڑی عادل ہے تو ‌ ‌ ‌ کس سے یہ تقسیم سیکھی خوب رو

از کجا آموختی ایں اے بزرگ ‌ ‌ ‌ گفت اے شاہ جہاں از حال گرگ

کس سے سیکھی ہے بتا دے تو اے بزرگ ‌ ‌ ‌ بولی اے سلطان معلم ہے یہ گرگ

گفت چوں در عشق ما گشتی گرو ‌ ‌ ‌ ہر سہ را برگیر و بستاں و برو

بولا تجھ کو عشق جب ہم سے ہوا ‌ ‌ ‌ تینوں حصے تیرے ہیں لے جا اٹھا

روبہا چوں جملگی ما را شدی ‌ ‌ ‌ چونت آزاریم چوں تو ما شدی

لومڑی جب تو ہماری ہو گئی ‌ ‌ ‌ کس طرح تکلیف تجھ کو دیں کوئی

ما ترا و جملہ اشکاراں ترا ‌ ‌ ‌ پائے بر گردوں ہفتم نہ ترا

ہم بھی تیرے اور تیرے سب شکار ‌ ‌ ‌ پاؤں رکھ تو چرخ ہفتم پر نگار

چوں گرفتی عبرت از گرگ دنی ‌ ‌ ‌ پس تو روبہ نیستی شیر منی

بھیڑیے سے جو تجھے عبرت ہوئی ‌ ‌ ‌ ہو گئی تو شیر کیسی لومڑی

عاقل آں باشد کہ عبرت گیرد از ‌ ‌ ‌ مرگ یاران و بلائے محترز

وہ ہے عاقل جو سبق عبرت کا لے ‌ ‌ ‌ ہر بلا اور دوستوں کی موت سے

روبہ آں دم بر زباں صد شکر راند ‌ ‌ ‌ کہ مرا شیر از پس آں گرگ خواند

لومڑی نے شکر کرکے یوں کہا ‌ ‌ ‌ بھیڑیے سے پیچھے رہ کر بچ گیا

گر مرا اوّل بفرمودے کہ تو — بخش کن ایں را کہ بردے جاں اندو
پہلے دیتا حکم اگر تقسیم کا — جان کا بچنا بہت دشوار تھا

آخری زمانے والوں کی فضیلت

پس سپاس او را کہ ما را در جہاں — کرد پیدا از پس پیشینیاں
شکر اس کا جس نے اس سنسار میں — اگلوں سے پیچھے کیا پیدا ہمیں :

تا شنیدم ایں سیاستہائے حق — بر قرونِ ماضیہ اندر سبق
وہ سزائیں ہم نے سن لیں مطلقا — اگلے وقتوں پہ ہوئیں جو اوّل "

تا کہ ما از حالِ آں گرگاں پیش — ہمچو روبہ پاس خود داریم بیش
تا کہ اگلے بھیڑیوں کے واقعے — صورت روبہ پاس رکھیں سامنے

امتِ مرحومہ زیں رو خواندماں — آں رسولِ حق و صادق در بیاں
امتِ مرحومہ کہتے ہیں ہمیں — ہم کو وہ صادق رسولِ کبریا

استخواں و پشمِ گرگانِ عیاں — بنگرید و پند گیرید اے مہاں
یہ بال اور بھیڑیوں کی ہڈیاں — دیکھ کر حاصل کرے عبرت جہاں

عاقل از سر بنہد ایں ہستی و باد — چوں شنید انجامِ فرعون و عاد
چھوڑا ہر عاقل نے یہ کبر و فساد — جب سنا انجام فرعون و عاد

لہ حدیث شریف : امتی مرحومۃ لیس علیہا عذاب فی الاٰخرۃ عذابہا فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل ۔ یعنی رسول اللہ صلے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت مرحومہ (رحم کردہ شدہ) ہے اس پر آخرت میں عذاب نہ ہوگا بلکہ اسے فتنوں زلزلوں اور قتل کی صورت میں دنیا ہی میں عذاب دے دیا جائے گا ؛

ورنہ بنہد دیگراں از حال او — عبرتے گیرند از اضلال او

ورنہ چھوڑے غیر اس کے حال سے — لیں گے عبرت جب سنیں گے واقعے

حضرت نوحؑ کا اپنی قوم کو ڈرانا

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را — در پذیرید از خدا آخر عطا

نوحؑ نے کی یہ نصیحت قوم کو — تم عطائے کبریا دامن میں لو

بنگرید اے سرکشاں من من نیم — من زجاں مردم بجاناں می زیم

سرکشو دیکھو ذرا - میں میں نہیں — مردہ ہوں اور اصل حق بایقیں

چوں زجاں مُردم بجاناں زندہ ام — نیست مرگم تا ابد پائندہ ام

مر کے پائی زندگی جاناں کے پاس — ہے یہ مرنا زندگی بے قیاس

چوں بمردم از حواسات بشر — حق مرا شد سمع و ادراک و بصر

مرگئے میرے حواسات بشر — حق بنا ہے کان اور اک در نظر

چونکہ من من نیستم این دم زہوست — پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست

میں نہیں یہ دم ہے حق کی ذات سے — دم جنہوں نے مارا کافر ہو گئے

بست اندر نقش ایں روباہ و شیر — سوئے ایں روبہ نشاید شد دلیر

لومڑی کے نقش میں پنہاں ہے شیر — جانب روبہ نہ جا ہو کر دلیر

گر ز روئے صورتش می نگروی — غرّش شیراں از و می نشنوی

اس کا چہرہ گر نظر سے ہے نہاں — گونج تو ہے شیر کی بالکل عیاں

گر نہ بودے نوحؑ را از حق یدے — پس جہانے را چساں برہم زدے

گر نہ ہوتا نوحؑ ہاتھ اللہ کا — کس طرح دیتے وہ دنیا کو ہلا

صد ہزاراں شیر بود اندر تنے — ہر دو عالم را ہمی دید ارزنے

لاکھوں شیر اک جسم میں پوشیدہ تھے — دونوں عالم ہیچ تھے ان کے لیے

او بروں رفتہ بُد از یادِ شئے ۔ او چو آتش بود و عالم خرمنے

اون سے کچھ نہ تھیں وہ چھپیاں ۔ آگ تھے وہ اور خرمن تھا جہاں

چونکہ خرمن پاسِ عشرش وا نداشت ۔ او چناں شعلہ بر آں خرمن گماشت

ان کے حصے نہ تھا خرمن کو پاک ۔ مثلِ شعلہ کر دیا خرمن کو خاک

ہر کہ او در پیش ایں شیرِ نہاں ۔ بے ادب چوں گرگ بگشاید دہاں

ہو کوئی شیرِ نہاں کے روبرو ۔ بے ادب ہو کر کرے گا گفتگو

ہمچو گرگ آں شیر بردرّاندش ۔ فانتقمنا منہم[1] بر خواندش

بھیڑیئے کی طرح پھاڑے گا وہ شیر ۔ یہ سزا تیری ہے کہتا ہے دلیر

زخم یابد ہمچو گرگ از دستِ شیر ۔ پیشِ شیر ابلہ بود کو شد دلیر

کھائے گا وہ گرگ بیشک زخمِ شیر ۔ ہو بنے گا شیر کے آگے دلیر

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے ۔ تا بدے کایمان و دل سالم بدے

کاش کہ وہ زخم آتا جسم پر ۔ تا دل و ایمان تو بچتے سر بسر

قوتم بگسست چوں اینجا رسید ۔ چوں توانم کردن ایں سر را پدید

میں پہنچ کر اس جگہ کمزور ہوں ۔ کس طرح اس بھید کو ظاہر کروں

لیک ہم رمزے بگویم با شما ۔ بو کہ دریابید و گردید آشنا

خیر میں اک بھید دیتا ہوں بتا ۔ شاید اس کی بو سے تم ہو آشنا

ہمچوں آں روباہ کم اشکم کنید ۔ پیشِ او روباہ بازی کم کنید

مثلِ روبہ کم کرو اپنا شکم ۔ چھوڑ دو حیلے خدا سے بیش و کم

جملہ ما و من بہ پیشِ او نہید ۔ ملک ملکِ اوست ملک او را دہید

ما و من سب رکھ دو اس کے سامنے ۔ ملک اس کا ہے وہی بس اس کو دے

[1] ہم نے ان سے اپنا بدلہ لے لیا۔

چوں فقیر آید اندر راہ راست	شیر و بیشہ شیر خود آں شماست
آؤ گے جب مت کے تم اس راہ میں	ہیں شکار اور شیر دونوں بس تمہیں
وانکہ او پاکست و سبحاں وصف اوست	بے نیاز ست او ز مغز و نغز و پوست
کیونکہ وہ ہے پاک سبحان کارساز	اور مغز و پوست سے ہے بے نیاز
ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست	از برائے بندگان آں شہ ست
ہر شکار اور ہر کرامت جو ہے	سب ہے اس سلطان کے بندوں کیلئے
گفت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[1]	تا نگردو بندہ ہر سو حیلہ جو
کیا نہیں کافی خدا مخلوق کو	تا نہ بندہ حیلہ جو ہو کو بکو
نیست شہ را طمع بہر خلق ساخت	ایں ہمہ دولت خنک آنکو شناخت
اس کو کیا لالچ یہ دولت ہے بنی	واسطے خلقت کے گر سمجھے کوئی
آنکہ دولت آفرید و دو سرا	ملک و دولتہا چہ کار آید ورا
جو ہے خالق دولت و کونین کا	ملک و دولت سے اسے کیا واسطہ
پیش سلطاں بس نگہدارید دل	تا نگر دید از گمان بد خجل
اس کے آگے بس رکھو محفوظ دل	بدگمانی سے نہ تا تم ہو خجل
کو ببیند سر و فکر و جستجو	ہمچو اندر شیر خالص تار مو
دیکھتا ہے راز فکر اور جستجو	دودھ میں جس طرح بال اے نیک خُو
آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد	نقشہائے غیب را آئینہ شد
جو ہے بے لوث اور سادہ سینہ ہے	وہ نقوش غیب کا آئینہ ہے
سر ما را بے گماں موقن شود	زانکہ مومن آئنہ مومن شود
وہ ہمارے بھید ہے سب جانتا	آئنہ مومن کا مومن ہے بجا

[1] قولہ تعالیٰ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

مومنے اد مومنی تو بے گماں — درمیان ہر دو فرق بے کراں

تو بھی مومن وہ بھی مومن بے گماں — پر بڑا ہے اک تفاوت درمیان

چوں زند او نقد ما را بر محک — پس بہ بیند نقد را و قلب را

جب کہ نقدِ دیں کسوٹی پر رکھے — پس یقین اور شک کو وہ پہچان لے

چوں شود جانش محکِ نقد ہا — پس بہ بیند نقد را و قلب را

روح اس کی ہے کسوٹی بر ملا — وہ پرکھ لیتا ہے سب کھوٹا کھرا

بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا

بادشاہاں را چنیں عادت بود — ایں شنیدہ باشی ار یادت بود

بادشاہوں میں یہ عادت ہے زیاد — تو نے بھی ہوگی سنا شاید ہو یاد

دستِ چپ شاں پہلواناں ایستند — زانکہ دل پہلوئے چپ باشد بہ بند

دست چپ پر رکھتے ہیں وہ پہلوان — کیونکہ ہے بائیں طرف دل کا مکان

مشرف و اہلِ قلم بر دستِ راست — زانکہ علم ثبت و خط آں دست راست

منشی و خطاط سیدھے ہاتھ پہ — کیونکہ لکھنے میں سہولت ہے ادھر

صوفیاں را پیش رو موضع دہند — کائنہ جانند و زائینہ بہند

صوفیوں کو سامنے دیتے ہیں جا — وہ ہیں آئینہ اور اس سے بھی سوا

ماحیاں ایں صوفیانند اے پسر — سادہ و آزادہ - افگندہ سر

صورت دربان ہیں صوفی اے پسر — سادہ و آزادہ - عاجز سر بسر

سینہا صیقل زدہ از ذکر و فکر — تا پذیرد آئنہ دل نقش بکر

مانجھے ہیں صاف ان کے ذکر دوست سے — دل کے آئینے میں ہیں نقشے سجے

ہر کہ او از صلبِ فطرت خوب زاد — آئنہ در پیشِ او باید نہاد

پیدا ہوا جو خوب گرد — آئینہ لازم ہے اس کے روبرو

عاشق آئینہ باشد روئے خوب ۔ صیقل جاں آمد و تقوی القلوب

عاشق آئینہ ہے ہر روئے خوب ۔ صیقل جاں ہے یہ تقوائے قلوب

ہر کہ دارد روئے خوب با نظام ۔ طالب آئینہ باشد والسلام

جس کی صورت خوب ہے اور با نظام ۔ ڈھونڈتا ہے آئینہ وہ والسلام

ایک دوست کا حضرت یوسفؑ کی ملاقات کو آنا

بشنو اکنوں یک مثال معنوی ۔ تا تو دیگر قول صورت نشنوی

سن لے مجھ سے یہ مثال معنوی ۔ تا نہ ہو پروائے قولِ ظاہری

آمد از آفاق یارے مہرباں ۔ یوسف صدیق را شد میہماں

آیا اک جانب سے یارِ مہربان ۔ اور ہوا یوسفؑ کا آکر میہمان

کآشنا بودند وقت کودکی ۔ بر وسادہ آشنائی متکی

تھی لڑکپن میں جو باہم دوستی ۔ مسندِ اخلاص پر تھے متکی[1]

یاد دادش جور اخوان و حسد ۔ گفت آں زنجیر بود و ما اسد

بھائیوں کا ان سے جب پوچھا حسد ۔ بولے وہ زنجیر تھے ہم ہیں اسد

عار نبود شیر را از سلسلہ ۔ ما نداریم از قضائے حق گلہ

شیر کو زنجیر سے ہو عار کیا ۔ کچھ نہیں حکم الٰہی سے گِلہ

شیر را بر گردن ار زنجیر بود ۔ بر ہمہ زنجیر سازاں می بود

شیر کی گردن میں گو زنجیر تھی ۔ غالب آیا حلقہ سازوں پر وہی

گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ ۔ گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ

بولا کیسے کٹے زنداں چاہ ۔ بولے جیسے ہو زوال اندر ز ماہ

[1] تکیہ لگا کر بیٹھنے والا ۔

در محاق ار ماه نو گردد دوتا
نے در آخر بدر گردد در سما

گرچہ پھر گھٹتا چاند ہے وقت زوال
بدر ہو جاتا ہے پھر پا کر کمال

گرچہ در دانہ بہاون کوفتند
نور چشم و دل شدہ دفع گزند

گو کہ موتی کو جو ہاون میں تو کیا
پھر بھی آخر نور چشم و دل بنا

گندمے را زیر خاک انداختند
پس ز خاکش خوشہا بر ساختند

خاک میں ڈالا جو دانہ گیہوں کا
خاک سے پیدا ہوئے خوشے سدا

بار دیگر کوفتندش ز آسیا
قیمتش افزود و ناں شد جاں فزا

پھر اسے چکی سے پیسا دیکھنا
اور بھی قیمت بڑھی ۔ روٹی بنا

باز ناں را زیر دنداں کوفتند
گشت عقل و جان و فہم سودمند

روٹی کو جس دم چبایا دانت سے
عقل و جان و فہم سب اس سے بنے

باز آں جاں چونکہ محو عشق گشت
یعجب الزراع آمد بعد کشت

پھر وہ جاں جب محو الفت ہو گئی
بونے والے کو ہوئی حاصل ہوئی

باز آں جاں چوں فنا شد او محو شد
باز ماند از سکر و سوئے صحو شد

پھر وہی جاں جب ہوئی خالق میں محو
نشہ سے بیزار پہنچی سمت صحو

عالمے را زاں صلاح آمد ثمر
قوم دیگر را فلاح منتظر

اک جہاں اس سے ہوا پھر بہرہ ور
قوم کو پہنچی فلاح منتظر

این سخن پایاں ندارد باز گرد
تا کہ با یوسفؑ چہ گفت آں نیک مرد

خیر یہ تو اک بڑی ہے داستاں
یوسفؑ و مہماں کا قصہ کر بیاں

حضرت یوسفؑ کا دوست سے تحفہ طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں
ہیں چہ آوردی تو ما را ارمغاں

بولے یوسفؑ جب یہ قصہ ہو چکا
لائے تم میرے لئے سوغات کیا؟

برد ریاراں تہی دست آمدن | ہست بے گندم سوئے طاحوں شدن

خالی ہاتھ اور آستانۂ دوست کا | جانا بے گندم ہے سوئے آسیا

حق تعالیٰ خلق را گوید بحشر | ارمغاں کو از برائے روز نشر

حشر کے دن سب سے پوچھیگا خدا | ہے کوئی سوغات دن ہے حشر کا

جِئتُمُونَا وَافرَادیٰ بے نوا | ہم بداں ساں کہ خَلَقنٰکُم کذا

خلق تو آئے ہو مثال بے نوا | جیسا ہم نے تھا تمہیں پیدا کیا

ہیں چہ آوردید دستاویز را | ارمغاں روز رستا خیز را

لائے ہو تم آج دستاویز کیا | ارمغاں ہے بہر رستا خیز کیا

یا امید باز گشتن تاں نبود | وعدۂ امروز باطل تاں نمود

لوٹنے کی کیا نہ کچھ امید تھی | آج کے وعدے تھے کیا باطل سبھی

منکری مہمانیش را از خری | پس ز مطبخ خاک و خاکستر خوری

اس کی مہمانی سے جو منکر ہوا | کیوں نہ مطبخ سے تو مٹی کھائیگا

ور نہ منکر چنیں دست تہی | بر در آں دوست پاچوں می نہی

ور نہیں منکر تو با دست تہی | پاؤں جو چوکھٹ پر رکھیگا دوست کی

اندکے صرفہ بکن از خواب و خور | ارمغاں بہر ملاقاتش ببر

خواب و خور میں تھوڑا تھوڑا صرفہ کر | تحفہ لے جا اس سے ملنا ہے اگر

لہ قولہ تعالیٰ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادیٰ کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَاءَ ظُہُوْرِکُمْ اے لوگو! تم قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا ہو کر اس صورت میں آؤ گے جس صورت میں ہم نے ماں کے پیٹ سے پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا۔ وہ سب پس پشت ڈال آؤ گے۔

شو قلیلُ النومِ مما یہجعون — باش در اسحار از یستغفرون

رات کو کم سو جو ہے خوف خدا — اور سحر ہے وقت استغفار کا

اندکے جنبش بکن ہمچوں جنین[۱] — تا ببخشندت حواس نوربیں

کر بہت کم جنبش مثل جنین — تا تجھے بخشیں حواس نوربیں

وز جہانے چوں رحم بیروں روی — از زمیں در عرصۂ واسع شوی

رحم کی سی تنگ دنیا چھوڑ دے — تاکہ اک میدان عالیشان لے

آنکہ ارضُ اللہِ واسع[۲] گفتہ اند — عرصۂ داں کانبیاء در رفتہ اند

ہے زمیں حق کی بڑی کہتے جسے — ہے وہ میداں انبیاء کے واسطے

دل نگردد تنگ زاں عرصہ فراخ — نخل تر آنجا نگردد خشک شاخ

تنگ دل کیوں ہو کہ میدان ہے فراخ — نخل تر اس جا نہ ہوگا خشک شاخ

حاملی تو مر حواست را کنوں — کند و ماندہ می شوی و سرنگوں

ہے گراں بار حواسات زبوں — کند و بیمار اور ہے سرنگوں

چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب[۳] — ماندگی رفت و شدی بے رنج و تاب

تو ہے محمول اور نہ حامل وقت خواب — ماندگی جاتے ہی گیا اضطراب

چاشنیئے داں تو حالِ خواب را — پیش محمولی حال اولیا

چاشنی جان اپنے حالِ خواب کو — اولیاء کے حال کی اے نیک خو

---

۱ پیٹ کا بچہ۔

۲ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔

۳ یعنی وقت خواب تو اپنے حواسوں کا حامل نہیں ہوتا ان کا محمول ہوتا ہے وہ تجھے جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔ اس سے تیری ماندگی مٹ جاتی ہے اور تیرا رنج وغم معدوم ہو جاتا ہے۔

اولیا اصحاب کہف اند اے عنود | در قیام و در تقلب ہم رقود

اولیا اصحاب کہف اے یار ہیں | جن کے سونے میں بھی ہم اسرار ہیں[۱]

میکشدشاں بے تکلف در فعال | بیخبر ذات الیمیں ذات الشمال

بے تکلف دیتا ہے حرکت انہیں | داہنے بائیں پھیرتے ہیں وہ کروٹیں

چیست آں ذات الیمیں فعل حسن | چیست آں ذات الشمال اشغال تن

داہنی کروٹ کیا ہے اک فعل حسن | بائیں کروٹ کیا ہے اک شغل بدن

گر تو بینی شاں بدشواری دروں | نیست شاں خوفے و لاہم یحزنون

دیکھے مشکل میں انہیں تو کہ یقیں | ان کو خوف و رنج ہو سکتا نہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید | بیخبر زیں ہر دو ایشاں در مزید

ہیں عیاں لوگوں پہ یہ دونوں مگر | اولیا ان دونوں سے ہیں بے خبر

می رود ایں ہر دو کار از انبیا | بیخبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا

انبیا دونوں سے ہیں مطلق رہا | بے خبر دونوں سے ہیں وہ مثل صدا

گر صدایت بشنواند خیر و شر | ذات کہ باشد ز ہر دو بے خبر

گو سناتا ہے صدائے خیر و شر | کوہ دونوں سے ہے لیکن بے خبر

گفت یوسف ہیں بیاور ارمغاں | او ز شرم ایں تقاضا زد فغاں

بولے یوسف۔ ہاں تو لاؤ ارمغاں | اس تقاضے سے وہ تھا محو فغاں

گفت من چند ارمغاں جستم ترا | ارمغانے در نظر نامد مرا

بولا میں نے ڈھونڈے تھے تحفے کئی | آپ کے لائق نہ کوئی شے ملی

حبہ را جانب کاں چوں برم | قطرہ را سوئے عماں[۲] چوں برم

حبہ لاتا کان کی جانب میں کیا | قطرے کی عماں کو کیا حاجت بھلا

۱ قولہ تعالیٰ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ یعنی تو اصحاب کہف کو بیدار سمجھتا ہوگا مگر وہ تو سوے ہیں۔ ۲ دریا کا نام۔

زیرہ را من سوئے کرماں آورم
گر بہ پیشش تو دل و جاں آورم

زیرہ کو کرماں[1] کیا لے جاؤں میں
جان و دل کیا پیش کش کو لاؤں میں

نیست تحفے کاندریں انبار نیست
غیر حسن تو کہ او را یار نیست

اس خزانے میں ہر اک شے ہے کثیر
حسن ہے صرف آپ کا بس بے نظیر

لائق آں دیدم کہ من آئینۂ
پیش تو آرم چو نور سینۂ

میں نے سوچا لے چلوں اک آئینا
نور دل کی طرح تحفہ بے بہا

تا بہ بینی روئے خوب خود دراں
اے تو چوں خورشید شمع آسماں

دیکھیں تا آپ اس میں رخ کی آب و تب
آپ شمع چرخ ہیں جوں آفتاب

آئینہ آوردمت اے روشنی
تا چو بینی روئے خود یادم کنی

آئینہ لایا ہوں میں اے روشنی
آپ اسے دیکھیں تو یاد آئے میری

آئینہ بیروں کشید او از بغل
خوب را آئینہ باشد مشتغل

اس نے پہلو سے نکالا آئینہ
مشغلہ ہے دلبروں کا آئینہ

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

نیستی ہستی کا ہے اک آئینہ
نیست ہو چاہے اگر عقل اے فتا

ہستی اندر نیستی بتواں نمود
مالداراں بر فقیر آرند جود

نیستی میں ہست ہوتا ہے نمود
مفلسوں پر اعتبار کرتے ہیں جود

آئینۂ صافی ناں خود گرسنست
سوختہ ہم آئینۂ آتش زنست

ناں کا بھوکا اگر ہے آئینہ
سوختہ ہے آئینہ چقماق کا

نیستی و نقص ہر جائیکہ خواست
آئینۂ خوبی جملہ ہستہاست

نیستی اور نقص جس جا ہو عیاں
ہست کا آئینہ ہیں اے مہرباں

[1] فارس کا ایک شہر ہے جہاں سیاہ زیرہ بکثرت پیدا ہوتا ہے

بہر آں کہ نیستی پالودگیست — واندر ایں ہستی ہمہ آلودگیست

بہتر ہے یہ نیستی پالودگی — اور ہستی ہے بڑی آلودگی

چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود — مظہر فرہنگ درزی کے شود

جب کوئی کپڑا سلا ہو تو بتو — داد پھر کیا دے کوئی خیاط کو

ناتراشیدہ ہمی باید جذوع — تا دروگر اصل سازد یا فروع

پاتے ہیں جس دم تراشیدہ تنا — پیتے ہیں کڑیاں ستوں اس سے بنا

خواجہ اشکستہ بند آنجا رود — کہ در آنجا پائے اشکستہ بود

جوڑنے والا تو جاتا ہے وہیں — پاؤں جس کا ٹوٹ جاتا ہے کہیں

کے شود چوں نیست رنجور نزار — آں جمال صنعت طب آشکار

کس طرح ہو جب نہ ہو کوئی نزار — یہ کمال صنعت طب آشکار

خواری و دونی مسہا بر ملا — گر نباشد کے نماید کیمیا

میل تانبا میں نہ ہو گر بر ملا — کیا اثر اپنا دکھائے کیمیا

نقصہا آئینہ وصف کمال — واں حقارت آئینہ عز و جلال

نقص ہیں آئینۂ وصف کمال — عجز ہے بے شبہ مرآۃ جلال

زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں — زانکہ با سرکہ پدیدست انگبیں

ضد سے پیدا ضد میں ہوتا ہے یقیں — کیونکہ سرکے میں ہے ظاہر انگبیں

ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت — اندر استکمال خود دو اسپہ تاخت

جس نے اپنے نقص کی پہچان کی — ہو گیا وہ شخص کامل واقعی

زاں نمی پرد بسوئے ذوالجلال — کو گمانے می برد خود را کمال

اڑ نہیں سکتا وہ سوئے ذوالجلال — ہے گماں جس کو کہ مجھ میں ہے کمال

علتے بدتر ز پندار کمال — نیست اندر جانت اے مغرور ضلال

کوئی بیماری بھی بجز پندار سے — جاں میں تیری نہیں تو جان لے

از دل و از دیده‌ات بس خوں رود ۔ تا ز تو ایں معجبی بیروں شود

تیرے دل اور آنکھ سے جب خوں بہے ۔ تب کہیں تیری یہ خودنمائی مٹے

علتِ ابلیس اَنَا خَیْرٌ[۱] بُدست ۔ ویں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست

علت ابلیس انا خیر بنی ۔ ہے یہی فطرت میں سب مخلوق کی

گرچہ خود را بس شکستہ بیند او ۔ آبِ صافی داں و سرگیں زیرِ جو

تو شکستہ اپنے کو دیکھے مگر ۔ ہے نہاں ندی میں گو بر سر بسر

چوں بشورانی مر او را از امتحاں ۔ آب سرگیں رنگ گردد در زماں

دو اسے جنبش جو بہر امتحاں ۔ آب سرگیں رنگ ہو جائے یہاں

در تگِ جو ہست سرگیں اے فتیٰ ۔ گرچہ جو صافی نماید مر ترا

نہر کی تہ میں ہے گو برائے فتا ۔ گرچہ ظاہر میں نظر آئے صفا

ہست پیرِ راہ دانِ پر فطن[۲] ۔ باغہائے نفسِ کل را جوئے کن

پیر کامل بالیقیں ہے رازداں ۔ باغ ہائے عقل کو نہر رواں

جوئے خود را کے تواند پاک کرد ۔ نافع از علمِ خدا شد علمِ مرد

نہر رکھے خود کو کب محفوظ گرد ۔ مستفید علم حق ہے علم مرد

کے تراشد تیغ دستِ خویش را ۔ رو بجراحے سپار ایں ریش را

تیغ سے خود اپنا دستہ کب بنے ۔ زخم ہو تو پاس جا جراح کے

آب جو سرگیں نتاند پاک کرد ۔ جہلِ نفسش را نزود بد علمِ مرد

آب جو سے کیا مٹے سرگین و گرد ۔ جہل دھوئے نفس کا کیا علم مرد

[۱] قولہ تعالیٰ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔

یعنی ابلیس نے کہا کہ یا رب العالمین تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے اس لئے میں اس سے اچھا ہوں۔

[۲] دانا۔

بر سرِ ہر ریشش جمع آمد مگس / تا نہ بینی قبحِ ریشِ خویش کس

زخموں پر جا بیٹھی ہیں مکھیاں / تا نہ زخموں کی برائی ہو عیاں

واں مگس اندیشہا و آمالِ تو / ریشِ تو آں ظلمتِ احوالِ تو

مکھیاں ہیں تیرے وسواس و خیال / اور تیرا زخم تاریکی حال

ور نہد مرہم بر آں ریشِ تو پیر / آں زماں ساکن شود درد و نفیر[1]

زخم پر تیرے رکھے مرہم جو پیر / دفعتاً جاتا رہے درد اور نفیر

تا نہ پنداری کہ صحت یافتست / پرتوِ مرہم در آنجا یافتست

یہ نہ جان اس سے کہ صحت ہو گئی / یہ تو مرہم کی فقط تاثیر تھی

ہیں ز مرہم سر مکش اے پشت ریش / واں ز پرتو داں مداں از اصلِ خویش

ہم نہ اس مرہم سے پھیر اے خوش یقیں / وہ ہے پرتو۔ صحت ذاتی نہیں

ایک کاتبِ وحی کا مرتد ہونا

پیش از عثمانؓ یکے نساخ بود / کو بنسخِ وحی جدے می نمود

اک کاتب پہلا تھا عثمانؓ سے / کرتا تھا لکھنے میں کوشش وحی کے

چوں نبیؐ از وحی فرمودے سبق / او ہماں را وانوشتے بر ورق

جب نبیؐ سے وحی سن لیتا تھا وہ / پھر ورق پر اس کو لکھ دیتا تھا وہ

پرتو آں وحی بر وے تافتے / او درونِ خویش حکمت یافتے

وحی کا پڑتا تھا اس پہ پرتوا / دیکھتا تھا دل میں حکمت کی ضیا

عین آں حکمت بفرمودے رسولؐ / زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول[2]

پھر اسی حکمت کو فرماتے رسول / ہو گیا گمراہ اس سے بوالفضول

[1] نالہ۔

[2] فضولیات کا باپ۔ یعنی بے وقوف۔

کاہنی می گوید رسول مستنیر | مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر
وہ یہ سمجھا کہتے ہیں جو کچھ نبیؐ | اصل میں ہے بات میرے دل ہی کی

پر تو اندیشہ اش زد بر رسولؐ | قہر حق آورد بر جانش نزول
اس کے اندیشے کو جب سمجھے رسول | قہر داور نے کیا اس پر نزول

پرتو آں ناگہش بر دل تبافت | در درون خویشتن حرفے نیافت
روشنی جب قہر کی دل پر پڑی | اس نے اپنے قلب کو پایا تہی

ہم ز نساخی بر آمد ہم ز دیں | شد عدوے مصطفیٰؐ از روئے کیں
دیں سے نکلا کتابت سے گیا | بن گیا حاسد عدوئے مصطفیٰؐ

مصطفیٰؐ فرمود کاے گبر عنود | چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود
یہ ہوا سرکش سے ارشاد حضورؐ | رو سیہ کیوں ہے جو تجھ سے تھا وہ نور

گر تو ینبوع الٰہی بودۂ | ایں چنیں آب سیہ نگشودۂ
تو جو ہوتا چشمۂ نور خدا | بن کے کیچڑ اس کیوں ہوتا جدا

اندر دل می سوختش ہم زیں سبب | توبہ کردن می نیارست ایں عجب
اس کے دل میں یوں لگی اک آگ تھی | توبہ کی طاقت نہ اس میں کچھ رہی

تا کہ ناموسش بہ پیش ایں و آں | نشکند بربست از توبہ دہاں
تا کہ عزت میں نہ آجائے زیاں | بند توبہ سے ہوئی اس کی زباں

آہ می کرد و نبودش آہ سود | چوں در آمد تیغ سر را در ربود
آہ کرتا تھا مگر بے سود تھی | تیغ جب آئی تو سر کو لے گئی

کردہ حق ناموس را صد من حدید | اے بسا بستہ بہ بند ناپدید
حق نے عزت کو کیا سو من حدید | ہیں بہت پابند قید ناپدید

کبر و کفر آنساں ببست ایں راہ را | کو نیارد کرد ظاہر آہ را
کفر نے کی ہے وہ بندش راہ کی | کر نہیں سکتا یہ کافر آہ بھی

گفت اغلالاً[1] فهم بہ مقمحون — نیست آں اغلال ما از اندرون
ٹھوڑیوں تک طوق ہیں انکو پڑے — خود بخود اگر نہیں آخر پڑے

خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ — می نہ بیند بند را پیش و پس او
آگے پیچھے ان کے اک دیوار ہے — دیکھ ہی سکتے نہیں وہ شے

رنگِ صحرا دارد آں سدے[2] کہ خواست — او نمی داند کہ سد قضاست
صورتِ صحرا ہے سدّ ظاہرا — تا نہ سمجھے یہ ہے دیوار قضا

شاہدِ تو سدِّ روئے شاہد ست — مرشدِ تو سدِّ گفتِ مرشد است
تیرا محبوب سدِّ روئے یار ہے — تیرا مرشد حائل اک دیوار ہے

اے بسا کفار را سودائے دیں — بندشاں ناموس و کبر و آن و ایں
ہے بہت سے کافروں کو شوق دیں — ان کی سد ناموس ہے اور کبر و کیں

بند پنہاں لیک از آہن بتر — بند آہن را کند پارہ تبر
بند پنہاں لوہے سے بھی ہے بتر — بند آہن کو کرے ٹکڑے تبر

بند آہن را تواں کردن جدا — بندِ غیبی[3] را نداند کس دوا
بند آہن ہو بھی سکتا ہے جدا — بند غیبی کی نہیں لیکن دوا

[1] قولہٖ تعالیٰ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ ہم نے کافروں کی گردن میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ جو ان کی ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں۔ اسلئے وہ کسی طرف پھر کر سر نہیں ہلا سکتے ؞

[2] مطلب۔ معنی ؞

[3] نفس و شیطان ؞

مرد را زنبور اگر نیشے زند — طبع او آں لحظہ بر دفعے تند

ڈنک مارے مرد کو زنبور اگر — دفع کرتی ہے طبیعت خود اثر

زخم نیش اما چو از ہستی تست — غم قوی باشد دو درد سست

زخم ہے جو نیش ہستی سے پڑا — درد اس کا کم نہ ہوگا بے جبا

شرح ایں از سینہ بیروں می جہد — لیک می ترسم کہ نومیدی دہد

دل سے چھلکی پڑتی ہے شرحِ دردِ دل — خوف نومیدی ہے لیکن کیا کروں

نے مشو نومید خود را شاد کن — پیش آں فریاد رس فریاد کن

ہاں نہ ہو مایوس خود کو شاد کر — ہے وہی فریاد رس فریاد کر

کائے محبِ عفو از ما عفو کن — اے طبیبِ رنجِ ناسور کہن

اے محبِ عفو کر عفو خطا — بھر دے ناسور کہن چارہ گرا

عکس حکمت آں شقی را یاوہ کرد — خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد

عکس حکمت سے ہوا کاتب شقی — چھوڑ خود بینی کر سنبھلے زندگی

اے برادر بر تو حکمت جاریہ ست — آں ز ابدالست و بر تو عاریہ ست

بھائی ہے یہ تیری حکمت جاریہ — ہے جو عکس اولیا سے عاریہ[1]

گرچہ در خود خانہ نورے یافتست — آں ز ہمسایہ منور یافتست

گو ترے پھیلا ہوا ہے گھر میں نور — یہ ہے ہمسائے کا لیکن سب ظہور

شکر کن غرہ مشو بینی مزن — گوش دار و ہیچ خود بینی مکن

شکر کر۔ نخوت نہ کر۔ متکبر نہ ہو — سن ذرا۔ جڑ سے اکھاڑ اس کبر کو

صد دریغ و درد کایں عاریتے — معجباں را دور کرد از امتے

حیف ہے اس عاریت نے ہر ملا — معجبوں[2] کو دور امت سے کیا

[1] مستعار۔

[2] مطرودوں کو۔

من غلام آنکہ او در ہر رباط — خویش را واصل نداند بر سماط

میں غلام اس کا ہوں ہر منزل پہ جو — اہل دسترخواں نہ سمجھے اپنے کو

بس رباطے کہ بباید ترک کرد — تا بمسکن در رسد یک روز مرد

ترک کرنی ہیں بہت سی منزلیں — ایک دن مسکن ملے گا راہ میں

گرچہ آہن سرخ شد او سرخ نیست — پرتو عاریت آتش زنی است

سرخ ہو آہن تو وہ ہے سرخ کیا — عارضی اک پرتو ہے آگ کا

گر شود پُر نور روزن یا سرا — تو مداں روشن مگر خورشید را

ہو اگر پُر نور کھڑکی یا مکان — نور تو خورشید کا اس کو بھی جان

ور در و دیوار گوید روشنم — پرتو غیرے ندارم ایں منم

گر کہیں دیوار و در ہم پُر ضیا — خود ہی ہیں ہم تو نہیں کچھ غیر کا

پس بگوید آفتاب اے نا رشید — چونکہ من غائب شوم آید پدید

کہتا ہے سورج کہ یہ ہے کیا خیال — میں ہوا پنہاں تو کھل جائیگا حال

سبزہا گویند ما سبز از خودیم — شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم

سبزے کہتے ہیں کہ خود ہی سبز ہیں — شاد و خنداں خوبصورت پُر نعم

فصل تابستاں بگوید اے امم — خویش را بینید چوں من بگذرم

گلشن کے یہ بکواس کہتی ہے بہار — دیکھنا جس وقت ہو جاؤں فرار

تن ہمی نازد بخوبی و جمال — روح پنہاں کردہ فرّ و پرّ و بال

جسم کو ہے نازش حسن و جمال — گو یہ سب ہے روح پنہاں کا کمال

گویدش اے مزبلہ تو کیستی — یک دو روز از پرتو من زیستی

کہتی ہے۔ ہے مزبلہ[1] تو چیز کیا — ایک دو دن میرے پرتو سے جیا

[1] کوڑا ڈالنے کی جگہ۔

عُجب و نازت می نگنجد در جہاں	باش تا کہ من شوم از تو جہاں
نازسے گو تنگ ہے تیرے جہاں	صبر کر ہوئے تو دے تجھ کو رواں
گر مدارانت ترا گورے کنند	کو کشانت در تنگ گور افگنند
گرم یہ رہتی ہیں جن سے محفلیں	کھینچ کر ڈالیں گے تجھ کو گور میں
تاکہ چوں در گور یارانت کنند	طعمۂ موران و مارانت کنند
گور میں جب دوست رکھ دیں گے تجھے	لقمہ مار و مور کرلیں گے تجھے
بینی از گند تو گیرد آں کسے	کہ بہ پیشِ تو ہمی مُردے بسے
تیری بو سے وہ کریں گے بند ناک	جو بہت کچھ تجھ سے رکھتے ہیں تپاک
پرتوئے روحست نطق و چشم و گوش	پرتو آتش بود در آب جوش
روح کے پرتو ہیں چشم و نطق و گوش	پرتو ہے آگ کا پانی کا جوش
آنچنانکہ پرتو جاں بر تن ست	پرتو ابدال بر جانِ من ست
روح کا پرتو ہے جیسے جسم پر	پرتو ابدال مجھ پر ہے ادھر
جانِ جاں چوں واکشید پا از جہاں	جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
جان سے جاتا ہے جب جانِ جہاں	لگ تن بے جان کی رہ جاتی ہے جاں
سر ازاں رو می نہم من بر زمیں	تا گواہِ من بود در یومِ دیں
میں زمیں پر اس لئے رکھتا ہوں سر	روزِ محشر دے گواہی سر بسر
یومِ دیں کہ زُلْزِلَتْ زِلْزَالَہَا	ایں زمیں باشد گواہِ حالہا
جب اٹھیں گے زلزلے محشر میں آہ	یہ زمین احوال کی ہوگی گواہ
کو تُحَدِّثُ جَہْرَۃً اَخْبَارَہَا	در سخن آید زمیں اَوْحٰی لَہَا
بھید کھولیگی زمیں احوال کا	بول کر منہ سے یہ حکمِ کبریا
فلسفی گوید ز معقولات دوں	عقل از دہلیز می ماند بروں
فلسفی کو دھن ہے معقولات کی	عقل دروازے سے آگے کب بڑھی

فلسفی منکر شود در فکر و ظن — گو برو سر را بداں دیوار زن

فلسفی بدظن جو ہو انکار سے — کہ وہ سر مارا کرے دیوار سے

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل

نطق آب اور نطق خاک اور نطق گل — یہ ہے محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس انبیاء بیگانہ است

فلسفی جو منکر حنانہ ہے — انبیاء کے حال سے بیگانہ ہے

گوید او کہ پرتو سودائے خلق — بس خیالات آورد در رائے خلق

وہ یہ کہتا ہے کہ سودا خلق کا — دل میں لاتا ہے ہزاروں مدعا

بلکہ عکس آں فساد و کفر او — ایں خیال منکری را زد برہ

بلکہ اس کا اپنا الحاد و ضلال — ڈالتا ہے اس کے دل میں یہ خیال

فلسفی مر دیو را منکر شود — در ہماں دم مسخرۂ دیوے بود

فلسفی انکار شیطاں جب کرے — ہاتھ میں شیطاں کے کٹھ پتلی بنے

گر ندیدی دیو را خود را ببیں — بے جنوں نبود کبودی بر جبیں

دیو کو دیکھا نہیں اپنے کو دیکھ — نیل کیسا ہے ذرا ماتھے کو دیکھ

ہر کرا در دل شک و پیچانی ست — در جہاں او فلسفی پنہانی ست

جو اسیر شبہ و شک ہو واقعی — وہ زمانے میں ہے پنہاں فلسفی

می نماید اعتقاد او گاہ گاہ — آں رگ فلسف کند رویش سیاہ

ہے دکھاتا اعتقاد گاہ گاہ — فلسفے کی رگ سے ہے وہ روسیہ

الحذر اے مومناں کو در شماست — در شما بس عالم بے منتہاست

وہ تمہیں میں ہے چھپا اس سے ڈرو — تم میں خود بے حد ہیں عالم [illegible]

جملہ ہفتاد و دو ملت در تو ست — وہ کہ اک روزے برآرد از تو دست

ہیں بہتر ملتیں تجھ میں نہاں — تجھ پہ وہ غالب نہ آ جائے یہاں

ہر کہ او را برگِ ایں ایماں بود ۔۔۔ ہمچوں برگ از بیم او لرزاں بود
جس میں ہے ایمان کی لے دلپذیر ۔۔۔ اس سے ہے پتے کی صورت رعشہ گیر

بر بلیس و دیو زاں خندیدۂ ۔۔۔ کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
دیو و شیطاں پر جو یوں ہنستا ہے تو ۔۔۔ نیک اپنے آپ کو سمجھا ہے تو

چوں کند جاں باز گونہ پوستیں ۔۔۔ چند واویلا بر آید ز اہل دیں
جان جب الٹے گی اپنا پوستین ۔۔۔ کتنا واویلا کریں گے اہل دیں

بر دکاں ہر زر نما خنداں شدست ۔۔۔ زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدست
ہنستا ہے اپنی دکان پہ شادماں ۔۔۔ کیونکہ پوشیدہ ہے سنگ امتحاں

پردہ اے ستار از ما وا مگیر ۔۔۔ باش اندر امتحاں مارا مجیر
پردہ رہنے دے ہمارا یا الٰہ ۔۔۔ امتحاں کے وقت دے ہم کو پناہ

قلب پہلو می زند با زر بشب ۔۔۔ انتظار روز می دارد ذہب
شب میں کھوٹا سونا کو پہلو دے تار ۔۔۔ سچے سونے کو ہے دن کا انتظار

با زبان حال زر گوید کہ باش ۔۔۔ اے مزور تا بر آید روز فاش
سونا کہتا ہے زبانِ حال سے ۔۔۔ ہاں! ٹھہر جھوٹے! نکلنے دن تو دے

صد ہزاراں سال ابلیس لعیں ۔۔۔ بود ز ابدال و امیر مومنیں
رہ چکا ہے پہلے ابلیس لعیں ۔۔۔ خود ہی ابدال اور امیر المومنین

پنجہ زد با آدمؑ از نازے کہ داشت ۔۔۔ گشت رسوا ہمچو سرگیں وقت چاشت
ملا ہاتھ آدمؑ سے نازش کا بھرا ۔۔۔ مثل سرگیں دن میں رسوا ہو گیا

پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس ۔۔۔ بر تر از سلطاں چہ می رانی فرس
ہو نہ مردوں سے مقابل بوالہوس ۔۔۔ شاہ سے تو کیوں بڑھاتا ہے فرس[1]

[1] گھوڑا۔

بلعم باعور کی بددعا

بلعم باعور را خلق جہاں ۔ سغبہ شد مانند عیسیٰؑ زماں
بلعم باعور کی خلق جہاں ۔ تھی مسخر مثل عیسےؑ زماں

سجدہ ناوردند کس را دون او ۔ صحت رنجور بود افسون او
سجدہ کرتے ہی نہ تھے اس کے سوا ۔ سحر اس کا صحت رنجور تھا

پنجہ زد با موسیٰؑ از کبر و کمال ۔ آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
آیا موسےؑ کے مقابل پر غرور ۔ جو ہوا پھر سن لیا ہوگا ضرور

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں ۔ ہمچنیں بودست پیدا و نہاں
سو ہزار ابلیس و بلعم بے گماں ۔ ہو چکے ہیں ایسے پیدا و نہاں

ایں دو را مشہور گردانید الہ ۔ تاکہ باشند ایں دو بر باقی گواہ
دونوں کو مشہور حق نے کر دیا ۔ باقیوں پہ تا ہوں شاہد برملا

رہزناں را در بیاباں چوں کشند ۔ یکدو تن را سوئے دہ زایشاں کشند
چوروں کو میداں میں جب ہیں مارتے ۔ گاؤں میں لے آتے ہیں دو اک باندھ کے

تا ببینند اہل دہ گیرند پند ۔ رویت ایشاں بود قوماں ہمچو بند
تاکہ لیں دیہات والے ان سے پند ۔ دیکھنا ان کا ہو ان کے حق میں بند

ایں دو دزد آویخت بر دار بلند ۔ ورنہ اندر شہر بس دزداں بدند
ان دو چوروں کو کھینچا دار پہ ۔ ورنہ ایسے چور تھے یاں بیشتر

ایں دو را پرچم بسوئے شہر برد ۔ کشتگانِ قہر را نتواں شمرد
سوئے شہر ان کو بے پرچم لے گیا ۔ کشتگانِ قہر را نتواں شمرد

نازنینی تو ولے در حدِ خویش ۔ اللہ اللہ پا منہ زاندازہ بیش
نازنیں ہے اپنی حد سے کر نہ رم ۔ رکھ نہ اندازے سے آگے تو قدم

گرزنی بر نازنیں تر از خودت
درتگِ ہفتم زمیں زیر آردت
مل گیا تجھ سے جو بہتر نازنیں
وہ تجھے کردے گا پیوندِ زمیں

قصۂ عاد و ثمود از بہرِ چیست
تا بدانی کانبیا را نازکیست
اس لئے ہے قصۂ عاد و ثمود
تا ہو نبیوں کی نزاکت کی نمود

ایں نشانِ خسف و قذف و صاعقہ
شد بیانِ عزِ نفسِ ناطقہ
یہ نشانِ خسف[1] و قذف و صاعقہ
ہے بیانِ عزِ نفسِ ناطقہ

جملہ حیواں را پئے انساں بکش
جملہ انساں را بکش از بہرِ ہش
ماسے حیواں مدد انساں کے عوض
اور کر انساں کو صدقے ہوش کے

ہش چہ باشد عقلِ کل اے ہوشمند
عقلِ جزوی ہش بود اما نژند
ہوش کیا ہے؟ عقلِ کل اے ہوشمند
عقلِ جزوی ہوش ہے لیکن نژند[2]

جملہ حیوانات وحشی ز آدمی
باشد از حیوانِ انسی در کمی
جتنے حیوانات ہیں وحشت بجہاں
کم ہیں سب حیوانِ انسی[3] سے یہاں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل
زانکہ وحشی اند از عقلِ جلیل
وحشیوں کا خون ہے ٹھہرا ہے روا
یعنی وحشی عقل سے سب ہیں جدا

خونِ ایشاں خلق را باشد روا
زانکہ انساں را نیند ایشاں رضا
خون ان سب کا ہے دنیا کو روا
قابلِ انساں نہیں ہیں ناسزا

[1] خسف۔ زمیں میں دھنسنا
قذف۔ پتھر مارنا۔ سنگساری۔ صاعقہ بجلی۔

[2] افسردہ و ضعیف۔

[3] حیوانِ انسی۔ انسان سے محبت کرنے والے جیسے گھوڑا۔ گائے۔ گدھا وغیرہ۔

عزت وحشی بداں ساقط شدست — کامر انساں را مخالف آمدست
عزت وحشی ہے ساقط اس لئے — یہ مخالف ہوتے ہیں انساں کے

پس چہ عزت باشدت اے ناسرہ — چوں شدی تو حمر مستنفرہ
کیا ہو پھر عزت تری اے نابکار — ہو رہا ہے جبکہ تو وحشی حمر

خر نشاید کشت از بہر صلاح — چوں شود وحشی شود خونش مباح
کون مارے خر کو از بہر صلاح — پر ہو وحشی تو ہے خوں اس کا مباح

گرچہ خر را دانش آزور نبود — ہیچ معذورش نمی دارد ودود
عقل کو خر کو نہیں پہنچا بتا — پھر بھی وہ معذور کب سمجھا گیا

پس چو وحشی شد ز آدم آدمی — کے بود معذور اے یار سمی
جب ہوا انساں سے وحشی آدمی — کب اسے معذور سمجھے گا کوئی

لاجرم کفار را خوں شد مباح[1] — ہمچو وحشی پیش نشاب و رماح
اس لئے ہے خون کافر کا روا — مثل وحشی تیر و نیزہ سے ہوا

جفت و فرزندان شاں جملہ سبیل — زانکہ بے عقلند و مطرود و ذلیل
جفت و اور بچے ہیں ان کے سب سبیل — کیونکہ ہیں بے عقل و مردود و ذلیل

باز عقلے کو رمد از عقل عقل — گردد از عقلے بحیوانات نقل
بھاگے جو نبیوں سے وہ انساں کہاں — آدمی کیا اس کو حیواں کر گماں

ہاروت و ماروت کا قصہ

ہمچو ہاروت و چو ماروت شہیر — از بطر خوردند زہر آلودہ تیر
جس طرح ہاروت اور ماروت نے — تیر زہر آلود کھایا کبر سے

[1] مباح ۔ جائز ۔

اعتمادے بود شاں بر قدرِ خویش
چیست بر گیرا اعتماد گاو میش

ان کو اپنے قدرت پر تھا اعتماد
گائے کو ہو شیر پر کیا اعتماد

گرچہ او با شیر صد چارہ کند
شاخ شاخش شیر نر پارہ کند

بیل سے ہوتی ہے گو وہ چارہ گر
ٹکڑے کر دیتا ہے لیکن شیر نر

گرد شود پر شاخ ہمچو خارپشت
شیر خواہد گاو را ناچار کشت

گر ہو مثل خار پشت اے باشعور
مار ڈالیگا وہ شیر اس کو ضرور

باد صرصر کو درختاں می کند
با گیاہ پست احساں می کند

پیڑ کو آندھی گراتی ہے مگر
کرتی ہے احسان بھی گھاس پر

بر ضعیفی گیاہ ایں باد تند
رحم کرد اے دل تو از قوت مکند

گھاس پر صرصر بھی جب احساں کرے
تجھ کو اترانا نہ اے دل چاہیئے

تیشہ را ز انبوہی شاخ درخت
کے گراں آید ببرد لخت لخت

تیشہ کو ہو ٹہنیوں سے خوف کیا
ٹکڑے کر دیتا ہے ان کے برملا

لیک بر برگے نکوبد خویش را
جز کہ بر نیشے نکوبد نیش را

پتوں پر لیکن نہیں کرتا اثر
صرف رگ کو چھیڑتا ہے نیشتر

شعلہ را ز انبوہی ہیزم چہ غم
کے رمد قصاب از انبوہ غنم

کیا بھلا شعلہ کو ایندھن سے ہو غم
کب کیا قصاب نے ریوڑ سے رم

پیش معنی چیست صورت بس زبوں
چرخ را معنیش می دارد نگوں

سامنے معنی کے صورت ہے زبوں
چرخ کو رکھتا ہے معنی سرنگوں

تو قیاس از چرخ دولابی بگیر
گردشش از کیست از عقل منیر

چرخ دولابی پہ تو کر لے قیاس
عقل سے گردش ہے اگر کو ہے ہراس

گردش ایں قالب ہمچوں سپر
ہست از روح مستتر اے پسر

یہ جو چکر میں ہے قالب کی سپر
روح پوشیدہ ہے گردش اسکے پسر

گردش ایں باد از معنی اوست — ہمچو چرخے کو اسیر آب جوست

ہے ہوا پابند یعنی نیک خو — جیسے چرخی ہو اسیر آب جو

جزر و مد و دخل و خرج ایں نفس — از کہ باشد جز ز جاں پر ہوس

جزر و مد اور آنا جانا سانس کا — روح کے باعث یقیں کر باوفا

گاہ جیمش می کند گہ حے و دال — گاہ صلحش می کند گاہے جدال

جیم کرتی ہے کبھی حے اور دال — صلح کرتی ہے کبھی گاہے جدال

گہ یمینش می برد گاہے یسار — گہ گلستاں می کند گاہیش خار

دائیں بائیں اس کو لے جاتی ہے یوح — پھول اور کانٹا بنالاتی ہے روح

ہمچنیں ایں آب را یزدان پاک — کردہ بر فرعون خون سہمناک

ایسے ہی فرعون پر اللہ نے — خون پانی کو کیا تھا دیکھ لے

ہمچنیں ایں باد را یزدان ما — کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدہا

یہ ہوا ایسے ہی بحکم خدا — عاد والوں پر بنی تھی اژدہا

باز ہم ایں باد را بر مومناں — کردہ بد صلح و مراعات و اماں

مومنوں کے واسطے پھر یہ ہوا — تھی پناہ و صلح اور لطف خدا

گفت المعنی ہو اللہ؎ شیخ دیں — بحر معنی ہاست رب العالمین

یہ ہے ارشاد جنید شیخ دیں — بحر معنی ہے وہ رب العالمین

جملہ اطباق زمین و آسماں — ہمچو خاشاکے بر آں بحر رواں

یہ طبق یعنی زمین و آسماں — صورت خاشاک ہیں ان میں رواں

؎ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ کا قول ہے ؎

فالکل عبارۃ وانت المعنی — یا من ھو القلوب مقناطیسی

یعنی اے خدا! تمام کائنات عبارت ہے اور تو معنی ہے اے وہ کہ تو دلوں کے لئے مقناطیس ہے۔

جملہا در رقصِ خاشاک اندر آب | ہم ز آب آمد بوقتِ اضطراب
پانی میں یہ تیرنا خاشاک کا | پانی کی حرکت سے ہے سُن لے ذرا

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا | سوئے ساحل افگند خاشاک را
جب اسے ساکن ہے کرنا چاہتا | پھینکتا ہے جانب ساحل اٹھا

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ | آں کند با او کہ آتش با گیاہ
موجوں میں ساحل سے اس کو کھینچ کے | وہ کرے آتش کرے جو گھاس سے

ایں حدیث آخر ندارد باز راں | جانب ہاروت و ماروت اے جواں
کب ہے ان باتوں کو آخر انتہا | قصہ سن ہاروت اور ماروت کا

ہاروت و ماروت کا باقی قصہ

چوں گناہ و فسق خلقانِ جہاں | می شدے روشن بایشاں آں زماں
کیونکہ سب مخلوق کے فسق و گناہ | دونوں پر ہوتے ہیں روشن گاہ گاہ

دست خائیدن گرفتندے بخشم | لیک عیب خود ندیدندے بچشم
ہاتھ تھے غصے میں اپنے کاٹتے | عیب سے اپنے مگر واقف نہ تھے

خویش در آئینہ دید آں زشت مرد | رو بگردانید از اں و خشم کرد
جیسے دیکھیں زشت رو آئینہ میں | اپنی صورت اور پھر منہ پھیر لیں

خویش بیں چوں از کسے جرمے بدید | آتشے در وے ز دوزخ شد پدید
خویش بیں اور دل کو پا کر پُر قصور | آتش دوزخ میں جلتا ہے ضرور

حمیت دیں خواند او آں کبر را | ننگرد در خویشتن نفسِ گبر را
دنیا کی ان کو حمیت جان کر | نفس پر اپنے نہیں کرتا نظر

حمیت دیں را نشانِ دیگر است | کہ از اں آتش جہانے اخضر است
اور ہے دینی حمیت کا نشاں | ہے ہرا اس آگ سے سارا جہاں

گفت حق شاں گر شما روشنگرید
در سیه کاراں مغفل منگرید

حق نے فرمایا جو ہو روشن ضمیر
کیوں سیہ کاروں کے تم ہو خوردہ گیر

شکر گوئید اے سپاه و چاکراں
رسته اید از شهوت و از چاکراں

شکر کرنا چاہیئے شام و پگاه
تم نہیں پابند حرص و طمع گاه

گر از آں معنی نهم من بر شما
مر شما را بیش نپذیرد سما

کردوں وہ خواہش اگر تم میں نہاں
پھر تمہیں کیونکر نوازے آسماں

عصمتے کہ مر شما را در تن است
آں ز عکس عصمت و حفظ منست

ہے تمہارے جسم میں عصمت جو شے
حفظ و عصمت کا مری وہ عکس ہے

آں ز من بینید و ز خود ہین ہین
تا نچربد بر شما دیو لعیں

مجھ سے ہے وہ مجھ سے ہے تم سے نہیں
تا نہ غالب تم پہ ہو دیو لعین

آں چناں کاں کاتب وحی رسول
دید در خود حکمت و نور وصول

جس طرح وہ کاتب وحی رسول
سمجھا ذاتی حکمت و نور وصول

خویش را ہم لحن مرغان خدا
می شمرد آں بد صفیر چوں صدا

اپنے کو ہم لحن آواز خدا
جانتا تھا اور وہ تھی اک صدا

لحن مرغاں را اگر واصف شوی
بر ضمیر مرغ کے واقف شوی

بولی سے طائر کی گو واقف ہے تو
پر مقصد نہ ہوگا نیک خو

گر بیاموزی صفیر بلبلے
تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے

گو تو بلبل کی صدا کو سیکھ لے
کیا خبر کیا کہتی ہے وہ پھول سے

ور بدانی باشد آں ہم از گماں
چوں ز لب جنباں گمانہائے کراں

ہوگا تجھ بھی تو جیسے اس و آں
جنبش لب سے ہو بہرے کو گماں

ایک بہرا اور اُس کا بیمار ہمسایہ

آں کرے را گفت افزوں مایۂ
کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ

ایک بہرے سے یہ بولا مالدار
تیرا ہمسایہ ہے بیمار اور نزار

گفت با خود کر کہ با گوش گراں
من چہ دریابم ز گفتِ آں جواں

بہرا اپنے دل میں یہ کہنے لگا
میں بھلا سمجھوں گا اس کی بات کیا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد
لیک باید رفت آنجا نیست بد

ہو گئی کمزور اس کی آواز بھی
ہاں مگر بے جائے بھی چارہ نہیں

چوں ببینم کاں لبش جنباں شود
من قیاسے گیرم آں را از خرد

پھیر دے گا جب لبوں کی جنبشیں
عقل سے وہ پہچان لوں گا اس میں

چوں بگویم چونی اے محنت کشم
او بخواہد گفت نیکم یا خوشم

میں یہ پوچھوں گا کہو ہے حال کیا
وہ کہیگا میں ہوں اچھا یا بُرا

من بگویم شکر چہ خوردی ابا
او بگوید شربتے یا آش با

میں کہوں گا شکر ہے کھایا تھا کیا
وہ کہیگا کوئی شربت یا غذا

من بگویم صحِ نوشت کیست آں
از طبیباں پیش تو گوید فلاں

میں کہوں گا کون ہے تیرا طبیب
وہ کسی کا نام لے گا خوش نصیب

من بگویم بس مبارک پاست او
چونکہ او آید شود کارت نکو

میں کہوں گا وہ مبارک ہے حکیم
اس کے آنے سے نہ ہو کوئی سقیم

پائے او را آزمودستیم ما
ہر کجا شد میشود حاجت روا

ہم نے کی ہے آزمائش بارہا
وہ جہاں جاتا ہے ہوتی ہے شفا

ایں جواباتِ قیاسی راست کرد
عکس آں واقع شد اے آزادہ مرد

اس نے سوچے تھے قیاسی جو جواب
ہو گئے برعکس اور ناکامیاب

گوئیا رنجور را خاطر زکر
گویا اس بہرے سے دل بیمار کا
کرد آمد پیش رنجور و نشست
بہرا بیٹھا سامنے بیمار کے
گفت چونی گفت مُردم گفت شکر
وہ بولا مرتا ہوں یہ بولا کہ شکر
کایں چہ شکر است ایں عدو ما بدست
یعنی میں مرتا ہوں تو ہے شکر کر
بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
پوچھا کیا کھایا ہے وہ بولا کہ زہر
بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او
پوچھا وہ تیرے کونسا مرد حکیم
گفت عزرائیلؑ می آید برو
بولا عزرائیلؑ کرتے ہیں کرم
ایں زماں از نزد او ایم بہرت
میں ابھی آیا ہوں ان کے پاس سے
کہ بروں آمد بگفت او خوش دلی
بہرا یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا
خود گمانش از کری معکوس بود
بہرے کے جو خیال تھا گماں اس کا خلاف
گفت رنجور ایں عدو جان ماست
بولا بیمار آہ دشمن جان کا

اندکے رنجیدہ بود اسے پُر گہر
پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ رنجیدہ تھا
بر سر او خوش ہمی مالید دست
اس کے سر پر ہاتھ بہرا مارے
خود ازاں رنجور پُر آزار و نکر
ہو گیا وہ شخص کے پر تکلیف و نکر
گر قیاسے کرد و آں کج آمدست
وہ قیاس الٹا ہوا اس کا مگر
گفت نوشت باد افزوں گشت قہر
بولا نوش جاں۔ بڑھا پھر اور قہر
کہ ہمی آید بچارہ پیش تو
چارے کو اچھا ہے جو بے خوف و وہم
گفت پایش بس مبارک شاد شو
بولا ہے بالکل مبارک یہ قدم
گفتم او را تا کہ گردد ختم خدمت
کہہ کر آیا ہوں تو جانے کے لئے
شکر کہ کردم مراعات ایں زمن
اور کہا صد شکر پایا مدعا
ایں زیان محض را پنداخت سود
وہ زیاں کو سود سمجھا تھا صاف
مانند انسیم کو کار ن جفاست
میں نہ سمجھا تھا کریگا یوں جفا

خاطر رنجور جویاں صد سقط ‌ ‌ ‌ تاکہ پیغامش کند از ہر نمط

بنتا ہے رنجور ہذیاں اس طرح ‌ ‌ ‌ گالیاں دے جس کو [illegible] ہے جس طرح

چوں کسے کہ خوردہ باشد آش بد ‌ ‌ ‌ می بشوراند دلش تا قے کند

جس طرح کھائے کوئی بے لطف شے ‌ ‌ ‌ اور دل آمادہ ہو کرنے کو قے

کظم غیظ اینست آں را قے مکن ‌ ‌ ‌ تا بیابی در جزا شیریں سخن

غصے کو برداشت کر سکتے نہ کر ‌ ‌ ‌ تا جزا شیریں تو پائے لے پسر

چوں نبودش صبر می پیچید او ‌ ‌ ‌ کایں سگ زن روسپی ناچیز کو

وہ تھا بے صبر کرتا تھا کلام ‌ ‌ ‌ ہے کدھر بدکار عورت کا غلام

تا بریزم بر وے آنچہ گفتہ بود ‌ ‌ ‌ کاں زماں شیر ضمیرم خفتہ بود

تاکہ میں دوں اس کی باتوں کا جواب ‌ ‌ ‌ شیر میرے دل کا تھا جب محو خواب

چوں عیادت بہر دل آرامی ست ‌ ‌ ‌ ایں عیادت نیست دشمن کامی ست

بہر تسکیں ہے عیادت تو مگر ‌ ‌ ‌ یہ عیادت دشمنی ہے سر بسر

تا ببیند دشمن خود را نزار ‌ ‌ ‌ تا بگیرد خاطر زشتش قرار

دیکھ کر تا اپنے دشمن کو نزار ‌ ‌ ‌ بد دلی کو اس کی آجائے قرار

بس کساں کایشاں عبادتہا کنند ‌ ‌ ‌ تا بہ رضوان و ثواب آں زنند

بس عبادت کرتے ہیں جو شیخ و شاب ‌ ‌ ‌ رکھتے ہیں وہ خواہش اجر و ثواب

خود حقیقت معصیت باشد خفی ‌ ‌ ‌ بس کدر کاں را تو پنداری صفی

یہ عبادت معصیت ہے بے خلاف ‌ ‌ ‌ ہے مکدر تو جسے سمجھا ہے صاف

ہمچو آں کر کو ہمی پنداشت ست ‌ ‌ ‌ کو نکوئی کرد و آں خود بد بدست

مثل بہرے کے جو یہ سمجھا کیا ‌ ‌ ‌ کی بھلائی۔ گو اثر الٹا پڑا

او نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام ‌ ‌ ‌ حق ہمسایہ بجا آوردہ ام

وہ تو دل میں خوش تھا خدمت میں کی ‌ ‌ ‌ حق ہمسایہ بجا لایا سبھی

بہر خود او آتشے افروختہ است
در دلِ رنجور خود را سوختہ است

خود لگائی آگ اپنے واسطے
مشتعل دل میں ہوا بیمار کے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْقَدْتُّمْ
اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَۃِ اَزْدَدْتُّمْ

آگ جو بھڑکائی ہے اس سے ڈرو
بڑھ گئے ہو معصیت میں دوستو

گفت پیغمبر بیک صاحب ریا
صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتٰی[1]

اک ریائی سے پیغمبرؐ نے کہا
از سر نو پڑھ نماز اے باوفا

از برائے چارۂ ایں خوف ہا
آمد اندر ہر نمازے اِہْدِنَا[2]

کرنے کو درماں ایسے خوف کا
ہے نمازوں میں ضروری اہدنا

کایں نمازم را میامیز اے خدا
با نماز ضالین و اہل ریا

یعنی میری یہ نماز اے کبریا
گمرہوں کی کر عبادت سے جدا

از قیاسے کہ بکرد آں کر گزیں
صحبتِ دہ سالہ باطل شد بدیں

بات بہرے نے قیاسی جو کہی
دس برس کی دوستی جاتی رہی

خاصہ اے خواجہ قیاس حسِ دوں
اندر آں وحیے کہ شد از حد بروں

کیا چلے گا پھر قیاس حسِ دوں
وحی میں جو حد سے بالکل ہے بروں

خواجہ پندارد کہ طاعت می کند
بے خبر از معصیت جاں می کند

خواجہ یہ سمجھا عبادت ہو گئی
معصیت سے جان غارت ہو گئی

[1] ایک شخص سے جو نماز پڑھ چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ارجع فصل فانک لم تصل یعنی نماز از سر نو پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔

[2] یعنی اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ " پڑھایا جاتا ہے۔

ایں قیاسِ خویش را رو ترک کن ——— گر قیاس تو شود در غیبت کہن

ترک کر اپنے سے نیک اساس ——— زعم کو کر دیں گے کہنہ یہ قیاس

گوش حس تو بحرف ار در خور است ——— واں کہ گوش غیب گیر تو کر است

کان حس لیتا ہے گو حرفوں کو مان ——— جان تیرے باطنی بہرے ہیں کان

نصِ صریح اور شیطان کا قیاس

اول آں کس کیں قیاسکہا نمود ——— پیش انوار خدا ابلیس بود

سب سے پہلے جس نے دوڑایا قیاس ——— پیش نور حق تھا شیطاں بد اساس

گفت نار از خاک بیشک بہتر است ——— من ز نار و او ز خاک اکدر است

بولا وہ ہے نار بہتر خاک سے ——— میں ہوں ناری وہ مکدر خاک سے

پس قیاس فرع از اصلش کنیم ——— او ز ظلمت ما ز نور روشنیم

فرع ہوتی ہے بس اپنی اصل پہ ——— نور سے ہم اور وہ ظلمت سے بشر

گفت حق نے لا انساب شد ——— زہد و تقوی فضل را محراب شد

حق نے فرمایا یہ لا انساب[1] ہیں ——— زہد و تقوی فضل کی محراب ہیں

ایں نہ میراث جہان فانی است ——— کہ بر انسابش بیابی جانی است

نہیں میراث دنیائے فنا ——— جس کا تو انساب میں پائے پتہ

بلکہ ایں میراث ہائے انبیاست ——— وارث ایں جانہائے اتقیاست

ملکیت نبیوں کی یہ سامان ہے ——— وارث اس کی اتقیا کی جان ہے

پور آں بوجہل شد مومن عیاں ——— پور آں نوح نبی از گمرہاں

متقی بوجہل کا بیٹا ہوا ——— نوح کا بیٹا مگر گمراہ رہا

[1] اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ
یعنی جب قیامت کے دن صور پھونکا جائیگا۔ تو حسب نسب کی پرسش نہ ہوگی

زادۂ خاکے منور شد چو ماہ
خاک کا پتلا ہے روشن مثل ماہ
زادۂ آتش توئی اے رو سیاہ
آگ کا پتلا ہے تو اے رو سیاہ

ایں قیاسات تحرّی روز ابر
ابر میں بھرے کا کرتے ہیں قیاس
یا بشب مر قبلہ را کردست جبر
یا اندھیری رات میں لے نیک اساس

لیک با خورشید و کعبہ پیش رو
ہو جو دن اور پھر ہو کعبہ رو برو
ایں قیاس و ایں تحرّی را مجو
پھر قیاس و جہد کیوں کرتا ہے تو

کعبہ نادیدہ مکن رو زو متاب
منہ نہ پھیر اس کعبے سے اے خوش خطاب
از قیاس اللہ اعلم بالصواب
با قیاس اللہ اعلم بالصواب

چوں صفیرے بشنوی از مرغ حق
سن کے تو اکثر صفیر مرغ حق
ظاہرش را یاد گیری چوں سبق
یاد کر لیتا ہے مانند سبق

وانگہے از خود قیاساتے کنی
کرنے لگتا ہے قیاس اے خوش صفات
مر خیال محض را ذاتے کنی
اک خیال محض کو از رہ ذات

اصطلاحاتے ست مر ابدال را
اصطلاحیں ہیں ہر اک ابدال کی
کہ نباشد زاں خبر عقال را
عقل کو جس سے نہیں کچھ آگہی

منطق الطیری بصوت آموختی
سیکھ کر چڑیوں کی بولی بدحواس
صد قیاس و صد ہوس افروختی
کرتا ہے سو وسوسے اور سو قیاس

ہمچو آں رنجور دلہا از تو خست
صورت بیمار دل تجھ سے بُرے
تو بہ پندار اصابت گشتہ مست
مست ہے تو خوبی پندار سے

کاتب آں وحی ازاں آواز مرغ
سن کے کاتب وحی کا آواز مرغ
بردہ ظنے کہ منم انباز مرغ
اپنے ظن سے ہو گیا دمساز مرغ

مرغ پرے زد مر او را کور کرد
مرغ نے پر مار کر اندھا کیا
تک فرو بردش بقعر مرگ و درد
کر دیا مرگ و فنا میں مبتلا

پس بنقطے یا بعکسے ہم شما | در نیفتید از مقامات سما
تم بھی اس نقطہ سے اور ایسے عکس سے | گر گئے ہو کیوں اونچے درجے چھوڑ کے

گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں | از ہمہ بر بام نحن الصافون[1]
تم جو ہاروت اور ماروت سے بڑھ کے | سب سے ہو ممتاز صف بستہ کھڑے

بر بدیہائے بداں رحمت کنید | بر منی و خویش بینی کم تنید
پس بروں کے فعل پر رحمت کرو | اور غرور و خویش بینی چھوڑ دو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں | سرنگوں افتید از قعر زمیں
حق کو تا غیرت نہ آ جائے کہیں | سر کے بل پہنچو سوئے قعر زمیں

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست | بے امانِ تو امانے خود کجاست
دونوں بولے ہے تو حاکم اے خدا | تو نہ دے تو پھر اماں کا کیا پتا

ایں ہمی گفتند و دل شاں می طپید | بد کجا آید ز ما نعم العبید
کہتے تھے یوں اور دل بے چین تھا | اچھے بندوں کو بدی سے کام کیا

خار خار دو فرشتہ ہم نہشت | تا کہ تخم خویش بینی را نکشت
تھا فرشتوں میں بھی خار اضطراب | بیج خود بینی کا ہوتا کامیاب

پس ہمی گفتند کاے ارکانیاں | بے خبر از پاکی روحانیاں
اور کہتے تھے کہ اے قوم بشر | تم ہمارے قدس سے ہو بے خبر

ما بریں گردوں تتقہا می تنیم | بر زمیں آئیم و شادروان زنیم
ہم ملک جب [illegible] فلک پہ تانتے | جیسے بادل ہیں اگے زمینوں پہ [illegible]

[1] قولہ تعالیٰ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔
یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم عبادت الٰہی کے لیے صف بستہ رہتے ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں +

هر دو شاں گفتند ما را باک نیست — کز سرشتِ ما ز آب و خاک نیست
بولے وہ دونوں نہیں پھر ہم کو باک — ہے کہاں خلقت میں اپنی آب و خاک

عدل ورزیم و عبادت آوریم — باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
ہم عبادت عدل کرتے جائیں گے — روز و شب کو آسمان پر آئیں گے

تا شویم اعجوبۂ دورِ زماں — تا نہیم اندر زمیں امن و اماں
تا بنیں ہم نادرِ دورِ زماں — ہو زمیں پر بارشِ امن و اماں

ایں قیاسِ حالِ گردوں بر زمیں — راست ناید فرق دارد در کمیں
آسمان پر کرنا دنیا کا قیاس — راست آ سکتا نہیں اے بدحواس

اپنے حال اور مستی کو چھپانا چاہئے

بشنو الفاظِ حکیم پردۂ — سر ہمانجا نہ کہ بادہ خوردۂ
یہ ہے اک قولِ حکیم کامیاب — بھید چھوڑ اس جا جہاں پی ہو شراب

چونکہ از میخانہ مستے ضال شد — تسخر و بازیچۂ اطفال شد
جو بیرونِ میکدہ گمراہ ہوا — تو وہ بازیچہ بنا اطفال کا

می فتد او سو بسو در ہر رہے — در گل و می خندد ش ہر ابلہے
راہ میں گرتا ہے ہر سو جا بجا — ہنستا ہے ہر احمق اس پہ برملا

او چنیں و کودکاں اندر پیش — بے خبر از مستی و ذوقِ میش
پیچھے پڑ جاتے ہیں لڑکے بیشتر — اور وہ مستی میں ہے بس بے خبر

خلق اطفال اند جز مستِ خدا — نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
ہے یہ خلقت طفل جز مستِ خدا — وہ ہے بالغ جو ہے لاہو سے رہا

گفت دنیا لہو و لعب ست و شما — کودکید و راست فرماید خدا
ہے کہا اللہ نے سچ ہے بیگماں — تم ہو بچے اور بازی ہے جہاں

لعب بیدردی نرستے کودکی	بے زکوٰۃ روح کے باشد زکی
تو ہے لڑکا - کھیل یہ ہے تجھ سب	بے زکوٰۃ روح پاکیزہ ہو کب
چوں جماع طفل داں ایں شہوتی	کہ ہمی رانند اینجا اے فتی
اس جماع طفل پہ سب خوش ہیں	سر بسر جاری جو ہیں مخلوق میں
ایں جماع طفل چہ بود بازئے	با جماع رستمے و غازئے
یہ جماع طفل کیا ہے کھیل ہے	رستم و غازی کے آگے ایچ تھے
جنگ خلقاں ہمچو جنگ کودکاں	جملہ بے معنی و بے مغز و نہاں
جنگ ہے مخلوق کی بچوں کی جنگ	یعنی بے مغز اور بے معنی و رنگ
جملہ با شمشیر چوبیں جنگشاں	جملہ در لا ینبغی آہنگشاں
لکڑی کی تلوار سے لڑتے ہیں سب	نا سزا ہیں رنگ ان کے اور ڈھب
جملہ شاں گشتہ سوارہ بر نئے	کایں براق ماست یا دلدل پئے
سب کے سب ہیں نے پہ گویا بیٹھ کے	جانتے ہیں رفرف و دلدل اسے
حامل اند و خود ز جہل افراشتہ	راکب و محمول رہ پنداشتہ
خود ہی وہ حامل ہیں لیکن جہل سے	راکب و محمول خود کو جانتے
باش تا روزے کہ محمولان حق	اسپ تازاں بگذرند از نہ طبق
صبر کر کچھ دن کہ محمول اے نگار	نہ فلک سے گذریں مثل شہسوار
تعرج الروح الیہ والملک	من عروج الروح یہتز الفلک
اس کی جانب جائیں روحیں اور ملک	ہو عروج روح سے لرزاں فلک
ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار	گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
مثل بچوں کے ہو تم دامن سوار	زین کو گھوڑا سمجھ کر بے قرار
از حق ان الظن لا یغنی رسید	مرکب ظن بر فلکہا کے دوید
حق نے ان الظن لا یغنی کہا	ظن کا گھوڑا کب ہو گردوں آشنا

[illegible] ان الظن لا یغنی [illegible]

اُغْلُبْ وَالظَّنَّیْنِ لَا تَرْجِیْحَ ذَا ۔۔۔ لَا تَمَاثَا الشَّمْسِ فِیْ تَوْضِیْحِهَا

اغلب الظنیں کا رتبہ بڑا ۔۔۔ سامنے سورج کے ہو توضیح کیا

آفتاب حق چو گردد مستوی ۔۔۔ در قیامت بر رشید و بر غوی

آفتاب حق کا جب ہووے نکھار ۔۔۔ نیک و بد پر حشر میں ہو آشکار

آنگہے بینید مرکبہائے خویش ۔۔۔ مرکبے سازیدہ ایداز پائے خویش

مرکبوں پر دیکھوگے آئے ہو تم ۔۔۔ پاؤں کے گھوڑے بنالائے ہو تم

وہم و حس و فکر و ادراکات ما ۔۔۔ ہمچو نے دان مرکب کودک ہلا

حال یہ ہے وہم و حس فکر کا ۔۔۔ جیسے بچے نے کا گھوڑا لیں بنا

علمہائے اہل دل حمالشان ۔۔۔ علمہائے اہل تن احمالشان

اہل دل کا علم اک رہوار ہے ۔۔۔ اہل تن کا علم ان پر بار ہے

علم چوں بر دل زند یارے شود ۔۔۔ علم چوں بر تن زند بارے شود

جب اثر دل پر کرے ہے علم یار ۔۔۔ جب اثر تن پر کرے ہو جائے بار

گفت ایزد یَحْمِلُ اَسْفَارَهٗ ۔۔۔ بار باشد علم کاں نبود زہو

قول رب ہے یحمل اسفارہٗ ۔۔۔ بار ہے سب ماسوائے علم ہو

علم کاں نبود زہو بے واسطہ ۔۔۔ آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ

علم باطن سے نہ ہو گر استوار ۔۔۔ حسن غازہ وہ نہیں کچھ پائدار

ا یعنی حق ترجیح میں دو گمانوں میں سے غالب تر گمان کو اختیار کر۔ لیکن اس کو توضیح صحیح یقینی کے مقابلے میں دخل نہیں۔ لھ قولہ تعالیٰ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ یعنی ان لوگوں کی مثال جنہیں توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا مگر انہوں نے عمل نہ کیا۔ اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔ مگر ان کے مطلب سے واقف نہیں۔

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی ۔۔۔ بار برگیرند بخشندت خوشی

تو خوشی سے گر اٹھائے گا یہ بار ۔۔۔ ہو کے خوش دیں گے یہ سارا بوجھ اتار

ہیں مکش بہر ہوا ایں بارِ علم ۔۔۔ تا بہ بینی در درونِ انبارِ علم

ہاں نہ لے بہر ہوس یہ بارِ علم ۔۔۔ تاکہ تیرے دل میں ہو انبارِ علم

تاکہ بر رہوارِ علم آئی سوار ۔۔۔ آنگہاں افتد ترا از دوش بار

علم کے رہوار پر تا ہو سوار ۔۔۔ اور تیرے کندھے سے گر جائے یہ بار

از ہوا ہا کے رہی بے جامِ ہُو ۔۔۔ اے ز ہُو قانع شدہ با نامِ ہُو

کب رہا ہو حرص سے بے جامِ ہو ۔۔۔ ہو پہ یوں قانع ہے کہ نامِ ہُو

از صفت وز نام چہ زاید خیال ۔۔۔ واں خیالش ہست دلالِ وصال

نام سے ہوتا ہے پیدا اک خیال ۔۔۔ پھر وہ بن جاتا ہے دلالِ وصال

دیدۂ دلال بے مدلول ہیچ ۔۔۔ تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ

دیدۂ دلال بے مدلول کب ۔۔۔ جب نہ ہو جادہ تو پھر ہو غول کیا

ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ ۔۔۔ یا ز گاف و لامِ گل گل چیدۂ

بے حقیقت نام بھی ہے سے کوئی ۔۔۔ گاف و لامِ گل سے کب خوشبو اٹھی

اسم خواندی رو مسمّٰی را بجو ۔۔۔ مہ ببالا داں نہ اندر آبِ جو

نام کیا پا نام والے کا نشاں ۔۔۔ چرخ پر ہے چاند ندی میں کہاں

گر ز نام و حرف خواہی بگذری ۔۔۔ پاک کن خود را ز خود ہاں یکسری

گر گزرنا چاہے نام و حرف سے ۔۔۔ مطلقاً اپنی خودی کو چھوڑ دے

ہمچو آہن ز آہنے بیرنگ شو ۔۔۔ در ریاضت آئنہ بے زنگ شو

مثل آہن ہو سیاہی سے جدا ۔۔۔ ہو ریاضت سے تو بے زنگ آئنا

لہ تکبر۔ خود پسندی ؛

لہ لوہا ؛

خویش را صافی کن از اوصاف خود ‏ تا ببینی ذات پاکِ صاف خود

پاک کر او صاف بد سے دل کی خاک ‏ تا کہ اپنی ذات دیکھے صاف و پاک

بینی اندر دل علوم انبیا ‏ بے کتاب و بے معید و اوستا

دل میں دیکھیگا علوم انبیاء ‏ بے کتاب و بے معلم بے ملا

گفت پیغمبر کہ ہست از امتم ‏ کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم

بولے حضرت امتی وہ ہے سنو ‏ جو مرا ہم اصل اور ہم عزم ہو

مر مرا زاں نور بیند جانِ شاں ‏ کہ من ایشاں را ہمی بینم عیاں

دیکھتا ہے مجھ کو ان کا نورِ جان ‏ جیسے ان کو دیکھتا ہوں میں عیاں

بے صحیحین و احادیث رُوات ‏ بلکہ اندر مشربِ آبِ حیات

بے صحیحین[1] و احادیث و روایت ‏ اپنے دل میں پائے گا آبِ حیات

سِرِّ امسینا لکردیا بداں ‏ رازِ اصبحنا عرابیاً بخواں

کرد تھے سب صبح کو عربی ہوئے ‏ راز ان میں جان کیا کیا ہیں چھپے

سِرِّ امسینا و اصبحنا ترا ‏ می رساند جانبِ راہِ خدا

راز ایسی رات کا اور صبح کا ‏ لے چلے گا جانبِ راہِ خدا

در مثالے خواہی از علمِ نہاں ‏ قصہ گو از رومیاں و چینیاں

چاہے گر علمِ نہاں کی تو مثال ‏ رومیوں اور چینیوں کا دیکھ حال

---

[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم حدیث کی دو معتبر کتابیں ہیں۔ [2] راوی کی جمع ہے سید لولاک کُردی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اتفاق سے انہیں ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا جس پہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا چونکہ وہ بے علم تھے خود نہ پڑھ سکے کسی سے پڑھوایا اور تعظیماً اسے صاف کر کے ایک بند جگہ رکھ دیا۔ پھر صبح تک اُس کے سامنے با ادب کھڑے رہے۔ صبح کے وقت ان پہ زبانِ عربی کا الہام ہوا۔ اور وہ یہ زبان سمجھنے لگے۔ تو

نقاشی میں رومیوں اور چینیوں کا مقابلہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر ۔۔۔ رومیاں گفتند ما را کر و فر

چینی کہتے تھے کہ ہیں نقاش ہم ۔۔۔ رومی کہتے تھے کہ ہم ہیں محترم

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں ۔۔۔ کز شما خود کیست در دعویٰ امین

شاہ بولا چاہتا ہوں امتحان ۔۔۔ دونوں میں ہے کس کا دعویٰ سچ بیاں

چینیاں گفتند خدمت ما کنیم ۔۔۔ رومیاں گفتند بر حکمت تنیم

چینی بولے حاضر خدمت ہیں ہم ۔۔۔ رومی بولے خادم دولت ہیں ہم

اہل چین و روم در بحث آمدند ۔۔۔ رومیاں در علم واقف تر بدند

بحث اہل روم و چین میں ہو گئی ۔۔۔ علم میں تھی رومیوں کو بے تیزی

چینیاں گفتند یک خانہ بما ۔۔۔ خاص بسپارید و یک آن شما

چینی بولے ایک گھر تو ہم کو دو ۔۔۔ اور اک تنہا مکاں تم آپ کو

بود دو خانہ مقابل در بدر ۔۔۔ آں یکے چینی ستد رومی دگر

دو تھے گھر اک دوسرے کے سامنے ۔۔۔ چینیوں اور رومیوں نے لے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۲) انہوں نے منبر پر چڑھ کر فرمایا الحمد للہ امسنا کردیا واصبحنا اعرابیًا، یعنی خدا کا شکر ہے کہ میں رات کو کردی تھا اور صبح کو اعرابی ہوگیا:۔

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند
پس خزانہ باز کرد آں ارجمند

چینیوں نے رنگ صدہا قسم کے
شاہ سے مانگے خزانے کھل گئے

ہر صباحے از خزینہ رنگ ہا
چینیاں را راتبہ بود و عطا

رنگ ملتا تھا خزانوں سے تمام
چینیوں کو ہر سحر لے شاد کام

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ
در خور آید کار را جز دفع زنگ

رومی کہتے تھے کہ یہ نقش اور رنگ
کام میں آتے ہیں بہر دفع زنگ

در فرو بستند و صیقل می زدند
ہمچو گردوں سادہ و صافی شدند

کر لیا در بند اور صیقل وہ کی
صاف مثل آسمان ہر شے ہوئی

از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہے ست
رنگ چوں ابر ست و بیرنگی مہے ست

سیکڑوں رنگوں میں بے رنگی کی راہ
رنگ ہے ابر اور بے رنگی ہے ماہ

ہر چہ اندر ابر ضو بینی و تاب
آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب

ابر میں جو دیکھتا ہے نور و تاب
وہ ہے عکس نجم و ماہ و آفتاب

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند
از پئے شادی دہلہا می زدند

کام سے چینی جو فارغ ہو گئے
ان میں پھر شادی کے نقارے بجے

شہ درآمد دید آں جا نقشہا
می ربود آں عقل را و فہم را

شاہ آیا نقش پر ڈالی نظر
حیرت اک طاری تھی عقل و فہم پر

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں
پردہ را بالا کشیدند از میاں

اس کے بعد آیا وہ سوئے رومیاں
پردہ اٹھا جو پڑا تھا درمیاں

عکس آں تصویر و آں کردارہا
زد بریں صافی شدہ دیوارہا

عکس ان تصویروں اور اس کام کا
صاف دیواروں پہ تھا جلوہ نما

ہر چہ آنجا بود ایں جا بہ نمود
دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود

تھا وہاں سے خوشتر اس جا خوب تر
دیدہ سے جس کی تھی گرندہ نظر

رومیاں آں صوفیانند اے پسر
نے ز تکرار و کتاب و نے ہنر
رومیوں کو جان صوفی اے پسر
یہ بے علم بے کتاب و بے ہنر

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا
پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
اپنے سینے کو وہ صیقل کر چکے
حرص و کینہ اور طمع اور بخل سے

آں صفائے آئینہ وصف دل ست
صورت بے منتہا را قابل ست
آئینے کی ہے صفائی وصف دل
صورتیں لاکھوں ہیں اس کے متصل

صورت بیصورت بے حد غیب
ز آئینہ دل تافت بر موسیٰ ز جیب
صورت اک موسیٰ پہ خالی عیب سے
دل کے آئینے میں چمکی جیب سے

گرچہ آں صورت نگنجد در فلک
نے بعرش و فرش و دریا و سمک
جس کی گنجائش نہ تھی افلاک پر
عرش اور کرسی نہ دریا خاک پر

زانکہ محدود ست و معدود ست آں
آئینہ دل را نباشد حد بداں
کیونکہ سب محدود ہیں معدود بھی
حد نہیں آئینہ دل کی کوئی

عقل اینجا ساکت آید یا مضل
زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
عقل ہے خاموش اس جا یا مضل
دل ہے اس کے ساتھ یا وہ خود ہے دل

عکس ہر نقشے نتابد تا ابد
جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
صرف اک دل میں چمک سکتے ہیں یہ
عکس وہ جب کے سب نقش و نگار

تا ابد نو نو صور کاید برو
می نماید بے حجابے اندرو
صورتیں تا حشر نکلیں گی نئی
اور دل میں بے حجاب آجائیں گی

اہل صیقل رستہ اند از بو و رنگ
ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
اہل صیقل بے نیاز بو و رنگ
دیکھتے محبوب کو ہیں بے درنگ

نقش و قشر علم را بگذاشتند
رایت عین الیقیں افراشتند
نقش و جسم علم سے مطلب نہیں
ہیں اڑاتے پرچم عین الیقیں

رفت فکر و روشنائی یافتند — برو بحر آشنائی یافتند

فکر گوری روشنائی مل گئی — بحر بر و کی آشنائی دے یہی

مرگ کز وے جملہ اندر وحشتند — نی کنند آں قوم بر وے ریش خند

موت پر جس سے ہیں سب وحشت اثر — ہنستے ہیں یہ لوگ ٹھٹھا مار کر

کس نیابد بر دل ایشاں ظفر — چوں صدف گشتند ایشاں گہر

ان کے دل پر پا سکے کون اب ظفر — ہیں صدف کی طرح وہ تو پر گہر

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند — لیک محو و فقر را بر داشتند

گرچہ وہ تارک ہیں نحو و فقہ کے — بہرہ ور ہیں علم محو و فقر سے

تا نقوش ہشت جنت تافتست — لوح دلشاں پذیرا یافتست

آٹھوں جنت کے ہیں نقش ان پر عیاں — لوح دل میں ہیں پذیرا بے گماں

برترند از عرش و کرسی و خلا — ساکنان مقعد صدق خدا

عرش و کرسی و خلا سے ہیں بلند — محفل صدق خدا میں ارجمند

صد نشان دارند و محو مطلق اند — چہ نشاں بل عین دیدار حق اند

صد نشان ہیں اور محو کبریا — کیا نشاں ہیں عین دیدار خدا

رسولِ مقبول اور حضرت زیدؓ

گفت پیغمبر صباحے زیدؓ را — کیف اصبحت اے رفیق باصفا

زیدؓ سے اک صبح بولے یوں نبی — زیدؓ یہ بتا سحر کیسی رہی

گفت عبداً مومناً باز اوش گفت — کو نشان از باغ ایماں گر شگفت

بولا قبلہ عبد مومن - تو کہا — کچھ نشانی باغ ایماں کی دکھا

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا — شب نخفتستم ز عشق و سوزہا

بولا وہ پیاسا رہا تھا مدتوں — سوزِ الفت سے نہ سویا مدتوں

تازِ روز و شب جدا گشتم چناں ‏‏ — کہ زاسپر بگذرد نوکِ سناں

رات دن سے یوں گذرتا ہوں عیاں ‏‏ — ڈھال سے جیسے گذر جائے سناں

کہ ازاں سو جملۂ ملت یکے ست ‏‏ — صد ہزاراں سال و یکساعت یکے ست

اب یہاں یکساں ہیں جملہ ملتیں ‏‏ — لاکھ سال اب ایک ساعت کو کہیں

ہست ازل را و ابد را اتحاد ‏‏ — عقل را رہ نیست سوئے افتقاد

وہ ازل اور یہ ابد ہے ایک شے ‏‏ — عقل کا رستا جہاں مفقود ہے

گفت ازیں رہ کو رہ آوردی بیار ‏‏ — در خور فہم و عقول ایں دیار

بولے حضرت تحفے لایا کون سے ‏‏ — تو مطابق فہم کے اور عقل کے

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں ‏‏ — من بہ بینم عرش را با عرشیاں

بولا خلقت دیکھتی ہے آسمان ‏‏ — میری نظروں میں ہیں عرش و عرشیان

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من ‏‏ — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن

آٹھ جنت سات دوزخ سامنے ‏‏ — یوں ہیں جیسے بت پجاری کیلئے

یک بیک وا می شناسم خلق را ‏‏ — ہمچو گندم من زجو در آسیا

خلق کو پہچانتا ہوں اس طرح ‏‏ — گیہوں سے جو آسیا میں جس طرح

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کے است ‏‏ — پیش من پیدا چو مور و ماہی ست

ہے بہشتی کون بیگانہ کہاں ‏‏ — سانپ مچھلی کی طرح مجھ پر عیاں

ایں زماں پیدا شدہ برایں گروہ ‏‏ — یَوْمَ تَبْيَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہ

آج ہی ظاہر ہیں ان پر بیگماں ‏‏ — گورے کالے چہرے والے انس و جاں

پیش ازیں ہر چند جاں پر عیب بود ‏‏ — در رحم بود و ز خلقاں غیب بود

اس سے پہلے جان گو پر عیب تھی ‏‏ — تھی رحم میں اور لوگوں سے چھپی

الشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمّ ‏‏ — مِن سمات اللہ یعرف حالھم

ہر شقی ہے بطن مادر میں شقی ‏‏ — کبریا کو ہے خبر اس حال کی

تن چو مادر طفل جاں را حاملہ	مرگ درد زادن ست و زلزلہ
تن ہے مادر جان ہے مثل جنین	موت کو تو درد زہ کر لے یقین
جملہ جانہائے گذشتہ منتظر	تا چگونہ زاید ایں جان بطر
ہیں گذشتہ ساری جانیں منتظر	کس طرح نکلے یہ جان منکدر
زنگیاں گویند خود از ماست او	رومیاں گویند بس زیباست او
کہتے ہیں زنگی کہ وہ خود ہم سے ہے	کہتے ہیں رومی کہ وہ زیبا ہے شے
چوں بزاید در جہان جاں وجود	پس نماید اختلاف بیض و سود
جب نکل جائے یہ جان دلنواز	تو کھلے اس گورے اور کالے کا راز
گر بود زنگی برندش زنگیاں	روم را رومی برد ہم از میاں
ہو جو زنگی اس کو زنگی لے اڑیں	ہو جو رومی اس کو رومی چھین لیں
تا نزاد او مشکلاتِ عالم ست	آنکہ نازادہ شناسد او کم ست
حال نازائیدہ کیونکر ہو عیاں	جاننے والے بہت کم ہیں یہاں
او مگر ینظر بنور اللہ بود	کاندرون پوست او را رہ بود
وہ مگر ینظر بنور اللہ ہے	پوست کے اندر اسی کی راہ ہے
اصل آب نطفہ اسپید ست و خوش	لیک عکس جان رومی و حبش
آب نطفہ میں سفیدی ہے نہاں	رومی و زنگی کا پر ہے عکس جاں
می دہد رنگ احسن التقویم را	تا باسفل می برد آں نیم را
احسن التقویم کو دیتا ہے رنگ	نصف تا ہو صرف اسفل بیدرنگ
یَوْمَ تَبْیَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ	
چہرے جس دن ہونگے [1] بیض اور تار [2]	ترک و ہندی دونوں ہونگے آشکار

[1] بیض - بہت زیادہ سفید ۔
[2] تار - سیاہ ۔

فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ — ہندوئے یا ترک پیشِ ہر گروہ

ہوگا ظاہر کہ ہے تو یا ہے کاہ — ہندی ہے یا ترک پیشِ جلوہ گاہ

در رحم پیدا نگردد ہندو ترک — چونکہ زاید بیندش زار و سترگ

کب رحم میں ہوتے ہیں ہندو و ترک — بعد پیدائش کھلے زار و سترگ لہ

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — تا نمانیم از قطارِ کارواں

یہ بڑی ہے بات اسے چھوڑیں یہیں — کارواں سے ہم نہ رہ جائیں کہیں

حضرت زیدؓ کا جواب

جملہ را چوں روزِ رستاخیز من — فاش می بینم عیاں از مرد و زن

سب کو محشر کی طرح شاہِ زمن — دیکھتا ہوں یہ ہے مرد اور وہ ہے زن

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس — لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

راز کچھ کھولوں کہ روکوں اب نفس — مصطفےٰ بولے کہ بس اے زیدؓ بس

یا رسول اللہ بگویم سرِّ حشر — در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہ کہہ دوں رازِ حشر — آج دنیا کو دکھا دوں حالِ نشر

ہِل مرا تا پردہ ہا را بر درم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

چھوڑئیے پردے اٹھا دوں بیگماں — میرا جوہر بن کے سورج ہو عیاں

تا کسوف آید ز من خورشید را — تا نمایم نخل را و بید را

تا لگے خورشید کو مجھ سے گہن — ہو نمایاں بید اور نخلِ چمن

وانمایم روزِ رستاخیز را — نقد را و نقدِ قلب آمیز را

کھول دوں سب حال روزِ حشر کا — ہے جو کچھ اچھا برا کھوٹا کھرا

لہ قوی ۱۲

فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ / ہندوے یا ترک پیش ہر گروہ

ہو گا ظاہر کوہ ہے تو یا ہے کاہ / ہندی ہے یا ترک پیش جلوہ گاہ

در رحم پیدا نگردد ہندو ترک / چونکہ زاید بیندش زار و سترگ[1]

کب رحم میں ہوتے ہیں ہندو ترک / بعد پیدائش کیلئے زار و سترگ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں / تا نمانیم از قطار کارواں

یہ بڑی ہے بات اسے چھوڑیں یہیں / کارواں سے ہم نہ رہ جائیں کہیں

حضرت زیدؓ کا جواب

جملہ را چوں روز رستا خیز من / فاش می بینم عیاں از مرد و زن

سب کو محشر کی طرح شاہ زمن / دیکھتا ہوں یہ ہے مرد اور وہ ہے زن

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس / لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

راز کچھ کھولوں کہ روکوں اب نفس / مصطفےٰ بولے کہ بس اے زیدؓ بس

یا رسول اللہ بگویم سر حشر / در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہؐ کہہ دوں راز حشر / آج دنیا کو دکھا دوں حال نشر

ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم / تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

چھوڑئیے پردے اٹھا دوں بیگماں / میرا جوہر جیسے سورج ہو عیاں

تا کسوف آید ز من خورشید را / تا نمایم نخل را و بید را

تا لگے خورشید کو مجھ سے گہن / ہو نمایاں بید اور نخل چمن

وا نمایم روز رستا خیز را / نقد را و نقد قلب آمیز را

کھول دوں سب حال روز حشر کا / ہے جو کچھ اچھا برا کھوٹا کھرا

۱؎ قوی

دستہا بریدہ اصحاب شمال   وانمایم رنگ کفر و رنگ آل

دو بریدہ دست اصحاب شمال   کھول دوں ہر کافر و مومن کا حال

واکشایم ہفت سوراخ نفاق   در ضیائے ماہ بے خسف محاق

کھول دوں میں سات سوراخ نفاق   روشنی میں چاند کی بغیر محاق

وانمایم من پلاس اشقیا   بشنوانم طبل و کوس انبیا

میں دکھا دوں میں لباس اشقیا   اور سنا دوں طبل و کوس انبیا

دوزخ و جنات برزخ درمیاں   پیش چشم کافراں آرم عیاں

دوزخ و جنات اور برزخ بیاں   کافروں کے سامنے کر دوں عیاں

وانمایم حوض کوثر را بجوش   کاب بر روشاں زند بانگش بگوش

حوض کوثر کو دکھا دوں جوش زا   منہ پہ چھینٹے آئیں کانوں میں صدا

واں کساں کہ تشنہ گردش می تنند   یک بیک را وانمایم تا کیند

گرد اس کے پھرتے ہیں جتنے تشنہ کام   کیسے تو ظاہر میں کر دوں سب کے نام

می بساید دوش شاں بر دوش من   نعرہاشاں می رسد در گوش من

ان سے ہے ہمدوش میرا بھی کھوا   سنتا ہوں کانوں سے میں ان کی صدا

اہل جنت پیش چشمم ز اختیار   درکشیدہ یک بیک را در کنار

اہل جنت جتنے ہیں ذی اختیار   میری آنکھوں کے ہیں آگے ہمکنار

دست یکدیگر زیارت می کنند   وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند

دست پکڑ لیتے ہیں وہ بامراد   پھر لبوں سے آنکھ چومیں شاد شاد

کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ   از خسیں و نعرۂ وا حسرتاہ

کان بہرے ہو گئے سنکر صدا   ناریوں کا نعرہ وا حسرتا

ایں اشارتہاست گویم از نغول   لیک می ترسم ز آزار رسول

یہ اشارے ہیں تمام اور گہرے بھی   ہے مجھے تو خوف آزار نبی

پنجنیں میلفت سرمست مخراب | داد پیغمبر گریبانش بتاب
جوش میں یوں کہتا تھا وہ با عبر | بولے پیغمبر گریباں تھام کر

گفت ہین درکش کہ اسپت گرم شد | عکس حق زو شرم شد
کھینچ لے اس کو ترا گھوڑا ہے گرم | عکس سے کے تم ہے شرم

آئنہ تو جست بیروں از غلاف | آئنہ و میزاں کجا گوید خلاف
آئینہ تیرا ہے بیرونِ غلاف | شیشہ اور میزاں نہیں کہتے خلاف

آئنہ میزاں کجا بندد نفس | بہر آزار و حیائے ہیچ کس
شیشہ و میزاں نہیں رکتے نفس | بحرِ آزار و حیا سے مرد ہوش

آئنہ و میزاں محکہائے سنی | گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی
آئنہ میزاں کسوٹی بن گئے | چاہے دو سو سال تک خدمت کرے

کز برائے من بپوشاں راستی | بل فزوں بنما و منما کاستی
واسطے میرے یہ سچائی چھپا دے | جو ہو کم اس کو زیادہ ہی دکھا دے

اوت گوید ریش و سبلت بر مخند | آئنہ و میزاں و آنگہ ریو و بند
وہ کہیں گے دکھ ہمیں احمق معاف | شیشہ و آئنہ اور مکر و خلاف

چوں خدا ما را برائے آں فراخت | کہ بما بتواں حقیقت را شناخت
ہے کیا پیدا خدا نے بے گماں | ہم سے تا اصل حقیقت ہو عیاں

ایں نباشد ما چہ ارزیم اے جواں | کے شویم آئین روئے نیکواں
گر نہ ہو ایسا تو پھر کیوں اے جوان | منہ دکھائیں ہم کو نیکاں جہاں

لیک درکش در بغل آئنہ را | کز تجلی کرد سینا سینہ را
لیکن آئینہ بغل میں لے دبا | جس نے سینہ تیرا سینا کر دیا

۱؎ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ یعنی اللہ تعالیٰ حق کہنے سے بھی نہیں شرماتا

۲؎ یعنی مثل طور سینا روشن کر دیا۔

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل
وہ یہ بولا کب چھپا زیر بغل
آفتاب حق و خورشید ازل
حق کا سورج اور خورشید ازل

ہم دغل را ہم بغل را بر درد
وے دغل کو اور بغل کو بھی یہ پیچ
نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
اس کے آگے ہیں جنون و عقل ہیچ

گفت یک صبع چو بر چشمے نہی
بولے اک انگلی جو رکھے آنکھ پر
بینی از خورشید عالم را تہی
ساری دنیا آئے بے سورج نظر

یک سر انگشت پردہ ماہ شد
ایک انگلی جیسے پردہ ماہ کا
ویں نشان ساتری اللہ شد
ہے نشان پنہائی اللہ کا

یا بپوشاند جہاں را نقطہ
نقطہ یہ جبتک جہاں کو دے چھپا
مہر گردد منخسف از سقطہ
گر پڑے خورشید ہو کر بے ضیا

لب بہ بند و غور دریائے نگر
ہوئے چپ کر تیر دریا پہ نظر
بحر را حق کرد محکوم بشر
کر دیا ہے حق نے محکوم بشر

ہمچو چشمہ زنجبیل و سلسبیل
جیسے نہر زنجبیل و سلسبیل
ہست در حکم بہشتی جلیل
ہے رضا جوئے بہشتی جلیل

چار جوئے جنت اندر حکم ماست
حکم میں ہیں چار نہریں خلد کی
ایں نہ زور ما ز فرمان خداست
حکم ہے اللہ کے اے متقی

ہر کجا خواہیم داریمش رواں
ہم جہاں چاہیں انہیں رکھیں رواں
ہمچو سحر اندر مراد ساحراں
جیسے جادو پہ ہو حکم ساحراں

ہمچو ایں دو چشمہ چشم رواں
جس طرح آنکھوں کے دو چشمے بہیں
ہست در حکم دل و فرمان جاں
حکم دل اور جان کے فرمان میں

گر بخواہد رفت سوئے زہر مار
یہ کبھی جاتے ہیں سوئے زہر مار
ور بخواہد رفت سوئے اعتبار
اور کبھی جاتے ہیں سوئے اعتبار

گر بخواہد سوئے محسوسات شد ۔ ور بخواہد سوئے ملبوسات شد

ابھی محسوسات میں جاتے ہیں یہ ۔ گاہ ملبوسات میں جاتے ہیں یہ

گر بخواہد سوئے کلیات راند ۔ ور بخواہد جنس جزئیات ماند

ہیں کبھی مصروف کلیات میں ۔ اور کبھی مشغول جزئیات میں

ہمچنیں بر پنج حس چوں نائزہ ۔ بر مرادِ امر دل شد جائزہ

ڈنٹیوں کی طرح بالکل ایسے ہی ۔ دل کی ہیں پانچوں حسیں محکوم ہی

ہر طرف کہ دل اشارت کرد شاں ۔ می رود ہر پنج حس دامن کشاں

دل اشارہ ان کو کرتا ہے جدھر ۔ جاتی ہیں پانچوں حسیں فوراً ادھر

دست و پا در امر دل شد مبتلا ۔ ہمچو اندر دست موسیٰ آں عصا

دست و پا ہیں حکم دل میں مبتلا ۔ جس طرح تھا دست موسیٰ میں عصا

دل بخواہد پا در آید زو برقص ۔ یا گریزد سوئے افزونی و نقص

دل جو چاہے ہاتھ کرتا ہے حساب ۔ یا ہوں مائل سوئے افزونی و نقص

دل بخواہد دست آید در حساب ۔ یا اصابع تا نویسد او کتاب

دل جو چاہے ہاتھ کرتا ہے حساب ۔ انگلیاں تحریر کرتی ہیں کتاب

دست در دست نہانی ماندہ است ۔ او درون تن را بروں بنشاندہ است

دست پوشیدہ میں ہے ہاتھ اے حسن ۔ وہ ہے اندر اور باہر ہے بدن

گر بخواہد بر عدو مارے شود ۔ ور بخواہد بر دوے یارے شود

چاہے تو دشمن کے اوپر مار ہو ۔ چاہے تو اک دل کا وہ غمخوار ہو

گر بخواہد کفچہ در خوردنی ۔ ور بخواہد بر دے یارے شود

چاہے تو کھانے کا چمچہ دے بنا ۔ گرز چاہے تو بنا دے دس منا

دل چہ میگوید بدیشاں اے عجب ۔ طرفہ وصلت طرفہ پنہانی سبب

ان سے کہہ دیتا ہے کیا دل اے عجب ۔ ہے عجب پیوند پوشیدہ سبب

دل نگر مہر سلیماں یافتہ است	کہ مہارِ پنج حس برتافتہ است
ہے نگر مہر سلیمان دل کی یار	پانچ حس کی پھیر دیتا ہے مہار
پنج حسے از برون ماسورِ او	پنج حسے از درون مامورِ او
پانچ حس باہر کے ہیں اس کے اسیر	پانچ حس اندر کے ہیں فرماں پذیر
دہ حس ست و ہفت اندام و دگر	آنچہ اندر گفت ناید می شمر
ظاہری اعضا ہیں سات اور دس حواس	اور جو اندر ہیں وہ ہیں بے قیاس
چوں سلیمان دلا در مہتری	بر پری و دیو زن انگشتری
تجھ کو اے دل! جوں سلیمان برتری	جیسے وہ تھے حاکم دیو و پری
گر دریں ملکت بری باشی ز ریو	خاتم از دست تو نستاند سہ دیو
قوت ہو ملک گر تیرا بری	دیو چھینے کس طرح خاتم تری
بعد ازاں عالم بگیرد اسم تو	دو جہاں محکوم تو چوں جسم تو
بعد ازاں ہے ساری دنیا تیرا اسم	دو جہاں ہوں تیرے تابع مثل جسم
ور ز دستت دیو خاتم را ببرد	پادشاہی فوت شد بختت بمرد
دیو اگر تیری انگوٹھی لے گیا	بخت بگڑا اور ہوئی شاہی فنا
بعد ازاں یا حسرتا شد للعباد	بر شما محتوم تا یوم التناد
حسرتوں کی بعد ازاں اے مومنین	تا قیامت تم پہ مہریں لگ گئیں
ور تو دیو خویشتن را منکری	از ترازو و آئنہ کے جاں بری
اور اگر شیطان کا منکر ہے تو	ہیں ترازو و آئنہ[1] پیش روبرو

[1] یعنی قیامت کے دن میزان اور آئنہ اعمال تیرے سامنے ہوگا اور تو اس سے جانبر نہ ہو سکے گا۔

لقمان پر اتہام

بود لقمان پیش خواجہ خویشتن	درمیانِ بندگانش خوار تن
جب تھا لقمان اپنے مالک کا غلام	دوسرے بندوں میں اس کے مستہام
می فرستاد او غلاماں را بباغ	تاکہ میوہ آیدش بہر فراغ
بھیجتا تھا سب غلاموں کو وہ باغ	تاکہ میوے لائیں وہ بہر فراغ
بود لقمان در غلاماں چوں طفیل	پُر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
تھے وہ لقمان بھی طفیلی اک غلام	پر معانی تیرہ صورت مثلِ شام
آں غلاماں میوہائے جمع را	خوش بخوردند از نہیب طمع را
کرتے تھے میوے اکٹھے وہ غلام	اور کھا جاتے تھے لالچ سے تمام
خواجہ را گفتند لقمان خورد آن	خواجہ بر لقمان ترش گشت و گراں
خواجہ سے کہتے تھے لقمان کھا گیا	ترش وہ لقمان سے ہوتا تھا بڑا
چوں تفحص کرد لقمان آں سبب	در عتابِ خواجہ اش بکشاد لب
پوچھا جب لقمان نے اس کا سبب	تو بتایا کھول کر آقا نے سب
گفت لقمان سیدا پیشِ خدا	بندۂ خائن نباشد مرتجیٰ
بولے لقمان۔ صاحبا! پیشِ خدا	مستحق خائن نہ ہوگا رحم کا
امتحان را کار فرما اے کیا	شربتِ گرم آب دہ بہرِ بلا
امتحان کو کام میں اب تو لا	گرم شربت دے ہمیں سب کو پلا
امتحان کن جملہ مارا اے کریم	سیرماں در دہ تو از آبِ حمیم
امتحان کر تو ہمارا اے کریم	سیر کر کے دے ملا آبِ حمیم[2]

[1] عاجز و ذلیل ۔

[2] گرم ۔

بعد ازاں مارا بصحرائے کلاں	تو سوارہ ما پیادہ بر دواں
اک بڑے جنگل میں پھر کو دوڑواں	ہم ہوں پیدل تو سوار اے مہرباں
آنگہاں بنگر تو بدکردار را	صنعہائے کاشف اسرار را
دیکھ پھر ہر ایک بدکردار کو	قدرت حق کا کاشف اسرار کو
گشت ساقی خواجہ از آب حمیم	مر غلاماں را و خوردند آں زبیم
سب کو خواجہ نے پلایا آب گرم	سب غلاموں نے پیا با خوف و شرم
بعد ازاں می راندشاں در دشتہا	می دویدندے میاں کشتہا
پھر انہیں جنگل میں بھیجا بر ملا	گشت وہ کرنے لگے میدان کا
قے درافتادند ایشاں از عنا	آب می آورد ز ایشاں میوہا
بھاگنے سے ان کو قے آنے لگی	پانی میں نکلے وہ میوے فا تھی
چونکہ لقمان را درآمد قے زناف	می درآمد از درونش آب صاف
آئی لقمان کو جو قے از سیرت ناف	اس میں جو پانی تھا وہ تھا عین صاف
حکمت لقمان چو تاند ایں نمود	پس چہ باشد حکمت رب الوجود
حکمت لقمان سے یہ ظاہر ہوا	ہوگی پھر کیا حکمت رب العلا
یوم تبلی السرائر کلہا	بان منکم کامن لا یشتہی
راز مخفی ہوں عیاں جس دن تمام	خواہش دل کے خلاف اے نیک نام
چوں سقوا ماء حمیما قطعت	جملۃ الاستار مما افظعت
گرم پانی سب کے پردے کھول دے	اور رسوا بھید ہوں سارے چھپے

لہ قولہ تعالیٰ یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر

یعنی جب چھپے ہوئے گناہ ظاہر کئے جائیں گے۔ تو آدمی کو ان کے چھپانے کی قوت نہ ہوگی۔ اور نہ کوئی اس مددگار ہوگا ؎

نار ازاں آمد عذاب کافراں	کہ حجر را نار باشد امتحاں
اس لئے ہے آگ دقت کافراں	آگ سے پتھر کا ہوتا امتحاں
ایں دل چوں سنگ ما تا چند چند	پند گفتیم و نمی پذرفت پند
اپنے پتھر دل کو ہم نے چند چند	پند کی لیکن نہ مانی اس نے پند
ریش بد را دارُوئے بد یافت رگ	مر سر خر لائق و دندان سگ
جانتی ہے بد دوا زخموں کی رگ	ہیں سر خر کے لئے دندان سگ
للخبیثاتِ الخبیثون حکمت ست	زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
حکمتاً بد ہیں بروں کے واسطے	جوڑ بدیوں کا بدی ہے دیکھ لے
پس تو ہر جفتے کہ می خواہی بگیر	محو او باش و صفات او پذیر
اب تو جس کا جوڑ لینا چاہے لے	اس میں ہو جا محو خو بو پالے کے
نور خواہی مستعدِ نور شو	دور خواہی خویش بیں و دور شو
نور چاہے مستعد ہو بہر نور	دور رہنا چاہے پیدا کر غرور
در رہے خواہی ایں سجن خرب	سر مکش از دوست واسجد واقترب
ہونا چاہے قید غم سے گر رہا	قرب خالق ڈھونڈا ور سجدے میں جا
سرکشاں را بیں سراسر در عذاب	سر بنہ واللہ اعلم بالصواب
سرکشوں پہ دیکھ کیسا ہے عذاب	سر جھکا واللہ اعلم بالصواب
ایں سخن پایاں ندارد خیر زید	بر براق ناطقہ بر بند قید
بات یہ لمبی ہے بس ہشیار زید	کر براق ناطقہ کو اپنے قید[1]

[1] یعنی خاموش ہو جاؤ

نار ازاں آمد عذاب کافراں	کہ حجر را نار باشد امتحاں
اس لئے ہے آگ دقت کافراں	آگ سے پتھر کا ہوتا امتحاں
ایں دل چوں سنگ ما تا چند چند	پند گفتیم و نمی پذرفت پند
اپنے پتھر دل کو ہم نے چند چند	پند کی لیکن نہ مانی اس نے پند
ریش بد را دارو ئے بد یافت رگ	مر سر خر را سزد دندان سگ
جانتی ہے بد دوا زخموں کی رگ	ہیں سر خر کے لئے دندان سگ
للخبیثات الخبیثون حکمت ست	زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
حلقتاً بد ہیں بروں کے واسطے	جوڑ بدیوں کا بدی ہے دیکھ لے
پس تو ہر جفتے کہ می خواہی بگیر	محو او باش و صفات او پذیر
اب تو جس کا جوڑ لینا چاہے لے	اس میں ہو جا محو خو بو مان کے
نور خواہی مستعد نور شو	دور خواہی خویش بین و دور شو
نور چاہے مستعد ہو بہر نور	دور رہنا چاہے پیدا کر غرور
ور رہے خواہی ازیں سجن خرب	سر مکش از دوست و اسجد واقترب
ہونا چاہے قید غم سے گر رہا	قرب خالق ڈھونڈ اور سجدے میں جا
سرکشاں را ہیں سراسر در عذاب	سر بنہ واللہ اعلم بالصواب
سرکشوں پہ دیکھ کیسا ہے عذاب	سر جھکا واللہ اعلم بالصواب
ایں سخن پایاں ندارد خیر زید	بر براق ناطقہ بر بند قید
بات یہ لمبی ہے بس ہشیار زید[1]	کر براق ناطقہ کو اپنے قید

[1] یعنی خاموش ہو جا۔

حضرت زیدؓ کو رسولِ مقبول صلعم کا جواب

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را ‏ ‏ ‏ ‏ می دراند پردہ ہائے غیب را
نطق سے افشائے راز ایک عیب ہے ‏ ‏ ‏ ‏ اور یہ مقراضِ نقابِ غیب ہے

غیب مطلوبِ حق آمد چند گاہ ‏ ‏ ‏ ‏ ایں دہل زن را براں بر بند راہ
غیب ہے مطلوب خالق اے پسر ‏ ‏ ‏ ‏ اس دہل زن کو نہ لا اس راہ پہ

تنگ مر او را کش عناں مستور بہ ‏ ‏ ‏ ‏ ہر کس از پندار خود مسرور بہ
یوں نہ دوڑا کھینچ گھوڑے کی لگام ‏ ‏ ‏ ‏ ہو ہر اک پندار سے تا شاد کام

حق ہمی خواہد کہ نومیدانِ او ‏ ‏ ‏ ‏ زیں عبادت ہم نگردانند رو
چاہتا ہے حق کہ نا امید بھی ‏ ‏ ‏ ‏ اس طریقے سے نہ منہ پھیریں کبھی

ہم مشرف در عبادتہائے او ‏ ‏ ‏ ‏ مشتغل گشتہ بطاعتہائے او
ذی شرف اس کی عبادت میں رہیں ‏ ‏ ‏ ‏ شغل کرتے اس کی طاعت میں رہیں

ہم باُمیدے مشرف می شوند ‏ ‏ ‏ ‏ چند روزے در رکابش می دوند
وہ مشرف ہوں کسی امید سے ‏ ‏ ‏ ‏ اور دوڑیں چند دن اس کے لئے

خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ ‏ ‏ ‏ ‏ بر بد و نیک از عمومِ مرحمہ
چاہتا ہے سب پہ وہ رحمت کرے ‏ ‏ ‏ ‏ نیک و بد جتنے ہیں اچھے اور برے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر ‏ ‏ ‏ ‏ با رجا و خوف باشند و حذیر
چاہتا ہے حق کہ ہر فرد بشر ‏ ‏ ‏ ‏ خوف اور امید سے ہو پُر حذر

ایں رجا و خوف در پردہ بود ‏ ‏ ‏ ‏ تا پسِ ایں پردہ پروردہ بود
یوں امید و بیم کا پردہ رہے ‏ ‏ ‏ ‏ اور اسی پردے میں پروردہ رہے

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا ‏ ‏ ‏ ‏ غیب را شد کرّ و فرّے برملا
جب اٹھا پردہ کہاں خوف و رجا ‏ ‏ ‏ ‏ غیب کا سب کرّ و فر ہی کھل گیا

بر لبِ جُو بر ظنے یک فتی ‌ ‌ ‌ کہ سلیمانؑ ست ماہی گیرِ ما
تھا لبِ جو کر رہا اک نوجوان ‌ ‌ ‌ مچھلی والے پہ سلیماں کا گماں

گر ویست ایں از چہ فرد ست و خفی ‌ ‌ ‌ ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
گر وہی ہے پھر یہ پنہانی ہے کیوں ‌ ‌ ‌ ورنہ چہرے پر سلیمانی ہے کیوں

اندریں اندیشہ می بود او دو دل ‌ ‌ ‌ تا سلیماں گشت شاہ مستقل
بس اسی اندیشے میں تھا وہ دو دل ‌ ‌ ‌ ہو گئے سلطاں سلیمانؑ مستقل

دیو رفت از ملک و تخت او گریخت ‌ ‌ ‌ تیغ بختش خونِ آں سلطاں بریخت
دیو بھاگا اڑ گیا سب ملک و تخت ‌ ‌ ‌ اور ہوئی خونریز ان کی تیغ بخت

کرد در انگشتِ خود انگشتری ‌ ‌ ‌ جمع آمد لشکرِ دیو و پری
آپ نے پہنی جو پھر انگشتری ‌ ‌ ‌ آ گیا سب لشکرِ دیو و پری

آمدند از بہرِ نظارہ رجال ‌ ‌ ‌ درمیاں شاں آنکہ بد صاحب خیال
بہرِ نظارہ جو آئے مردماں ‌ ‌ ‌ ان میں تھا وہ بھی کیا جس نے گماں

چوں در انگشتش بدید انگشتری ‌ ‌ ‌ رفت اندیشہ و گمانش یکسری
دیکھی انگلی میں جو وہ انگشتری ‌ ‌ ‌ وہ گماں اندیشہ اب جاتی رہی

وہم آں گاہست کو پوشیدہ است ‌ ‌ ‌ ایں گماں خود از پئے نادیدہ است
وہم جب تک ہے کہ وہ پوشیدہ ہے ‌ ‌ ‌ یہ گماں صرف از پئے نادیدہ ہے

بد خیالِ غائب اندر سینہ زفت ‌ ‌ ‌ چونکہ شد حاضر خیال او برفت
تھا خیالِ غائب اس دل میں کمال ‌ ‌ ‌ جب ہوا حاضر مٹا دل سے خیال

گر سمائے نور بے بارید نیست ‌ ‌ ‌ ہم زمینِ تار بے بالید نیست
آسمان گر نور ہے بارش نہیں ‌ ‌ ‌ تو زمیں بھی تنگ افزائش نہیں

گر بہست اظہار کردن ہم کمال ‌ ‌ ‌ می رہاند جانہا را از خیال
گر یہ ہے اظہار کرنا بھی کمال ‌ ‌ ‌ دور کر دینا ہے دل سے ہر خیال

بیک یک در صد ایماں بغیب | نیک دان و بگذر از تزویر و ریب

پھر بھی سو میں ایک کو ایمان بغیب | ہوتا ہے تو چھوڑ دے یہ مکر و فریب

یؤمنون بالغیب می باید مرا | زاں ببستم روزن فانی سرا

غیب پر ایمان ہے مجھ کو پسند | عالم فانی کا روزن یوں ہے بند

چوں شگافم آسماں را در حضور | چوں بگویم هَلْ تَرٰى فِيْهَا فُطُوْر

آسمان کو کیوں پھاڑوں ذی شعور | کیسے کہہ دوں ہل تریٰ فیہا فطور

تا دریں ظلمت تحرّی می کنند | ہر کسے رو جانبے می آورند

ہر گھڑی ظلمت میں ہے قبلہ طلب | اک طرف کو رخ کئے آتے ہیں سب

مدتے معکوس باشد کارہا | شحنہ را دزد آورد بر دارہا

ہوتے ہیں برعکس پھر کام اس قدر | شحنہ کو لاتا ہے ڈاکو دار پر

تا کہ بس سلطان و عالی ہمتے | بندۂ بندہ خود آید مدتے

تا کہ اک سلطان عالی احتشام | اپنے اک بندے کا ہوتا ہے غلام

بندگی در غیب آید خوب و کش | حفظ غیب آید در استعباد خوش

بندگی غیبت میں ہے بے زیب خوب | ہے عبودیت میں حفظ غیب خوب

کو کہ مدح شاہ گوید پیش او | باکہ در غیبت بود او شرم او

ایک حاضر شاہ کا مدحت نگار | اک غائب شاہ سے ہے شرمسار

قلعہ دارے کز کنار مملکت | دور از سلطان و سایہ سلطنت

مملکت سے دور رہ کر قلعہ دار | شاہ سے اور سلطنت سے ہے کنار

پاس دارد قلعہ را از دشمناں | قلعہ نفروشد بمال بیکراں

دشمنوں سے دور رکھے قلعے کو | مال و زر لیکر نہ بیچے قلعے کو

۱؎ اے دیکھنے والے! کیا تجھے آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟

غائب از شه در کنارِ ثغرها | همچو حاضر او نگهدارد وفا

ہو نے غائب شاہ سے مردِ خدا | مثل حاضر ہے نگہبان وفا

نزد شه بهتر بود از دیگراں | که بخدمت حاضرند و نفشاں

وہ ہے بہتر دوسروں سے نزد شاہ | حاضرِ خدمت ہیں جو بے اشتباہ

پس بغیبت نیم ذره حفظ کار | به که اندر حاضری زاں صد ہزار

نصف ذرہ غیبت پر کنا نشار | حاضری سے ہے مرجح لاکھ بار

طاعت و ایماں کنوں محمود شد | بعد مرگ اندر عیاں مردود شد

طاعت و ایماں جواب محمود ہے | بعد مرنے کے یہی مردود ہے

چونکه غیب و غائب و روپوش به | پس دہاں بر بند و لب خاموش به

غیب اور غائب کا چھپنا ہے بھلا | تو ہو خاموش اور نہ لب ہلا

اے برادر دست وادار از سخن | خود خدا پیدا کند علم لدن

اے برادر چھوڑ دے تو یہ سخن | خود خدا ظاہر کرے علم لدن

بس بود خورشید را رویش گواه | أَيُّ شَيْءٍ أَعْظَمُ الشَّاهِدُ الله[۱]

چہرۂ خورشید ہے اس کا گواہ | ای شئی بڑا اعظم قول اللہ

نے بگویم چوں تریں خود بیاں | ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں

اس بیاں میں ہیں اکٹھے برملا | ساری دنیا اور فرشتے اور خدا

یشهد الله و الملك و اهل العلم | انه لا رب الا من یدوم

اس کے شاہد ہیں ملک۔ عالم۔ خدا | یعنی رب ہے رہیگا جو سدا

[۱] قوله تعالیٰ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ یعنی اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے پوچھو کہ از روئے شہادت کون سی شے بزرگ تر ہے۔ جب اہل قریش خاموش ہوئے تو خود ہی ارشاد فرمایا کہ میرے اور تمہارے مابین خدا گواہ ہے۔

چوں گواہی داد حق کہ بُد ملک | تا شوند اندر گواہی مشترک

جب گواہی دے خدا۔ کیا ہیں ملک | جو گواہی میں ہوں اس کے مشترک

زانکہ شعشاعِ حضورِ آفتاب | بر نتابد چشم و دلہائے خراب

کیونکہ آخر پیشِ نورِ آفتاب | حشر میں کیونکر آنکھیں اور قلبِ خراب

چوں خفاشی کو تفِ خورشید را | بر نتابد بگسلد امید را

تاب چمگادڑ کو سورج کی نہیں | توڑ دیتی ہے امیدیں بالیقین

پس ملائک را چو ماہاں باز داں | جلوہ گر خورشید را بر آسماں

ہیں فرشتے ماہ کی صورت عیاں | مہر کے انوار سے بر آسماں

کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم | چوں خلیفہ بر ضعیفاں یافتیم

ہم نے سورج سے یہ پائی ہے ضیا | مثل سلطاں لوگوں کو چمکا دیا

چوں مہِ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر | مرتبہ ہر یک بود در نور و قدر

ماہ نو ہو یا سہ روزہ یا ہو بدر | فرق ہے سب میں بقدرِ نور و قدر

زاجنحہ نورِ ثلاث او رباع | بر مراتب ہر ملک را آں شعاع

ہر فرشتہ نور کے پر تین چار | رکھتا ہے حسب مراتب سے نگار

ہمچو پرہائے عقولِ انسیاں | کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں

جیسے پر ہیں عقل کے انسان میں | کس قدر ہے فرق ان میں دیکھیں

پس قرینِ ہر بشر در نیک و بد | آں ملک باشد کہ مانندش بود

نیک و بد میں ہے قریب ہر بشر | اس کے مانند اک فرشتہ سربسر

چشمِ اعمش نورِ خور چوں نتافت | اختر او را شمع شد تا رہ بیافت

آنکھ سورج سے ہوئی جب عذر خواہ | بن کے تارا شمع چمکاتا ہے راہ

آنحضرتؐ کا مزید ارشاد

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم ۔ رہروان را شمع و شیطان را رجوم

بولے پیغمبر ہیں اصحابی نجوم ۔ رہرووں کو شمع ۔ شیطان کو رجوم

ہر کسے را گر بُدے آں چشم زور ۔ کہ گرفتے ز آفتاب چرخ نور

ہوتا گو ہر آنکھ میں اتنا شعور ۔ یعنی لیتی چرخ کے سورج سے نور

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل ۔ کہ بُود بر نورِ خورشید او دلیل

ہوتی ان تاروں کو پھر حاجت ہی کیا ۔ کب دلیل مہر ہوتے یہ سہا

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود ۔ کہ بود بر آفتاب حق شہود

چاند تاروں کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ کیوں گواہی دیتے مہر ذات کی

ماہ میگوید بابر و خاک و فی ۔ من بشر بودم ولے یوحیٰ الیّ

چاند کہتا ہے یہ خاک و ابر سے ۔ میں بشر تھا دی بزرگی وحی نے

چوں شما تاریک بودم از نہاد ۔ وحیِ خورشیدم چنیں نورے بداد

میں تمہاری ہی طرح تاریک تھا ۔ وحی نے خورشید کی روشن کیا

ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس ۔ نور دارم بہر ظلماتِ نفوس

گو میں ہوں تاریک آگے شمس کے ۔ نور ہوں تاریکیٔ دل کے لئے

زاں ضعیفم تا تو تابے آوری ۔ کہ نہ مردِ آفتابِ انوری

ناتواں یوں ہوں کہ تو لے آئے آب ۔ کیونکہ تو ہے ناشناسائے آفتاب

ہمچو شہد و سرکہ درہم بافتم ۔ تا سوئے رنجِ جگر رہ یافتم

مثل شہد و سرکہ آپس میں ملا ۔ چارہ گر رنج جگر کا ہو گیا

چوں ز علت وا رہیدی اے رہیں ۔ سرکہ را بگذار و می خور انگبیں

جب مرض سے ہو رہا اے مرد دیں ۔ چھوڑ دے سرکے کو اور کھا انگبیں

ط آگ کے کوئلے

تختِ دل معمور شد پاک از ہوا ۔۔۔ بر وے اَلرَّحمٰنُ عَلَی العَرشِ اسْتَوٰی[1]

تختِ دل معمور ہے اور بے ہوا ۔۔۔ پڑھ تو الرحمٰن علے العرش استوٰی کا

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ ۔۔۔ حق کند چوں یافت دل[2] رابطہ

ربط جب دل کو یہ حاصل ہو گیا ۔۔۔ دی حق آنے لگی بے واسطہ

ایں سخن پایاں ندارد زیدؓ گو ۔۔۔ تا دہم پندش کہ رسوائی مجو

زیدؓ اب تو ختم کر اس بات کو ۔۔۔ پند کرتا ہوں کہ تو رسوا نہ ہو

نیست حکمت گفتن ایں اسرار را ۔۔۔ چوں قیامت می رسد اظہار را

کب ہے حکمت کھولنا اسرار کا ۔۔۔ جب قیامت وقت ہے اظہار کا

حضرت زیدؓ کی حکایت

زیدؓ را اکنوں نیابی کو گریخت ۔۔۔ جست از صفِ نعال و نعل ریخت

زیدؓ رخصت ہو چلے اب وہ کہاں ۔۔۔ صف سے نکلے نعل بن کر بے گماں

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت ۔۔۔ ہمچو اختر کہ بُد و خورشید تافت

تو تو کیا ہے زید بھی بے خود ہوا ۔۔۔ جیسے اختر مہر کی لو سے چھپا

نے ازو نقشے نیابی نہ نشان ۔۔۔ نہ کہے یابی نہ راہ کہکشاں

اب نہیں ان کا کہیں نقش و نشان ۔۔۔ کاہ سے خالی ہے راہ کہکشاں

شد حواس و نطق بے پایان ما ۔۔۔ ہمچو نورِ دانشِ سلطانِ ما

یہ ہمارے ہیں حواس و نطق سب ۔۔۔ دانشِ سلطاں میں گم ہے خوش طلب

حسہا و عقلہاشاں در درون ۔۔۔ موج در موج لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن[3]

ان کی عقلیں اور حسیں جو ہیں درون ۔۔۔ ہیں تہ موج

---

[1] اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے۔

[2] ہمارے پاس حاضر رہتے ہیں۔

چوں شب آمد باز وقتِ بار شد	انجم پنہاں شدہ بر کار شد
رات جب آئی پھر آیا وقتِ بار	انجم پنہاں ہوئے مصروفِ کار
خلقِ عالم جملگی بیہش شوند	پردہا بر رو کشند و بغنوند
چھا گئی مخلوق پہ اک بے ہوشی	پردے ڈالے نیند کی ماتی ہوئی
صبح چوں دم زد علم افراشت خور	ہر تنے از خوابگہ برداشت سر
ہو گئی جب صبح نکلا آفتاب	سر اٹھایا سب ہوئے بیدارِ خواب
بے ہشاں را داد حق ہوشہا	حلقہ حلقہ حلقہ ہا در گوشہا
بیہشوں کو حق سے پھر ملتا ہے ہوش	ہر جماعت حق کی ہے حلقہ بگوش
پائے کوباں دست افشاں در ثنا	نازِ نازاں رَبَّنَا اَحْيَيْتَنَا
وجد میں آتے ہیں کرتے ہیں ثنا	ہو کے نازاں رَبَّنَا اَحْيَيْتَنَا ؎
آں جلود آں عظامِ ریختہ	فارساں گشتہ غبار انگیختہ
جسم اور بیکار ساری ہڈیاں	بن گئیں پھر شہسوارِ گرد راں
حملہ آرند از عدم سوئے وجود	در قیامت ہم شکور و ہم کنود
سب عدم سے آئیں گے سوئے وجود	شاکر و ناشکر ہا کر ہست و بود
سر چہ می پیچی چہ را نادیدہ؟	در عدم ز اوّل نہ سر پیچیدہ؟
اب ہے کیوں انکار نادیدہ یہ کیا	تو عدم سے پہلے ہی منکر نہ تھا
در عدم افشردہ بودے پائے خویش	کہ مرا کہ برکند از جائے خویش
تو عدم میں پاؤں اپنے گاڑ کے	کہتا تھا جنبش تو دے کوئی مجھے

؎ یعنی جب اٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے رب! تو نے ہمیں زندہ کیا۔

می نہ بینی صنع ربّانیت را چوں کشید او موئے پیشانیت را
تو نے دیکھا صنع ربّانی کا حال کیسے کھینچے تیری پیشانی کے بال

تا کشیدت اندریں انواع عام کہ نبودت در گماں و در خیال
سینکڑوں حالات میں کھینچا تجھے جو ترے وہم و گماں میں بھی نہ تھے

آں عدم او را ہمارہ بندہ است کار کن دیو اسلیماںؑ زندہ است
یہ عدم ہر طرح اس کا بندہ ہے کام کر شیطان سلیمانؑ زندہ ہے

دیو میسازد جفان کالجواب زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
دیو گھڑتے تھے پیالے بے ملا تا اب کب تھی کام وہ چھوڑیں ذرا

خویش را بیں چوں ہمی لرزی زبیم مر عدم را نیز لرزاں بیں مقیم
دیکھ تو لرزاں ہے بیم و خوف سے ہے یہی حال عدم پہچان لے

در تو دست اندر مناسب می زنی ہم ز ترس ست آنکہ جانے می کنی
کوششیں ساری حصولِ جاہ کی خوف کے باعث ہیں تو ہے محنتی

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست گر شکر خواریست آں جاں کندن ست
ماسوائے عشقِ اللہ غنی ہے شکر خواری بھی گویا جان کنی

چیست جاں کندن سوئے مرگ آمدن دست در آب حیاتے نا زدن
جان کنی کیا موت سے ہے التفات چھوڑ دینا موجۂ آبِ حیات

خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات صد گماں دارند در آبِ حیات
دیکھتی ہے خلق بس خاکِ ممات اور ظن مختلف ہے آبِ حیات

جہد کن تا صد گماں گردد نود شب برو و در تو نجسپی شب رود
کم کر اپنی بد گمانی بے ثبات رات کو چل سونے سے جاتی ہے رات

در شبِ تاریک جو آں روز را پیش کن آں عقلِ ظلمت سوز را
ڈھونڈ اندھیری رات میں اس روز کو سامنے لا عقلِ ظلمت سوز کو

در شبِ بد رنگ بس نیکی بود
آبِ حیواں جفتِ تاریکی بود

ہیں شبِ بد رنگ میں بھی نیکیاں
ظلمتوں میں آبِ حیواں ہے نہاں

سر زخفتن کے تواں برداشتن
با چنیں صد تخمِ غفلت کاشتن

خواب سے کیونکر اٹھائے گا تو سر
تخمِ غفلت بو دیے ہیں اس قدر

خوابِ مردہ و لقمہ مردہ یار شد
خواجہ جفت و دزدِ شب در کار شد

خواب و لقمہ دونوں مردہ تیرے یار
خواجہ غافل چور ہے مصروفِ کار

تو نمیدانی کہ خصمانت کہ اند
ناریاں خصمِ وجودِ خاکی اند

جانتے تو کیا کون ہیں دشمن ترے
ہیں عدو ناری وجودی خاک کے

نار خصمِ آب و فرزندانِ اوست
ہمچنانکہ آب خصمِ جانِ اوست

پانی اور آبی کی دشمن ہے یہ آگ
جس طرح ہے آگ سے پانی کو لاگ

آب آتش را کشد زیرا کہ او
خصمِ فرزندانِ آب ست و عدو

آگ کی پانی بجھا دیتا ہے بو
کیونکہ وہ ہے آب و آبی کی عدو

بعد ازاں ایں نار نارِ شہوت ست
کاندرو اصلِ گناہ و ذلت ست

نارِ شہوت ہے فقط یہ آگ ہی
جڑ ہے ذلت اور گناہوں کی یہی

نارِ بیروں با آبے بفسرد
نارِ شہوت تا بدوزخ می برد

آگ ظاہر کی تو پانی سے بجھے
نارِ شہوت تا بہ دوزخ لے چلے

نارِ شہوت می نیاز امد بآب
زانکہ دارد طبعِ دوزخ در عذاب

نارِ شہوت کو بجھائے کیونکر آب
کیونکہ طبعاً وہ ہے دوزخ کا عذاب

نارِ شہوت را چہ چارہ نورِ دیں
نورکم اطفاءُ نار الکافرین

نارِ شہوت کا ہے پانی نورِ دیں
اس سے بجھ جاتی ہے نارِ کافریں

چہ کشد ایں نار را نورِ خدا
نورِ ابراہیمؑ را ساز اوستا

ہاں بجھاتا ہے اسے نورِ خدا
نورِ ابراہیمؑ کو رہبر بنا

تا ز نارِ نفس چوں نمرودِ تو
تاکہ آتشِ نفس کے نمرود کی
وارہد ایں جسم ہمچوں عودِ تو
تیرا عود جسم چھوٹے اے اخی

نارِ پاکاں را ندارد خود زیاں
آگ پاکوں کو نہیں دیتی زیاں
کے ز خاشاکے شود دریا نہاں
کیسے ہوں خاشاک سے دریا نہاں

ہر کہ تریاکِ خدائی را بخورد
جس نے تریاکِ الٰہی کھا لیا
گر خورد زہرے مگو ویش کہ مرد
زہر سے وہ کس طرح مر جائے گا

خود کند رنجور را رنجور تر
قلب رنجور اس سے ہے رنجور تر
وانکہ معمور ست ازو معمور تر
اور دل معمور ہے معمور تر

گر طبیب گویدا اے رنجور زار
گر کہے تجھ سے طبیب اے ہوشیار
از عسل پرہیز کن ہیں ہوشیار
شہد سے پرہیز کر بے اختیار

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم
تو جواب اس کو جو دے بے خوف و بیم
کہ چرا تو می خوری بے ترس و بیم
خود اسے کھاتا ہے تو کیوں اے حکیم

گویدت در دل حکیم نکتہ داں
یوں کہے دل میں حکیم نکتہ داں
کج قیاسے کردۂ چوں ابلہاں
کج قیاسی ہیں تری نادانیاں

در تو علت می فروزد ہمچو نار
اس سے بیماری بڑھے گی مثلِ نار
ہیں مکن با نار ہیزم را تو یار
آگ میں لکڑی نہ ڈال ہے ہوشیار

زیں دوا آتش خانہ ات ویراں شود
ہو[illegible] گے ویراں تیرے دوا آتشکدے
قالب زندہ ازو بے جاں شود
دل تو کیا لالے پڑیں گے جان کے

در من از نار یست مست آں ہمچو نور
مست ہے اک آگ مجھ میں مثلِ نور
تا ز صحت در تن افزاید سرور
تن میں صحت سے بڑھاتی ہے سرور

نارِ صحت چوں فرود در وجود
جب بدن میں آگ صحت کی جلے
بے زبانِ تن بود صد گونہ سود
وہ مفید جسم ہو سو طرز سے

شہوتِ ناری براندن کم نشد	اُو بماندن کم شود بے ہیچ بد
نارِ شہوت ہو بڑھانے سے نہ کم	اُس بجھانے سے ہو کم اے محترم
تا کہ ہیزم می نہی بر آتشے	کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
آگ میں رکھتا ہے تو جب لکڑیاں	پھر بجھے کیا آتشِ شعلہ فشاں
چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد	زانکہ تقوی آب سوئے نار بُرد
لکڑیوں کو کھینچ بجھ جائے گی آگ	آبِ تقوی کو ہے اس آتش سے لاگ
کے سیہ گردد باتش روئے خوب	کو نہد گلگونہ از تقوی القلوب
آگ سے کالا ہو کیونکر روئے خوب	اس پہ جب ہے غازۂ تقوی القلوب

حضرت عمرؓ کے عہد میں شہر میں آگ لگنا

آتشے افتاد در عہدِ عمرؓ	ہمچو چوبِ خشک می خورد او حجر
ایک دن عہدِ عمرؓ میں آگ سے	لکڑیوں کی طرح پتھر تک جلے
در فتاد اندر بنا و خانہا	تا زد اندر پرِ مرغ و لانہا
گھر کی بنیادوں میں گھر کرتی ہوئی	پرِ مرغ و آشیاں میں جا لگی
نیم شہر از شعلہا آتش گرفت	آب می ترسید ازاں و می شگفت
شہر آدھا جل گیا اس آگ سے	خوب ڈرتا پانی کو اس کی لاگ سے
مشکہائے آب و سرکہ می زدند	بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند
سرکے اور پانی کی مشکیں بے شمار	ڈالتے تھے آگ پر اہلِ دیار
آتش از استیزہ افزودے لہب	می رسید او را مدد از صنعِ رب
بڑھتی ہی جاتی تھی تیزی آگ کی	تھی مدد اللہ کی یہ واقعی

لہ دلوں کی پرہیزگاری

خلق آمد جانبِ عمرؓ شتاب ۔۔۔ کآتش ما می نمیرد ہیچ زآب

لوگ آئے دوڑ کر سوئے عمرؓ ۔۔۔ اور کہا پانی ہے بے سود آگ پر

گفت ایں آتش زآیات خدا است ۔۔۔ شعلۂ از آتش بخلِ شما ست

آپ بولے یہ ہیں آیات خدا ۔۔۔ یہ ہے اک شعلہ تمہارے بخل کا

آب بگذارید وناں قسمت کنید ۔۔۔ بخل بگذارید اگر آں منید

چھوڑ دو پانی کو بانٹو روٹیاں ۔۔۔ بخل کو دو چھوڑ بالکل دوستاں

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم ۔۔۔ ما سخی و اہلِ فتوت بودہ ایم

بولے ہم نے پہلے سے کھولے ہیں در ۔۔۔ ہم سخی ہیں اہل ہمت باخبر

گفت ناں بر رسم و عادت دادہ اید ۔۔۔ از برائے حق درے نکشادہ اید

بولے رسمی طور پر دیتے ہو ناں ۔۔۔ راہ حق میں ہے نہیں سر گرمیاں

بہرِ فخر و بہرِ بوش و بہرِ ناز ۔۔۔ نَہ برائے ترس و تقویٰ و نیاز

ہے بہر فخر و زینت بہر ناز ۔۔۔ اس میں کب ہے خوف و تقویٰ و نیاز

مال تخم است و بہر شورہ منہ ۔۔۔ تیغ را در دستِ ہر رہزن مدہ

رکھ نہ ہر بنجر زمیں میں تخمِ مال ۔۔۔ دستِ ہر رہزن میں خنجر دے نہ ڈال

اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں ۔۔۔ ہمنشینِ حق بجو با او نشیں

فرق اہلِ دین و اہلِ کیں میں کر ۔۔۔ ہمنشیں کو ڈھونڈ رکھ اس پہ نظر

ہر کسے بر قوم خود ایثار کرد ۔۔۔ کاغذ پندارد کہ او خود کار کرد

سب نے اپنی قوم کو خیرات دی ۔۔۔ کارنامہ اس کو سمجھی ابلہی

حضرت علیؓ کے منہ پر دشمن کا تھوکنا

از علی آموز اخلاص عمل ۔۔۔ شیرِ حق را داں منزہ از دغل

سیکھ تو حیدرؓ سے اخلاص عمل ۔۔۔ شیر حق کو جان بیشک بے دغل

در غزا بر پہلوانے دست یافت ‌‌ ‌‌ زود شمشیرے بر آورد و شتافت

جنگ میں اک پہلواں کو کر کے زیر ‌‌ ‌‌ لے کے شمشیر آئے وہ مرد دلیر

او خدو انداخت بر روئے علیؓ ‌‌ ‌‌ افتخار ہر نبیؑ و ہر ولی

اس نے تھوکا جانب روئے علیؓ ‌‌ ‌‌ تھے جو فخر ہر نبیؑ و ہر ولی

او خدو انداخت بر روئے کہ ماہ ‌‌ ‌‌ سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ

ایسے منہ پہ تھوک بیٹھا رو سیاہ ‌‌ ‌‌ سجدہ کرتا تھا جسے گردوں پہ ماہ

در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ ‌‌ ‌‌ کرد او اندر غزایش کاہلی

پھینک کر تلوار کو ٹھہرے علیؓ ‌‌ ‌‌ اور سستی جنگ میں دشمن سے کی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل ‌‌ ‌‌ از نمودن عفو و رحم بے محل

پہلواں اس سے بہت حیران ہوا ‌‌ ‌‌ بے محل یہ رحم مجھ پر کیوں کیا

گفت بر من تیغ تیز افراشتی ‌‌ ‌‌ از چہ افگندی مرا بگذاشتی

بولا کیوں تلوار کھینچی تھی علیؓ ‌‌ ‌‌ اور پھر کیوں کھینچ کر یوں پھینک دی

آنچہ دیدی بہتر از پیکار من ‌‌ ‌‌ تا شدی تو سست در اشکار من

اور کیا بہتر تھا اس پیکار سے ‌‌ ‌‌ سست میرے قتل میں کیوں ہو گئے

آنچہ دیدی تا چنیں خشمت نشست ‌‌ ‌‌ تا چنیں برقے نمود و باز جست

تم نے کیا دیکھا کہ غصہ مٹ گیا ‌‌ ‌‌ رہ گئی بجلی چمک کر کیوں ذرا

آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید ‌‌ ‌‌ در دل و جاں شعلۂ آمد پدید

تم نے کیا دیکھا ہے جس کے عکس سے ‌‌ ‌‌ شعلے میرے دل میں دوڑے نور کے

آنچہ دیدی بہتر از کون و مکاں ‌‌ ‌‌ کہ بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں

تم نے کیا دیکھا سوئے کون و مکاں ‌‌ ‌‌ جاں سے بہتر کہ بخشی میری جاں

در شجاعت شیر ربانیستی ‌‌ ‌‌ در مروت خود کہ داند کیستی

کیا شجاعت میں نہیں تم شیر ربؐ ‌‌ ‌‌ کیا ہے پھر ایسی مروت کا سبب

در غزا بر پہلوانے دست یافت — زود شمشیرے بر آورد و شتافت

جنگ میں اک پہلواں کو کر کے زیر — لے کے شمشیر آئے وہ مرد دلیر

او خدو انداخت بر روئے علیؓ — افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولیؓ

اس نے تھوکا جانب روئے علیؓ — تھے جو فخر ہر نبیؑ و ہر ولیؓ

او خدو انداخت بر روئے کہ ماہ — سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ

ایسے منہ پر تھوک بیٹھا روسیاہ — سجدہ کرتا تھا جسے گردوں پہ مہ

در زمان انداخت شمشیر آں علیؓ — کرد او اندر غزایش کاہلی

پھینک کر تلوار کو ٹھہرے علیؓ — اور سستی جنگ میں دشمن سے کی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل — از نمودن عفو و رحم بے محل

پہلواں اس سے بہت حیران ہوا — بے محل یہ رحم مجھ پر کیوں کیا

گفت بر من تیغ تیز افراشتی — از چہ افگندی مرا بگذاشتی

بولا کیوں تلوار کھینچی تھی علیؓ — اور پھر کیوں کھینچ کر یوں پھینک دی

آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ من — تا شدی تو سست در اشکارِ من

اور کیا بہتر تھا اس پیکار سے — سست میرے قتل میں کیوں ہو گئے

آنچہ دیدی تا چنیں خشمت نشست — تا چنیں برقے نمود و باز جست

تم نے کیا دیکھا کہ غصہ مٹ گیا — رہ گئی بجلی چمک کر کیوں خدا

آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید — در دل و جاں شعلہ آمد پدید

تم نے کیا دیکھا ہے جس کے عکس سے — شعلے میرے دل میں دوڑے نور کے

آنچہ دیدی بہتر از کون و مکاں — کہ بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں

تم نے کیا دیکھا سوائے کون و مکان — جاں سے بہتر کہ بخشی میری جاں

در شجاعت شیر ربانیستی — در مروت خود کہ داند کیستی

کیا شجاعت میں نہیں تم شیر رب؟ — کیا ہے پھر ایسی مروت کا سبب

در مروّت ابر موسائی بہ تیہ ؎ / کامد از وے خوان و نانے بے شبیہ
ابر موسائی ہو دشت تیہ میں / جس سے اتریں خوان و ناں کی نعمتیں

ابرہا گندم دہد کاں را بجہد / پختہ و شیریں کند مردم چو شہد
ابر گیہوں دیتا ہے اور کرکے جہد / لوگ پختہ کرکے کر لیتے ہیں شہد

ابر موسیٰؑ پر رحمت بر کشاد / پختہ و شیریں و بے زحمت بداد
ابر موسے کھول کے رحمت کے پر / دیتا تھا شیریں و پختہ سر بسر

از برائے پختہ خواران کرم / رحمتش افراخت در عالم علم
پختہ خواران کرم کے واسطے / رحمت اللہ کے جھنڈے اڑے

تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا / کم نشد یکروز زاں اہل رجا
وہ وظیفہ وہ عطا چالیس سال / کم نہ اک دن بھی ہوا اے خوش خصال

تا ہم ایشاں از خسیسی خاستند / گندنا و ترہ و خس خواستند
تا ہم وہ ہیں جب پڑیں سفلہ صفات / سب نے مانگا ساگ لہسن گھاس پات

جملگی گفتند با موسیٰؑ ز آز / بقل و قثا و عدس سیر و پیاز
سب نے موسے سے کہا از روئے آز / ساگ ککڑی ہو مسور اور ہو پیاز

زاں گدا روئی و حرص و آز شاں / منقطع شد منّ و سلویٰ ز آسماں
اس گدیدے پن سے اور اس حرص سے / منّ و سلویٰ آسماں سے رک گئے

امت احمدؐ کہ ہستند از کرام / ہست باقی تا قیامت آں طعام
امت احمدؐ جو ہے اہل کرام / تا قیامت اس کو ملتا ہے طعام

چوں ابیتُ عند ربی فاش شد ؎ / یطعم و یسقی کنایت زاں فشد
راز ابیت عند ربی کا کھلا / یطعم و یسقی نبی نے جب کہا

؎ اس جنگل کا نام ہے جس میں حضرت موسیٰؑ پر من و سلویٰ نازل ہوا تھا ؎ یعنی جب نبی کریمؐ نے چپکے روزے رکھے تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی چپکے

بے تامل ایں را در پذیر — تا درآید در گلو چوں شہد و شیر
بے تامل کر قبول اے دل پذیر — تا گلے میں آئے مثل شہد و شیر

زانکہ تاویلست وادادِ عطا — چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ ہے تاویل تردیدِ عطا — جاننا اس کو حقیقت ہے خطا

آں خطا دیدن ز ضعفِ عقلِ اوست — عقلِ کل مغزست و عقلِ جزو پوست
یہ خطا بینی ہے ضعفِ عقل و حال — عقلِ کل ہے مغز عقلِ جزو کھال

خویش را تاویل کن نے اخبار را — مغز را بد گوئے نے گلزار را
اپنی کر تاویل چھوڑ اخبار کو — مغز کو بد کہہ نہ کہ گلزار کو

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ — شمۂ واگو ازانچہ دیدۂ
اے علیؓ یکسر تو عقل و دیدہ ہے — کچھ تو کہہ مجھ سے جو دیکھا تو نے ہے

تیغِ حلمت جانِ ما را چاک کرد — آبِ علمت خاکِ ما را پاک کرد
تیری تیغِ علم سے ہے جان چاک — تیرے آبِ علم سے ہے جسم پاک

باز گو دانم کہ ایں اسرارِ ہوست — زانکہ بے شمشیر کشتن کارِ اوست
کچھ تو فرمائیں ہیں کیا اسرارِ حق — قتل بے خنجر تو ہے بس کارِ حق

صانعِ بے آلت و بے جارحہ — واہبِ ایں ہدیہائے رابحہ
صانع بے واسطہ ہے وہ خدا — ہدیے کرتا ہے معطر جو عطا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲) روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ
ایکم مثلی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی۔
یعنی اے لوگو تم میری برابری نہیں کر سکتے۔ میں خدا کے پاس رات گذارتا ہوں۔ وہ مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔
لـه احادیث ۔

صد ہزاراں مے چشاند روح را — کہ خبر نبود دل مجروح را

وہ پلاتا ہے ہزاروں روح کو — کیا خبر اس کے دل مجروح کو

صد ہزاراں روح بخشد ہوش را — کہ خبر نبود و چشم و گوش را

بخشتا ہے ہوش کو روحیں ہزار — آنکھوں کانوں پر نہ ہوں جو آشکار

باز گو اے بازِ عرش خوش شکار — تا چہ دیدی ایں زمان از کردگار

کچھ تو کہہ دے بازِ عرش خوش شکار — کیا کھلا ہے تجھ پہ رازِ کردگار

چشم تو ادراکِ غیب آموختہ — چشمہائے حاضراں بر دوختہ

تیری آنکھوں میں ہے اک ادراکِ غیب — لوگوں کی آنکھیں ہیں اندھی بے زعیب

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں — واں یکے تاریک می بیند جہاں

دیکھتا ہے ایک مہتاب عیاں — ایک نے تاریک دیکھا ہے جہاں

واں یکے سہ ماہ می بیند بہم — ایں سہ کس بنشستہ یک موضع نعم

تیسرے کی آنکھ میں ہیں چاند تین — اک جگہ بیٹھے ہیں تینوں ہمنشین

چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز — در تو آویزان و از من در گریز

تینوں کی آنکھیں ہیں روشن اور تیز — تجھ سے مل کر مجھ سے کرتی ہیں گریز

سحر عین ست ایں عجب لطف خفیست — بر تو نقش گرگ و بر من یوسفیست

آنکھ کا جادو ہے یا حکمت کوئی — تجھ کو گرگ اور مجھ کو شکل یوسفی

عالم از ہجدہ ہزار ست و فزوں — ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں

بیش و کم ہے خلق اٹھارہ ہزار — کب کسی کی ہے نظر میں کوئی خوار

راز بکشا اے علی مرتضیٰ — اے پس سوء القضا حسن القضا

راز کھولو اے علی مرتضیٰ — ہے قضا کے بعد یہ حسن قضا

یا تو واگو آنچہ عقلت یافت ست — یا بگویم آنچہ بر من تافت ست

یا تو کہہ دیں آپ سمجھا ہے جو کچھ — یا کہوں میں مجھ پہ چمکا ہے جو کچھ

از تو بر من تافت چوں داری نہاں می فشانی نور چوں مہ بے زباں
مجھ پہ جو چمکا ہے کیوں رکھ دوں نہاں تو ہے مثل ماہ نور افشاں جہاں

لیک اگر در گفت آید قرص ماہ شب رواں را زود تر آرد براہ
نطق میں لیکن جو آئے قرص ماہ شب روؤں کو جلد تر مل جائے راہ

از غلط ایمن شوند و از ذہول بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
گمرہی سے دور ہوں وہ سر بسر بانگِ مہ غالب ہے بانگ غول پر

ماہ بے گفتن چو باشد رہنما چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
بے کہے جب چاند خود ہے رہنما بول اٹھے تو ہو ضیا پر اک ضیا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را چوں شعاعی آفتابِ حلم را
یا علیؓ ہو باب شہر علم کے تم اور شعاع آفتابِ حلم تم

باز باش اے باب بر جویائے باب تا رسند از تو قشور اندر لباب
کھل کہیں جویا پر اے معنی کے باب تا رسائی پوست کی ہوتا لباب

باز باش اے باب رحمت تا ابد بارگاہ ما لہٗ کفواً احد
رہ کھلا اے باب رحمت تا ابد مظہر شان خدا کفواً احد

ہر ہوا و ذرہ خود منظر یست تا کشادہ کے بود کاں جا دریست
ہر ہوا ہر ذرہ منظر اس کا ہے کور کیا جانے کہ یہ در اس کا ہے

تا نہ بکشاید درے را دیدہ باں[۲] در درونِ ہرگز نہ جنبد ایں گماں
ورنہ جب تک کھولے کوئی دیدہ باں[۲] دل میں آ سکتا نہیں ایسا گماں

چوں کشادہ شد درے حیراں شود مرغ امید و طمع پرّاں شود
اور در کھل جائے تو حیراں ہو مرغ امید و طمع پرّان ہو۔

[۱] مقر:

[۲] صاحب دید یعنی مُرشد۔

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت — سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت

پایا اک غافل نے ویرانے میں گنج — بھاگا ہر جنگل کی جانب کھا کے رنج

تا ز درویشے نیابی تو گہر — کے گہر جوئی ز درویش دگر

جب نہ اک درویش سے پائے گہر — دے گا کو ہر خاک درویش دگر

سالہا گر ظن دود با پائے خویش — نگذرد ز اشگاف بینی ہائے خویش

دوڑے برسوں پاؤں سے اپنے گماں — عیب بینی اپنی چھوڑے گا کہاں

تا بہ بینی نایدت از غیب بو — غیر بینی ہیچ می بینی بگو

عیب بیں کو غیب کی کب آئے بو — غیر بینی میں بھی کچھ دیکھے گا تو ؟

حضرت علیؓ سے اس کافر کا سوال

پس بگفت اے نو مسلمان ولی — از سر مستی و لذت با ولی

پھر وہ بولا نو مسلمان ولی — ہو کے مست جام لذت یا علی

کہ بفرما یا امیر المومنین — تا بجنبد جاں بتن ہمچوں جنیں

مجھ کو کہیئے یا امیر المومنین — جان کو جنبش ہوتا مثل جنین

ہفت اختر ہر جنیں را مدتے — میکنند اے جاں نبوبت خدمتے

سات تارے اپنے اپنے وقت میں — کرتے ہیں بچے کی کیا کیا خدمتیں

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں — آفتابش آں زماں گردد معیں

جان والا جب کہ ہوتا ہے جنین — آفتاب اس وقت ہوتا ہے معین

چوں جنیں را نوبتِ تدبیر درو — از ستارہ سوئے خورشید آید او

جب جنیں کی نوبت ذات و شرف — تاروں سے آتی ہے سورج کی طرف

ایں جنیں در جنبش آید ز آفتاب — کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب

آتا ہے سورج سے جنبش میں جنیں — بخشتا ہے زندگی سورج وہاں

ہں دگر انجم بجز نقشے نیافت ‏ ‏ ‏ ‏ این چنیں تا آفتابش بر نتافت

جتنک آئی تھی نہ سورج کی ضیاء ‏ ‏ ‏ ‏ دوسرے تاروں سے کچھ حاصل نہ تھا

از کدامیں رہ تعلق یافت او ‏ ‏ ‏ ‏ در رحم با آفتاب خو بزد

یہ تعلق کس طرح اس کو ملا ‏ ‏ ‏ ‏ رحم میں سورج سے اس کا دے پتا

آں رہ پنہاں کہ دور از حس ماست ‏ ‏ ‏ ‏ آفتاب چرخ را بس رہ بہاست

دور ہے حس راہ پوشیدگی ‏ ‏ ‏ ‏ راستے یعنی ہیں سورج کے کئی

آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو ‏ ‏ ‏ ‏ واں رہے کہ سنگ یاقوت ازو

ایک راہ ہے جس سے بن جاتا ہے زر ‏ ‏ ‏ ‏ ایک راہ پتھر بنے جس سے گہر

آں رہے کہ سرخ سازد لعل را ‏ ‏ ‏ ‏ واں رہے کہ برق بخشد لعل را

ایک رہ جو سرخ کر دے لعل کو ‏ ‏ ‏ ‏ ایک راہ جو نور بخشے لعل کو

آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را ‏ ‏ ‏ ‏ واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را

ایک راہ میووں کو پختہ کرے ‏ ‏ ‏ ‏ ایک راہ جو روح نادانوں کو دے

باز گو اے باز پر افروختہ ‏ ‏ ‏ ‏ باشہ و باساعدش آموختہ

ہاں بتا اے باز پر افروختہ ‏ ‏ ‏ ‏ بازوئے شہ کا تو ہے آموختہ

باز گو اے باز عنقا گیر شاہ ‏ ‏ ‏ ‏ اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ

ہاں بتا اے باز عنقا گیر شاہ ‏ ‏ ‏ ‏ تو سپہ افگن ہے گو ہے بے سپاہ

امت وحدی یکے و صد ہزار ‏ ‏ ‏ ‏ باز گو اے بندہ بازت را شکار

یک ہو کر تم ہو گویا سو ہزار ‏ ‏ ‏ ‏ ہے تمہارے باز کا بندہ شکار

در محل قہر ایں رحمت ز چیست ‏ ‏ ‏ ‏ اژدہا را دست دادن کار کیست

اس مقام قہر میں رحمت ہے کیوں ‏ ‏ ‏ ‏ دیتے ہیں مہلت بھلا اژدہا کو کیوں؟

حضرت علیؓ کا جواب

گفت من تیغ از پئے حق میزنم ‏ ‏ ‏ بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
بولے میں ہوں تیغ زن حق کے لئے ‏ ‏ ‏ بندہ حق ہوں نہ تن کے واسطے

شیر حقم نیستم شیر ہوا ‏ ‏ ‏ فعل من بر دین من باشد گوا
شیر حق ہوں میں نہیں شیر ہوس ‏ ‏ ‏ دین ہے شاہد مرے فعلوں کا بس

من چو تیغم واں زنندہ آفتاب ‏ ‏ ‏ مَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ در حراب
میں ہوں تیغ اور تیغ زن رب قدیر ‏ ‏ ‏ پھینکتا ہے جنگ میں وہ خود ہی تیر

رخت خود را من زرہ برداشتم ‏ ‏ ‏ غیر حق را من عدم انگاشتم
میں نے رستے سے لیا اسباب اٹھا ‏ ‏ ‏ غیر حق کو میں عدم ہوں جانتا

من چو تیغم پر گہر ہائے وصال ‏ ‏ ‏ زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
تیغ ہوں تیں جس کا جوہر ہے وصال ‏ ‏ ‏ زندہ کرتا ہوں نہ کشتہ در قتال

سایہ ام من کد خدایم آفتاب ‏ ‏ ‏ حاجبم من نیستم او را حجاب
میں ہوں سایہ اور مصاحب آفتاب ‏ ‏ ‏ ہوں میں حاجب اور نہیں اسکا حجاب

خوں نپوشد گوہر تیغ مرا ‏ ‏ ‏ باد از جا کے برد میغ مرا
خون سے مجھ ہر کیا چھپے تلوار کا ‏ ‏ ‏ میرے بادل کو اڑائے کب ہوا

کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد ‏ ‏ ‏ کوہ را کے در رباید تند باد
کاہ کب ہوں ہوں میں کوہ حلم و داد ‏ ‏ ‏ کوہ کا کیا کر سکے گی تند باد

آں کہ از بادے رود از جا خسے ست ‏ ‏ ‏ زانکہ باد ناموافق خود بسے ست
وہ ہے خس جو ہو ہوائے منتشر ‏ ‏ ‏ ناموافق ہیں ہوائیں بیشتر

باد خشم و باد شہوت باد آز ‏ ‏ ‏ برد او را کہ نبود اہل نیاز
باد غصہ باد شہوت باد آز ‏ ‏ ‏ چھا گئی اس پہ جو نہ تھا صاحب نیاز

باد کبر و باد عجب و باد خلم ... برد او را کہ نبود از اہل علم

وہ ہوائے کبر اور وہ باد حلم[1] ... لے اڑی اس کو نہ تھا جو اہل علم

کوہم و ہستی من بنیاد اوست ... در شوم چوں کاہ بادم یاد اوست

کوہ ہوں بنیاد ہے میری خدا ... کاہ ہوں تو اس کا برباد فنا

جز بباد او نہ جنبد میل من ... نیست جز عشق احد سرخیل من

یاد حق کی سمت میری میل ہے ... اور فقط عشق خدا سرخیل[2] ہے

خشم بر شاہاں شہ و ما را غلام ... خشم را من بستہ ام زیر لگام

غصہ ہے شاہ شہاں میرا غلام ... میں نے باندھا خشم کو زیر لگام

تیغ حلمم گردن خشمم زدست ... خشم حق بر من چو رحمت آمدست

غصے کو کاٹا ہے تیغ حلم نے ... خشم حق رحمت ہے میرے واسطے

غرق نورم گرچہ سقفم شد خراب ... روضہ گشتم گرچہ ہستم بو تراب

نور میں ہوں غرق ظاہر ہے خراب ... ہو گیا ہوں باغ بن کر بو تراب

چوں در آمد علتے اندر غزا ... تیغ را دیدم نہاں کردن سزا

جنگ میں آئی جو علت اک نظر ... تھا چھپانا تیغ کا محبوب تر

تا أَحَبَّ لِلّٰه آید نام من ... تا کہ أَبْغَضَ لِلّٰه آید کام من

تا احب للہ[3] میرا نام ہو ... اور ابغض للہ[4] میرا کام ہو

تا کہ أَعْطَا لِلّٰه آید جود من ... تا کہ أَمْسَكَ لِلّٰه آید بود من

تا کہ اعطی للہ[5] میرا جود ہو ... اور امسک للہ[6] میری بود ہو

---

[1] غضب و سبک سری۔
[2] حاکم لشکر۔
[3] خدا کے لئے دوستی کرنے والا۔
[4] خدا کے لئے بغض کرنے والا۔
[5] خدا کے لئے دینے والا۔
[6] خدا کے لئے بخل کرنے والا۔

بخل من للہ عطا للہ و بس
جملہ للہ ام نیم من آن کس

بخل ہے للہ عطا للہ ہے
کچھ نہیں ہیں سب مرا اللہ ہے

وانچہ للہ می کنم تقلید نیست
نیست تخییل و گماں جز دید نیست

نقل ہے للہ پھر تقلید کیا
کب گماں ہے یہ ہے نتیجہ دید کا

ز اجتہاد و از تحری رستہ ام
آستیں بر دامن حق بستہ ام

مجھ میں اب وہم و گماں کچھ بھی نہیں
دامن حق سے ہے باندھی آستیں

گر ہمی پرم ہمی بینم مطار
ور ہمی گردم ہمی بینم مدار

اڑتا ہوں جانتے پر بدن دیکھ کر
گردشیں کرتا ہوں مسکن دیکھ کر

ور کشم بارے بدانم تا کجا
ماہم و خورشید ہم پیشوا

بوجھ اٹھاؤں ہو کے منزل آشنا
چاند ہوں سورج ہے میرا پیشوا

بیش ازیں با خلق گفتن روی نیست
بحر را گنجائی اندر جوئے نیست

کیا کہوں مخلوق سے اس کے سوا
ہو سمائی بحر کی ندی میں کیا

در شریعت مر گواہی بندہ را
نیست قدرے وقت دعوائے قضا

ہے شریعت میں گواہی غلام
مطلقاً بے قدر و قیمت اے ہمام

گر ہزاراں بندہ باشد گواہ
شرع نپذیرد گواہی شان بکاہ

گو ہزاروں بندے ہوں تیرے گواہ
ہے گواہی شرع میں ان کی تباہ

بندۂ شہوت بتر نزدیک حق
از غلام و بندگان مسترق

بندۂ شہوت ہے نزدیک خدا
سو غلاموں کے غلاموں سے برا

کایں بیک لفظے شود آزاد و حر
ویں زید شیریں و میرد بخت مر

یہ تو ہے آزاد وہ اک لفظ سے
وہ جئے شیریں پہ بے حالوں مرے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص
جز بفضل ایزد و انعام خاص

بندۂ شہوت کو کب ہے مخلصی
جز بہ احسان و عطائے ایزد کا

پست میگویم باندازۂ عقول ‌ ‌ عیب نبود ایں بود کارِ رسول

پست ہیں باتیں بہ اندازِ عقول ‌ ‌ عیب کیا ہے تھا یہی کارِ رسول؟

از غرض حرم گواہی حُر شنو ‌ ‌ کہ گواہی بندگان نرزد بجو

ہوں ہیں آزاد عرض سے یہ کلام ‌ ‌ جو سے بھی کم ہے گواہی غلام

در چہے انداخت او خود را کہ من ‌ ‌ در خورِ قعرش نمی یابم رسن

بندۂ شہوت ہے غرق چاہ کیں ‌ ‌ رسّی جس گہرائی کی ملتی نہیں

در چہے افتادگاں را غور نیست ‌ ‌ واں گناہِ اوست جبر و جور نیست

اس کنوئیں میں ہے نہیں ہے جس کی تھاہ ‌ ‌ یہ نہیں ہے جبر بلکہ ہے گناہ

چوں گناہ اوست اعمالے چوں کنم ‌ ‌ کہ ورا از قعرِ چہ بیروں کنم

جب گناہ اس کا ہے پھر میں کیا کروں ‌ ‌ چاہ سے کیونکر رہائی اس کو دوں

بس کنم گر ایں سخن افزوں شود ‌ ‌ خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

بس کروں اب بات ہوتی ہے فزوں ‌ ‌ ہے جگر کیا چیز پتھر بھی ہو خوں

ایں جگرہا خوں نشد نہ از سختی ست ‌ ‌ غفلت و مشغولی و بدبختی ست

کب ہے سختی سے نہیں گر خوں جگر ‌ ‌ غفلت اور بدبختیوں کا ہے اثر

خوں شود روزیکہ خونش سود نیست ‌ ‌ خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست

خون پھر ہوگا تو ہے بے سود خون ‌ ‌ خون اب ہو جا نہیں مردود خون

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست ‌ ‌ عدل او باشد کہ بندہ غول نیست

جب غلاموں کی گواہی ہے فضول ‌ ‌ عدل وہ ہے جو نہیں پابند غول

گفت اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا در نُذُر ‌ ‌ زانکہ شد از کون او حرّ ابن حُر

گو ارسلناک شاہد ہے ہو اب ‌ ‌ جن کے صدقے سے ہوئے آزاد سب

قولہ تعالیٰ:۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۔ اے پیغمبرؐ ہم نے تم کو گواہ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

چونکہ حرم خشم کے بندد مرا ۔ نیست آنجا جز صفاتِ خود مرا

میں ہوں حر غصہ کرے پابند کیا ۔ ہیں صفات اپنی ہی مجھ میں برملا

اندر آ کازاد کردت لطفِ حق ۔ زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق

آ مجھے آزاد حق نے کر دیا ۔ رحم اس کا غصے پر غالب ہوا

اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر ۔ سنگ بودی کیمیا کردت گہر

آ ادھر آ ہو گیا تو بے خطر ۔ سنگ تھا اب کیمیا سے ہے گہر

رستہ از کفر و خارستانِ او ۔ چوں گلے بشگفتہ در بستانِ ہو

خار زار کفر سے پائی نجات ۔ باغِ حق کا پھول ہے عالی صفات

تو منی و من تو با تو من خوشم ۔ تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کشم

میں ہوں تو اور تو ہے مجھ میں مختفی ۔ پھر علیؓ کو مارتا کیونکر علیؓ

معصیت کردی بہ از ہر طاعتے ۔ آسماں پیمودہ در ساعتے

یہ خطا تھی تیری طاعت سے بھلی ۔ آسماں کی اک گھڑی میں راہ لی

بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد ۔ کہ ز خارے بردمد اوراقِ ورد

کیا مبارک ہیں گنہ اس مرد کے ۔ برگِ گل اگ آئیں جس کے خار سے

نے عمرؓ را قصدِ آزارِ رسولؐ ۔ می کشیدش تا بدرگاہِ قبول

تھا عمرؓ کو قصد آزار رسولؐ ۔ جس نے کھینچا تا بدرگاہ قبول

نے بسحر ساحراں فرعون شاں ۔ می کشید و گشت دولت عونِ شاں

ساحر فرعون سب جادو ہی سے تھے ۔ دولت ایماں کے لائق ہو گئے

گر نبودے سحرِ شاں وانِ جحود ۔ کے کشیدے شاں بفرعونِ عنود

گر نہ ہوتا سحر لاتا کون انہیں ۔ کھینچ کر لوں جانب فرعون انہیں

کے بدیدندے عصا و معجزات ۔ معصیت طاعت شد اے قوم عصاۃ

دیکھتے کب وہ عصا و معجزات ۔ معصیت طاعت ہوئی وجہ نجات

ناامیدی را خدا گردن زدست   چون گنہ مانند طاعت آمدست

ناامیدی حق نے کی زیر و زبر   ہے گناہوں میں بھی طاعت کا اثر

چون مبدل می کند او سیئات   عین طاعت می کند رغم وشات

وہ گناہوں کو بھی دیتا ہے بدل   عین طاعت ہے علی الرغم عمل

زین شود مرجوم شیطان رجیم   وز حسد او بطرقد گردد دو نیم

اس سے ہے مردود شیطان رجیم   اور حسد سے پھٹ کے ہوتا ہے دو نیم

او بکوشد تا گناہے آورد   زان گنہ ما را بچاہے آورد

سعی کرتا ہے کہ ہوں سرزد گناہ   وہ گنہ لے جائیں ہم کو سوئے چاہ

چون بہ بیند کان گنہ شد طاعتے   گردد او را نا مبارک ساعتے

جب وہ دیکھے بن گیا طاعت گناہ   وہ گھڑی اس کے لئے ہو نحس آہ

اندر آ من در کشادم مر ترا   تف زدی و تحفہ دادم مر ترا

اندر آ کھولوں میں در تیرے لئے   تو نے تھوکا اور میں تحفہ دوں تجھے

مر جفا گر را چنین ہا می دہم   پیش پائے چپ چسان سر می نہم

ہے جو ظالم پر مرا ایسا کرم   پائے چپ پر رکھتا ہوں سر دمبدم

پس وفا گر را چہ بخشم تو بدان   گنجہا و ملکہائے جاودان

پس وفا والوں پہ ہوگی کیا عطا   دوں گا ان کو گنج و ملکِ جاں فزا

جاودانہ پادشاہی بہمنش   آنچہ اندر وہم ناید بدہمش

دوں ہمیشہ کی ہیں اس کو سلطنت   وہم میں بھی جو نہ آئے مملکت

من چنان مردم کہ بر خونی خویش   نوش لطف من نشد در قہر نیش

مرحبا ہوں اپنے خونی پر فدا   قہر میں ہے نوش میرے لطف کا

نا امیدی را خدا گردن زدست	چوں گنہ مانند طاعت آمدست
نا امیدی حق نے کی زیر و زبر	ہے گناہوں میں بھی طاعت کا اثر
چوں مبدل می کند او سیئات	عین طاعت می کند رغم وشات
وہ گناہوں کو بھی دیتا ہے بدل	عین طاعت سے علی الرغم عمل
زیں شود مرجوم شیطان رجیم	وز حسد او بطرقد گردد دو نیم
اس سے ہے مردود شیطان رجیم	اور حسد سے پھٹ کے ہوتا ہے دو نیم
او بکوشد تا گناہے آورد	زاں گنہ ما را بچاہے آورد
سعی کرتا ہے کہ ہوں سرزد گناہ	وہ گنہ لے جائیں ہم تو سوئے چاہ
چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے	گردد او را نا مبارک ساعتے
جب وہ دیکھے بن گیا طاعت گناہ	وہ گھڑی اس کے لئے ہو نحس آہ
اندر آمد در کشادم مر ترا	تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
اندر آکھوتوں میں در تیرے لئے	تو نے تھوکا اور میں تحفہ دوں تجھے
مر جفا گر را چنیں ہا می دہم	پیش پائے چپ چساں سر می نہم
ہے جو ظالم پر مرا ایسا کرم	پائے چپ پر رکھتا ہوں سر دمبدم
پس وفا گر را چہ بخشم تو بداں	گنجہا و ملکہائے جاوداں
پس وفا والوں پہ ہوگی کیا عطا	دوں گا ان کو گنج و ملک جاں فزا
جاودانہ پادشاہی بہشت	آنچہ اندر وہم ناید بد ہمش
دوں ہمیشہ کی ہیں اس کو سلطنت	وہم میں بھی جو نہ آئے مملکت
من چناں مردم کہ بر خونی خویش	نوش لطف من نشد در قہر نیش
مر چکا ہوں اپنے خونی پہ فنا	قہر میں ہے نوش میرے لطف کا

حضرت علیؓ کا قاتل

گفت پیغمبرؐ بگوشِ چاکرم — کہ برد روزے زگردن ایں سرم

یوں نبیؐ نے میرے نوکر سے کہا — سر تو کاٹے گا علیؓ کا سن ذرا

کرد آگہ آں رسولؐ از وحی دوست — کہ ہلاکم عاقبت بر دستِ اوست

وحی سے وہ کر گئے واقف ہمیں — ہے ہماری جان اس کے ہاتھ میں

او ہمی گوید بکش پیشیں مرا — تا نیاید از من ایں منکر خطا

وہ یہ کہتا ہے کہ پہلے مجھ کو مار — تا خطا سرزد نہ ہو یہ زینہار

من ہمی گویم چو مرگِ من زتست — با قضا من چوں توانم حیلہ جست

میں یہ کہتا ہوں کہ جب قاتل ہے تو — میں قضا سے کس طرح ہوں حیلہ جو

او ہمی افتد بہ پیشم کاے کریم — مر مرا کن از برائے حق دو نیم

گر کے وہ کہتا ہے مجھ سے اے کریم — کر خدا کے واسطے مجھ کو دو نیم

تا نیاید بر من ایں انجام بد — تا نسوزد جانِ من بر جانِ خود

تا نہ یوں انجام ہو میرا برا — جلنے سے بچ جائے جان مبتلا

من ہمی گویم جفَّ القلم[1] — زاں قلم بس سرنگوں گردد علم

میں یہ کہتا ہوں کہ پڑھ جفَّ القلم — سرنگوں آگے قلم کے ہے علم

ہیچ بغضے نیست در جانم زتو — زانکہ ایں را من نمی دانم زتو

میرے دل میں بغض کچھ تجھ سے نہیں — کیونکہ خود تجھ سے نہیں یہ بالیقیں

آلتِ حقی تو فاعل دستِ حق — چوں زنم بر آلتِ حق طعن و دق

آلۂ حق تو ہے فاعل ہے خدا — آلۂ حق پر مجال طعن کیا

[1] جفَّ القلم بما ھو کائن ۔ یعنی قلم قدرت تمام باتیں لکھ کر خشک ہو گیا ہے۔

گفت اویس ایں قصاص از بہرِ چیست　　گفت ہم از حق و آں سرِ خفی ست

بولا پھر بیٹے ہیں بدلا کیوں حضور　　بولے یہ بھی راز خالق ہے ضرور

گر کند بر فعلِ خود او اعتراض　　زاعتراضِ خود بروید ایند ریاض

توڑتا ہے فعل اگر اپنا خدا　　تو کھلا دیتا ہے اک بستان نیا

اعتراض او را رسد بر فعلِ خود　　زانکہ در قہرست و در لطف احد

اعتراض اس کا ہے اپنے فعل پر　　فرد قہر و لطف میں ہے سربسر

اندریں شہرِ حوادث میرِ اوست　　در ممالک مالکِ تدبیر اوست

حادثوں کے ملک کا وہ میر ہے　　ہر جگہ وہ مالک تدبیر ہے

آلتِ خود را اگر خود بشکند　　آں شکستہ گشتہ را نیکو کند

اپنے آلے کو اگر وہ توڑ دے　　خود ہی وہ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ دے

رمزِ ننسخ آیۃ او ننسہا　　نَاتِ خیراً در عقب میداں مہا

پڑھ لے ننسخ آیہ او ننسہا　　نات خیراً جان لے اس کا صلا

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد　　او گیا برد و عوض آورد ورد

شرع جو منسوخ کرتا ہے خدا　　پھول اگاتا ہے الگ کر کے گیا

شب کند منسوخ شغلِ روز را　　بیں جمادے وآں خرد افروز را

رات کھو دیتی ہے شغلِ روز کو　　کرتی ہے بے جاں خرد افروز کو

باز شب منسوخ شد از نورِ روز　　تا جمادی سوخت زاں آتش فروز

روز سے منسوخ پھر ہوتی ہے رات　　وہ جمادی جل کے پاتا ہے نجات

لہ قولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ اَوْ ننسہا نَاتِ بخیرٍ منہا۔
یعنی ہم نے کسی آیت کو منسوخ نہیں کیا یا نہیں بھلایا۔ مگر ہم اس سے بہتر لائے۔

ںلہ النسان سے مراد ہے ۞

گرچہ ظلمت آمد آں نوم و سبات / نے درونِ ظلمتست آبِ حیات

سربسر ظلمت ہے گو نیند اور رات / ہے اندھیرے ہی میں تو آبِ حیات

نے دراں ظلمت خردہا تازہ شد / سکتۂ سرمایۂ آوازہ شد

عقل ایسی ظلمتوں میں تازہ ہے / سکتے میں سرمایہ آوازہ ہے

کہ ز ضد ہا ضد ہا آید پدید / در سویدا روشنائی آفرید

ضد سے ضد ہوتی ہے ظاہر اے فنا / نور تاریکی میں پیدا کر دیا

جنگِ پیغمبرؐ مدارِ صلح شد / صلحِ ایں آخر زماں زاں جنگ بد

جنگِ پیغمبرؐ مدارِ صلح تھی / صلح تھی اس جنگ سے اس دور کی

صد ہزاراں سر بریدن دلستاں / تا اماں یابد سرِ اہلِ جہاں

کاٹے اس محبوب نے سر سو ہزار / تا اماں پائے جہاں بے قرار

باغباں زاں می برد شاخِ مضر / تا بیابد نخل قامتہا و بر

باغباں یوں کاٹتا ہے شاخ کو / پر ثمر ہو قیامت ہر نخل ہو

می کند از باغ دانا آں حشیش / تا نماید باغ میوہ خرمیش

چھانٹتا ہے گھاس وہ اس واسطے / عیش کا میوہ دکھائے باغ اسے

می کند دندانِ بد را آں طبیب / تا رہد از درد و بیماری حبیب

دکھنے والے دانت اکھاڑے وہ طبیب / تاکہ پائے درد سے راحت حبیب

پس زیادتہا درونِ نقصہاست / مر شہیداں را حیات اندر فناست

نفع نقصانوں میں ہے سمجھ اے نیک ذات / اور شہیدوں کو فنا میں ہے حیات

چوں بریدہ گشت حلقِ رزق خوار / یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْن شد خوشگوار

کٹ گیا جس وقت حلقِ رزق خوار / غیب سے آتا ہے رزق خوشگوار

حلقِ حیواں چوں بریدہ شد بعدل / حلقِ انساں رست و افزاید فضل

حلقِ حیواں عدل سے کاٹا گیا / حلقِ انساں بچ گیا۔ رتبہ بڑھا

حلق انساں چوں ببرد ہیں ہیں ۔۔۔ تا چہ زاید کن قیاس آں باییں

حلق انساں جب کٹے تو غور کر ۔۔۔ اس سے کیا بن جائیگا اے خوش سیر کر

حلق ثالث زاید و تیمار او ۔۔۔ شربت حق باشد و انوار او

تیسرا اک حلق بنتا ہے نگار ۔۔۔ شربت و انوار حق ہوتے ہیں یار

حلق ببریدہ خورد شربت ولے ۔۔۔ حلق از لا رستہ مردہ در بلے

جو کٹا حلق اس نے تو شربت پیا ۔۔۔ حلق از لا[1] رستہ ہے وقف بلی

بس کن اے دوں ہمت کوتہ بیاں ۔۔۔ تا کیت باشد حیات جاں بناں

بس کر اے کم ہمت و کوتہ بیاں ۔۔۔ زندگی کبتک رہے گی وقف ناں

زاں نداری میوہ مانند بید ۔۔۔ کابرو بردی پئے ناں سپید

اس لئے میوہ نہیں کچھ مثل بید ۔۔۔ لے چکی ہے آبرو نان سپید

گر ندارد صبر زیں ناں جان حس ۔۔۔ کیمیا را گیر و زر گرداں تو مس

جس کو روٹی سے نہیں صبر اے پسر ۔۔۔ کیمیا سے تانبے کو کرے تو زر

جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں ۔۔۔ رو مگرداں از محلہ گازراں

کپڑے دھلوانے کا گر کچھ ہے گماں ۔۔۔ دھوبیوں سے منہ نہ پھیر اے نوجوان

گر چہ ناں بشکست مر روزہ ترا ۔۔۔ در شکستہ بند پیچ و بر ترآ

ناں نے توڑا ہے گو روزہ ترا ۔۔۔ تو شکستہ بند سے پھر غالب آ

چوں شکستہ بند آمد دست او ۔۔۔ پس رفو باشد یقیں اشکست او

جب شکستہ بند[2] ہاتھ اس کا ہوا ۔۔۔ توڑنا اس کا رفو ہو جائیگا

[1] نفی ہستی سے نکلا ہوا حلق ۔ بلی (اثبات) میں وقف اور مٹا ہوا ہے ۔

[2] وہ لکڑیاں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں ۔

گر تو آں را بشکنی گوید بیا
تو درستش کن نداری دست و پا

روزہ تو توڑے تو وہ بولے کہ آ
اب نہیں تو توڑ سکتا اسے فتا

پس شکستن حق او باشد کہ او
مر شکستہ گشتہ را داند رفو

توڑنے کا حق اسے ہے نیک خو
جانتا ہوں جو شکستہ کا رفو

آں کہ داند دوخت او داند درید
ہر چہ او بفروخت نیکوتر خرید

سینا جو جانے وہ جانے پھاڑنا
بیچ کر اس سے بھی عمدہ لے لیا

خانہ را کند و چو جنت ساخت او
پست کرد و بر فلک افراخت او

گھر کو کھودا اور جنت کر لیا
پست کر کے کر دیا چرخ آشنا

خانہ ویراں کند زیر و زبر
پس بیک ساعت کند معمور تر

خانہ ویراں کیا زیر و زبر
اک گھڑی میں کر لیا معمور تر

گر یکے سر را ببرد از بدن
صد ہزاراں سر بر آرد در زمن

جسم سے وہ ایک سر کاٹے اگر
کر دے پیدا ایک دم میں لاکھ سر

گر نہ فرمودی قصاص او بر جنات
یا نگفتی فی القصاص آمد حیات

جی کے بدلے کا نہ دیتا حکم اگر
پھر نہ کہتا اس میں ہے جان دگر

خود کرا زہرہ بدے تا او ز خود
بر اسیر حکم حق تیغے زند

کس میں اتنی تاب تھی جو آپ ہی
کاٹتا سر اس کے بندے کا کوئی

زانکہ داند ہر کہ چشمش را گشود
کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود

جانتا ہے وہ ہیں آنکھیں جس کی وا
ہے مسخر قاتل اس کے حکم کا

ہر کرا آں حکم بر سر آمدے
بر سر فرزند ہم تیغے زدے

حکم ہے جس کو پہنچتا سر بسر
اپنے بیٹے کا اڑا دیتا ہے سر

رو بترس و طعنہ کم زن بر بداں
پیش دام حکم عجز خود بداں

ڈر بروں کو اس قدر طعنے نہ دے
عجز اپنا اس کے آگے مان لے

پیش حکم حق نبہ گردن زجاں ۔ تنحر دطعنہ مزن بر گمرہاں
سر جھکا دے پیش حکم کردگار ۔ گمرہوں کو دے نہ طعنے بار بار

فعل ابلیس سے حضرت آدمؑ کا تعجب اور عذر توبہ

تا کہ آدم بر بلیسے کو شقی ست ۔ از حقارت وز زیافت بنگریست
دیکھا آدمؑ نے جو ابلیس شقی ۔ کی حقارت سے نظر اس پہ پڑی

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں ۔ خندہ زد بر کار ابلیس لعیں
خود پسندی سے جو کی اس پر نظر ۔ آگئی ان کو ہنسی شیطان پر

بانگ بر زد غیرت حق کائے صفی ۔ تو نمی دانی ز اسرار خفی
غیرتِ حق نے پکارا اے صفی ۔ تو نہیں آگاہ اسرار خفی

پوستیں را باز گو نہ گر کنم ۔ کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
ال الٹ دوں پوستیں کو میں اگر ۔ کوہ کو جڑ سے کردوں زیر و زبر

پردۂ صد آدم آں دم بر درم ۔ صد بلیس نو مسلماں آورم
چاک سو آدم کا میں پردہ کر دوں ۔ سو شیاطیں کو نیا اسلام دوں

گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر ۔ ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر
بولے توبہ اے مرے پروردگار ۔ ایسی گستاخی نہ ہوگی اب کی بار

یا ربا ایں جرأت ز بندہ عفو کن ۔ توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
عفو کر دے میری جرأت اے خدا ۔ توبہ توبہ ۔ اب نہ کر پرسش ذرا

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اِھْدِنَا ۔ لَا اِفْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا
اے مرے فریاد رس ہو رہنما ۔ علم و دولت پہ نہیں ہے فخر اے خدا

لَا تُزِغْ قَلْبًا ھَدَیْتَ بِالْکَرَمِ ۔ وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خَطَّ الْقَلَمْ
دی ہدایت دل کو اب گمرہ نہ کر ۔ خط قسمت کی بدی سے در گزر

بلدزاں از جانِ ما سوء القضا — وا مبر مارا ز اخوان الصفا

حکم بد کو جان سے کر دُور تو — صاف دل والوں سے رکھ مسرور تو

اے خدا اے فضل تو حاجت روا — با تو یادِ ہیچ کس نبود روا

فضل تیرا اے خدا! حاجت روا — تیرے ہونے یادِ کس کی ہے روا

تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست — بے پناہت غیرِ پیچا پیچ نیست

تلخ تر فرقت سے تیری کچھ نہیں — تو ہے حافظ سب ہیں پیچیدہ تریں

رختِ ما ہم رختِ مارا راہزن — جسمِ ما مر جانِ ما را جامہ کن

یہ ہیں سب اسباب یارب راہزن — جان کا گویا بدن ہے جامہ کن [1]

دستِ ما چوں پائے مارا می خورد — بے امانِ تو کسے جاں کے برد

ہاتھ اپنے پاؤں کو کھانے لگے — کیا بچے گی جاں اماں گر تو نہ دے

ور برد جاں زیں خطرہائے عظیم — بُردہ باشد مایۂ ادبار و بیم

بچ بھی جائے گر کہیں خطروں سے جان — پھر بھی ہوگی بدنصیبی بے گمان

زانکہ چوں جاں اصلِ جاناں نبود — تا ابد با خویش کور ست و کبود

کیونکہ گر جاں واصلِ جاناں نہیں — کور اور بے نور ہوگی بالیقین

چوں تو ندہی راہ جاں خود بُردہ گیر — جاں کہ بے تو زندہ باشد مُردہ گیر

تو نہ دے رہ۔ جاں وہ لے جائیں کہیں — بے تیرے جاں مردہ ہے زندہ نہیں

گر تو طعنہ می زنی بر بندگان — مر ترا آں می رسد اے کامراں

بندوں کو دیتا ہے تُو طعنے اگر — ہے ترے شایانِ شاں اے دادگر

در تو ماہ و مہر را گوئی جفا — در تو قدِ سرو را گوئی دو تا

چاند سورج کو جو تو اندھا کہے — اور قدِ سرو کو ٹیڑھا کہے

[1] کپڑے چھیننے والا۔

در تو چرخ و عرش را گوئی حقیر
گر تو چرخ و عرش کو سمجھے حقیر

آن بنسبت با کمال تو سهو است
یہ ہے سب تیرے کمالوں کو روا

که تو پاکی از خطر و ز نیستی
بے خطر اور نیستی سے تو رہا

آنکه رویاند تاند سوختن
جو اگاتا ہے جلا سکتا بھی ہے

می بسوزد چو خزاں مر باغ را
ہر خزاں دیتی ہے گلشن کو جلا

کائے بسوزیده بروں آ تازه شو
کہتا ہے اے جلنے والے تازه ہو

چشم نرگس کور شد بازش بساخت
چشم نرگس کور تھی پھر کھل گئی

ما چو مصنوعیم و صانع نیستیم
ہم جو ہیں مصنوع اور صانع نہیں

ما ہمه نفسی و نفسی می زنیم
نفسی نفسی کر رہے ہیں واقعی

ز آن آہرمن رہیده نیستیم ما
اس لئے شیطاں سے ہم ہیں نہ رہا

تو عصا کش ہر کرا که زندگی ست
جینے والوں کا عصا کش ہے تو ہی

در تو کان و بحر را گوئی فقیر
گر تو کان و بحر کو جانے فقیر

ملک و اقبال و غنا ہا مر ترا است
تیرا ہے سب ملک و اقبال و غنا

نیستاں را موجد و مغنیستی
نیست کو پیدا کرے تو اور فنا

و آنکه بدرید است داند دوختن
پھاڑتا ہے جو بنا سکتا بھی ہے

باز رویاند گل صد باغ را
پھر صبا پھولوں کو دیتی ہے کھلا

بار دیگر خوب و خوش آوازه شو
پھر وہی خوب اور خوش آوازه ہو

خلق نے بدرید و باز اورا نواخت
نغمه زا پھٹ کر ہوئی پھر بانسری

جز زبون و جز که قانع نیستیم
پھر بڑے اچھے یہ کیوں قانع نہیں

گر نخواہی ما ہمه اہرمنیم
تو نہ چاہے تو نہیں شیطاں ابھی

که خریدی جان ما را از عمی
اندھےپن سے تو نے روکا اے خدا

بے عصا و بے عصا کش کورہ چیست
بے عصا کش کور ہیں سب واقعی

غیر تو ہر چہ خوش است و ناخوش است | آدمی سوز است و عین آتش است
ہے جو کچھ تیرے سوا اچھا بُرا | آدمی سوز اور آتش ہے بجا
ہر کہ را آتش پناہ و پشت شد | ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد
آگ جس کی ہو گئی پشت و پناہ | وہ مجوسی اور ہے زرتشت آہ
کُلُّ شَیئٍ مَا خَلَا اللہُ بَاطِلٌ | اِنَّ فَضْلَ اللہِ غَیْمٌ ہَاطِلٌ
ہے فنا غیرِ خدا ہر ایک شے | فضل اس کا ایک باراں ابر ہے
باز رو سوئے علیؓ و خونیش | واں کرم با خونی و افزونیش
قاتلِ حیدرؓ کی پھر سن داستان | کیا کرم قاتل پہ تھا اس کا عیاں

حضرتِ علیؓ کے قاتل کی داستان

گفت دشمن را ہمی بینم بچشم | روز و شب بر وے ندارم ہیچ خشم
بولے دشمن ہے نظر میں روز و شب | پر نہیں اس پر مجھے غیظ و غضب
زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمد است | مرگِ من در بعث چنگ اندر زدہ است
کیونکہ مجھ کو موت بھی ہے زندگی | موت میری جان ہے اے ہمی
مرگِ بے مرگی بود مارا حلال | برگِ بے برگی بود مارا نوال
ہے ہمیں بے موت مرجانا حلال | اور ہیں بے سامانیاں برگِ نوال
برگ بے برگی ترا چوں برگ شد | جانِ باقی یافتی و مرگ شد
جب کہ بے سامانیاں ہوں تیرا ساز | ہو حیاتِ جاوداں سے سرفراز
ظاہرش مرگ و بباطن زندگی | ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
مرگ ظاہر ہے بباطن زندگی | ظاہری ابتر نہاں پایندگی
در رحم زادن جنیں را رفتن است | در جہاں او را ز نو بشکفتن است
بچہ رحلت کے لئے پیدا ہوا | اس جہاں میں ہو گی پھر نشو و نما

آنکہ مردن پیش جانش تہلکہ است
بحکم لا تلقوا بگیرد او بدست
مرنا جس کے سامنے ہو تہلکہ
اس کو خود گرنے سے پھر کیا واسطہ

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست
نہی لا تلقوا بایدیکم مراست
مجھ کو تو عشق و ہوا ہے موت سے
نہی لا تلقوا ہے میرے ہی لئے

زانکہ نہی از دانہ شیریں بود
تلخ را خود نہی حاجت کے شود
دانہ شیریں سے ہی ہوتی ہے روک
تلخ سے کب ہے ضروری روک ٹوک

دانہ مردن مرا شیریں شدست
بل ہم احیاء پئے من آمدست
موت کا دانہ مجھے شیریں ہوا
وہ حیاتی موجب تسکیں ہوا

اُقتلونی یا ثقاتی لائما
انّ فی قتلی حیاتی دائما
طعن دو اور قتل کر دو اے ثقات
دائمی ہے میرے مرنے میں حیات

انّ فی موتی حیاتی یا فتیٰ
کم افارق موطنی حتیٰ متیٰ
زندگی ہے موت میں میری فتا
میں رہوں کب تک وطن سے یوں جدا

فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون
لم یقل انا الیہ راجعون
مجھ میں ہوتی نہ گر فرقت زبوں
کہتا کیوں انا الیہ راجعون

لہ قولہ تعالیٰ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ
یعنی اے لوگو! خدا کے راستے میں خرچ کئے جاؤ۔ اور اپنی جانوں کو ہلاکت
میں مت ڈالو ؛

تہ قولہ تعالیٰ۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء
ولکن لا تشعرون۔ یعنی جو لوگ خدا کے راستے میں قتل ہو چکے ہیں۔
انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم انہیں سمجھ نہیں سکتے ؛

سہ قولہ تعالیٰ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یقیناً ہم خدا کی ملک سے ہیں اور
اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ؛

اگر مردن پیش جانش تہلکہ است — بحکم لا تلقوا[1] بگیرد او بدست

مرنا جس کے سامنے ہو تہلکہ — اس کو خود گرنے سے پھر کیا واسطہ

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہوا ست — نہی لا تلقوا بایدیکم مرا ست

مجھ کو تو عشق و ہوا ہے موت سے — نہی لا تلقوا ہے میرے ہی لئے

زانکہ نہی از دانۂ شیریں بود — تلخ را خود نہی حاجت کے شود

دانۂ شیریں سے کچھ ہوتی ہے روک — تلخ سے کب ہے ضروری روک ٹوک

دانۂ مردن مرا شیریں شدست — بل ہم احیاء[2] پے من آمدست

موت کا دانہ مجھے شیریں ہوا — وہ حیاتی موجب تسکیں ہوا

اُقتلونی یا ثقاتی لائما — اِنّ فی قتلی حیاتی دائما

یعنی دو اور قتل کر دو اے ثقات — دائمی ہے میرے مرنے میں حیات

اِنّ فی موتی حیاتی یا فتیٰ — کم اُفارق موطنی حتّیٰ متیٰ

زندگی ہے موت میں میری فتا — میں رہوں کب تک وطن سے یوں جدا

فُرقتی لو لم تکن فی ذا السکون — لم یقل انا الیہ راجعون[3]

مجھ میں ہوتی نہ گر فرقت زبوں — کہتا کیوں انا الیہ راجعون

---

[1] قولہ تعالیٰ وَ اَنفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی اے لوگو! خدا کے راستے میں خرچ کئے جاؤ۔ اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

[2] قولہ تعالیٰ۔ وَلا تقولوا لمن یُقتل فی سبیل اللہ اَموات۔ بل احیاء وَلٰکن لا تشعرون۔ یعنی جو لوگ خدا کے راستے میں قتل ہو چکے ہیں۔ انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم انہیں سمجھ نہیں سکتے۔

[3] قولہ تعالیٰ۔ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہ راجعون یعنی ہم خدا کی ملک سے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر
سوئے وحدت آید از تفریق دہر

وہ ہے راجع جو پھر آئے شہر
ہو موحد چھوڑ کر تفریق دہر

ایں سخن پایاں ندارد چا کرم
چوں شنید ایں سر زمید گشت خم

مختصر یہ ہے کہ وہ نوکر مرا
سنتے یہ اسرار نادم ہوگیا

قاتل کا حضرت علیؓ کے قدموں پہ گرنا

باز آمد کے علیؓ زودم بکش
تا نہ بینم آں دم و وقت ترش

پھر وہ بولا کیجیے قتل اے علیؓ
تا نہ دیکھوں ترش و تلخ ایسی گھڑی

من حلالت می کنم خونم بریز
تا نہ بیند چشم من آں رستخیز

قتل کیجیے خون کرتا ہوں معاف
تا نہ دیکھوں وہ قیامت وہ مصاف

گفتم ار ہر ذرۂ خونی شود
خنجر اندر کف بقصد تو بود

میں یہ بولا خونی ہر ذرہ ہو گر
اور تیرے قتل پر باندھے کمر

یک سر مو از تو نتواند برید
چوں قلم بر تو چنیں خطے کشید

ہو نہ بیکا ایک تیرا بال بھی
جبکہ یہ تحریر ہے تقدیر کی

لیک بیغم شو شفیع تو منم
خواجہ روحم نہ مملوکِ تنم

غم نہ کھا۔ حامی ہوں تیرا جان من
مالک جان ہوں نہیں مملوک تن

پیش من ایں تن ندارد قیمتے
بے تنِ خویشم فتے ابن الفتے

میرے آگے کیا بھلا ہے قدرِ تن
میں فتا ابن فتا ہوں بے بدن

خنجر و شمشیر شد ریحان من
مرگ من شد بزم نرگس دان من

خنجر و شمشیر ہیں یکساں مجھے
موت میری بزم نرگس داں مجھے

ٹہ سامانِ شادی وسرور ۔

آنکه او تن را بدیں ساں پے کند — حرص میری و خلافت کے کند

اس طرح جو ختم کردے جان کو — کیا امیری کی تمنا اس کو ہو

زاں بظاہر کوشد اندر جاہ و حکم — تا امیراں را نماید راہ و حکم

گو کرے ظاہر میں سعی جاہ حکم — تا امیروں کو دکھائے راہ و حکم

تا بیاراید بہر تن جامۂ — تا نویسد او بہر کس نامۂ

تاکہ ہر تن پر سنوارے وہ لباس — اور لکھے ہر اک کو نامہ پے ہراس

تا امیری را دہد جانِ دگر — تا دہد نخل خلافت را ثمر

تا امیری کو ملے جانِ دگر — ہوں عیاں نخل خلافت میں ثمر

زین گمان بد مبرے ذو لباب — باخود آ واللہ اعلم بالصواب

کر گمان بد نہ سوئے بوتراب — ہوش کرو اللہ اعلم بالصواب

دعائے فتح مکہ سے رسولؐ کریم کا مقصد

جہد پیغمبر بفتح مکہ ہم — کے بود در حبّ دنیا متّہم

فتح مکہ میں جو تھی جہد رسولؐ — حبّ دنیا سے نہ تھی اے بوالفضول

آنکہ او از مخزن ہفت آسماں — چشم و دل بربست روزِ امتحان

کل خزانوں سے تھی جس کی بے گماں — بند چشم و دل بروزِ امتحان

از پئے نظارۂ او حور و جاں — پُر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں

اس کے نظارے کی خاطر حور و جاں — چھائے تھے بالائے ہر ہفت آسمان

قدسیاں افتادہ بر خاک رہش — صد چو یوسف او فتادہ در چہش

قدسی اس کے راستے کی خاک تھے — چاہ میں تھے اس کے سو یوسف پڑے

خویشتن آراستہ از بہر او — خود ورا پروائے غیرِ دوست کو

سب یہ تھے آراستہ ان کے لئے — دھن نہ تھی ان کو بجز دلدار کے

آنکہ او تن را بدیں ساں پے کند — حرص میری و خلافت کے کند

اس طرح جو ختم کر دے جان کو — کیا امیری کی تمنا اس کو ہو

زاں بظاہر کوشد اندر جاہ و حکم — تا امیراں را نماید راہ و حکم

گو کرے ظاہر میں سعی جاہ حکم — تا امیروں کو دکھائے راہ و حکم

تا بیاراید بہر تن جامۂ — تا نویسد او بہر کس نامۂ

تاکہ ہر تن پر سنوارے وہ لباس — اور لکھے ہر اک کو نامہ بے ہراس

تا امیری را دہد جانِ دگر — تا دہد نخل خلافت را ثمر

تا امیری کو ملے جانِ دگر — ہوں عیاں نخل خلافت میں ثمر

زین گمان بد مبرا ے ذو لباب — باخود آ واللہ اعلم بالصواب

گر گمان بد ز سوئے بو تراب — ہوش کر و اللہ اعلم بالصواب

دعائے فتح مکہ سے رسول کریم کا مقصد

جہد پیغمبر بفتح مکہ ہم — کے بود در حب دنیا متہم

فتح مکہ میں جو تھی جہد رسول — حب دنیا سے نہ تھی اے بوالفضول

آنکہ او از مخزن ہفت آسماں — چشم دل بر بستہ روز امتحان

کل خزانوں سے تھی جس کی بے گماں — بند چشم دل بروز امتحان

از پئے نظارۂ او حور و جاں — پُر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں

اس کے نظارے کی خاطر حور و جاں — چھائے تھے بالائے ہر ہفت آسماں

قدسیاں افتادہ بر خاک رہش — صد چو یوسف او فتادہ در چہش

قدسی اس کے راستے کی خاک تھے — چاہ میں تھے اس کے سو یوسف چھپے

خویشتن آراستہ از بہر او — خود ورا پروائے غیر دوست کو

سب یہ تھے آراستہ ان کے لئے — دھن نہ تھی ان کو بجز دلدار کے

آں چناں پُر گشتہ از اجلالِ حق	کاندرو ہم رہ نیابد آلِ حق
اس قدر غالب ہوا اجلالِ حق	دل سے باہر ہو گئی سب آل[1] حق
لَا یَسَعُ فِیْنَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ	وَالْمَلَکُ وَالرُّوْحُ اَیْضًا فَاعْقِلُوْا
کب[2] سمائے میرے اُن کے درمیان	کوئی پیغمبر فرشتہ بے گمان
گفت مازاغیم ہمچو زاغ نے	مستِ صبّاغیم مستِ باغ نے
ہم تو ہیں[3] مازاغ ہم ہیں زاغ کب	عاشقِ[4] صبّاغ مستِ باغ کب
چونکہ مخزنہائے افلاک و عقول	چوں خسے آمد بہ چشمِ رسول
وہ خزانے چرخ اور عقلوں کے بس	تھے نبیؐ کے سامنے مانندِ خس
پس چہ باشد مکہ و شام و عراق	کہ نماید او نبرد و اشتیاق
کیا بھلا پھر مکّہ و شام و عراق	فتح کا جن کی ہو اتنا اشتیاق
آں گماں بر وے ضمیرِ بد کند	کو قیاس از جہل و حرصِ خود کند
بدگماں ان سے ہے وہ اک ناشناس	جہل پہ اپنے جو کرتا ہے قیاس
آبگینہ زرد چوں سازی نقاب	زرد بینی جملہ نورِ آفتاب
زرد شیشے کی اگر ڈالو نقاب	زرد ہی دیکھو گے نورِ آفتاب
بشکن آں شیشہ کبود و زرد را	تا شناسی گرد را و مرد را
ایسے نیلے پیلے شیشے توڑ ڈال	تا کہ گرد و مرد سے ہو انفصال
گردِ فارس گرد سر افراشتہ	گرد را تو مردِ حق پنداشتہ
شہسوار گرد بالا سر ہوا	تو سمجھتا ہے اسے مردِ خدا

[1] مخلوق [2] حدیث میں ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ، یعنی میں ایک وقت اپنے خدا کے ساتھ اس طرح ہوتا ہوں کہ اس وقت کسی فرشتہ مقرب اور کسی پیغمبر مرسل کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی [3] مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [4] رنگنے والا (خدا)

کرد دید ابلیس و گفت این فرع طین	چوں فزاید بر من آتش جبین
گرد دیکھی اور کہا ابلیس نے	خاک کا پتلا بڑھے کیا آگ سے
تا تو می بینی عزیزاں را بہ شر	دانکہ میراث بلیس ست آں نظر
دیکھتا ہے تو عزیزوں میں جو شر	ورثۂ ابلیس ہے ایسی نظر
گر نہ فرزند بلیسی اے عنید	پس ترا میراث آں سگ چوں رسید
گر نہ تھا فرزند شیطاں تو بتا	اس کا ورثہ تجھ کو کیونکر مل گیا
من نیم سگ شیر حقم حق پرست	شیر حق آں ست کز صورت برست
میں نہیں سگ شیر حق ہوں حق پرست	شیر حق ہوتا نہیں صورت میں مست
شیر دنیا جوید اشکارے و برگ	شیر مولیٰ جوید آزادی و مرگ
شیر دنیا کو تلاش صید و برگ	شیر مولا ڈھونڈے آزادی و مرگ
چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود	ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
دیکھے جو موت ہی میں سو وجود	مثل پروانہ جلا دیتا ہے بود[1]
شد ہوائے مرگ طوق صادقاں	کہ جہوداں را بد آں دم امتحاں
ہے ہوائے مرگ طوق صادقاں	کافروں کے واسطے ہے امتحاں
در نبی فرمود کاے قوم یہود	صادقاں را مرگ باشد برگ و سود
حق نے فرمایا کہ اے قوم یہود	صادقوں کے واسطے ہے موت سود
ہمچناں کہ آرزوئے سود ہست	آرزوئے مرگ بردن زاں بہ ست
جس طرح یہ آرزو ہے سود کی	آرزوئے موت کر ہے بہتری

[1] ہستی ۔ [2] قولہ تعالیٰ قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین یعنی اے قوم یہود! اگر تمہیں یہ زعم ہے کہ تم خدا کے دوست ہو نہ اوروں کے تو اگر تم سچے ہو۔ موت کی آرزو کرو۔

لے جہوداں بہر ناموس کساں ؛ بگذرانیدایں تمنّا بر زباں

اے یہودہ خاص لوگوں کے لئے ؛ یہ تمنّا لب پہ لاتی چاہیئے

یک جہودے آں قدر زہرہ نداشت ؛ چوں محمدؐ ایں علم را بر فراشت

اک یہودی بھی نہ تھا ہمت بلند ؛ جب محمدؐ نے کیا رایت بلند

گفت اگر رانند ایں را بر زباں ؛ یک جہودی خود نماند در جہاں

دیتے اگر انجام وہ اس کام کو ؛ اک یہودی بھی نہ رہتا نام کو

پس یہوداں مال بردند و خراج ؛ کہ مکن رسوا تو ما را اے سراج

تھے یہودی طالبِ مال و خراج ؛ بس کہا رسوا نہ کیجے اے سراج

جزیہ پذرفتند و می بودند شاد ؛ ہمچناں واللہ اعلم بالرشاد

جزیہ دے دینے میں ہو جاتے تھے شاد ؛ ہے یونہی واللہ اعلم بالرشاد

ایں سخن را نیست پایانے پدید ؛ دست با من دہ چو چشمت دوست دید

ہے سخن بے انتہا، کر اختصار ؛ ہاتھ لا کہ ہو گیا دیدارِ یار

اندر آور گلستان از مزبلہ ؛ چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ

باغ میں آ مزبلہ سے ہو کے دور ؛ ظلمتوں میں تو نے دیکھا ہے جو نور

بے توقف زود تر در نہ قدم ؛ زیں چہ بیروں شو سوئے باغِ ارم

بے تامل جلد رکھ آگے قدم ؛ اس کنوئیں سے چل سوئے باغِ ارم

ہم نبردش گفت از بہرِ خدا ؛ شرح کن ایں را و بپذیرم بلا

پہلواں بولا خدا کے واسطے ؛ میں سنوں گا شرح اس کی کیجیے

حضرت علیؓ کے حریف کا مسلمان ہونا

گفت امیر المومنینؓ با آں جواں ؛ کہ بہنگامِ نبرد اے پہلواں

مرتضیٰؓ بولے کہ سن اے نوجواں ؛ لڑنے میں اس وقت تو نے ناگہاں

چوں خدو انداختی بر روئے من — نفس جنبید و تبہ شد خوئے من

تو نے میرے منہ پہ تھوکا بے خطر — اس سے میرا نفس آیا جوش پر

نیم بہر حق شد و نیمے ہوا — شرکت اندر کارِ حق نبود روا

جزوِ حق میں رل گیا جو نفس ہوا — ہے خدا کے کام میں شرکت خطا

تو نگارِ یدہ کفِ مولیستی — آنِ حقی کردۂ من نیستی

دستِ مولا کا تو ہے نقش تمام — ملک حق کی ہے نہیں میرا غلام

نقشِ حق را تو بامرِ حق شکن — بر زجاجہ دوست سنگِ دوست زن

نقشِ حق کو حکمِ حق سے توڑ دے — اس کا شیشہ توڑ اسی کے سنگ سے

گبر ایں بشنید و نورے شد پدید — در دلِ او تا کہ زنارے برید

یہ سنا اس نے تو چمکا ایک نور — توڑ کر زنار بولا ذی شعور

گفت من تخمِ جفا می کاشتم — من ترا نوعے دگر پنداشتم

میں یونہی تخمِ جفا بوتا رہا — اور ہی کچھ آپ کو تھا جانتا

تو ترازوئے احد خو بودۂ — بل زبانہ ہر ترازو بودۂ

تم ترازو ہو خدائے یکتا — ہو زبان ہر ترازو مرتضٰے رضہ

تو تبار و اصلِ خویشم بودۂ — تو فروغِ شمعِ کیشم بودۂ

تم میں ہیں آثار اصل و خویش کے — نور ہو تم میری شمعِ کیش[1] کے

من غلامِ آں چراغِ شمع خو — کہ چراغت روشنی پذرفت ازو

اس چراغِ شمعِ خو کا ہوں غلام — جس سے نور روشن ہے اے عالی مقام

من غلامِ موجِ آں دریائے نور — کو چنیں گوہر در آرد در ظہور

بندہ ہوں اس بحر کی امواج کا — جس سے ایسے موتیوں کی ہے بنا

عرضہ کن بر من شہادت را کہ من — مر ترا دیدم سر افرازِ زمن

کلمہ دو مجھ کو شہادت کا پڑھا — تم ہو ممتازِ جہاں یا مرتضٰے رضہ

[1] مذہب۔ قومیت ؛

قرب پنجہ کس زخویش و قوم او / عارفانہ سوئے دیں گروند رو

قوم والے اس کے تقریباً پچاس / ہو گئے اکر مسلماں بے ہراس

او بہ تیغ حلم چندیں خلق را / وا خرید از تیغ چندیں حلق را

دیکھ اس کے حلم کی تلوار سے / بچ گئے کٹنے سے یوں اتنے گلے

تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر / بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

تیغ آہن سے ہے تیغ حلم تیز / بڑھ کے ہے سو لشکروں سے رستخیز

مثنوی کے پہلے دفتر کا خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد / جوشش فکرت ازاں افسردہ شد[1]

ہائے دو لقمے زیادہ کھائے / جوش میری فکر کے کم ہو گئے

گندمے خورشید آدم را کسوف / چوں ذنب شعشاع بدرے را خسوف[2]

گیہوں تھا خورشید آدم کا کسوف / چاند کے حق میں ذنب جیسے خسوف

اینت لطف دل کہ از یک مشت گل / ماہ او چوں می شود پرویں گسل[3]

دل کہ ہے مشت گل عجب ہے لطف دل / چاند اس کا ہوتا ہے پرویں گسل

ناں چو معنی بود خوردش سود بود / چونکہ صورت گشت انگیزد جحود

ناں جب معنی تھی کھانا تھا مفید / جب ہوئی صورت تو ہے کبر مزید

[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا قدس سرہ عموماً تہجد کے وقت اشعار مثنوی تصنیف فرمایا کرتے تھے اور مولانا حسام الدین لکھا کرتے تھے ایک رات غذا میں کسی قدر زیادتی ہو گئی اور مولانا حسام الدین پر غنودگی طاری ہو گئی اس سے مولانا کی فکر کا جوشش جاتا رہا۔ اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ؛

[2] اہل ہیئت کا قول ہے کہ جب ستارہ ذنب سے چاند متصل ہو جاتا ہے تو گہن میں آجاتا ہے [3] یعنی دل کے حسن کے آگے پرویں ہیچ اور بے نور ہے ؛

ہمچو خارِ سبز کاشتر می خورد ۔۔۔ زآں خورش صد نفع و لذت می برد

سبز کانٹے اونٹ کھاتا ہے بہت ۔۔۔ نفع اور لذت اٹھاتا ہے بہت

چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت ۔۔۔ چوں ہماں را می خورد اشتر ز دشت

جب ہوا خشک اور سبزی مٹ گئی ۔۔۔ جنگلوں میں اونٹ نے کھایا وہی

می دراند کام و لنجش اے دریغ ۔۔۔ کاں چناں وردِ مربی گشت تیغ

حلق و لب پھٹتے ہیں زخمی اے دریغ ۔۔۔ پہلے جو گلقند تھا وہ اب ہے تیغ

ناں چو معنی بود و بود آں خار سبز ۔۔۔ چونکہ صورت شد کنوں خشک است و گبز

نان معنی تھی تو تھی وہ سبز خار ۔۔۔ جب ہوئی صورت ہوئی خشک اور خوار

تو بداں عادت کہ او را پیش ازیں ۔۔۔ خوردہ بودی اے وجودِ نازنیں

پہلی عادت کے مطابق بالیقین ۔۔۔ کھا رہا تھا اے وجود نازنین

بر ہماں بو می خوری ایں خشک را ۔۔۔ بعد ازاں کامیخت معنی با ثری

خشک روٹی کا بھی ویسا ہی ہے شعب ۔۔۔ گو کہ معنی خاک آلودہ ہیں اب

گشت خاک آلود و خشک و گوشت بر ۔۔۔ زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر

خاک آگیں اور ہے خشک و گوشت بر ۔۔۔ گھاس سے پرہیز کر اب اے شتر

سخت خاک آلودہ می آید سخن ۔۔۔ آب تیرہ شد سرِ چہ بند کن

باتیں خاک آلودہ ہیں اب اے پسر ۔۔۔ پانی تیرہ ہے کنویں کو بند کر

تا خدایش باز صاف و خوش کند ۔۔۔ آنکہ تیرہ کرد ہم صافش کند

تا خدا اس کو کرے پھر تابناک ۔۔۔ جس نے تیرہ کر دیا کر دے گا پاک

صبر آرد آرزو را نے شتاب ۔۔۔ صبر کن واللہ اعلم بالصواب

گر نہ جلدی صبر سے ہو کامیاب ۔۔۔ صبر کر واللہ اعلم بالصواب

الحمد للہ والمنۃ

ملک محمد عارف پرنٹر پبلشر نے اپنے دین محمدی پریس لاہور میں چھپوا کر
اشاعت منزل بل روڈ لاہور سے شائع کیا